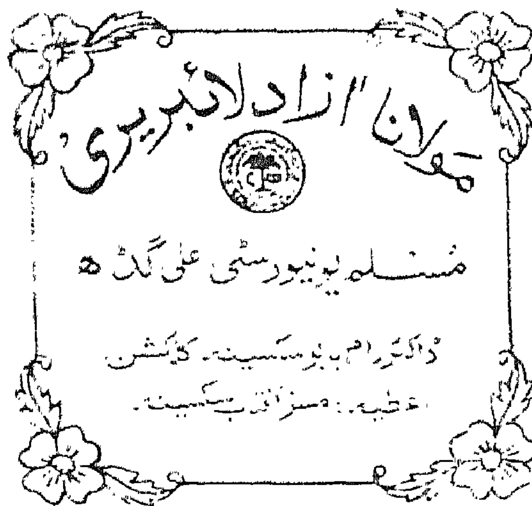



فہرست مضامین متن کلیات برہمن

التماس مرتب — چونکہ کلیات برہمن کی طباعت [illegible] ناقابل حالی تھی اسلئے خلاف [illegible] کامیابی [illegible] پہنچا تھا۔

[illegible] مجلس خسروی [illegible] تصویر [illegible] ریاست [illegible] پور کے [illegible] تصویر [illegible] صفحہ ۱۱۳ – ۱۱۴ – [illegible] ۱۲ [illegible] پروفیسر [illegible] لاہور کے کتب خانہ [illegible]

فہرست مضامین حواشی کلیات برہمن

لیتھو کی خوش رنگیاں

لیتھو میں جہاں خوبیاں ہیں۔ وہاں اس میں ناقابلِ تدارک یہ خرابی بھی ہے کہ ہر مرحلہ پر غلطیوں کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جہاں کاتب خدا کے فضل سے امی ہو وہاں نور علیٰ نور۔ آجکل بے علمی کی تعلیم ہے پھر کس طرح صحیح لکھا جا سکتا ہے ایسے ہی کاتب اور رنگ ساز کا گزارا تھا کے حصہ میں آئے ہزار بچایا ایک نجم میں نہ آیا کلیات شریف چھپنے کے بعد جو دیکھی تو غلطیوں سے ایسی بھری پائی کہ صحت نامہ بھی اپنی طوالت سے خوف کھاتا ہے اب یہی التماس ہے کہ صاحبانِ کمال فہم کلام سے کام لیتے ہوئے صرفِ مطالعہ ہی اور ان اغلاط کیلئے ہمیں معاف فرمائیں گے

اے خطا پوش ما زما بگذر

کز ما جز خطا نمے آید

بتونت را نیست ہیچ مستحق گزاریم بار

اظہارِ عقیدت

تقریظ یا تمثیل اُس چیز کیلئے ضروری ہے کہ جو سمجھ میں نہ آسکے، جسطرح گنگا جل، زمزم، آفتاب یا ماہتاب تمثیل سے مستغنی ہیں، ٹھیک اُسی طرح کلامِ برہمن بھی جو سراسر نمونۂ الٰہی ہے کسی تقریظ یا تمثیل کا محتاج نہیں، اسلئے اربابِ کمال کو زحمت نہیں دی گئی، مگر چند قدردانانِ برہمن نے اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے، جو بکمال شکریہ درج کیا جاتا ہے۔

تہار تُناسی

ازفاضل اجل محسن کامل جناب پنڈت جگموہن ناتھ صاحب ہنہ شوق۔ ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر　الہ آباد ۱۸ البرٹ روڈ ۳ دسمبر ۱۹۲۳ء

کلیاتِ برہمن کے دیباچہ و مقدمہ اور لائف کا کچھ حصہ سرسری طور پر میں نے دیکھا۔ چونکہ میں خود بھی ایک تذکرہ شعرائے کشمیری پنڈتان کی تالیف میں مشغول ہوں۔ اسوجہ سے کسی قدر کم فرصت رہتا ہوں اور کلیاتِ برہمن میں برہمن کی لائف کو اطمینان کیساتھ مطالعہ نہیں کرسکا ہوں، مگر جو کچھ مطالعہ میں آیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے کس جانفشانی سے برہمن کے حالات صحیح اور قابلِ اطمینان دریافت اور مجتمع کئے ہیں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ کلیاتِ برہمن شائع ہونے پر ایک بیش بہا کتاب ذخیرہ اردو و دبیات میں ثابت ہوگی، اور اسکے مولف کا بارِ احسان دُنیائے ادب پر تا ابد قائم رہیگا۔　ناچیز جگموہن ناتھ رینہ

از ذہن رسا کامل محقق ادیب فاضل مرزا عبدالرحیم صاحب جمل لیرانوی، فیروزپوری، تلمیذ ارشد گرگانی، مرحوم،

عندلیباں فخرہاں کردند شکرِ کردگار　　ایکہ در باغِ سخن کردہ ثنائی بہار
برہمن کو بود در عہدِ شہ اورنگ زیب　　شاعرے شیریں زبانِ فارسی عالی وقار
بود آں شاہِ قلم یک منشیِ شاہِ جہاں　　در زمانِ خویش کردہ قدر او ہر تاجدار
دید عالمگیر را شاہِ جہاں از یاد رفت　　گو علی را سیف خاں یاد آمدہ از ذوالفقار
در حیاتِ خود شدہ مشہور در ایران و ہند　　نیکنام و خوش کلام و عابد و پرہیزگار
شد آئین او سیداشت شاہانہ مزاج　　باعثِ پیری او کردہ گوشہ گیری اختیار
اکبرآباد و استہ مولد نازِ دہلی ہے کشند　　برکلامِ لاجوابش جانِ عالم شد نثار
بود برجستہ منشی قشقۂ مقبولیت　　داد عالمگیر دستارِ فضیلت شاہوار

ف۱ اشارہ طرف تہار تُناسی ف۲ شاہ جہاں سرہندی کی طرف اشارہ ہے ف۳ سیف خاں و ذوالفقار خاں نام علی کے منشی تھے۔

بحر در قطره نمود و قطره دریا کرده است | ریختہ پر زور طبعش شعر مستثل آبشار
سرخوش آب زمزم و گنگا بہ یک پیمانہ کرد | مصلح کل مضمون نظم و نثر دارد بے شمار
دل بہ کعبہ برد و جانش شد اسیر زلف یار | برہمن شد شیخ یا کہ شیخ شد زنار دار
صاف گوئی ختم کرده آن حقیقت آشنا | مسجد و بتخانہ را نسبت نوشتہ زینکار
مثل جانش رائے بہجان اوست بہ با اخوان | تیغ بہجان احسن اسیر محبت دلش نیکو شعار
این مبارک خاندان عالی نسب خوش وقت بود | ہر یکے در ہر نفس میکرد ذکر او نگار
بعد صدہا سال عالم را زیارت شد نصیب | گویا این تصویر میکند دل را شکار
آب [illegible] از عدم گویا کہ آمد در وجود | مرحبا صد مرحبا گلریز شد دست بہار
گلشن دیوان غالب رشک شالامار گشت | سبزه حسن خطش خط میکشد بر گلعذار
بد وشش از حسن خوبی بالا بالا دل کشد | ہر ورق از سطر تار عشق را از تار دار
حلقہ ہائے حرف حرفش رو کشیا شمس و قمر | نقطہ ہائے لفظ لفظش غیرت دل نگار
بے بدل اشعار کرده درج در درج کتاب | زنده خیز [illegible] کشتہ از کرامات بہار
از مے اشعار رحیق جامہا پر کرده آند | بر لب دریائے معنی العطش گویند ہزار
عالمے گویند اشاعت زود گرد و زود تر | در زمانہ میکند ہر یک سراپا انتظار
مصرع تاریخ اسمعیل گفت این عبد الرحیم | جوش افزا کلیات برہمن شد آشکار

۱۹۸۳

دیگر قطعہ

بہار آمد خوشا آما از و سر سبز گلشن شد | صبا گوید چہ خوش گوید گل افشان سر زمین شد
عجب این مصرع تاریخ اسمعیل سو برہمن گفتہ | مبارک طبع رنگ آمیز دیوان برہمن شد

۱۳۲۴ ہجری صلعم

(نیاز کیش خاکسار عبد الرحیم اسمعیل کاکوی از فیض تلمیذ شہزاده عبد الغنی رشتہ کمرگانی دہلوی)

قطعہ تاریخ طبع از نتائج فکر گرامی آقائی و آقای من چودہری بدر الدین صاحب قیصری وکیل فیروزپور دام ظلہ

وقتا بزلف جانان بستہ جان برہمن | بر زندگی نیک قربان ایمان برہمن
فکرش بہ آب گنگا [illegible] قیصری | آراستہ چو گشتہ دیوان برہمن

۱۳۲۴ ہجری

[illegible]
[illegible]
[illegible]

قطعہ تاریخ

از فکر رسا شاعر شیریں مقال ناثر روشن خیال دیوان رائے نیچونت رائے صاحب تیج رستامی
خلف الرشید جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار رستامی ایم اے ایس بی
ایچ بی ایچ ایس دار شید تلامذہ جناب تہوار رستامی - المرقوم ۹ جیٹھ سمت ۱۹۸۶ - مقام محلہ منشیان قدیم

شاہجہانی عہد کا تھا رائے رایان خطاب — تھے مخاطب چندر بھان برہمن عالیجناب
وہ فضیلت میں تھے کامل کیا سیاق و کیا حساب — نثر کے تھے ماہ تاباں نظم کے تھے آفتاب
فارسی عربی میں یکتا اور ادیب سنسکرت — تھے پرانوں اور ویدوں پر بھی عامل بے حساب
پردۂ اخفا میں تھا اُن کا کلام معرفت — سخت محنت اور تردد سے ہوا وہ دستیاب
جس قدر ستر الٰہی اُن میں ہیں مذکور سب — فارسی میں لکھ دیئے وہ بے تکلف بے حجاب
ایسی کوشش کیلئے ممنون ہیں صاحب بہار — دیکھ لو جس کی ہے شاہد کلیات مستطاب
زندگانی کل حواشی اور تنقید کلام — سخت محنت اور تجسس سے لکھے ہیں لاجواب
چار طرز سخندانی برہمن مشہور ہیں — جن کا دنیا کے کتب خانے میں نہیں ہے مگر جواب
چار مینائے فضیلت برہمن یہ چھوڑ کر — کلیات برہمن ہے بے نظیر و لاجواب

۱۹۸۶ بکرمی

سن اشاعت تیج نے لکھا بروئے تخرجہ
مطلع توحید پہ چمکیگا مثل آفتاب

از کلک جواہر سلک عالیجناب میر اعجاز صاحب اعجاز منشی فاضل مولوی فاضل مدظلہٗ

ہفتہ ہوا، بذریعہ ڈاک کلیات برہمن میری طلبی پر پہنچی، چونکہ اس کی دید کا شوق عرصہ سے بیقرار کئے تھا، اسلئے ہر کام چھوڑ کر مصروف مطالعہ ہوا - اسکے اعلےٰ تنقیدی و تاریخی بے نظیر ادبی و زباندانی مضامین کے مختلف انگوں نے بیحد مسرور کیا - میں نے اُردو اور فارسی کی جسقدر ادبی کتابیں ملک میں شائع ہوئی ہیں بغور ملاحظہ کی ہیں، میرا دعوے ہے کہ ان ہر دو زبانوں میں آجتک ایسی ایک کتاب بھی شائع نہیں ہوئی، نہ ہونا چاہئے تھی، کیونکہ یہ تالیف ایسے دل و دماغ سے ہوئی ہے جو زبان انگریزی کا ماہر ہے - فارسی میں فاضل ہے - اُردو کا ادیب، سنسکرت اور بھاشا پر عبور ہے - پس جو دماغ اسقدر زبانوں کا اُستاد ہو - آغاز عمر

ہی سے علم و عمل میں پرورش پائی ہو، اور نصف صدی مطالعہ و تصانیف میں صرف کر دی ہو،
روزگار سے بے فکر، خاندانی ورثہ ہو، بے تعصب اور منصف ہو، اُسکے ہی قلم سے ایسی مکمل و جامع کتاب
مکمل ہو سکتی ہے۔ زمانہ گذشتہ اور جدید میں ایک آدمی ایک بات کا ماہر ہوتا ہے ایسا ماہر اگر کوئی علم کا ماہر ہو
وہ کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتا، میں نہیں چاہتا کہ میں ایسا ہی کے کلمہ سے بہرہ اندوز ہوں و جدید اور
آئندہ نسلوں کو ایک بے نظیر علمی کارنامہ سے معرف نہ کرا دوں اسلئے بالتفصیل لکھتا ہوں۔

گلزارِ بہار یعنی کلیاتِ کلامِ نظمِ فارسی و اردو برہمن حسبِ ذیل حصوں پر منقسم ہے۔
پہلا حصہ نہایت دلچسپ محققانہ مقدمہ ہے کہ جو ۱۶ صفحہ تک پھیلا گیا ہے۔ دیباچہ اور مقدمہ
نگاری میں ماہر فاضل عبدالحق حیدرآبادی بڑا استاد ہے، اسکے بعد دیباچے دیکھے گئے سب
غیر تعلق واقعات سے رنگین پائے جاتے ہیں جن کا کتاب کے موضوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔
جناب بہار رسامی کا یہ کمال ہے کہ وہ ایک قدم بھی موضوع سے باہر ہونے نہیں دیتا تفصیلات ہی کا نام ہے،
دوسرا حصہ، زندگانی رائے برایان ہے کہ جو ۱۶ صفحہ سے ۱۹۲ صفحہ تک
طرح طرح کے دلچسپ تاریخی واقعات کے جواہرات سے پُر ہے۔ جناب بہار رسامی کی تلاش و تحقیق
کی کیا داد دیجئے کہ ۳ صدی گزشتہ کے ایک فاضل گم کردہ کے واقعاتِ زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے
اور سب روایت و درایت سے، غرضکہ جناب برہمن کی زندگی کا پیدائش سے رحلت تک کا کوئی واقعہ
ایسا نہیں کہ جسے نہ لکھا گیا ہو اور دلیل سے صحیح ثابت نہ کیا ہو، گو یہ حصہ اپنی گوناگون پہلو سے
بے نظیر ہے مگر صفحہ ۱۵۶ پر جو مضمون ولیِ برہمن اور دور دوارا کی سرخی کے تحت لکھا گیا ہے
وہ اُردو اور فارسی زبان میں بالکل نیا ہے جس طرح سے ایک ماہر جرمن صدیوں کی ایک عمارت دیکھ کر
اُس عہد کی طرزِ بود و باش، خوراک، لباس، عادات اور تمدنی صورت کا صحیح نقشہ کھینچ دیتا ہے۔
ٹھیک اسی طرح سے جناب بہار نے "واقعاتِ دارا شکوہ" کا صحیح تاریخی مرقع کھینچا ہے۔
یہ چیز ضرور پڑھے جانے کے قابل ہے کہ کس طرح فاضلانہ طریق پر دادِ تحقیق دی گئی ہے اور
کیا کیا حقائق پردۂ راز سے منکشف کئے گئے ہیں، جن قدیم مؤرخین نے برہمن کا ذکر کیا ہے اُن کا
تبصرہ بڑا دلچسپ ہے۔

تیسرا قابلِ ذکر فاضلانہ حصہ ہے جسے "نقادی نقدِ سخن" سے معنون کیا گیا ہے۔
اس میں جناب برہمن کے کلامِ نثر و نظم پر ایک مفصل و جامع ریویو کیا گیا ہے اور صنائع و
بدائع کے وہ وہ نکات ظاہر کئے ہیں جو کسی ایسی تحریر میں آج تک نہیں دیکھے گئے۔

شبلی نعمانی نے اپنی بعض تصانیف میں اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہا ہے۔ مگر ایک دو تشریحات کرنے کے بعد اُس کا قلم آگے وسیع میدان میں قدم نہیں رکھ سکا۔ شبلی نے تعصب اور حمایت کے زور میں ناواجب، واجب کرنا، اور کھینچ تان کر اپنی تشریحات کے احاطہ میں نہیں گھیرنا چاہا۔ سب سے بڑا نقص شبلی کا یہ تھا کہ اُسکا قلم صحیح تشریح کرنے سے قاصر تھا، اُسنے تصانیف زیر ریویو ایسی منتخب کیں کہ جسکی نقادی میں وہ عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتا تھا،

یہ نقادی ۱۹۵ صفحہ سے ۲۰۴ صفحہ پر ختم ہوئی ہے، "نقادی" ایسا خشک مضمون ہے، کہ جس پر خاص خاص علم دوست اصحاب ہی توجہ دے سکتے ہیں، جب **گلزار نسیم** کی صحت کرکے **چکبست لکھنوی** مرحوم نے چھاپی، اور شرر لکھنوی اور ظفر علی زمیندار نے اپنے اپنے متعصبانہ اعتراضات سے اپنی اپنی قابلیت کے قلاع مسمار کرنے کے اسباب پیدا کئے، تو اُسوقت چکبست نے ایسا حقِ نقادی ادا کیا کہ دورِ گذشتہ و حالیہ میں ایسا وقیع اور عالمانہ حقِ نقادی کسی سے ادا نہیں کیا گیا، وہ اسلئے کہ چکبست فارسی اردو کا فاضل تھا، معاشرہ کا عالم، انگریزی کا ماسٹر، بیچارہ شرر تعصب کا مجاور تھا، اور نظم کے صنائع و بدائع سے بالکل بےبہرہ وہ خود بھی شاعر نہ تھا، اسلئے اُس میدان میں وہ ایسا گرا کہ اُسکی ندامت مرتے دم تک نہ گئی، اور اُسکی تمام مصنوعی شہرت جو اُسکی متعصبانہ تحریرات کی وجہ سے بعض متعصب حلقوں میں قائم ہوگئی تھی یکدم زائل ہوگئی۔

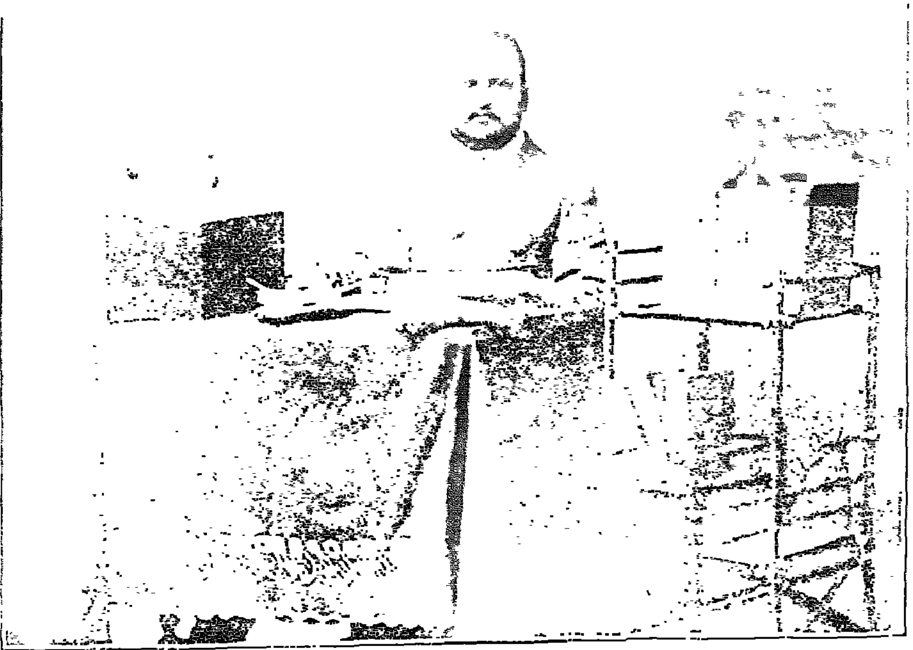
جناب **بہار سنامی** نے اپنی نقادی کا آزادانہ پہلو اختیار کیا ہے، اس نقادی سے اُنکی وسیع واقفیت، حافظہ، ذکاوت، معاملہ فہمی فضیلت اور صنافِ سخن پر کامل عبور کا پتہ چلتا ہے،

۱۹۵ ورق سے ۲۰۵ ورق تک "سراے گرایاں" کی نثر پر عالمانہ بحث کی ہے حقیقت یہ ہے کہ جناب بہارنامی کا ہیرو برہمن یہ شی تھا، اُسکی جو تحریر ہے وہ عیوب سے پاک فلسفہ اور ویدانت کے ادق مسائل کا لاجواب صریح الفہم حل ہے، برہمن کی تحریرات بمنزلہ ایک شاستر کے ہیں، کہ جس میں کسی قسم کا سُقم ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ برہمن اسلامی عروج کے زمانہ میں بھی اپنی بےنظیر لیاقت کی وجہ سے ہر طبقہ میں محبوب مطلوب تھا، اسمیں گیارہ سُرخیاں ہیں اور سب دور حاضرہ کے قابلِ ضبطِ مراتبِ سخن" پر جو دلچسپ محاکمہ کیا ہے اور میرحسن کو مقابلہ میں لاکر حقیقت کا انکشاف کیا ہے وہ دیدہ بینا کیلئے سُرمۂ بصیرت ہے، "ضبطِ مراتبِ سخن" پر برہمن کی چند سطور اُسکی فضیلت مختصر اور پُرگوئی کی روشن دلیل ہے۔

صفحہ ۲۰۷ سے جناب "بہار ستانی" نے "رسمِ قدیم و جدید شاعری" پر جو دو مضمون کا مضمون لکھا ہے وہ حقیقی شاعری کی جان ہے۔ اسکے پڑھ لینے سے ہر شاعر صحیح راہ پر چل سکتا ہے، اسکے آگے برہمن کے کلام کی خصوصیات بالتفصیل لکھی ہیں۔ تمام مقالہ نگار جب کبھی اپنے ممدوح کے کلام کا تبصرہ کرتے ہیں، تو شاعری کی جسقدر خوبیاں اُن کے ذہن میں ہوتی ہیں اپنے ممدوح کے کلام میں دکھانے کی سعیٔ ناکام کرتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ یہی کوششیں اُنکی تمام تحریر کی وقعت کو کھو دیتی ہیں، جناب بہار نے خصوصیات کلام برہمنؔ پر نہایت ہی کم توجہ دی ہے۔ ورنہ برہمن کے کلام کی خصوصیات ہی ایک ایسا مضمون تھا کہ جس پر کافی بحث کی جاتی۔

اس سے آگے "برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع" پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ یہ حصہ جناب بہارستانی کی علمی و ادبی قابلیت کا شاہد ہے، صنعت طباق، طباق سلبی، مقابلہ، مراۃ النظیر، تشابہ الاطراف، رجوع، ایہام، جمع و تفریق، عکس و تبدیل، مبالغہ مقبولہ، مذہب الکلامی، حسن التعلیل، لف و نشر مرتب، تجنیس خطی، سیاقۃ الاعداد اور فن البدیع وغیرہ وغیرہ شاعری کی صنعتوں پر مختصر مگر جامع بحث کرکے نمونہ میں برہمن کا شعر درج کیا ہے، اور کہیں دیگر شعراء کا کلام بھی دیا ہے۔ "پروازِ خیال کے دلچسپ مقابلے" بڑی عرق ریزی سے کیے گئے ہیں، جس قدر انسانی صفات و جذبات ہیں اُن پر جداگانہ مضمون تحریر کرکے برہمن کے حوالے سے تقویت دی ہے، غرضیکہ ۴۰ صفحہ تک دریائے سنسکرت، فارسی، عربی اور انگریزی سے وہ وہ بیش بہا موتی نکال کر ایسے سلیقے سے سجائے ہیں، کہ جو خاص جناب بہارستانی کا ہی حصہ ہے۔

چوتھا حصہ ۴۹ صفحہ کا دیوان ہے۔ رباعیات، دیگر نظم، قصائد اور مثنوی وغیرہ سے کلامِ نظم برہمن مکمل کیا گیا ہے، کاغذ، چھپائی اعلیٰ تصاویر معمولی ہے۔ کوئی لائبریری اس لاجواب مجموعہ سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ تصاویر اور تحریر برہمن کا حاصل کرنا جناب بہارستانی ہی کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ تصاویر اصلی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس مجموعہ کی قیمت ان خوبیوں کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ صرف تین روپے ضرور ملاحظہ کیجئے۔



Portrait of Sirdar Rai Diwan Bhagwant Roy, M.A. S.E., M.P.H.S., '*Bahar,' Sunami.*

Patron, The "Rais-i-Hind," Delhi

(The block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, who has special arrangements for making all kinds of blocks.)

کُلّیاتِ براہمن

مُقدّمہ

بسیار پاک کئے داماں و صفائے باطن ۔ کمر بخدمت زنار بستن آساں نیست

صالح صحبتوں اور قابلِ تعظیم بزرگوں کی محفلوں میں بیٹھنے کا مجھے سنِ شعور سے شوق ہے، سرہند اسلامی عروج میں لندن بنا ہوا تھا، خراب و برباد ہو جانے پر بھی حُزنِ صالح چہروں پر رنگ و روغن چمکا رہا ہے، میں وہاں مجسٹریٹ تھا، فدائی خاں کا مقبرہ، باغِ خاص و عام میری سیرگاہ تھا، تین تین سو چار چار سو برس برس کے تناور درخت حکومتوں کے اقبال و ادبار کے نقش دل پر کھینچتے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے عرس پر کابل و ایران مکھیوں کی طرح جمع ہو جاتا تھا، میں کام سے فراغت پا کر وہاں پہنچتا تھا اور گھنٹوں سبزہ زار پر بیٹھا رہتا تھا، جو ملنے کے قابل ہوتا ملتا، عبداللہ خاں کابلی اس عقیدے کا مردِ کامل تھا کہ وہ عرس علی التواتر دیکھے، وہ سنہ ۱۹۷ میں نگہت سے درخت کے نیچے ایک چھوٹی تقطیع کی کتاب پڑھتا نظر آیا، میں ٹہلتا ٹہلتا پاس جا کھڑا، اور کتاب دیکھنے لگا، شنگرفی جدولیں سفید ملگجی ابر آلود بادل سے کاغذ پر بجلیاں گرا رہی تھیں، چشمِ معشوق سے زیادہ سیاہ روشنائی خطِ نستعلیق پر موتی بکھیر رہی تھی، کیونکہ ہر صفحہ کے درمیان بھی جدول تھی، اس لئے میں نے قیاس کیا کہ یہ کوئی نظم ہے، خانِ موصوف لطف لے لے کر دل ہی دل میں پڑھتا تھا اور ہر شعر کے خاتمہ پر آنکھیں

بند کرکے کھڑکی پہ ہاتھ مارتا تھا کتاب کی دل آویزی اور اس کے سرور نے مجھے تحقیق پر اُکسایا میں نے سلام علیک کہہ کر فارسی میں گفتگو شروع کی خان مذکور سرانا میری طرف دیکھنے لگا اس نے فارسی میں پوچھا کہ کیا آپ فارسی جانتے ہیں میں نے کہا کسی قدر اس نے کہا کہ میں ایک شعر پڑھتا ہوں اُسے سمجھئے چنانچہ یہ شعر وہ تھا جو جو پیشانی مقدمہ ہذا پر لکھا گیا اس شعر کے اُس کی زبان سے ادا ہوتے ہی میں ایسا متاثر ہوا کہ بے تکلف اُس کے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کہ خدارا مجھے یہ بتلایئے کہ یہ کس صاحب کا کلام ہے اُس نے کتاب میرے ہاتھ میں دیدی میں نے اُسے بلا استثنا دیکھا ہر مقطع میں لفظ **برہمن** تخلص تھا میں نے اُس سے پہلے ان کا نام [illegible] تھا اس نے تحقیق حال کیا اُس نے برہمن کا حسب نسب بیان کرکے فرمایا کہ یہ اُن کا دیوان ہے کہ جو پندرہ پشت سے میرے خاندان کا تعویذ بنا ہے میں نے کسی وقت کاغذ قلم [illegible] کر دس غزلیں نقل کیں جس طرح سے باغ **عام و خاص** کی بہار پژمردہ [illegible] بہت [illegible] باغ مرد [illegible] شیفت کی کلیاں [illegible] میں [illegible] رخصت کے بعد [illegible] مشہد سے روانہ ہونے لگا تو زادِ راہ کیلئے روپیوں کی ضرورت پڑی علاوہ بریں صحبت نے حکومت کی کشتی ایک مالک [illegible] بیٹھے ہوئے ہمراہی ریل پر روانہ کئے میں روپیوں کی طرف چلا کہ خان مذکور کو سو دو سو روپے دے کر وہ دیوان خرید لوں [illegible] آخر [illegible] سلوک گفتگو ختم ہو کر [illegible] رخصت ہو چکے تھے خان مذکور مجھے وہاں نہ ملے۔

خلق مسیحائی سے ریاست **پٹیالہ** کی راجدھانی کا نام ہمارے لئے [illegible] وہ روحوں کے زندہ کرنے کے خیال میں [illegible] ایک [illegible] ضرورت تھی جو [illegible] سے اُن کے کارنامے سنتا چنانچہ جناب مسٹر **شمس** صاحب [illegible] کے لئے منتخب ہو کر [illegible] [illegible]

ضرورت تھی [illegible] میری زندگی کا وہ پہلا دن تھا جبکہ میں نے اپنا [illegible] رات سے صبح ہوئی آنکھ [illegible] اپنی ہی بغل سے نکل آئے میری خوشی کی اس وقت کوئی [illegible] میں کاغذ سیاہی قلم اور [illegible] **دیوان برہمن** [illegible] دیوان پڑھتا

شروع کیا، چونکہ شوقِ دید پورا ہو چکا تھا، اس لئے چند دن کے بعد اُسے اپنے بکس میں رکھ لیا، جب دل چاہتا تھا، پڑھ لیتا تھا، اور جیسے اس کا اہل سمجھتا تھا کچھ سنا بھی دیتا تھا،

اس دیوان کی قدامت

کاغذ کی ساخت، کتابت کی طرزِ دلربائی، سیاہی کی جان سپاری، جلد کی تیاری، اس کی عمومی کی زندہ شہادات ہیں، کہ **برہمن صاحب** کا کلام اُن کی زیست ہی میں مقبولِ عام ہو چکا تھا، اور کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان نواب موصوف نے معتوب ہونے کے بعد اپنی اس جاگیر میں آکر کسی طفلِ مکتب سے نقل کرایا، کہ اُس عہد کے شرفا کا ایران کے رواج کے موافق شغلِ بیکاری یہی تھا،

ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا

چند بزرگوار منشی **رائے رام سہاس جی** جو میرے والدِ حقیقی تھے، جا بجا کاغذوں میں لکھتے ہیں کہ قلعہ **سیف آباد سیف خان** کی اولاد کے قبضے میں تھا کہ جو اپنی بدبختی سے خلقِ خدا کی دشمنِ جان ہو رہی تھی، مہاراجہ **کیرت پرکاش** (بہادر) والئے **سرمور** جو حصولِ ملاقات کے لئے **پٹیالہ** تشریف لائے تو ان کی ہمراہیوں پر ان رہزنوں نے ڈاکہ مارا اور قلعہ میں جا چھپے، راجہ صاحب نے ایسے مارِ آستین دشمنوں کی سرکوبی پر سری مہاراجہ **امر سنگھ بہادر** تاجدار پٹیالہ کو اُبھارا، قلعہ فتح ہوا، بعد فتح جب مہاراج نے چند بزرگوار منشی لالہ **دیا لال** دیوانِ اعظم سے مالِ غنیمت کی قدر دانی فرمایا، کہ دیوان جی آپ بھی کچھ لے لیجئے، عرض کیا کہ سکھانِ عالیشان قلعہ کا سب قیمتی سامان لے گئے، اب یہاں محض کاغذات کے بے ترتیب انبار پڑے ہیں، وہ اس خانہ زاد کو بخش دیجئے، چنانچہ نواب **سیف خان** و **فدائی خان** کا کتب خانہ ۲۰ گڈوں میں سنام پہنچا، یہ نسخہ اسی مالِ غنیمت کی یادگار تھا،

دیوان

دیوان مذکور کے شروع میں غربی گوشہ پر اس ترتیب سے یہ عبارت درج ہے:-

اوّل نسخہ دیوان برہمن

چندربھان منشی

ملت ورق

نصف

سے جز

عدم

اِس سے ذرا نیچے نستعلیق قلم سے نہایت خوشخط "**قلعہ سیف آباد**" لکھا ہے اور اُس کے نیچے نواب **سیف خان** کے خطِ طغرا میں قلمی دستخط ہیں۔ دیوان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا ہے:-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالمگیر آفاق ستان"

شاہنشاہے کہ در جہاں شاہے ازوست ‌ ‌ ‌ ‌ با دولت و تخت ملک آگاہی ازوست

او خاصۂ آفتاب چو عالم گیر است ‌ ‌ ‌ ‌ در خیل حشم ز ماہ در ماہی ازوست

وجہِ اشاعت اسلامی عروج کا زوال تھا اور ہندو زمانہ کی گردش سے پامال ہو چکے تھے، اپنی زبان اور کتاب کا چرچا محض گھپلوں میں رہ گیا تھا کہ انہی ایام میں بڑے رایان **منشی چندربھان** نے اپنے خاص مقدس و بزرگ تر مذہب کے خیالات فارسی میں قلم بند کئے اور لطف یہ کہ اسلامی خون آشام تلوار کی نوک پر رکھ کر سب سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ یہ تاریخی معجزہ چھپا تھا۔ دوسرے **شاہزادہ دارا شکوہ** کا عبرتناک تاریخی واقعہ ان سطور میں اپنی مظلومی کا نوحہ پڑھ رہا تھا۔ تیسرے مسلمان فاضل دوستوں کا تقاضا تھا کہ تاریخی کلام شائع کر دیا جائے۔ دورِ حاضر میں فارسی مر چکی، اُردو کے معلّے جان طلب ہے۔ اور ملک کے طول و عرض میں ایک زبان بولی جا رہی ہے جسے غلطی سے اُردو کہا جا رہا ہے۔ اب ان جواہر ریزوں کا کون قدردان ہے لیکن ؎

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی ‌ ‌ ‌ ‌ دریا نہیں کاربند ساقی

اِس دیوان کی قسمت اس بہشت پیکر دیوان کے خاندان کی قسمت کے مشابہ تھی۔ جب اس کی طباعت کا خیال آیا فلاکت آڑے آیا۔ ایسی حالت میں کیونکر اشاعت پا سکتا تھا۔ ٹرسٹ منہ کے درباروں کے انعقاد نے یہ دیوان صاحب بھی مسندِ اشاعت پر سرفراز کرنے کے لئے منتخب فرما لئے۔

خانہ نشینی نکتہ چینی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اب اسے شہرت کے پَروں سے ملک ملک کے قابلوں کی محفل کی سیر کرنا تھا۔ گو اس دیوان کا مصنف کی زندگی ہی میں لکھا جانا پایا جاتا تھا مگر صحت پر اعتبار نہ تھا۔ دل نے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینا چاہئے۔ اُدھر ایک نظر کا وعدہ تھا، اِدھر مہینوں کی محنت کے بعد اس کا چھپنا بے فائدہ تھا۔ جب تک ہم نے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ کیا تھا ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ دیوان صحیح ہوگا اور مصنف موصوف کی نظرِ ثانی سے نور پا چکا ہوگا۔ اِدھر اس کا ایک شعر بھی صحیح نہ لکھا تھا۔ گویا مشکلات کا طوفان

تھا جس سے عہدہ برا ہونا ناممکن،

دیوان صاحب کی مشکلات یہ دیوان ہر طرح کی خرابیوں سے معمور پایا گیا،

اولاً یہ نسخہ کرم خوردہ تھا، ظالموں نے نقدِ مضمون پر بے دریغ نقب لگاتے تھے، اور ایسے کہ ہاتھ نکل جائیں،

ثانیاً کاتب، حروفِ منقوطہ بے نقط لکھنے کا عادی تھا،

ثالثاً بے ضرورت نقاط دیتا تھا اور جہاں ضرورت تھی وہاں میدان صاف،

رابعاً ایک کی جگہ دو دو نقطے بھی دینے کا محاورہ تھا،

خامساً جہاں حروف کی کشش نستعلیق سے نکل کر خطِ شکستہ تک پہنچی اُس کا صحیح پڑھنا کارے دارد،

۶۔ مقطع میں تخلص شنگرفی سیاہی سے لکھنے کا التزام رکھا گیا تھا، چونکہ یہ کام وقت پر نہ کیا گیا تھا اس لئے بعض بعض مقطعوں میں تخلص کی جگہ خالی رہ گئی ۔۔۔ اور بعض میں غیر موزون،

۷۔ بعض بعض اشعار کے لئے جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی، اور بعض اشعار ادھورے لکھے تھے، خط باوجود نستعلیق ہونے کے ایسا نہ تھا کہ جو پڑھا جائے،

۸۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی، کہ اکثر الفاظ آگے کے پیچھے اور پیچھے کے آگے لکھے ہوئے تھے، املاء کی غلطیوں نے یہ مشکلات اور زیادہ کر دی تھیں،

اگر یہ مشکلات اس کی اشاعت کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں تو پہلا ایڈیشن کبھی کا اہلِ نظر کی نذر ہو چکا ہوتا، خاکسار بہار نے اس کی صحت کے لئے اپنی ذات معذور پائی، ناقابلیت محدود ہے، اس لئے ہندوستان بھر میں شہرہ دیا گیا، سب سے اول منشی عبد الرحیم صاحب آل فیروز پوری نے اطلاع دی کہ یہ دیوان کارخانہ پیسہ اخبار نے چھاپا ہے، خط لکھا، جواب نہ آیا، علمیت کے دعویدار، سرمایہ کے تہیدست، طمع کے خادم، نمود سے حضرات روپے کے لالچ میں ایسے اندھے ہوئے کہ بہار کو بھی چکمہ دیا، صحیح نویسی کا وعدہ کر کے اجرت پیشگی لے گئے، اور ایک سال تک دبائے رکھا، جب سخت تقاضے ہوئے تو مکھی کی مکھی مار کر بلکہ اور مکھیاں جڑ کر واپس دے گئے، جناب مرزا عبد الرحیم صاحب گورنمنٹ پنشنر کا خاندان قابلِ مبارک ہے، کہ جس کے نخلِ فضیلت سے مرزا محمد سعید صاحب ایم اے، پرنسپل لدھیانہ کالج، مرزا محمد رشید صاحب ایم اے، پروفیسر ملتان کالج

فیضی و ابوالفضل سی قابل ہستیاں اہل زمانہ کو فضیلت کے سبق پڑھا رہی ہیں مرزا محمد رشید صاحب رسا گو عمر و تجربہ کے لحاظ سے میرے عزیز ہیں مگر علمی فضیلت و قابلیت میں میرے اُستاد ہیں۔ یہ دیوان اپنی مشکلات بیان کر کے معہ نقل بغرض اصلاح اُن کی خدمت میں بھیجا۔ جناب موصوف کو وقت نہ تھا جس قدر فرصت دی جانفشانی کام میں لائے اور اطلاع دی کہ "اس صحت پر بھی مجھے اطمینان نہیں کہیں سے دوسرا دیوان حاصل کر کے مقابلہ کر لیجیے" خاکسار بہار آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی کی شہرت بحیثیت **گلزار نسیم** میری نظر میں تھی اُن سے ملتجی ہوا مگر وہاں وکالت کی آمدنی کے روپے گننے سے کہاں فرصت تھی کوئی جواب نہ آیا۔ جب میرا آدمی پہنچا ملیت ر لال کے جواب سے مایوس کر دیا۔

دیوان کا نالائق دیوان سے مقابلہ

بہار نے اس کا تذکرہ اپنے خاندانی دوست رائے **سری رام** صاحب ایم اے رئیس اعظم **دہلی** صاحب **خمخانۂ جاوید** سے کیا۔ فرمایا کہ دیوان برہمن میرے کتب خانہ میں موجود ہے کسی کاتب کو دیجیے کہ مقابلہ کر لے۔ حکیم منشی **چندو لال** ترنا ناظر **رئیس ہند** میں کام کرتے تھے۔ انھوں نے مقابلے کا اطمینان دلایا۔ چند ماہ کے بعد بڑی دقت سے صحت کے ساتھ واپس فرمایا۔ اور مقابلہ ایسا کیا کہ جو لکھا کسی سے پڑھا نہ گیا کیونکہ آپ بھی کاتب سابق کی طرح بے نقط و اعراب لکھنے کے عادی ہیں۔ قلم دوات بھی ایسی ہی رکھتے ہیں۔ اپنی دانست میں دیوان کا دیوان صحیح کر گئے مگر نہ اغلاط[1] صحیح نہ اشعار بلکہ تصحیح کا غلط[2] کر دیا۔ اور بعض اشعار کا مطلب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کچھ کا کچھ[3] بنا دیا۔ اور سیکڑوں[4] اشعار جو سہواً یا غلط تھے انھوں نے توڑ مروڑ دیے یا تو مقابلہ کی زحمت ہی نہیں فرمائی یا سمجھ نہ

ف۱ مثلاً ہمارے دیوان میں [illegible] تھا آپ نے [illegible] کر دیا۔

ف۲ غزل ۱۲۰ کا چوتھا شعر یوں تھا:—

[illegible]

آپ نے:— آفتابِ عشق جو صحبت فرساے عاشقست بنا دیا۔

ف۳ غزل ۱۰۰ کا موقع کا دوسرا مصرع تھا:— [illegible] آپ نے یہ اصلاح فرمائی

"[illegible]"

سکے، بہت سے اشعار جو رائے صاحب دہلوی[1] کے دیوان میں غلط درج تھے، وہ غلط نہ سمجھ کر ہمارے دیوان کا اندراج کر جو صحیح تھا غلط کر دیا، مگر اس مقابلہ سے اس قدر فائدہ ضرور ہوا کہ جو اشعار ہمارے دیوان میں درج نہ تھے یا نامکمل تھے یا شبہ تھا اُن کی قدرے درستی ہوگئی، حکیم صاحب نے یہ دل پذیر کلام ایسی دل برداشتہ حالت میں انجام دیا کہ طبیعت دلگیر ہوگئی، مگر صاحبِ تمنائے جاوید کی نظرِ عنایت کا ممنون ہوں۔

حکیم صاحب کے اس مقابلہ سے یہ تاریخی راز کھلا کہ رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی بعض غزلیں مصنف کی نظرِ ثانی سے نور پا چکی ہیں، لیکن ایسی غزلیں بہت ہیں کہ جنہیں ہمارے جیسے کاتب نے لکھا ہے، اور وہ ہمارے دیوان سے زیادہ غلط ہیں۔

مشکلات پر عبور جب اطرافِ ہندوستان سے اس کی خریداری کی درخواستیں دھڑا دھڑ آنا شروع ہوئیں تو ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے دفتر میں اس کی صحت کا انتظام کیا، کشمیر اپنے علم و فضل کے لحاظ سے کسی زمانے میں **انگلستان** کا آکسفورڈ بنا ہوا تھا، اُس کی برکت اس خطے پر آج تک مبذول ہے، وہاں کے بچے ہمارے ثقیل اللسانوں سے زیادہ زیرک اور مخلص ہیں، میرے عزیز پنڈت **سورج پرکاش** صاحب نیر جو طالبِ علمی میں درجۂ استادی رکھتے ہیں، **رئیسِ ہند** کے شائق ہیں، اس میں آپ نے **دیوانِ برہمن** کا تذکرہ دیکھ کر صحت کا سخت محنت طلب کام اپنے ذمہ لیا، حالانکہ امتحان ایم اے کی تیاری میں منہمک تھے، مگر شوقِ علم میں نہ دن دیکھا نہ رات، تذکرے اور دیگر صاف مسودے لے کر سمادھی میں

---

[1] غزل کی تیسرا شعر کا پہلا مصرع اس طرح تھا "بر ندارد خواہی بر دہائے مشتاق ایں ناز الخ" آپ نے اس طرح رہنے دیا، ڈاکٹر سر اقبال نے جن غزلوں کو صحیح کیا تھا، اُن میں یہ غزل بھی تھی، آپ نے اس طرح صحیح کیا، "ع" "بر قدم خواہی سرِ دلہا مشتاقان نیاز" برہمن کے قلمی دیوان میں اس طرح سے پایا گیا ہے۔

[2] ہمارے دیوان میں غزل ۱۴ کا تیسرا شعر تھا "ہر کہ نوش لب لعلِ تو بیادش آمد، گشت سیراب دل از چشمۂ کوثر برداشت" جو صحیح تھا، ڈاکٹر اقبال نے بھی یہی صحیح رکھا، آپ نے رائے صاحب دہلوی کے دیوان سے یا خدا معلوم اپنی عقل سے اس طرح اصلاح دی ؎

ہر کرا نوش لب لعل تو یاد آمد ما — گشت سیراب دل از کوثر برداشت

غزل دو کم کے مقطع کے پہلے شعر میں "صد دم گرد د" تھا، آپ نے "می رود گر دد" بنا دیا، وغیرہ وغیرہ "بہار سنامی"

بیٹھ گئے ایک ہفتہ کے بعد جب سماد ھی کھولی تو ہم نے دیکھا کہ امداد ربّی سے اگر کُل دیوان نہیں تو بہت سی غزلیں مصنّف کے خیال کے موافق صحیح ہو گئیں،

(الف) جو بعض اشعار پڑھے نہ گئے اور کسی طرح حل نہ ہو سکے مکھّی کی مکھّی مار دی گئی اُن کا دیوان سے حذف کرنا بیجا سمجھا گیا، چنانچہ جن اشعار پر "غ" ہے، اُس سے یہی مراد ہے،

(ب) بعض جگہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ آیا ہمارے دیوان کا اندراج مصنف کا منشا ہے۔ یا رائے صاحب فیروز ہلوی کا ہم نے اپنی عقل کا دخل بیجا سمجھا اپنے دیوان کا شعر لکھ دیا، اور نسخے میں رائے صاحب کے دیوان کے مقابلے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے کتب خانہ کا دیوان "نسخہ اولین" ہے، یہ صداقت اس وجہ سے زیادہ دلنشین ہوئی کہ ہمارے دیوان کے سرورق پر "نسخہ اولین" اُسی وقت کا لکھا تھا، اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ صاحب خمخانۂ جاوید کے دیوان میں حروف و الفاظ ہی کی تفاوت نہیں، بلکہ مصرعے کے مصرعے نئے ہیں، جو بعض بعض ہمارے دیوان سے زیادہ معنی خیز ہیں،

غزلیات اور رباعیات علاوہ ازیں دس غزلیات اور پانچ رباعیات ایسی ملیں جو ہمارے دیوان میں سرے سے تھیں ہی نہیں، ہمارے ایک فاضل مسلمان دوست نے "نسخۂ اولین" کے یہ معنی کئے کہ یہ دیوان کی جلدِ اول ہے، مگر ہمارا اس سے اطمینان نہ ہوا،

یہ غزلیات و رباعیات ردیف کے لحاظ سے دیوان میں داخل کر دیں، اور اُن پر صاحب خمخانۂ جاوید کا حوالہ دیدیا،

قابل ہاتھوں سے صحت بعض اشعار کی صحت ہمارے دوست خاندانی فاضل یادگارِ خاندان مولوی فضل امام خان بہادر مولانا مولوی فضل متین صاحب اور مولوی انوار احمد صاحب انور نے فرمائی، اور خوب فرمائی،

(۱) حسرت موہانی اور مرزا سلطان احمد نے جو جو اقتباسات اپنی اپنی تقریظ میں دیئے تھے، اُن حضرات نے بھی اشعار غلط درج کئے، ان سے صحت کی توقع رکھی جاتی خود غلطی میں پڑنا تھا،

(۲) چونکہ بعض اشعار کی خوبی نے ہمارے قلم سے اُن پر نشانات کرا لئے تھے، وہ نشانات قابل محو نہیں، ہم نے وہ پختہ کر دیئے ہیں، کہ منطقی تقسیم میں حصہ لیں گے،

(۳) رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی غزلیات کے اشعار کی ترتیب ہمارے دیوان سے مختلف تھی، اس کی ہم نے پرواہ نہیں کی۔

(۴) چند غزلیات میں ایک ایک شعر زیادہ تھا، وہ ہم نے لے لیا۔

ڈاکٹر سر اقبال

گو ڈاکٹر سر اقبال کی علمی و ادبی شہرت نے ملک شہرت کو تسخیر کر لیا ہے، مگر آپ کی کسرِ نفسی، درویش مزاجی آپ کو ہر طرح کی شہرتوں کی آرزو سے مستغنی کئے بیٹھی ہے، گو آپ طلسمی [illegible] کے کمرا نشین مہربان ہیں، مگر بے پرواہ تصنیفاتِ برہمن کی صحت کے جنون نے آپ ان کی اس کوٹھی پر پہنچایا کہ جو ان کی قانع طبیعت اور نمود و نمائش سے نفرت کا صحیح پتہ دیتی ہے۔ بہت سے ذکر اذکار کے بعد مدعا عرض کیا، شوق سے ہمارا دیوان اور صحت شدہ مسودہ کہ جس پر ہمارا کلی اطمینان نہ تھا، ہمارے ہاتھ سے لیا، اور پھر اصل دیوان ہمارے ہاتھ میں دے کر مسودے پر سے نظر بار رفتہ لگے، وہ نظر مستشرقین طناز کی نظرِ دلدوز سے بھی زیادہ قاتل تھی، مگر اس قدر منصف مزاج کہ گنہگاروں کی گردن کاٹتی اور اس قدر کہ جس قدر حق، سالم کلام کا صحیح کرنا انہیں کا کام تھا، آپ نے مشورہ دیا کہ برہمن کا وطن لاہور تھا، یہ کلام یہاں تلاش کیجئے۔

حضرتِ شمیم کی کوٹھی کچلی [illegible] پر کرم گستری تشریف لایا کرتے تھے، انہوں نے میری خواہش پر نہیں، بلکہ اپنے علمی شوق کے تقاضے سے تمام کلام کی صحت فرمائی۔

برہمن کا قلمی دیوان مل گیا!

ہم مقدمہ کی مندرجہ بالا سطور کتابت کے لئے کاتب کو دے چکے تھے، حضرتِ شمیم نے فرمایا کہ آپ کے بعد کلامِ برہمن کی بڑی تحقیق کی گئی، اگرچہ مقصود مل گیا، اور خاص برہمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

علم و فضل کے سرپرست و ادب و السنت کے چراغ شیخ سراج الدین صاحب آذر ایم اے، ایم او ایل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کتبِ نایاب کے قدردان ہیں، مگر تصنیف اور بخشش میں حاتم، اس علم نواز کی علمی معاونت کا کیا شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ نے اپنا بیش بہا کتب خانہ ہمارے حوالے کر دیا، اور ایک پرانا پلندہ پیش کیا، ہم نے شوق سے کھولا، تو خطِ نستعلیق کی دل آویزی نے کچھ عرصہ کے لئے تحقیق حال سے لاپرواہ کر دیا، کچھ بعد وہ مکمل دیوانِ برہمن تھا، اور برہمن نے اپنے [illegible]

رائے بھاگ مل لاہوری کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا کتنی بار برباد ہوا، اور ملک چند ساکنہ امین آباد کے ہاتھ کوڑیوں میں آ گیا، ان کی اولاد بد نصیب نے یہ تمام کتب خانہ لٹا دیا، جس کا بہت سا حصہ حضرت آذر نے خرید کر ملک سخن آباد کیا،

برہمن کے قلمی دیوان کی حالت

یہ دیوان ہمارے دیوان کی تقطیع کا ہے، خوش خطی، صحت، طرز نگارش، طریقۂ داشت سب برہمن کی شایانِ شان ہے، جناب محسن بے پایاں اس درجہ علم پرور ہیں، کہ بغیر ہماری استدعا کے یہ دیوان کتابت کے لئے ہم کو دیدیا، اور بڑی فیاضی کے ساتھ ان کی زندگی کے بہت سے مزید حالات بھی عنایت فرمائے، ہم ایسے علم دوست شخصیت کی عنایات بے غایات کا شکریہ ادا نہیں کرتے، بلکہ اپنی دل و جان آذر کی نظر کرتے ہیں، کہ شاید ان کے کسی کام آئے ؂

اہلِ صفا سے اپنی طبیعت رکی نہیں　　سرکش کے روبرو کبھی گردن جھکی نہیں

ہم نے یہ دیوان بغور دیکھا، چونکہ یہ خود مصنف معززِ موصوف کا لکھا ہوا ہے، اس لئے اس میں غلطی کے امکان نہ تھا، چنانچہ اسے ایسا ہی پایا، غزلیاتِ نمبری

کسی صاحب نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے، جو دیگر دستیاب شدہ دیوانوں کی طرح سراپا غلط تھی، ان کی "صحت" صحت شدہ مسودوں سے کی گئی، اس دیوان میں غزلیات اور دیگر رباعیات دیگر دیوانوں سے زیادہ تھیں، چنانچہ موجودہ کلام کا مقابلہ کیا جا کر جس قدر جو کلام جس دیوان میں زائد ملا، اپنی جگہ پر سجا دیا گیا،

مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے

جب بے تعداد مقابلوں کے بعد اس امر کا اطمینان کلی ہو گیا، کہ یہ دیوان ایک نہایت صحیح نسخہ ہے اور رائے ایران کا قلمی ہے، تو ہم نے اپنے دیوان کی کتابت نظر آتش کی، اور اس ہی سے کتابت شروع کرا دی، مطبوعہ دیوان میں جو غلطی نظر آئے، وہ کاتب کی یا ہماری سمجھی جائے،

ایک اعلیٰ دیوان غائب ہو گیا ہمارے مکرم دوست **شیخ فضل الرحمٰن** صاحب الیکٹریکل

انجنیر کے دادا شیخ مرحوم افواجِ پٹیالہ کے ساتھ محاصرۂ دہلی میں بایامِ غدر شریک تھے، وہاں کسی امیر کا گھر ضبطی میں آیا، اہلِ علم تھے، کتب خانہ پر ہاتھ مارا، اور لکھوکھا روپے کا کتب خانہ گڈوں پر لاد کر پٹیالہ آئے، ہماری دریافت پر فرمایا کہ ایسا ہی ایک اعلیٰ دیوانِ برہمن بھی اُس کتب خانہ میں تھا، جو نوکر لے اُڑا تھا، قبول کرنا پڑتا ہے کہ عہدِ مغلیہ میں کوئی کتب خانہ دیوانِ برہمن سے خالی نہ تھا، اور اب بھی اِس کی سینکڑوں جلدیں گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی بڑی بے صبری کے ساتھ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہی ہیں،

اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں

دونوں دیوانوں کے مقابلہ کے بعد اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ مکمل دیوانِ برہمن ہے، بلکہ ہماری رائے ہے کہ ابھی ایسی بہت غزلیات اور رباعیات ہیں، کہ جو اس میں شامل نہیں، راجہ صاحب کی ایک غزل کا مشہور مقطع کہ جو اہلِ علم کی تصانیف میں اکثر دیکھا گیا ہے، حسبِ ذیل ہے ؎

برہمن چہ زنی طعنہ کہ در مذہبِ ما سبحۂ نیست کہ آں غیرتِ زنّار تو نیست

ایک اور مشہور مقطع سنئے ؎

تاں برہمن مدام دعا کن ز روئے صدق شاہِ بلند اختر گردوں جناب را

اِن مقطعوں کی کوئی غزل اِن دونوں دیوانوں میں نہ ملی، اس لئے یہ لامحالہ قبول کرنا پڑے گا، کہ اِن کا دیوان وہی مکمل ہوگا کہ جو اِن کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں لکھا گیا ہوگا، اہلِ شوق کی تلاش اگر اِن جواہرات کے لئے جاری رہی، تو کسی نہ کسی کانِ جواہر سے یہ گنجینہ مکمل مل جائیگا،

جلوخانہ دربار کپورتھلہ اور کلامِ برہمن

جوئندہ یابندہ جب کمبخت کاتبانِ پٹیالہ اور دیگر بدبخت خطاطانِ ہند نے دیوانِ برہمن کی کتابت کا عرصہ ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سالوں میں ٹلا دیا، تو اِس کی کتابت کے لئے ہمیں لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑتا، جالندھر پہنچ کر خیال آیا کہ سردار جسّا سنگھ بہادر کی ریاست کپورتھلہ شمالی ہند کے مغلیہ علاقے پر قبض و تصرف کئے بیٹھی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ سلطنتِ مرحوم کی حصص سلطنت کے ساتھ اُس کے نادرات پر بھی قابض ہو، مجنوں راہ ہوائے دیگر است وہیں اُتر پڑے اور سیدھے کپورتھلہ پہنچے، دریافت پر معلوم ہوا کہ شہر

یہ ۸۸ کتب نادرہ تو فقط مختصر میں اکھٹی ہیں۔ لیکن تعداد ایسی نادر کتب ہیں کہ جو آخری دور سلطنت مغلیہ کی طرح
خراب و پریشان حالت میں ہیں۔

اخلاق مجسم جناب افضال الرحمان بہادر دیوان عبدالحمید صاحب آئی اے ایس اور پی ایس کے بی وزیر اعظم کی خوش
اخلاقی اور علمی مذاق نے ہمیں اجازت دی کہ اپنے مطلب خصوصی کے لئے دربار کا یہ ذخیرۂ نادرہ دیکھیں
بلکہ شوق سے فرمایا کہ خوب سیر کیجئے اور اس لطف سے ہمیں بھی مسرور کیجئے۔ مولوی **مظفر حسین صاحب**
بی اے **اشنک** جو فارسی عربی بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں ہمارے ساتھ گئے۔ ہم جلد خانے میں پہنچے
دریافت مطلب سے **اول** ہمیں ایم **مظفر** ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور کی فہرست کتب فارسی
و مطبوعہ ہمارے پیش کی گئی۔ اتفاقی و طرز ترتیب اور دل آویزی نادرات نے ہمیں ہمارے شوق
تحقیق سے کچھ عرصہ کے لئے بیکار کر دیا۔

مثنوی ہفت اختر ہمیں تو ان جواہرات بے بہا نے اپنے آب و تاب کی چمک دمک سے اپنی
طرف متوجہ کیا۔ اور یہ فہرست مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دی کہ آپ اس دریا بے پایاں میں اس
گوہر مقصود (کلام برہمن) کی تلاش میں غوطہ لگائیں۔ دو منٹ کے بعد مولوی صاحب کا یہ نغمہ بادِ شمال کی
شمال کی طرح کان میں آیا۔

خداوندا دست در عجز [illegible] کہ بر [illegible] حقیقی [illegible]

ہمیں اس شعر کے سنتے ہی شیرینی زبان برہمن کا مزہ آیا۔ [illegible] بجلی کی چمک پر چھاپا
مارا۔ اور جھک کر فرمانے لگے کہ دیوان برہمن سے پہلے مثنوی **ہفت اختر** برہمن کی سیر کیجئے۔ ہم نے حیران
برہمن کوئی اور ہو گا۔ فہرست پر نگاہ کی تو دیکھی مثنوی [illegible] بہار نظر آئے
لائبریرین نے الماری سے نکالی۔ سب پڑھی اس کے آخر میں لکھا تھا۔ در تمام شد مثنوی ہفت اختر
سن تصنیف را نیز چند [illegible] در ماہ رمضان المبارک ۱۰۹۳ھ ہجری۔"

آج تک محققان و شائقان ادب کی تحقیق میں دیوان برہمن و رباعیات برہمن اور قصائد برہمن
ہی آ سکے تھے۔ مثنوی کا تذکرہ کہیں بھی نہ تھا۔ اس شبہ پر ہم نے زیادہ تحقیق پر مصروف ہو سکے طرز کلام اور
خصوصیت زبان کو [illegible] ہم اسے ایران کی اولاد گم گشتہ ہیں مگر محفوظ

۲۵۱ برس کی عمر ہے، قبلہ براہمن کے انتقال کے ۲۰ سال بعد قدردانوں نے سلیقے سے مکلف لباسِ زندگی پہنایا، اور مسندِ قرطاس پر بٹھایا، آج تک قابل ہاتھوں، نیک نظروں سے واسطہ پڑا، ۱۵۰ سال سے نگہبانِ عالی شان کی زیرِ حفاظت ہیں، پانچ سال ہوئے کہ میترا نے منترائی فرمائی، گنجِ قارون سے نکال کر اس نمائش گاہ میں سجایا، مگر بنگال کا رہنے والا ہمارا حقیقی وطن کیونکر صحیح دریافت کر سکتا ہے، ٹپیالہ لکھ دیا، شاید انہوں نے غلطی سے . . ضلع گورداسپور لکھا ہو، ہمارے وطن اور مقاماتِ ترکِ وطن کی آپ خوب تحقیق کر چکے اِس کی صحت فرمائیے اب چونکہ ہم مثنوی کی ترتیب میں شامل ہو گئے، اس لئے ہم اولادِ اناث سے ہیں، میں اپنے عزیز بھائیوں کی واحد بچھڑی ہوئی بہن ہوں، جہاں آپ میرے بھائیوں کی سحرِ زبان سے ملکِ ادب کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں، اِس سرمدی نکے نغمے بھی اُن میں شامل کیجئے کہ باعثِ برکت ہوں، رلتے رایان کی اِس گم گشتہ دُور افتادہ پاک و صاف عفت مآب خاتون کے قدموں پر ہم نے اپنا سرِ ادب جھکایا، عرض کی کہ اے دیوی، ہم تو عرصے سے پجاری ہیں، نیز آپ سے قبل ہم تیری سہیلی پر پرستش تجویز کر چکے ہیں، اپنے خاندان کے ارکان کے ساتھ شامل ہو کر اُن کی عزت و توقیر بڑھا، اور برکت پھیلا،

علم پرور وزیرِ اعظم سے نقل کے لئے بے دھڑک استدعا کی، بے توقف خوشی سے منظور فرمائی، مولوی **ظفر حسین** نے فتح کی بدنمائی غلطی کی صحت فرمائی، اپنی نگرانی میں کتابت کرائی، تب کہیں جا کر یہ کلیات کی یکجائی صورت میں نظر آئی[1]

مثنوی موصوف ۳¼ × ۱¾ کے سائز پر لکھی گئی تھی، اور یہ وہی تقطیع ہے کہ جو ہمارے "دیوان برہمن" کی ہے، اِسی طرح کا کاغذ وہی طرزِ نگارش، اس کا خطِ نستعلیق ہمارے دیوان سے اصلی ہے، مگر غلط لکھنے میں اِس کے کاتب باواجان ہیں، چنانچہ یہ مثنوی بھی املا کی غلطیوں سے معمور پائی گئی، افسوس سے ہے مطالعہ میں فاش غلطیاں ہم نے اس تحریرِ دل آویز میں دیکھیں، جس کا بیان نہیں ہو سکتا، قصیدۂ شاہجہان کی سطر میں لفظ "صریر" کے بجائے "سریر" لکھا تھا، ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ اِس قصیدہ میں املا کی کونسی فاش غلطی ہے، انہوں نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتی ہم نے کہا کہ شعر نمبر پڑھیئے اور پھر غور کیجئے، اس پر بھی وہ نہ سمجھے، ہم نے یہ قصیدہ اپنی قلم سے نقل کیا،

[1] ۔ مگر میرا اطمینان اب بھی نہیں، کیونکہ لکھنؤ میں غلطیوں کا نہ ہونا ایک تعجبات سے ہے، "بہار رسامی"

اُس وقت کہا کہ اِس میں "صریر" غلط لکھا ہے، وہ فرمانے لگے کہ "س" سے صحیح ہے، ہم خاموش رہے، مگر نقل میں "ص" سے لکھا، ہم خیال کرتے ہیں کہ اِس مثنوی کی کتابت میں جو غلطیاں کاتباں نے کی ہیں، وہ اس ایڈیشن میں صحت نہیں پا سکتیں، کیونکہ وقت تنگ ہے، اور مصروفیت زیادہ،

نکتہ دورِ سلطنتِ مغلیہ میں کشمیر کے بچے اور بوڑھے تعلیم یافتہ نہ ہوتے تھے، جب جوان ہو کر فکرِ روزگار میں مبتلا ہوتے تھے، تو خوشخطی سیکھ لیتے تھے، پھر وہ اُمرا کے ہاں کتابت کا کام کرتے تھے، انہیں یہ بھی سلیقہ نہ تھا، کہ سلیقہ "س" سے لکھا جاتا ہے یا "ص" سے، چنانچہ اِس مثنوی کی کتابت ایسے ہی کشمیری قلم سے ہوئی ہے،

مرہمِ بسمل جب **رئیسِ ہند** کے دربار سوم (مارچ ۱۹۲۳ء) میں **رائے رایان** کی مختصر الف معہ نمونۂ کلام چھپی، تو اطرافِ ملک سے اُس کے شائقین و قدر دانوں نے ہماری ہمت بڑھائی، اُن میں سے **منشی عبدالرحیم** صاحب **بسمل** کرانوی تلمیذ شہزادہ مرزا **عبدالغنی** ارشد **گورگانی** نام و کلامِ **برہمن** سے مُرغِ بسمل کی طرح تڑپ اُٹھے، ہمیں کلام برہمن کی ترتیب و اشاعت پر اُبھارا، ہم نے جناب موصوف سے دریافت کیا، کہ آپ کو برہمن کی واقفیت کس طرح ہوئی، جواب آیا کہ "اکثر تذکروں میں اُن کا حال پڑھا، قدیم بیاضیں دیکھیں، برہمن صاحب کی تصنیفات سے **منشاتِ برہمن** میرے پاس ہے، اُس میں سے غزلیات وغیرہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں، تاکہ آپ کلیات سے مقابلہ کر کے زائد غزلوں کا اندراج کر لیں اور غزلوں کی پیشانی کی عبارت (جس جس کو برہمن صاحب نے لکھی درج کریں) تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو"

آپ نے چار غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور فردیات و ابیات عنایت فرمائیں اُن کے ساتھ **منشاتِ برہمن** کے دیباچہ کی نقل بھی بھیجی اور اُن کے کلام سے اُن کی زندگی کے چند واقعات پر روشنی بھی ڈالی، ان کی طبع رسا جس صحیح نتیجے پر پہنچی، ہم اُس سے پہلے کلام برہمن سے وہی نتائج اخذ کر چکے تھے، مقابلے کے بعد اس جدید کلام سے حسبِ ذیل کلام کی **کلیاتِ برہمن** میں ازدیاد ہو گئی،

غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور نو فردیات و ابیات چنانچہ جو کلام اِن کی وساطت سے ہم پہنچا ہے، اُس پر "عطیۂ حضرتِ بسمل" لکھ دیا گیا ہے، ہم **حضرتِ بسمل** کی اس دلی امداد کا سب معاونین سے زیادہ شکریہ ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں آپ نے دو قطعۂ تاریخ بھی عنایت فرمائے ہیں، ملک میں اگر حضرتِ بسمل

سے اہلِ شوق پیدا ہو جائیں تو علمی کساد بازی کا بازار سرد ہو جائے'

یہ مجموعہ دیوانِ برہمن نہیں بلکہ کلیاتِ برہمن ہے

ہمارا "دیوانِ برہمن" کی اشاعت کا خیال تھا مگر اس کے شوق صحت نے یہاں تک ہماری رہبری کی کہ رائے رایان کی جملہ تصنیف مل گئیں، چونکہ معزز موصوف کا دیگر کلام بھی نابود ہو رہا ہے، اس لئے آپ کی کل نظمیہ تصنیف کا یہ مجموعہ مرتب کر کے چھاپا جاتا ہے، اور اسی لئے یہ کلیاتِ براہمن کہلانے کا مستحق ہے، اگر وقت نے مساعدت کی تو حصہ نثر بھی حصہ دوم کی شکل میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائیگا، اور جلد'

حتی الامکان کتابت کی غلطیوں کی صحت کر دی گئی ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ نکتہ چین نگاہیں کاتب کی کوئی نہ کوئی غلطی نکالیں، نہایت سختی اور باقاعدگی کے ساتھ کتابت کا خیال رکھا گیا ہے' اور جہاں جہاں ضرورت سمجھی گئی، خفیف ڈیش سے کام لیا گیا ہے

برہمن کی روح پر فتوح سے معافی

اے برہمن میں تیرا بے ریا، جاں نثار، خدمتگذار ہوں، اب اس خدمت کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں تیری پاک روح سے بھی مناسب الفاظ میں بھی ناوانستہ غلطیوں کے لئے حضورِ قلب سے معافی مانگوں "اے مقدس روح تو نے اُس قفسِ عنصری کی کہ جو آج سے   سال پیشتر عالمِ وجود میں تھا، مجھ سے تاریخ سن، تو نے اس قفس میں جنم لے کر اندر پرستا اور کاشی جی میں باس کرتے ہوئے بلبلِ ہزار داستان بنکر حقائق و معارف، توحید و الہیات، اخلاق و ادب، دنیا کی بے وفائی و سنگدلی کے دلکش و دلدوز نغمے سنائے، وہ ہم جیسے نالائقوں و بے تمیزوں کے کانوں تک پہنچے، قلمِ غلط سے لکھے جو لکھا وہ غلط لکھا، اب وہ اہلِ بصیرت اور گوش شنوا کہاں ہیں جو صبح شام کی   اور شام سے صبح، لفظیں لکنت کی مریض پائیں، فرہنگ بے آہنگ نکلے، فہمیں قاصر رہیں، پر فاضل مددگار معاون تیرے خیالات تک نہ پہنچ سکے، ایتا اور علم کی کساد بازاری نے کسی اہلِ فن کو تیرے نغمے سمجھنے کے لئے رضامند نہ کیا، میرا دل تیرے نغموں کا ایسا ہی عاشق ہے، جیسی کہ تو اس وقت اپنے عاشق کی عاشق تھی، مگر کیا نہ کرتا، کیونکہ تیرا فراق صدمہ جانکاہ تھا، اور اس سے بھی زیادہ، جو مجھے وارا کے فراق سے ہوا، تیرے نغمے زخمِ جگر کے لئے مرہمِ مسیحا تھے، میں نے عقیدت کی دوربین لگا کر محنت کی خوردبین سے تیرے خط و خال دیکھے سمجھے اور جو سمجھ میں

نہ آئے اسے بالکل دیدیئے تو جانتی ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے صدق ارادت کیا، تیری طرح نمود و نمائش سے میری ذات بھی بیری ہے مگر یہ دلی آرزو تھی کہ تیرے یہ نغمے اہلِ ملک کو سناؤں کیونکہ اب سخت ضرورت ہے مجھ جیسے رہبر کے الفاظ اگر صحیح رہبری نہ کر سکینگے کم از کم مفہوم ہی سمجھ جائینگے، اور یہی مقصد ہے

اگر کہیں کہیں مفہوم کبھی سمجھ میں نہ آیا یا غلط

سمجھا تو اس میں جو میرا قصور ہے، تجھ پر ظاہر ہے، پھر بھی تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں، مگر تیری رہبری میرے شاملِ حال ہے، اب تو اپنے نغمے سنا کہ جن سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، مردِ میدان آئیں اور نکتہ چین احباب کی طرح بیٹھ جائیں، تو اپنے شہزادہ دارا شکوہ کے قتل پر خون کے آنسو بہا چکی ہے میں اپنے قتل پر اپنا یہ کارنامہ چھوڑتا ہوں، اب میں تجھے رخصت کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی اہلِ علم کو یہ نغمے سنانے کے لئے سخت بیقراری ہے سہ

اے خطا پوش باز ما بگذر

کہ ز ما جز خطا نمے آید

سنام، محلہ منشیانِ قدیم
یکم فروری ۱۹۲۶ء

مقدمہ نگار
بھگونت رائے بہار
سنامی

THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE ANCIENT PAINTING



Presenting of MUNSHI CHANDER BHAN BRAHMAN by PRINCE DARA SHAKOH before SHAHJAHAN in DIWAN-I-AM at Shahjahanbad (Delhi).

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangement of making all kinds of blocks)

آن کہ بے پردہ تو ہم بہ کنار یم "برہمن" آنکہ درمیان ما و بروں از میان ما

کلیات برہمن

زندگانی رائے ابان

یہ کلیات ہم نے چار حصوں مختلف پر تقسیم کی ہے۔ "پہلا" "مقدمہ" ہے "دوسرا" "زندگانی رائے ابان" "تیسرا" "برہمن کی شاعری" "چوتھا" "تصنیفات برہمن" آپ مقدمہ سماعت فرما چکے اب آئیے رائے ابان کی زندگانی پر نظر سے سبق حاصل کیجیے کہ اس جانفشانی کی نگارش کا بھی یہ مقصد ہے۔

زندگانی رائے ابان اور مورخین

اس وقت تک ہماری نظر سے رائے ابان منشی چندر بھان برہمن میر منشی شاہجہان بادشاہ کے متعلق اردو کے چار تذکرے گذرے ہیں، سب سے اول بلحاظ اشاعت لکھنے کے برابر مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے لکھا جو ان کے اردوئے معلی کے ماہ اگست سنہ ۱۹۱۱ء میں چھپا، جس طرح سے ایسے رسائل میں تذکرے چھپتے ہیں اور حسرت موہانی تذکرے لکھتے ہیں وہ سب پر ظاہر ہے مگر حسرت نے کشادہ دلی کے ساتھ رائے ابان کی شاعری کی داد دے کر انہیں مغز فطرت کلیم کا مد مقابل قرار دیا اور بہار کی بھاگ دوڑ میں کہیں کہیں سبزہ زار برہمن پر بھی منہ مار لیتے ہیں وہ آپ اپنے پر سحر کلام سے ایسے خود دیوانہ ہوئے ہیں کہ خود ہی لطف لے لے کر اللہ رشید! پڑھ رہے ہیں، مگر دوسروں کو مایوس کر دیا آپ فرماتے

لکھا ہے:-

"وابستگی عجیب چیز ہے اور دل بستگی سخن عجیب بھی ہے اور لطیف بھی۔ اسی کی بنا پر چندربھان برہمن اکبرآبادی کے نام سے مجھے محبت ہے اور دل سے گرویدہ ہوں لیکن اس کا دلدادہ ہوا دیوانہ ہوں"

فارسی کے شعرائے مشاہیر ہندیوں کے نام لکھ کر نقادی فرماتے ہیں:-

"ان کا فارسی کلام شعرائے ہند میں سے کسی کے کلام سے کم نہیں ہے۔ چنچم دیکھیں تو اکثر اشعار معرفت **فطرت کلیم** کے اشعار کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں"

عرفی الغانی کی داد میں چند اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں کہ "ایک روز شہزادہ (دارا شکوہ) نے **شاہجہان** کی خدمت میں عرض کیا کہ چندربھان ایک شاعر خوش گو ہے" اس صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ **شاہزادہ دارا شکوہ** کے قلب پر رائے رایان کی زبان و بیان نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا حسرتؔ نے ان کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی فراخدلی سے قبول کیا ہے کہ:-

"زبان ان کی نہایت شستہ ہوتی ہے اور بندش صاف، مطالب بالکل عام فہم، ترکیب درست ہوتی ہے اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب"

حسرتِ مذکور کلام برہمن کی "خوبی ترکیب" "لطافتِ الفاظ" "روانی بیان" اور "انگریزی مذاق یعنی شائستہ مذاق" کی تعریف کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ "رنگِ محبت کے ساتھ فلسفۂ عمل کے امتزاج نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے" غرضیکہ فراخ دل قابل نقاد نے خود سرور حاصل کر کے مختصر الفاظ میں اچھا لکھ دیا بعض بعض رنگ کی مثالیں دے کر خاتمہ ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ:-

"ان سب مثالوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ برہمن کا پایۂ شاعری **معمول سے کہیں زیادہ بلند** ہے اور انہیں اساتذۂ زبان فارسی کے زمرے میں شامل ہونے کا پورا حق حاصل ہے اگر زیادہ فراخدلی ہوتا تو بیشک اساتذہ میں شمار ہوتے تھے جو صحیح ہی تھا"

حسرتؔ کی فراخ حوصلگی اور بے تعصبی نے ہمیں جس بات سے ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے شکریہ ہے کہ ان کے عمل سے نتیجہ ثابت ہوا دیکھئے کب تک چلتا

دوسرا تذکرہ **خمخانۂ جاوید** ہے، جسے مشہور امیر ابن امیر لالہ **سری رام** صاحب ایم اے نے مدون کیا ہے۔ گو رائے صاحب موصوف بلحاظ معلومات و ذخیرۂ کتبِ کہنہ آپ کی شاعری پر سب سے بہتر روشنی ڈال سکتے تھے، مگر افسوس انہوں نے محض یہ لکھ کر کہ:

"طبیعت کی موزونی سے عاشقانہ و تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے اور اُس وقت کے مشاہیر میں ان کا شمار تھا"

اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری اور نقادی ادا فرما دیا۔ جب رائے صاحب سا خاندانی علم دوست دہلی میں گھر کی ریاست کرتا ہوا اپنوں سے بے اعتنائی برتے تو دوسروں کا کیا گلہ۔

آپ کے گرانمایہ بلکہ بے بہا کتب خانہ میں **دیوانِ برہمن** کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے اور **چہار چمن** بھی کتب خانہ کی رونق کا باعث ہو رہی ہے۔ **خمخانۂ جاوید** سے ہماری معلومات میں یہ جدید اضافہ ہوا کہ جناب **برہمن** ریختہ یعنی اردو میں بھی سخن سرائی فرماتے تھے، اور تبرکاً پانچ اشعار کی ایک غزل بھی درج فرمائی ہے۔

تیسرا بیان منشی **محمد سعید احمد** صاحب مارہروی کے قلم نے **امرائے ہنود** میں دیا ہے۔ منشی صاحب بالطبع علم دوست اور عالم ہیں، ہم نے جب اپنا **دیوان** دیکھا تو یہ کتاب چھپ چکی تھی، مزید دریافت کے لئے چار خطوط روانہ کئے، افسوس ہے کہ ایک کا جواب نہ ملا کیونکہ ہمیں امید تھی کہ منشی صاحب رائے صاحب کے حالاتِ تاریخی اور ادبی پر سب سے زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔

منشی صاحب نے برہمن کے تاریخی حالات پر خواہ کچھ بھی ہو، جس قدر مہربانی فرمائی ہے اس کا منجانب ملک و ادب شکریہ ادا کیا جانا واجب تھا، مگر احسان فراموش ہندی اپنی یگانہ کی صنعت بھلا بیٹھے ہر سال دسہرہ مناتے ہیں، رام لیلا کے سوانگ بھرنے میں مرے جاتے ہیں، کروڑوں روپیہ یادگاریں بنانے میں فضول طور پر خرچ کرتے ہیں، باجے بجا کر خون بہاتے ہیں، زبان کے نشتر چلاتے ہیں، اور جب وقت پڑتے ہیں تو دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں، یا بھیڑ بکرے کی طرح حلال ہو جاتے ہیں، اگر یہ مدعیانِ تازگی یادگار یادگار کے نکات سمجھتے تو **چندر بھان برہمن** جیسی ناقابلِ فراموش ہستیاں نہ بھلاتے، اُنکی یادگار قائم کرتے، کلام چھپواتے، ملک میں پھیلاتے اور اُن کے لائق کلام سے اپنے اور اپنے بچوں کے دل و دماغ کسی

قائل بنا تھے، مگر یہ عجب ہوتا عجب وہ سچے ہندی ہوتے

منشی صاحب بدرجۂ ان اصحاب میں سے ہیں کہ جو بدنام و ناکام شاہانِ اسلام کی عام برائیوں کو
بلا دلیل و برہان بر مغالطہ حوالہ جات دے کر دور کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں، اور وہ مقصد و مسلہ
برائیاں اپنے غلط اندازِ سخن سے رفع کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا، حالانکہ ایسے
تذکرہ میں ایسی غیر متعلقہ طولانی تمہید قطعی غیر ضروری اور ناموزوں تھی وہ سب اپنے تاریخی واقعات سے انکار
کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اکثر مسلمان فاتحوں نے ابتدائی یعنی شروعِ عروجِ اسلام
میں ایسا ہوا، شاہ اورنگ زیب شروعِ عروجِ اسلام میں شمار کیا گیا ہے، حملوں کے جوش و خروش
میں یا کسی متعصب مسلمان بادشاہ نے کسی ہندو راجہ یا رعایا کی بغاوت پر برافروختہ ہو کر اکثر
مندروں کو لوٹا اور مورتیوں کو توڑا"

حالانکہ شروع شروع عروجِ اسلام میں کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا وہ بزرگ تو نورِ محمدی سے نور
پائے ہوئے تھے۔ برہمن کی شاعری کے متعلق ایسے متعصب اور پاسدارِ مذہب کی تحریر جو کچھ ہو سکتی ہے وہ بخوبی
سمجھی جا سکتی ہے، مگر حقیقت پر اگر پردہ ڈالا جائے، اس کی روشنی تیرہ دلوں کے متعصبانہ طرفداری کے
بادل چھٹ کر ڈالتی ہے، برہمن نے خود لکھا ہے ؎

بر روئے آفتاب کجا پردہ جا کند — تا چہرہ برفروختہ نقاب سوخت

وہ لکھتے ہیں:- کہ "برہمن موزوں طبع تھے" اس سے زیادہ ایک لفظ ان کی شاعری پر تحریر نہیں
کیا، فقرہ بالا کی موزونی نہ معلوم کیوں موزوں ہوئی حالانکہ آپ کا فرض تھا کہ کلام پر پورا ریویو کرتے
جیسا کہ اخبار [illegible] سلطان احمد صاحب کا ہے جو ہندی شاعروں کو صحیح کلام غلط لکھنے اور کمتر
درجہ کے اشعار داخل کرنے کے لئے بیجا طور پر بدنام ہیں ایسے دل و دماغ کے مالک سے کیا امید ہو سکتی تھی کہ انصاف [illegible]

[illegible] زبان [illegible] شعر ہے ۔ [illegible] عاشقی مروانہ نیست — بر چراغ کشتہ مروت کار ہر پروانہ نیست

[illegible] "دیوانہ" [illegible] بہار سنامی

[illegible] واقعی یہ تذکرہ رانا صاحب کا نہیں لکھا بلکہ اس کا مصنف ہے وہ اس تذکرہ کی تفصیل سے ظاہر ہے۔ بہار سنامی

انصاف کے قلم سے مفصل و مکمل تذکرہ لکھتا، اِس تذکرہ کی (جسے تذکرہ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے)
(۱۱۵) سطور ہیں، جن کی تفصیل بلحاظِ مضمون حسب ذیل ہے :-

ا	۔ شرح نام، سکونت و ملازمت،	۳ ۔ سطور
ب	۔ عہدِ مغلیہ کے لقب و خطاب "خواجہ" پر	۲۱ ۔ "
ج	۔ خط و کتابت عہدِ مغلیہ پر	۱۲ ۔ "
د	۔ نصابِ عہدِ مغلیہ (حالانکہ برہمن کی تحریر کا یہ مقصد نہیں، جو آپ نے نکالا ہے)	۸ ۔ "
ہ	۔ برہمن کے مطالعہ کی میز، (اس کا بھی غلط مفہوم نکالا)	۸ ۔ "
و	۔ ہندیوں کا شوقِ فارسی،	۵ ۔ "
ز	۔ انتخابِ کلامِ برہمن، (یہ انتخاب بھی ناقص کیا)	۵۱ ۔ "
ح	۔ متفرق	۱۰ ۔ "
		۱۱۸

ایک سوانح نگار کے لئے یہ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک اُستادِ زماں کے حالاتِ زندگی تین سطروں میں ختم کر دے، اور واقعاتِ غیر متعلقہ کی بھرمار ۱۱۵ سطور تک جاری رکھے، آپ نے بڑے فخر اور دعویٰ کیساتھ القاب و خطاب "خواجہ" ہندیوں کے لئے باعثِ اعزاز جتانے میں زور لگایا ہے، اور نہایت بیجا طور پر رائے رایان کو بھی "خواجہ" کے خطاب سے مشہور کیا ہے، حالانکہ آپ اِن ۱۱۸ سطور میں یہ ثابت نہیں کر سکے کہ پنڈت صاحب کبھی خواجہ کے لقب سے ملقب کیئے گئے، دراصل یہ بھی ایک ذہنی شرارت ہے، جس وقت آپ نے رائے صاحب کی پیدائش لکھی، اُس وقت آپ کے دعویٰ کی ابطالت کے لئے ہر سہ مندرجہ اظہارات ملکی رسالوں میں مشتہر ہو چکے تھے، .... آپ نے اپنی خبثِ باطنی سے شاہی خطاب "رائے رایان" چھپایا، اور اپنی سرکار سے خود "خواجہ" کا خطاب بخشدیا،

کسی مسلمان کو ہندی لقب "پنڈت" "لالہ" وغیرہ سے ملقب کیا جانا، ایسی ہی قومی توہین ہے، جیسی کہ کسی ہندی کو مسلمانی لقب "مرزا" "خواجہ" خطاب سے مخاطب کیا جانا، اسے مرزا صاحب خود اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اِس مسخر کو خوب پہچانتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں :-

"پنجاب میں ایک مشہور ڈاکٹر چھپت شاہ صاحب ہندو تھے، چونکہ اُن کے نام کے ساتھ "شاہ" لگا

ہوا تھا، اِس واسطے حکومت انگریزی نے انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیدیا"

دراصل مرزا صاحب کی سرکار سے پنڈت چندر بھان کو "خواجہ" کا خطاب دیا جانا حضرت کے اُن کے غلط خیالات کی تکمیل ہے کہ جہاں وہ عقائد پر حملہ کرکے انہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے، لیکن ایسے حضرات کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح ؎

اوّلم ندّاف بودم باز گردم شیخ جی　　غلہ ارزاں مے شود امسال سیّد مے شوم

یہ برکات ہندی مذہب میں نہیں، کیونکہ کوئی شخص ہندی مذہب میں نہ تولا کر سے پنڈت بن سکتا ہے، نہ شہرا سے وزما، خواجہ اور مرزا تو خیال میں بھی نہیں آسکتا، یہ دیگر بات ہے کہ زمانہ حکومت میں کوئی آسن کے معترض نہ ہوا، جہاں زمانہ اسلام میں ہندی "خواجہ" اور "مرزا" سے ملقب کئے جاتے تھے، اور شرفائے اسلام "میرزا" اور "مولوی" کہلاتے تھے، اب سب "مسٹر" کی ٹوپی پہن بیٹھے، خواہ چست اور موزون ہو نہ ہو، مگر سب خوش ہیں، اور خوشی سے استعمال کرتے ہیں، ان مفسدوں پر افسوس ہے،

آپ نے برہمن کی ۲ غزلیات نقل کی ہیں، اور اُن میں بھی ناقص انتخاب کیا ہے، حالانکہ ان کا کلام دیوان قابلِ انتخاب نہیں، جو اشعار غزل کی جان تھے، وہ چھوڑ دیئے یا تو بالارادہ درج نہیں کئے گئے یا پڑھے نہیں گئے اگر چہ پڑھا غلط پڑھا اور جو لکھا غلط لکھا، اور یہ اغلب ہے کہ حسب عادت یہ اشعار مسخ کئے گئے، ورنہ ایسی غلطی انتخاب میں نہ ہو سکتی ہے، نہ میرزا صاحب زبانِ فارسی سے ایسے نابلد ہیں، مثلاً آپ نے یہ شعر لکھا ہے ؎

دارد بگوشِ اہلِ سخن راہ برہمن　　"نقلم" سخن کہ عقدِ ثریا گرفتہ است

وہ طالب العلم کہ جو معمولی فارسی جانتا ہے، سمجھ سکتا ہے کہ یہ "نقلم" کیا بلا ہے، ایک فاضل جب اس میں لفظ "نقلم" دیکھے گا، تو جو اندازہ برہمن کے کلام کا لگا سکتا ہے، وہ ظاہر ہے، میرزا صاحب دراصل ایسے ناسمجھ نہیں کہ جنہیں "نقلم" نہ کھٹکتا، پس یہ کہنا صحیح ہے کہ انہوں نے یہ شعر مسخ کیا، ہمارے دیوان میں صاف "نظم" لکھا ہے، یہ بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے "نظم" کے بجائے "نقلم" پڑھ لیا ہو یا کاتب زمانہ نے ایسا لکھ دیا، رائے سری رام دہلوی کے دیوان میں "نقد" لکھا ہے جو "نقلم" سے بہتر ہے، دوسرا شعر لکھا ہے:—

دلم اسیر غم مدعائے گردد بمدعا طلبی رشتہائے گردد

اس شعر کا مطلب شاید میرزا صاحب نے کچھ سمجھا ہو اور اسی وجہ سے اُسے مسخ کیا ہو "رشتہا" سے آپ کی طبیعت نے خوب رشتہ باندھا، اصل شعر حسب ذیل تھا ۔

دلم اسیر مدعائے گردد بمدعا طلبی آشنائے گردد

سخن فہم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اس تبدیل لفظ نے شعر کی خوبی خاک میں ملا دی تھی،

تیسری اصلاح ملاحظہ فرمایئے ۔

دلم بجوئے محبت جریدہ سے آید ز "شیر بند" بتعلق رسیدہ سے آید

اصل شعر اس طرح تھا ۔

دلم بہ کوئے محبت جریدہ سے آید ز شہر بند تعلق رسیدہ سے آید

"شیر بند" شاید میرزا کی لغت میں کوئی معنی رکھتا ہو، مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا، میرزا صاحب کے ایک ہمخیال نامی فاضل نے فرمایا کہ "شہر بند" کی ترکیب غلط ہے "شیر بند" صحیح ترکیب ہے ورنہ کسی فاضل کے کلام کی سند چاہئے، یہ ایسا پوچ اور نادانی کا فرمان تھا کہ سند کی ضرورت نہ تھی، مگر ملاحظہ ہو، نظامی گنجوی نظم میں یاد دلاتے ہیں ۔

نظامی بہ باغ آمد از "شہر بند" بسیار است بستاں بہ چینی پرند

ہر شخص کا کلام اُسکی تاریخ ہے

استاد آزاد دہلوی، ذکاء اللہ، شبلی، حالی، شرر وغیرہ تاریخ نگاروں نے جو جو تاریخیں لکھی ہیں، انہوں نے اُن کا ماخذ اپنے ممدوحین کا کلام قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ "ممدوح کے کلام کا نتیجہ نکالنا، صحیح واقعات زندگی کا دریافت کرنا ہے" یہ طریقہ نہایت معتبر و مستند ہے، درحقیقت ہر شخص کا کلام اُس کے حالات کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ طریقہ استدلال عاقلانہ ہے،

اسی اصول کی پیروی کرتے ہوئے جب نقاد طبع اصحاب نے عمر خیام کی یہ رباعی پڑھی ۔

اے رفتہ و باز آمدہ بلہم گشتہ نامت زمیان نامہا گم گشتہ

ناخن ہمہ جمع آمدہ و سم گشتہ ریش از عقب در آمدہ و دم گشتہ

تو فوراً یہ فتویٰ دیدیا گیا کہ عمر خیام تناسخ کے قائل تھے ، یہ جو جائز اور صحیح ہے یہ خیال محض عمر خیام ہی کی نسبت نہیں بلکہ اور بہت سے معزز علمائے اسلام کی نسبت ظاہر و ثابت کیا گیا ہے چنانچہ حکیم ناصر خسرو کے متعلق اُن کی تصانیف سے استفادہ اٹھاتا ہوا فاضل اجل دوست شاہ لکھتا ہے :-

"از اں کلام معلوم مے شود کہ طبعی و دہری بود مذہب تناسخ داشتہ" الخ مصنف سرو آزاد ایسا ہی نتیجہ نکالتا ہوا لکھتا ہے کہ :- ملا زمانی یزدی بھی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے، تناسخ کا قائل تھا اور یہ نتیجہ اُس کے کلام سے نکالا گیا ہے،

بالعموم مولانا روم کے اس قسم کے شعروں سے ؎

ہمچوں سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ بھی تناسخ کو مانتے تھے، واقعی تاریخی حالات کا یہ طریقۂ اخذ ایسا ہی قابلِ اعتبار ہے، جیسا کہ شخص مروج کا اصلی لباس اُس سے انسان کا قد ڈیل ڈول اور مذاق سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے، واقعات کی صحت و پڑتال سینکڑوں برس کے بعد ہم اپنے زبانی جمع خرچ سے نہیں کر سکتے، اور ایسی تحریرات کے مقابلہ میں زبانی دعویٰ محض دعویٰ باطل ہے

رائے رایان کی تصانیف خود انکی مکمل لائف ہے

تاریخی واقعات کا مواد فراہم کئے جانے کے لئے جب یہ عام اصول عام طور پر مروج ہے، تو ہم بھی اُن کے کلام سے یہ استفادہ اٹھائے بغیر نہ رہ سکے، اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ہم بھی ایسے بے خلل اصول کی پیروی کرتے ہوئے "رائے رایان" کی تصانیف سے اُن کی زندگی کے واقعات کی نہ فقط اُن سے صحت کریں، بلکہ اُن سے مزید حالات بھی اخذ کریں، چنانچہ اِن حالات کا بہت سا حصہ آپ کی تصانیف سے صحت کیا گیا، اس طرح جو واقعات جدید معلوم ہوئے اُن کے لئے ہمیں اِن کی تصانیف کا ممنون ہونا چاہئے،

خاندان کی اصالت جو اصحاب شریف صحیح النسب ہوتے ہیں، وہ اپنے شجرے دیوتاؤں اور پیغمبروں سے نہیں ملاتے بلکہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے شجروں کا پتہ بتلاتے ہیں، "رائے رایان"

اسی اصول پر کاربند ہیں، وہ اگر چاہتے تو سلسلۂ نسب برہما جی سے یا اشیو ستھاماں، ملیر، ویاس، مارکنڈے، بہکشن، ہنومان، اور پرسرام سے ملا دیتے، نتیجہ اس کا وہ کندن دکا دیا آور زن ہوتا وہ مردِ صالح اپنی قومیت پر ناز کرتا ہوا، اپنے اشغال کا پتہ بتلاتا ہے کہ ہمارے بزرگ برہمن تھے اور برہمن بھی وہ کہ جو شاستروں کی رُو سے برہمن ہیں، جن کا کام ظاہر و باطن کی آراستگی تھا، اور مراتبِ صورت و معنی کے پاسدار تھے، یہ قومی افتخار اُن سے سُن لیجیے، وہ اپنی زبان میں اسطرح ادا فرماتے ہیں:-

"در زمرۂ اہلِ زُنار برہمناں اعتبار سے وامتیاز سے داشت اگرچہ بسبب عُرف و عادت بجہت کسبِ معیشت با شغال مختلفہ روزگار سے پرواز د لیکن بہترین شیوۂ ایں طائفہ آنست کہ پاسِ مراتب صورت و معنی داشتہ الیق کہ در کُتبِ معتبرِ قدیم در بارہ ایں گروہ ثبت گشتہ عمل نمایند و آراستگی ظاہر و باطن را عنوانِ جریدۂ اعمال خود سازند"

خاندانی مصروفیات کسی مورخ فارسی وارُدو نے یہ دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی، کہ آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا، اور وہ کیا شغل رکھتے تھے، کس طرح گذری اور کس طرح گذاری، سخت افسوس ہے مغلیہ سلطنت کے اسلامی مورخان پر کہ جنہوں نے رکن رکین دولت، وزیر مالیات، منشیِ بے بدل، سفیرِ کامیاب، ایسے فاضلِ اجل کے حالات سے اس قدر چشم پوشی فرمائی اگر وہ اپنے حالات خود تحریر نہ کرتے تو آج ہم نہ تو اُن کے حالاتِ خاندان معلوم کر سکتے نہ اُن کے والد بزرگوار کا نام پاتے اور نہ اُن کے مشاغلِ زندگی کا پتہ ملتا، اِن کی تحریرات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کے بزرگ آپ کے دادا تک سری منو مہاراج کی تقسیمِ زندگی کے عامل تھے یعنی برہم چریہ آشرم، گرہست آشرم، بانپرست آشرم، سنیاس آشرم، یہ یقینی ویدِ مقدس کے احکام کے اعلیٰ ارفع موافق زندگی بسر کرتے تھے، آپ کا یہ بیان اس وجہ سے قابلِ قبول ہے کہ اسلامی عہد میں بھی آپ کی ذات ہر طرح کی ہندی خوبیوں کا جلوہ دکھا رہی تھی، اور جو بدیاں اس مذہب میں پیدا ہو گئی تھیں، اُن سے آپ کا خاندان بالکل مبرا تھا، اِسی دل اور دماغ کی بدولت اسلامی سلطنت میں قابلِ رشک عروج پایا، نیک خاندان کے نیک بنیاد جوان ہر ملک و ملت میں عزت پاتے ہیں، نالائق اپنے ہی گھروں میں جوتیاں کھاتے ہیں،

دھرم داس منصبدار

اکبر اعظم کا زمانہ تھا کہ آپ کے والد بزرگوار پنڈت دھرم داس نے سنسکرت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی پر دسترگاہِ کامل حاصل کی۔ اکبر کی مرنجاں مرنج پالیسی نے ہندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا، اور ہر ہندی یہی چاہتا تھا کہ اُس کے انتظامِ سلطنت میں شریک ہو۔ چنانچہ آپ نے مغلیہ سلطنت کی ملازمت میں داخل ہو کر ایرانی فاضلوں کے پہلو بہ پہلو دادِ کامرانی دی، اور پھر ترقی پا کر منصبدارِ سلطنت ہو گئے۔ مدتوں عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ چونکہ خاندان کے جدید دستور العمل زندگی کی یہ پہلی منزل تھی، اسلئے قدیم دستور العمل کی طرف طبیعت مائل ہوئی، شمارِ عمر کے تقاضے پر ملازمت سے مستعفی ہو گئے، اور سنیاس آشرم میں داخل ہو گئے۔ رائے رایان یہ طولانی داستان ان مختصر الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں:-

"آبا و اجداد ایں ذرّہ بے مقدار اعتقاد بطرز قدیم خود عمل مے نمودند تا که نوبت به دھرم داس پدر ایں فقیر رسید آں مخدوم نویسندہ کاردانی بود، مدتے در سلک منصبداران خاصہ شریفہ انتظام داشت، بعد ازاں بہ بے ثباتی روزگار مدار برداشته، استعفائے خدمت و منصب نمودہ، در گوشہ عافیت نشست"

ایک جگہ لکھتے ہیں :- "از آنجا که فقیر را سلوک و آئین قدیم بر بہاں است، پدر فقیر بود"

پھر ایک جگہ مطلع فرماتے ہیں :- "پدر فقیر که چند شاہ بود اگرچه در لباس ظاہر مشابہت باہل تعلق داشت اما در عالم باطن خود را بیگانہ اہلِ روزگار میدانست ہمیشہ ایں مصرع بر زبان داشت" ع

"صاف بودن بہتر از آلودگی"

تاریخ و سالِ ولادت

مورخوں اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ محض علمی خدمات تک محدود رکھا اور وہ بھی ناقص و نامکمل۔ ایسے اُستادِ زبان، ادیبِ فارسی کے واقعاتِ زندگی سکندری قصے کہانیاں بنا دیئے اور آج یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کب اور کہاں کس خاندان میں پیدا ہوئے۔ خدا بھلا کرے منشی سیل چند کا کہ انہوں نے ان کے حالات لکھے اور خوب لکھے مگر افسوس کہ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہ ہوئی۔ مارہروی اسی سند پر لکھتے ہیں کہ چندربھان ۱۰۱۲ھ میں بمقام آگرہ[1] پیدا ہوئے۔ اس حساب سے

[1] حضرت آذر اضافہ کرتے ہیں:- کہ "مطالعہ چہار چمن اور دیگر کتب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بمقام لاہور پیدا ہوئے" تبار شامی

آپ نے ۹۱ سال کی عمر پائی، اور یہی وہ عمر ہے، جو آریہ ورت کے جوگیشوروں کو نصیب ہوتی ہے۔

نام و تخلص آپ کا نام پنڈت چندر بھان تھا، اور تخلص برہمن فرماتے تھے آپ کے بزرگ نسلاً بعد نسلاً سنسکرت کی کتابوں کے مالک تھے، اور اسی لحاظ سے پنڈت کہلاتے تھے، آپکی خاندانی عقیدت آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی، اور اسی پر آپ کو فخر تھا[1]، آپ کی اس جرأت کی کیا داد دیجئے، کہ جس نے آپ سے اُس پُر آشوب زمانے میں برہمن تخلص انتخاب کرایا،

مورخوں کا حسد جس قدر تاریخیں ہندیوں اور مسلمانوں نے لکھیں، اُن میں سے کسی تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں پائے جاتے، یہ بغض و حسد قابلِ افسوس ہے، اگر یہ خود مجموعۂ رنگین مرتب نہ فرماتے تو شاید یہ احسان فراموش دنیا ان کا نام اور کام بھی بھلا دیتی، مگر کون ہے، جو اپنی غلطی جو درحقیقت ملکی غداری ہے، تسلیم کرے،

وطن وقائع نگار جو سوانحِ عمری لکھنے کے مدعی ہیں، تحقیقات و واقعات کا خون کرتے ہیں، چار سطریں لکھیں اور اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری ادا کر دیا، اس خبط کے خبطی وقائع نگاران میں آپ کے وطن کی نسبت بھی اختلاف ہے، لیکن یہ عقدہ آپ کے انشاء چہار چمنی کے دیباچہ سے کھل جاتا ہے، آپ پتہ دیتے ہیں:-

"این نیاز مند بہ دار السلطنت لاہور کہ بمقتضائے لطافتِ آب و ہوا و اقسام خوبی ہائے کہ دم حالات

...... مے زند رسیدہ" الخ

اس سے پایا جاتا ہے، کہ آپ کا اصلی وطن لاہور نہ تھا، ہر صاحبِ جاہ اپنے زمانۂ عروج میں اپنے وطن میں اپنی جائداد بڑھانے اور رونق دینے کی قدرتی آرزو رکھتا ہے، آپ نے اپنے ایامِ امارت میں جو تعمیرات تعمیر کرائیں، اُن کا فخر اکبر آباد کو حاصل ہوا، پس اِس بنا پر کہا جا سکتا ہے، کہ آپ کا اصلی وطن[2] دہلی تھا نہ لاہور[3]،

[1] مرزا سلطان احمد کی کج روی کا جواب صفحہ ۷۰ پر درج کیا گیا ہے، مرزا صاحب نے لفظ "خواجہ" کی بحث اُن کے ذکر میں خواہ مخواہ چھیڑ دی، حالانکہ رائے رایان کا یہ کوئی لقب تھا نہ خطاب اور نہ مرزا صاحب ثابت کر سکے، "بہارؔ سنامی"

[2] صاحب خمخانۂ جاوید اصلی وطن دہلی تحریر فرماتے ہیں، بہارؔ سنامی

[3] مرزا صاحب ۔ و محمد سعید احمد لاہور بہارؔ سنامی

بلکہ اکبر آباد تھا، اب ہمیں ان کی دماغی قابلیت اور ذکاوت کے اعتبار سے یہ دیکھنا تھا کہ کیا خاکِ اکبر آباد ایسا فرزند پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، جب ان کی زبان اور کلام پر غور کیا جاتا تھا تو ہمیں شبہ پیدا ہوتا تھا کہ حقیقتہً ایسا صاحبِ دماغ اکبر آباد کی سرزمین پیدا کرنے کے ناقابل ہے، یہ ضرور کشمیری ہو گئے اور ترکِ وطن کے بعد آگرہ میں سکونت اختیار کی ہوگی، آپ کے والد نے قصبہ "جونپور" مضافات اکبر آباد میں جو وفات پائی، اس سے بھی خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیر کے بعد آپ کا وطن مضافات اکبر آباد میں تھا۔

ان ہی ایام میں میرے محسن اور زیرک عزیز پنڈت **سورج پرکاش** صاحب ایم اے کو مقام **گوالیار** جانے کا اتفاق ہوا، چونکہ دیوان کی ترتیب زیرِ نظر تھی، شاہی کتب خانہ دیکھتے دیکھتے انہیں ایک مطبوعہ کتاب موسوم بہ **چمنستانِ کشمیر** کی سیر کا موقعہ ملا، یہ کتاب پنڈت **نرنجن ناتھ** صاحب عرف صاحب متخلص **مشتاق** خلف آنریبل **پنڈت شمبھو ناتھ** وکیل ہائی کورٹ و ممبر کونسل حضور والسرائے نے ناصری پریس فیض آباد میں ایک سو سے زیادہ صفحوں پر ۱۸۹۹ء میں چھپوائی ہے۔

جہاں اس میں کشامرہ علمِ فارسی و اردو کے نام و کلام درج کئے گئے ہیں، وہاں پنڈت رائے **چندر بھان** برہمن "کشمیری" درج کئے گئے ہیں اور غزل ۲۳ نمونۂ کلام میں دی گئی ہے۔

مشتاق صاحب کی تحقیقات ہم سے مشتاقِ تحقیقات کی بڑی رہبری کا باعث ہوئی، آپ کے بزرگ عام اہلِ کشامرہ کی طرح کشمیر ہی سے آئے اور جہاں پناہ دیکھی وہیں قیام کیا، اور پھر ہندوستان میں ہر جگہ پھیل گئے، پروفیسر کے ایم مترا ایم اے "فہرست کتب ریاست کپورتھلہ" کے صفحہ ۸۷ پر لکھتے ہیں کہ "رائے **چندر بھان** پٹیالہ کے تھے" ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب نے بٹالہ لکھا ہو اور ٹائپ میں کمپوزیٹروں نے پٹیالہ بنا دیا ہو، مگر بٹالہ بھی بلا تحقیق دیتے لکھا، اس لئے ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے۔

اس تحقیقِ حال کے بعد ہم نے تصانیفِ برہمن پر کامل عبور کیا، وہاں سب کچھ مل گیا، سمجھنے والے سمجھ لیں:-

"ایں شکستہ دل درست اعتقاد **چندر بھان** برہمن کہ شکستگی طبع دل را باعثِ درستی حالِ خود میداند، برہمن زادۂ ملکِ پنجاب است" الخ

اسی سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں: "مولد و منشأ این نیاز مند شہر دار السلطنت لاہور است"

برہمن از لبِ ہندی نژاد ان نکتہ مے سنجد ٭ زبانِ فارسی و ترکی و تازی مے داند

تعلیم و تربیت آپ کی خاندانی علمی و ادبی فضیلت مقتضی تھی کہ آپ کو آپ کا جہاندیدہ والد بزرگوار اپنے خاندان کی روایات کے موافق تعلیم دے، اس لئے حسب رواج خاندان اول اول آپ کو سنسکرت و بھاشا کی تعلیم شروع کرائی گئی، پھر آپ نے ویددان آچاریوں اور گنوان پنڈتوں سے سنسکرت کے ہر شعبہ علم کی مکمل تعلیم پائی، اور جلد ہی[1] حالتِ جذب طاری ہو گئی، خاندانی علم سے فراغت پا کر اور مذہبی کتب مقدسہ سے اپنی قسمت کے آئنہ کو جلو دے کر آپ کو آپ کی ہمہ دان طبیعت نے فارسی و عربی کی طرف مائل کیا، اسلامی اخلاق و ادبیات سے فارسی و عربی کی تعلیم نے کماحقہٗ واقفیت کرائی، عہد مروجہ کی کل کتب اخلاق و ادب و تواریخ و زبان دانی کا بغور مطالعہ کیا، نظم و نثر فضلائے ازمنہ قدیم و جدید کی ہر طرح کی تصانیف نقادی کی نگاہ سے دیکھیں، مطالعہ کی کثرت ہر طرح کی تعلیمی و تربیتی تجربہ کا باعث ہوئی، بہت جلد فاضلوں میں شمار ہونے لگے، اعصاب[2] و کتاب، معاملہ فہمی، تحریر و تقریر میں کارگذار اہلکار ثابت ہوئے، نظم و نثر، انشا پردازی، واقعہ نگاری، اور جذبات کے ادا کرنے میں بے نظیر تھے، نظم و نسق کے منتظم تھے، اور جدت طرازی کے بادشاہ، ہندی خیالات و جذبات جس انداز سے فارسی میں ادا فرماتے تھے، اس بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے دماغ نے زبانِ فارسی میں ایک نئی رُوح پھونکی، طبیعت ایسی موزون واقعہ ہوئی تھی کہ اساتذہ زبان ان کا کلام سُن کر دنگ رہ جاتے تھے، وزرائے عالیشان، امرائے ارسطو دوران عزیز جانتے تھے ان کے اشعار اُن کے قلوب پر خاص اثر ڈالتے تھے، وہ دن رات دربارِ مغلیہ کے علامۃ العصر فضلائے صحبت رکھتے ہوئے اپنی تعلیم و تربیت مکمل فرما رہے تھے، دارا کی صحبت میں درویشانِ کامل جمع رہتے تھے، آپ کی مذہبی تعلیم نے زیادہ وہیں تربیت پائی، وہاں اپنا کلام حقائق و معارف کے پُرجوش خیالات سے لبریز کر پایا، اور سچ تو یہ ہے، کہ ہند کا سچا ہندو ہو کر زبانِ فارسی میں ایرانی فاضلوں کا ناطقہ بند کر دیا، بوقتِ تحریر کسی بڑے سے بڑے مقر کی مجال نہ تھی کہ زبان ہلا سکے، آپ کا قلم شاہِ اقلیم سخن تھا،

[1] صفحہ ۳۰ ملاحظہ ہو

[2] امرائے ہنود صفحہ ۱۸۴، اردوئے معلیٰ حسرت موہانی ریکم اگست ۱۹۰۳ء جلد ۲ نمبر ۸

اور زبانِ خسرو علیم بیان، فصاحت و بلاغت اُن کی جان، صحت و صفائی اُس پر قربان، جس سخندان کی ذات میں ایسی خوبیاں ہوں وہ برہمن سے نظیر و یا جائے، اور ایسا کون انسان ہے کہ جس کا ایسے دل و دماغ کے ساتھ السنۂ سنسکرت، عربی اور فارسی پر کامل عبور ہو، حقیقت یہ ہے کہ برہمن، برہمن تھا اس کا کوئی جواب نہیں، نہ آئندہ ایسی تعلیم و تربیت کوئی پاسکے نہ برہمن پیدا ہو، کیونکہ انگریزی نے سنسکرت، عربی اور فارسی کی فضیلت بے ضرورت کردی،

رائے رایان کی تعلیم و تربیت کی نسبت جملہ مورخین کا ہمارے بیان سے اتفاق ہے، رائے رایان یہ واقعات و حقائق اپنے ایک رقعہ میں خود تحریر فرماتے ہیں، اور جیسے وہ کھتی، انہیں اُس پر خود ناز ہے:۔

"چوں از عنفوانِ شباب ایں برہمن عقیدت کیش راسیل و رغبت بدریافت دقائق شعر و انشا بہم رسید و بعد فراغ مطالعۂ کتب و تواریخ و نسخہائے نظم و نثر متقدمین و متاخرین المقتضائے سعادتِ ازلی نقشِ خدمت عبودیت درگاہ سلاطین پناہ، سلیمان جاہ و صحبتِ وزرائے عظیم الشان عضد الخلافت **آصف خاں** سپہ سالار و علامۃ العصر والدوران **افضل خاں** و رکن السلطنت **اسلام خاں** و علامۂ ارسطو فطرت **سعد اللہ خاں** درست نشست"

بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی تھی

صحیح تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ پر بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی اور انجام کار انہیں قبل از وقت سنیاس آشرم دھارن کرنا پڑا، اپنی حالتِ ابتدائی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:۔

ذرا یادمے کہ ایں رہ نوردِ وادیِ تسلیم و رضا را ہوسِ آزادی در سر افتاد، سوزشِ عجیبے در دل و دماغ راہ یافت، و چوں در عین گرمیِ ہنگامۂ شباب جوش و خروش دریائے طلب افتاد، صحبتِ بعضے از فقرائے جمعیت دست داد، دل را تسکینے و آرامے پدید آمد و جمعیتِ ظاہر و باطن نصیب گردید"

رائے رایان نے اپنے فرزند پنڈت تیج بھان کو ایک **مفصل خط** لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنی ابتدائی درمیانی اور آخری زندگی کی سب کیفیات درج کی ہیں، اس خط سے آپ کے ذاتی حالات پر بڑی روشنی پڑتی ہے، ان حالات کے ساتھ اس خط کا مطالعہ از بس ضروری ہے، ایک جگہ پر لکھتے ہیں:۔ دیکھو صفحہ ۴۷

A SAMPLE OF THE SHIKASTA NASTALIQ AMEZ HANDWRITING OF RAI CHANDARBHAN BRAHMAN.

آئیں نیاز مند اگرچہ گرفتارِ مشاغل صورت است، اما از اندیشۂ عاقبت غافل نیست و با وجود انواع تفرقہ و عوائق روزگار جمعیت خاطر را از دست نمی دہد و در ہر نقطۂ دہر جا کہ نشان از گوشہ نشینان و کنج گزیناں می یابد، خود را بے اختیار رسانیدہ و لحظہ وقت را خوش میدارد۔"

رائے رایان کی خوشخطی

بیچے نشست خطِ خواہش از صحیفۂ دل
سبب نوشت برہمن شکستہ تعلیق

خطاطان ایران و توران اور کاتبان کشمیر سے بڑھ کر اور کون خوشخط ہو سکتا ہے۔ چونکہ آپ نے اوائل عمر میں کشمیری پنڈتوں سے خط کی اصلاح پائی تھی، اسلئے آپ کے خط میں ایک خاص نزاکت اور حسن تھی، خط نستعلیق، شکستہ، غبار، گلزار، طغرا، توام، کوفی وغیرہ وغیرہ کے کامل خطاط تھے، مصوری اور گلکاری کے گلزار کھلاتے، جن پر طائرانِ خوش الحان چہچہاتے تھے، آپ کے خطوں کے نمونے ایران[1] تک اہلِ شوق منگواتے تھے، مقبروں میں رکھتے تھے، اور ایوانوں کو سجاتے تھے، کمال خواہ کسی چیز کا ہو، زوال و ادبار سے بچاتا ہے۔ چنانچہ جب علامی افضل خاں کی موت سے اس کے متوسلین پر تباہی آئی تو آپ کے خط شکستہ ہی نے افواجِ ستم کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی۔ برہمن کو اپنے قلم کے بیان اور لباس پر خود ناز تھا، آپ کے خطِ شکستہ کی کلک نے شاہجہان کے خونی ارادوں کے دل بادل کو جو شکست دی اسے آپ اپنی آنکھوں سے اگلی سطروں میں دیکھیں گے۔

[1] "رقائم و نوشتہ جات این نیاز مند در ایران و توران شہرت یافتہ اند، و باطراف و اکناف ہندوستان در ہر ملک و ہر ناحیہ رسیدہ الخ" "چہار چمن"

ایام مکتب کے ملتفتی

جب آپ حالتِ طالبعلمی میں تھے، آپ کو ایک روز فتح جنگ فاضل نواب ملتفت خاں کے مکتب[1] میں لے گئے، کہ جہاں نواب صاحب کسب کمال میں مشغول تھے، شروع جوانی کے عالم میں ہنگامۂ سخندانی گرم رکھتے تھے، اور طرح دیتے تھے۔ وہ برہمن کے کلام سے ایسے مانوس ہوئے، کہ آپ کو اپنا گرویدہ بنایا، ہفتہ میں ایک دفعہ جاتے تھے، اور اپنا کلام سنا کر سب کو محظوظ کراتے تھے، نواب دل سے مہربانی فرماتے تھے، آپکو اپنا ہم مکتب بنایا، نواب جوان ہو کر بادشاہ کے

[1] منشیات برہمن خط بنامی نواب ملتفت خاں،

معتمدِ خاص ہوئے مگر برہمن کے دل سے قدردان رہے، ایسے اور بہت سے اصحابِ ثروت آپ کے ہم مکتب تھے، اور اپنے عروج میں سب سے محبت فرماتے تھے۔

دیوان خانہ رائے رایان

زمانۂ قدیم میں بادشاہوں، اور وزیروں کے دیوانخانے فحش تصاویر اور نالائق تحاریر سے مزین نہ کئے جاتے تھے، بلکہ مذہبی تصاویر اور پُرنصائح تحاریر سے سجائے جاتے تھے۔

برہمن نے عنفوانِ شباب ہی سے اپنا دیوان خانہ کلامِ ادب و اخلاق سے آراستہ کیا تھا، اگر ایک طرف مذہبِ برہمنہ کے مقدس گرنتھ اُن کے دل و دماغ کو نور پہنچانے کے لئے دیوانخانہ کا درجہ بڑھا رہے تھے، تو دوسری طرف فارسی زبان کی اخلاق و ادب کی کتابیں اس آفتابِ علم کے ایک گوشہ کا ہار بن رہی تھیں، وہ خود لکھتے ہیں:-

"مجھے اپنی جوانی میں ..... حکیم ثنائی، مُلا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، شیخ اوحدی، کرمانی، عنصری، مُلا جامی، مُلا رودکی، حکیم قطران، مسعودی، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین، عبدالرزاق، کمال، اسمٰعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا صائب، ظہیر فاریابی[1] وغیرہ کا کلام دیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا"

ظاہر ہے کہ یہ علماء وہ اسلامی بزرگ ہیں، کہ جن پر اسلامی ادبیات و اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، برہمن نے اپنی طبیعت ہمہ داں پائی تھی، تحقیق کا مادہ تھا، دماغ صاحبِ ایجاد کی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کے معلوم کرنے کی طرف دوڑتا تھا، ابتدائی زمانہ کے بعض اہلِ اسلام بھی ایسے ہی عالم گذرے ہیں کہ جنہوں نے مذہبِ برہمنہ کی مشہور کتابیں عربی اور فارسی میں ترجمہ کر کے اپنے علمی و ادبی ذخیرے بھر لیے گئے۔

میر عبدالکریم میر عمارت تعمیرِ روضہ ممتاز محل اور بنیادِ برہمن

کوئی قوم خواہ کیسی ہی قومی بیداری کا تیاہ کن خطر رکھتی ہو، لیکن ربُّ العالمین کا حکم عام ہے اور کلیہ ہے کہ ایک دوسرے کی مدد بغیر دنیا میں ایک سانس تک نہیں لے سکتا، جو ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی گلو تراشی آپ کرتا ہے، آپ بھی مرتا ہے، اور قوم کو بھی لے مرتا ہے، صدیوں تک اس کی قوم کے

---

[1] رقعہ بعزیزی میں خواجہ سبا کاؤنی کی یاد بوجہ ہم کتبی تازہ فرمائی ہے۔

[2] آپ نے جو خط اپنے بیٹے کے نام لکھا اس میں اسامی دار تفصیل لکھی ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲

بے گناہ افراد مظلوم قوموں کا تختۂ مشقِ ستم بنے رہتے ہیں۔ دنیا میں قومی پاسداری ایک ستم ہے، اور یہ ستم زیادہ ان پر ٹوٹتا ہے جو ستم کرتے ہیں، انسانی ہمدردی دنیا میں امن پھیلاتی ہے، شر و فساد مٹاتی ہے، افسوس یہ ہے کہ آجکل پاسداری مذہب ہی ملک کی سچی خدمت کہلاتی ہے، اور یہی ہم پر آفات لاتی ہے، یہ چند سطریں وقت برہمن کے ذکر میں ہم کو لکھنے کا موقع مل گیا، اور یہ اسی ہمدردِ خلائق کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے۔

میر عبد الکریم (جن کا ذکر رائے رایان ہر مقام پر بڑی عزت و احترام سے فرماتے ہیں) لاہور کے صوبیدار تھے، یہ فاضل اور صالح تھے، دورانِ تعیناتی لاہور عمارات کی تعمیر شروع کی اور ان کے حسن و فروغ نما کے بیل بوٹے کتبہ جات کے انتظام میں مصروف ہوئے، تو دنیا بھر کے مستری، خطاط، مصور، سنگ ساز طلب کئے گئے، آپ بھی ملا صاحب کی خدمت میں کسبِ سعادت فرماتے تھے، یہ سب ابتدائی کام آپ کے سپرد ہوا، اس وقت آپ کی لیاقت نے نکھار دکھلائے، اور سب کام کاج ان ہی کے زیرِ نگرانی ہوتے رہے، محض اس وجہ سے کہ عمارات کے نقش و نگار اور کتبہ جات کیساتھ حساب و کتاب کی درستی ہوتی رہی۔

لاہور کی تعمیرِ عمارات شاہ کی خوشنودی کا باعث ہوئی، مقبرہ رابعہ الزمانی، **ممتاز محل** کے لئے **آگرہ** پسند فرمایا گیا، شاہ نے اس عالیشان تعمیر کے لئے **مکرمت خان** اور **میر عبد الکریم** مامور فرمائے، ملا صاحب نے یہ بے نظیر کام ان ہی کے زیرِ اہتمام کیا، آپ کی طبع خداداد نے روضہ ممتاز محل پر جو گلکاری فرمائی، اس کی تفصیل سے ہم بے خبر رکھے گئے، مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا، کہ اگر ان کی خدمات بے نظیر نہ ہوتیں، تو آپ کی شہرت کا شہرہ دربارِ شاہی تک نہ پہنچتا۔

افضل خان وزیرِ اعظم شاہجہان و فضیلتِ رائے رایان

عہدِ مذکور میں کاملانِ دہر کے کارنامے ہر کس و ناکس کے کانوں تک پہنچانے کے لئے اخبارات نہ تھے، مگر اس زمانے میں ہماری طبائع بھی ایسی تنگدل واقع نہیں ہوئی تھیں، جو جیسا ہوتا تھا، بلا خیال کسی ذاتی مفاد و نقصان کے ملک میں اسے ویسا ہی مشہور کیا جاتا تھا، کیونکہ

سلھ۔ ایں نیاز مند فیض پروردہ ملا عبد الکریم است، (چہار چمن)

طبع صحیح اشتہار کا کام دیتی۔ انہیں برہمن کی لاہور اور آگرہ سے کی علمی خدمات کی شہرت دربار تک پہنچی، علامی افضل خان شیرازی وزیر اعظم شاہجہان کی فضیلت علمی اور عام رواداری کے ڈنکے ملک کے مکمل دعرض میں بج رہے تھے، جس کمال کے قابل اور ہنر کے ہنرور کا ذکر سنا بلایا اور اپنے فضل و کرم سے شاہجہانی سلطنت کا ڈنکا کو بنا کر ضروریاتِ زندگی سے فارغ البال کر دیا۔ جب میر صاحب سے رائے صاحب کی علمی شہرتوں کی تصدیق ہوئی تو انہیں اُن سے مانگ لیا۔ لیاقت کے ساتھ دیانتداری، کارروائی، ہوا خواہی نے اعتبار بڑھایا۔ دنوں ہی میں لیاقت کے شہرہ کی آنکھوں نے تصدیق کی۔ جلد ہی صاحب اعتبار سمجھے جا کر دیوانِ اعظم بنائے گئے۔[1]

آپ نے علامی موصوف کی خدمت بابرکت میں رہ کر جو جو خدمات انجام دیں، وہ تا حال پردۂ اخفا میں ہیں مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ علامی موصوف انہیں ایک بزرگ سمجھتے تھے اور باپ سے زیادہ ان کی جان[2] و مال کے محافظ تھے۔ دنوں ہی میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا مگر اپنے سے علیحدہ نہ کیا۔ سچ ہے ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

---

[1] سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ: شاہجہان نے اپنی عمر کے ۴۳ سال میں اپنی تخت نشینی کا دوسرا جشن (بروز دوشنبہ ربیع الاول سنہ ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء) منایا۔ ہندی تحفہ پوری مہاراجگان کی تقلید میں اپنا تلادان کرایا، جو ایک دفعہ سونا چاندی اور ۲ بار جنس غلہ سے کیا گیا۔ ۴ ماہ رجب کو جشن نوروز منایا گیا۔ ارادت خان دکن کی صوبہ داری پر تعینات کیا گیا۔ اس کے بجائے علامی افضل خان شیرازی کو جو شاہجہان کی ایامِ شہزادگی میں دیوان تھا، سلطنت کا دیوانِ اعظم بنایا گیا، گویا کہ مملکت کے تمام سیاہ و سفید کا مالک بنایا گیا۔ کسی شاعر نے تاریخ کہی ع

شد فلاطون وزیر اسکندر

جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے گیارہویں سال میں ۲ ذیقعدہ کو جشن منایا، علامی موصوف

[1] متن میں یا نوشتہ ملاحظہ ہو۔

[2] ثبوت میں "گجبہ برہم" ملاحظہ کرنا چاہیے۔

[3] آپ اس تحریر کی ... بمقام لاہور ... رمضان جلوس ... سنہ ... کو انتقال فرمایا۔ مہتاب رسنامی

اُسی روز ہفت ہزاری بنا دئیے گئے' آپ کا اصلی نام ملا شکر اللہ شیرازی تھا' (نقاد)

افضل خان کے توسل سے دربارِ شاہی میں رسائی

[illegible] رایان' افضل خان کے محل اعتماد بنے جب آپ نے آپ کی علمی لیاقت اور اہلیت کا پورا پورا اندازہ کر لیا' تو آپ کو فرمایا کہ میں جب آصف خان خانخاناں سے ملوں گا' آپ کا تذکرہ ان سے کروں گا کہ وہ بڑے علم دوست ہیں' مگر اتفاقاً خانخاناں سے یہ موقع نصیب نہ ہوا' اور آپ افضل خان ہی کے پاس رہے' پھر آپ ہی نے شاہی دربار تک انہیں رسائی کرائی'

سفرِ کشمیر و واپسی وطن (لاہور)

افضل خان اور چندر بھان کے اتحاد اور محبت کی گرمی کا تذکرہ بیان رائے رایان کی تصانیف میں جابجا پایا جاتا ہے۔ خان معز الیہ انہیں سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے کیونکہ قابلوں کی یکجہتی جدا نہ ہونے دیتی تھی' آپ اپنے سفرِ کشمیر کی واپسی کے حالات کس لطف سے لکھتے ہیں' اور کس شانِ احسانمندی کا اظہار فرماتے ہیں' اللہ اللہ اس زمانے کے کیسے بزرگ تھے' کہ اپنی نمود و نمائش کا موقع پاتے ہی اظہار نہ فرماتے تھے:-

"از خدمت نواب علامۃ العصر والدوران افضل خان رخصتِ وطن حاصل نمودہ' از خطۂ دلنشین دلپذیر فردوس آئین جنت نظیر کشمیر عازم شہر بہشت آساس لاہور گردید' بعد از طے مراحل صعب و منازل دشوار خاصہ کوہ ہائے سر بفلک کشیدہ و جبال گردون سا کہ ہر یکے از آں قدم مساوات بچرخ اطلس میزند بعبور نشیب و فراز گریوہ دمناک بقصبۂ گجرات رسید......"

سیالکوٹ کے ذکر میں مطلع فرماتے ہیں:-

"ملا گلشنی و نادری از شعرائے مشہور الملک اند از رہ ہے اہلیتے کہ در نہادِ آن جماعہ متمکن است بدیدن ایں نیاز مند آمدہ صحبت رنگین داشتند"

علامی فہامی افضل خان وزیرِ اعظم اور رائے رایان

رائے رایان کی احسانمند طبیعت خانِ معز الیہ کی زندگی ہی میں ثنا خوان نہیں رہی بلکہ اُن کی موت کے بعد آگئی

ملے خط اسمی آصف خان مندرجہ چہار چمن

قلم ہو رہتے ہم نے جہاں جو نقش پایا ہے حق ایک حبیبی ادا فرمایا۔ مطالعہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ افضل خان اور رائے رایان ایک قالب دو جان تھے۔ اس لیے رائے رایان کی زندگانی لکھی جائے اور افضل خان کا اس میں ذکر نہ ہوتا یہ ستم تھا۔ اس لیے ہم بغرض تکمیل انقلابات مدح خوان و مدح اس نا فضل اجل کے حالات بھی بلطف رایان کی زبان سے بازارِ شہرت میں شاہد کرانا چاہتے ہیں کہ یہی ایک حق تھا ہے اور دکھانا بابرکت حق شناس اس طرح حق ادا کرتے ہیں :۔

"چون ایزد کارساز نگاہ لطف بر این کمینہ دارد، منظور نظر صاحب نظران ساختہ از صاحب نظر رساند کہ نظر کیمیا اثر شان خاک را اکسیر گرداند۔ چنانچہ این ذرہ بی‌مقدار را از اتفاقات حسنہ روزگار بخواہش و مہربانی تمام در خدمت علامی العصر والدوران افضل خان مشرف باریافت از نہایت قدردانی لطف و عنایت [illegible] زیادہ از حالت و وجہ عطا این نیازمند بود، در تربیت سعی بلیغ کردند و در ہمان وقت قلمی از قلمدان خاص برآوردہ فرمودند کہ بایں قلم بنویس و بعد ازین بایں اسلوب تراش، و رفتہ رفتہ نسبت عبودیت از غایت رسوخ عقیدت و صفائی طویت [illegible] اخلاص و راستی مخلص و دوام خدمت بمرتبہ محرمیت رسید۔ اگرچہ مشتاقان خوشنویس بقاعدہ دان اہل ایران و توران و ہندوستان در خدمت آن مرحوم بنشو و فرزندی فراہم آمدہ بودند اما نظر کیمیا اثر آن بزرگ صورت و معنی بہمہ کس یکسان نبود [illegible] توفیق تائید و مساعدت اختر نظر تربیت بیشتر بر این مور ضعیف بود۔ مصداق این معنی آنکہ در وقتی کہ بندگان اعلیحضرت خلیفۂ الٰہی در دار السلطنت لاہور [illegible] منازل آن خان [illegible] نزول اجلال فرمودند این ذرہ کمینہ را بشرف کورنش حضور و ملازمت سرافراز سعادت اشرف اقدس اعلیٰ [illegible] گردانیدہ [illegible] سعادت ساختند۔ دیگر آنکہ [illegible] این مور ضعیف [illegible] بودند کہ در سواری [illegible] خان عالیشان ہمزبان [illegible] الاعظم [illegible] حاشیہ نشینان بزم کثرت و خلوت جا داشت [illegible] فرائض سعادت [illegible] اوقات [illegible] [illegible] بچشم دل [illegible] ہرگاہ صحبت روحانی و مباحثہ علمی میان می آمد باحتیاج [illegible] مجلس [illegible] این ذرہ [illegible] آنچہ [illegible] قلم [illegible] آوردہ

و فضائل و کمالات ذاتی و خوبیهای صفاتی و فنون کسبی و وهبی آن علامهٔ عصر و فهامهٔ روزگار مستغنی البیان
است و در لباس ظاهر تماشای عالم معنی و در عالم کثرت شاهد وحدت را در نظر داشت و این رباعی
اکثر اوقات بر زبان آن خان شیرین بیان بود رباعی

تا دست به هیچ چیز نه بینم عمرم — از پای طلب نمی‌نشینم هردم
گویند که حق به هیچ چیز نتوان دید — آن است که من به هیچ بینم هردم

در ایام رحلت از دار فانی و توجه به عالم جاودانی اکثر از بی‌ثباتی روزگار سخن بر زبان داشتند و تا دم واپسین
را بخوبی یاد میفرمودند و این دو بیت میخواندند

گر اجل مرد است گو پیش من آی — تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من از او جانی ستانم جاودان — او ز من دلقی بگیرد رنگ رنگ

در همان ایام بندگان اعلیحضرت خاقانی ظل سبحانی خلیفة الرحمانی باختر آن برج جاه و جلال و مهر دولت
ابدی الاتصال بعیادت آن بنور دانش تشریف شریف ارزانی فرمودند آنچه لازمهٔ بنده پروری است بمنصهٔ ظهور
آوردند و در وقتی که اعلیحضرت خلیفهٔ زمان از غایت مهربانی و قدردانی دست مبارک بر دست آن علامهٔ زمان
گذاشته استفسار حال میفرمودند آن خان نیکو سیر بزبان بی‌زبانی یاد نسبت قدیم و اقدم خدمت نموده الهی
شکر از عنایت اقدس اعلی میفرمودند بی اختیار رقت نموده آب از چشم میریخت و بادشاه مهربان قدردان از
مشاهدهٔ این حال سخنان عطوفت آمیز بجهت تقویت حال آن خان والاشان بر زبان الهام بیان می‌آوردند
چون خاصیت و شعار روزگار آنست که عاقبت حریفان جرعه کش میخانهٔ وجود را جرعهٔ عدم بخورد رساند و سنگ
تفرقه بر شیشهٔ آرزو زند آن دانای روزگار از جهان بیدار رخت هستی بربسته رهرو طریق تقدس شد چون
وجود خیر آمود آن محض خیر و خیر محض بود بادشاه عالم و عالمیان از حسن اخلاق و اوضاع و اطوار آن علامهٔ عصر
که تربیت یافتهٔ قرنی و در جهه هندوستان علم امارت و وزارت برافراشته و بحسن خلق و حق شناسی و نیکنامی
اشتهار یافته یاد فرموده حقیقت عنایت خاص خود را که درباره آن وزیر دانشور داشتند بر جهانیان ظاهر
گردانیدند دوازدهم شهر رمضان سنه دوازده جلوس والا این قضیه یا الله در دار السلطنت لاهور رسلخ
شد **وزیر خان** حاکم پنجاب و **معتمد خان** بخشی و **مکرمت خان** میر سامان و دیگر بزرگان همراه جنازه

آن امیر والا کہ بقا بود بچشم عبرت نظارۂ عالم فانی نمودند اینہمہ مراز تاریخ فوت آن خان رضوان مکان
یافتہ مصرع زعفوے بزرگ گوشۂ نیک نامی

بعد از وقوع خانِ حقیقت داں **امانت خاں** کہ برادرِ حقیقی علامۃ العصر بود اللہ دران بود استعفائے
خدمت و ترکِ منصب نمودہ گوشۂ عزلت گرفت و تارکِ تعلق شد و در بلدۂ فیض **لاہور** سرائے دلکشا
ساختہ و موضع احداث نمودہ الحال در ہماں مکان آمدہ آسودہ است و **عاقل خاں** خلف
امانت خاں کہ از آغازِ جوانی در صحبت علامۃ العصر اللہ دران تربیت یافتہ بود و از اندک فرصت
بخدماتِ عمدہ شاں مثل میر سامانی و بخشی گری سربلندی یافت و آخر الامر در راہِ **کابل** از زخمِ اجل
در عین جوانی نہال امیدش از تند باد اجل شکستہ الحال بغیر از نیک نامی یادگارے درین سلسلۂ علامی نماندہ نقل
برادرِ عاقل خان شہور خود زندگانی میکند۔ انجام بخیر باد[1]

رائے رایاں کے قدرداں

رائے صاحب **تحفۃ الانوار** میں لکھتے ہیں کہ میں نے مشہور مشہور
فاضلوں سے فیض پایا۔ **آصف خان** خانخاناں سپہ سالار سے ملا اور عین شوقِ سخن کی حالت میں
افضل خان سے صحبت نصیب ہوئی پھر **اسلام خان** وزیر سے استفادہ نظم و نثر اٹھایا۔ جب
سعد اللہ خان وزیر سے تعلقات قائم ہوئے تو جمیع معلومات و مفہومات حاصل ہوئیں۔ وزیر معظم **خان**
نے اپنی خدمت میں مجھے لیا۔ پھر وزیر معظم **جعفر خان** نے تجربہ کار سمجھ کر مجھے اپنا معتمد بنایا اور جب سر دفتر
اربابِ قلم ہندوستان **راجہ رگھناتھ داس** وزیر اعظم ہوئے تو اُن کی خدمت کی الیاس و سمیع تجربہ کس
طرح آپ کی ہر جگہ قدر و منزلت نہ کراتا۔

حضرتِ **بسمل کرالوی** حالات کی تحقیق فرماتے ہیں کہ:۔
''شہنشاہ **اورنگ زیب** وغیرہ امراء و وزرا **آصف خان** سپہ سالار اور وزیر اعظم **افضل خان**

---

[1] ۔ ان سب کے نام ادب و تعظیم سے لکھ کر فرماتے ہیں۔ ''چوں کمترین بندگان چندر بھان از عنفوانِ شباب در خدمت وصحبتِ وزرائے نامدار و بزرگان عالی مقدار گذرانیدہ و صحبت ہائے رنگین و مجلس ہائے دلنشین مشاہدہ نمودہ'' الخ دوسری جگہ اس طرح فرماتے ہیں۔ ''کمترین بندگان را کہ از عہد وزارت افضل خان مغفور از صحبت وزرائے عظیم الشان گذرانیدہ ہمیشہ درخدمتِ اشرف و اعلیٰ در خلاء و ملاء قیام داشتہ'' الخ

ورکن السلطنت اسلام خان اور علامہ ارسطو فطرت سعد اللہ خان (راجہ ٹوڈرمل شاہجہانی) آپ کے خاص قدردانوں میں سے تھے"

علامی موصوف کی رُوحِ افضل کی پرواز اور شاہِ سخن کی فضیلتوں کا آغاز

وزیرِ اعظم سلطنتِ مغلیہ نے اپنی عالمانہ فضیلت کی ابیا برہمن کا نام و کلام قلمروِ سخن میں کلام سعدی سے بڑھ کر مشہور کرایا بچہ بچہ ان کی لیاقت وزبان سے سبق پڑھ رہا تھا' ان کے ذکرِ علمی وفکرِ خیال مکاتب ومحافل کی رونق ہو رہے تھے۔ امراء و وزرا مشتاقِ دید تھے' افضل خان کا علمی وادبی شہرہ انہیں "علامی" کا خطاب دلوا چکا تھا' اُن کے علمی دربار کے دربان برہمن ہی تھے' علامی موصوف نے ۱۰۴۸ھ میں سرکار لاہوت کی خدمت میں زندگی نذر کی' یہ صدمہ برہمن کے لئے نہایت سخت تھا' لیکن فضیلت کا ہی حق کہ کرامت' تو اس کا قائم مقام ہو گا

شاہجہانی عتاب و قہر برہمن پر سحر کا باعث ہوا

عہدِ قدیم میں یہ بھی ایک شاہی رواج تھا کہ ہر امیرِ کبیر کی موت پر اُس کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھی' چنانچہ علامی موصوف کی روح قبض ہوتے ہی امانت خاں برادر حقیقی علامہ موصوف معتوب ہوا' اور گھر آ کر پناہ پائی' شاہجہان نے اُن کی تمام جائداد ضبط فرمائی' اور حکم دیا کہ اُس کے تمام متعلقین وملازمین پیش کئے جائیں' حفظِ جان و آبرو صلاح دیتا تھا کہ اس سیاہ بختی میں محض توفیقِ "قبول" ہی امداد دے سکتا ہے' چنانچہ برہمن مناسب توقف کے بعد موزوں موقع پاکر سب کو لے کر اُسی سال لاہور پہنچے' آپ نے ایک رباعی خطِ شکستہ میں لکھ کر جیب میں رکھی' دیوانِ اعظم پہنچے' سب حضور میں حضورین کو لے کر پیش ہوئے' بڑی جرح وقدح کے بعد رباعی پیش کی' مضمون رباعی جادو' اور خط ایک سحر تھا' شاہ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا' اور نہایت محظوظ ہو کر وہ رباعی دستِ خاص سے قبول فرمائی' خط کی بڑی تعریف فرمائی' نوازشہائے شاہانہ سے مسرور ہو کر اسی وقت سلطنت کا میر منشی بنا دیا'

شاہے کہ بطبع او دو عالم گردد ۞ ہرجا کہ سر ست پیش وخم گردد
از لطف بپرورش آدمی یافت شرف ۞ خواہد کہ شرف نصیبِ آدم گردد

ل امرائے ہنود از محمد سعید احمد جعفری صفحہ ۱۶۲ ۔ دیکھو ثواب فیضی کے مرنے کے بعد اکبر نے اس کا لاکھوں روپیہ کا گھر بار ضبط کر لیا'

برہمن کی قابلیت جب ایوان کے زیبائش کے قابل تھی، وہ وہیں جلوس فرما ہوئی۔ اگلی صبح دفترِ شاہی دارالانشاء ان کے زیرِ قلم نظر آیا۔ اور وقائع نویس حضور کا عہدہ پایا۔ نیز یہ خدمت سپرد ہوئی کہ شاہجہان کے دورے میں ہمرکاب رہیں، اور تزک تیار کرتے رہیں۔ حساب سلطنت کی گڑبڑ درست کی۔

حق تجدید اور رسید بادشاہ کی علم نوازی آپ کی علمی قابلیتوں کی شہادت ہوگئی، تمام سلطنت میں آپ کی فضیلت کے ڈنکے بج گئے، شہزادہ داراشکوہ طبعی طور پر علم پرست تھے، دور دور سے اہلِ علم

لہ "روزے بندگان ... بادشاہ ... در لاہور ... جلوس فرمودہ بودند ... اکثر شدپائے دربدہ ہائے دولت پیوند ... بار داشتند، حکم اشرف اقدس شرف نفاذ یافت کہ متعلقان و منسوبان افضل خان مرحوم بحضورِ مبارک بگذرند، چون این نیاز مند رسید خطِ شکستہ نفیر کہ خالی از درستی نبود، بنظرِ کیمیا اثر در آمد و پسند افتاد، و از اشعار این خاکسار رباعی بسمعِ مبارک معلی رسید درجۂ تحسین یافت، و بمقتضائے مناسبت در سلکِ واقع نویسان حضور پُر نور انتظام گرفت، و خدمت نسخہ بیاضِ خاصہ بادشاہی باین نیاز مند مقرر گشت، چنانچہ در راہِ کابل و کشمیر کیفیت ہر منزل و واقعہ ہر مقام را از خصوصیات آب و ہوا شکارِ ہر روز نوشتہ بعرضِ اقدس اعلیٰ رسانیدہ و بریاضِ مرحوم شاہ اوستہ درآغاز حال این برہمن حقیقت کیش را بزبان الہام بیان بندۂ فارسی دان خطاب فرمودند، و در روزہا ستی ثنا از ترکیب برگزیدہ اشعار شعرائے مشہور از نظر اعلیٰ می گذشت، رباعی این نیاز مند بسامع جاہ و جلال میرسید و باضافہ منصب و انعام سرفرازی یافت، در وقتیکہ عمدۃ فیض مقدار اسلام خان حسب المطلب اشرف و اعلیٰ از بنگالہ بدار السلطنت لاہور آمدہ بخدمت جلیل القدر دیوانی کل سرفرازی یافت، اعلیٰ حضرت خاقانی ظلِ سبحانی این نیاز مند را مصاحب کار دیوان اعلیٰ دانستہ بعہدہ نوابین طلبِ مکان منسوب گردانیدند، و سوائے دارالانشاء خدمت تقسیم و موازنہ کل ممالک محروسہ کہ تعلق باہلِ حساب دارد و نیز باین خیر اندیش متعلق گشت، و نقش صحت و درستی نشست، چون مدار المہامی خان مشار الیہ در عہدہ دکن بخدمت صاحب صوبگی دکن سرطیب بی یافت و دستورِ اعظم وزیر معظم علامۃ العصر والدوران سعد اللہ خان رتق و فتق مہمات شد، خلیفۂ زمان خدیو جہان الاشان از روئے قدر دانی و مہربانی این نیاز مند را بدستور قربان خان بلند مکان مشرف ساختہ بادشاہی مقرر فرمودند تا اکثر اوقات در صحبتِ آن خان جمع فکار بادشاہی بعضے از اوقات از آغاز صبح و شام و از شام تا صبح بکدماغ بسر می رفت و در وقتیکہ آن عمدۂ خوانین الامنزلید بحیتہ انتظام مہام الانام بہ بلخ فرستادند کمترین بندگان حسب الحکم اعلیٰ بجہت تسطیر العفو نگارش سوانح از جہر بابان آن عمدۃ الخدمت بود، چون خان منیع الشان بدرگاہ رسیدند خطاب برائے رائگے سرفرازی بخشیدہ بخدمت مسودہ نویسی خزانہ بہا مطلع در جہان امتیاز بخشیدند
[۲۲]

صاحب کمال، وحدت وجود کے داعی جمع کئے تھے، اسی زمانہ میں رائے صاحب کی فضیلت شہرت کے آسمان پر سورج بن کر اہلِ عالم کو فیض پہنچا رہی تھی، شہزادہ علم دوست آپ سے کیونکر بے خبر رہ سکتا تھا، کچھ عرصے کے بعد آپ کی حسنِ لیاقت، تحریر و تقریر، مذہبی مسلک نے شہزادے کو اپنا گرویدہ بنایا[1] آپ کو بادشاہ سے مانگ لیا، اور اپنے دفتر کا میر منشی مقرر فرمایا، آپ ۱۶ سال تک اس اعزاز پر کامیابی کے ساتھ ممتاز رہے، جن جن سنسکرت اور عربی وغیرہ کتب کو دارا شکوہ نے فارسی کا لباس پہنایا، وہ سب آپ کی زیرِ نگرانی بعد نظرِ ثانی تیار ہوئیں، سرِ اکبر (اپنشدوں کا ترجمہ) سی ضخیم و عظیم کتاب آپ ہی کی محنتِ بے پایاں کا نتیجہ ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ شہزادہ دارا شکوہ کی ہرگز ہرگز ایسی علمی و ادبی شہرت نہ ہوتی، اگر وہ آپ کو اپنا میر منشی نہ بناتے، چونکہ شہزادہ موصوف شاہ اکبر کے راستے پر چل رہا تھا اس لئے بھی بھی تاہم اس خدمت پر مامور رہ کر بڑی وفاداری اور لیاقت سے خدمت انجام دیتے رہے، طبیعتوں کے میلان نے ایک دوسرے کا دلدادہ و شیدا بنایا، ملاحظہ ہو دیباچہ مجمع البحرین

متعلق سخن معمول برائے رایان

رائے رایان کی جو عزت نمدۃ الملکی علامی فہامی **افضل خان** وزیر اعظم سے تھی، وہ اُس قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ جو علامی مرحوم رائے رایان کی فرماتا تھا، رائے رایان کی تصنیفات علامی موصوف کی حیات بلکہ بعد از موت علامی گرامی کی توصیف و ثنا کے قصیدے پڑھ رہی ہیں، رائے رایان کا دل کس قدر شریف اور نیک نہاد تھا؟ وہ آپ کی تصنیفات گزشتہ سے معلوم ہو چکا۔

اسی قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ رائے رایان ہر روز تازہ غزل لکھ کر علامی عظامی کو سنایا کرتے تھے، نا واقف نہیں رہے کہ خدا معلوم **افضل خان** سے ذمہ دارِ امورِ سلطنت کو اس قدر کہاں فرصت ملتی تھی؟ دراصل فرصت تو ہر شخص کو ہر وقت رہتی ہے، اور آئندہ رہے گی، اگر طبیعت کے خلاف امور پیش آمدہ کے لئے نہ کسی کو فرصت ہوئی ہے نہ ہوگی، چونکہ وزیر اعظم خود سخندان تھا، اگر وہ رائے رایان کو طلوعِ آفتاب سے لگا کر آدھی رات تک اپنی بزم کثرت و خلوت میں جگہ نہ دیتے تو ستم تھا، جو رنج و الم اور صدمہ جانکاہ ایسے مربی سخن کے انتقال سے احسانمند کو ہو سکتا ہے، وہ رائے رایان کو

[1] شہزادہ آپکی شاعری کا گرویدہ بنا۔ مراۃ الخیال

ہوا' برائے رایان انہیں نہ فقط سخنور سمجھتے تھے' بلکہ عالیشان سلطنت مغلیہ کے وزیرِ دانشور مانتے تھے'
اس لئے یہ صدمہ اور بھی سخت تھا' کیونکہ انہیں سلطنت مذکور کی احیا و بقا کا دلی خیال تھا'

آپ کے انتقال کے بعد زبدۂ فضلائے جہاں **سعد اللہ خاں** کے قلمدانِ وزارت سپرد ہوا'
آپ نے ان تعلقات کے تقاضے جدید وزیر اعظم کو بھی اپنا کلام نظم و نثر سنانا شروع کیا' ہمارا قلمِ ناقص رقم
یہ روداد اس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ ہم رائے رایان کی زبان سے یہ بیان بیان نہ
کریں' یہ عقیدت کی داستان ذرا دھیان سے سنیئے :-

"درحینیکہ کمترین بندگان در خدمتِ مرحوم مغفور علامۂ روزگار فہامۂ والا مقدار افضل خان کسب
سعادت مینمود' دہر روز غزلے تازہ از نظرِ کیمیا اثر آں خانِ مغفرت نشان گذرانیدہ' باصلاح
میرسانید' الحال کہ بمقتضائے مساعدتِ اختر در سلک بندہائے سرکارِ فیض آثار فائز گشتہ' امروز سخن فہمی
و قدردانی منحصر است' در ذاتِ ملکی ملکات' لہذا بخود قرار دادہ کہ آنچہ بعد ازیں از نظم و نثر از طبع ناقص
سرزند بنظر نواب مہربان در آوردہ باصلاح برساند" (خط بنام سعد اللہ خان)

اس مکتوب کے ہمراہ آپ نے غزل نمبری ۶ ارسال فرمائی:

از دیاد منصب و جاہ | سنہ ۱۰۵۵ھ / ۱۶۴۵ء میں علامی **سعد اللہ خان** شیرازی شاہجہان کی وزارت
پر سرافراز ہوئے' آپ نے سنہ ۱۰۶۶ھ / ۱۶۵۶ء میں انتقال کیا' اس وقت شاہجہانی سلطنت میں آپ سے بڑھ کر
اس نازک و اہم کام کے قابل کوئی نظر نہ آیا' چنانچہ بادشاہ نے شاہزادۂ شہید سے آپ کو واپس لے لیا'
اور خطاب **برائے رایان** سے مفتخر کر کے عطائے و اضافۂ منصب و جاگیر سے توقیر بڑھائی' گو آپ کا اس
وقت وہی (میر منشی) کا منصب تھا' مگر اس شانِ تقرری سے اعزاز و افتخار بڑھ گیا' اب سب امورات آپ
ہی کی صلاح و مشورہ سے طے ہونے لگے' سفرائے دولِ غیر سے خط و کتابت' تحریرِ مسودہ جات و مراسلات'
اور دیگر تحریر و تقریر کی اہم ذمہ داریوں نے آپ کا کام بہت مشکل بنا دیا تھا' کل شاہجہانی دفتر براہِ راست
آپ کے زیرِ قلم ہو گیا' ایران و ہندی نژاد' اسلامی علما نے یہ انتخاب پسند فرمایا'
لکھا ہے کہ سنہ ۵۶۱ھ میں **محی الدین** کہ جو **شیخ عبد القادر جیلانی** (رحمۃ اللہ علیہ) کی

اولاد سے تھے' سلطانِ روم نے سفیر بنا کر شاہجہان کے پاس بھیجے' وہ جو نامہ لائے' دربار میں کسی سے نہ پڑھا گیا' جواب کون لکھتا' **سعد اللہ خان** مرحوم نے انہیں دیا' آپ نے پڑھا' اور اُس کا جواب بھی آپ ہی نے لکھا' سلطانِ روم نے نامہ کی طرزِ تحریر دیکھ کر شاہجہان کو مبارک باد دی' کہ اُس کے دربار میں ایسے منشی موجود ہیں'

لطیفہ تعصب و تاسف دربارِ اکبری کا ایک رکن راجہ ٹوڈرمل دیوانِ اعظم تھا' جو خیر خواہی اور کار روائی میں نظیر نہ رکھتا تھا' مگر تعصب اُس کے بھی خلاف تھا' یہی اُن کی حالت تھی۔

رائے رایان وزرائے سلطنت مغلیہ کے ذکر کرتے لطائف بیان فرماتے ہیں' جو دونوں ہی اُس عالیشان سلطنت کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں:-

"فلک مینا رنگ بساط دیگر آراست' عبد المجید آصف خان' غیاث الدین خان' علی آصف خان' مظفر خان و فتح خان و راجہ ٹوڈرمل و شاہ منصور و خواجہ شمس الدین و آصف خان و وزیر خان بنوبت خود بمرتبہ وزارتِ کل فائز گردیدند' اما ایں جامہ خوش طرز ابتدا راجہ ٹوڈرمل راست آمد الخ"

رائے رایان شاہجہان کی وزارتِ عظمیٰ کے فرائض انجام دیتے ہیں

ہنر آں کہ امروز کلکِ دیوانی　　گہر فشاں شدہ در وصفِ آصف خانی
(برہمن)

رائے رایان کی جان نثاری قابلیت اور اعتماد و اعتبار نے شاہجہان کے دل و دماغ پر یہ اثر پیدا کر لیا تھا' کہ وہ اُنہیں ہمیشہ اہم مہمات و معاملات کے تصفیہ کے لئے شامل کرتے تھے'

جب شاہجہان سے تیسویں جلوس میں نواب **سعد اللہ خان** وزیر اعظم نے وفات پائی' اور بنظرِ قدر دانی **معظم خان** کی دکن سے طلبی کے احکام صادر ہوئے' کہ وہ آکر قلمدانِ وزارت سنبھالے' تو اِس عرصہ میں (اُن کے دکن سے دہلی پہنچنے تک) رائے رایان سے وزیر اعظم کی خدمات لی جانی مناسب سمجھی گئیں' اور ان ایام میں رائے رایان نے جو نامور و مشہور کے کام کئے' وہ شاہجہان کی شاہنشاہت کے بہترین کارناموں میں سے ہیں'

سفرِ کابل شاہ سیر کے لئے کابل روانہ ہوئے' راستہ میں شاہ کی مہربانیاں اور نوازشیں عملی شکل

جب آگرہ میں برہمن کی رکیبِ احسانمندی بیباک ہو گئی ہیں آپ افضل بخشی الملک معتمد خان مشہور سخن سنج کو ان کی شناسائی ہوئی اور انہوں نے اپنی سفارش سے پیش کرائی چنانچہ آپ افسانۂ عشرت پیرائے میں یہ حال معہ غزل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

"درین ایام رایات فیروزی شعار فرخندگی و فیروزی بشدہ بہ بہر ظفر گشاست عشرت سرشت کابل گردید و راقم سطور راہ غزلے از زادہ طبع بوساطت بخشی الملک معتمد خان کہ از بندہائے سخن سنج خنکگوے درگاہ والا بود بسمع مبارک رسیدہ درجۂ قبول یافت"

غزل

روئیت بہ آفتاب دہد آب و تاب را　　اے دادہ نور صد شرف آفتاب را
دریا دلی و دست تو چوں موج در عطا است　　دست تو دادہ شیوۂ بخشش سحاب را
بوئے بہار لطف تو آفاق را گرفت　　رنگیں حسن اعتبار بود مشک ناب را
از دست تو چو آب شود آتش ستم　　خوش کردہ چشم فتنہ بدور تو خواب را
شاہان بخاک راہ تو سر را فگندہ اند　　در پیش موج بحر سپہر است قیمتے حباب را
اے برہمن مدام دعا کن زروئے صدق　　شاہا بدولت تو کند ذکر جناب را

ہر روز از تجلی تو روز عید باد
در دور تو شرف شرف آفتاب را

شاہ کی سیر سرہند اور برہمن کی رباعی کی پسند

شاہجہان اکبر آباد آگرہ سے چل کر منزل بمنزل سرہند پہنچے جشن نوروز کی تقریب منعقد ہوئی ہیں برہمن حضور میں منشی دربار نہ تھے بلکہ شاہ شاہجہانی تھے اور اب قریب بادشاہی و عنایات نامتناہی سے دولت سے عطیہ میں کہلانے لگے تھے آپ نے اس محفل میں ایک رباعی جشن کی شادی سے

۱ ۔ امرائے ہنود صفحہ ۱۹۵
۲ ۔ امرائے ہنود صفحہ ۱۹۶　　روز شنبہ ۲۴ نحیر　　و ثانی ۱۱۱

مبارک سے قبول فرمائی، اور تعریف و تحسین سے قدر بڑھائی،

برہمن کا بلبلِ قلم نوروز کے جشن سے مسرور ہو کر اپنے باغِ افسانۂ میمنت قرین میں اس طرح چہچہاتا ہے:۔

"چوں رایاتِ جہاں پیمائی فلک فرسا عالم نوروز مستقر الخلافت اکبرآباد بعزم سیرِ ممالکِ پنجاب باہتزاز آمد و قصبۂ دلنشین سہرند مضربِ خیامِ ظفر فرجام گشت، نسیم عنبر شمیم بہار باعثِ طراوتِ ساحتِ دلہا، و موجبِ انشراحِ غنچۂ خاطرہا گردید، مجلسِ نوروز جہاں افروز بہ آئینے کہ شایانِ ایں دولتِ خدا دادِ ازلی بنیاد است، در دولت خانۂ بادشاہی کہ بمقتضائے طراوت و نضارت، و وسعت و نزہت نظیر و عدیل ندارد، آرائشِ تازہ یافت، و سطحِ روئے زمین بہ انواعِ نقش و نگار رشکِ صحیفۂ زرنگارِ چرخِ دوّار شد، بادشاہِ جہاں پناہ چوں آفتابِ جہاں تاب بر تختِ دولت جلوس فرمودہ صلاتِ جود و کرم و بخشش و انعامِ عام دادہ و دامنِ آرزوئے جہانیاں لبریز گردانیدند، کمترین بندگان کہ از خانہ زادانِ ایں دودمانِ دولت نشان است، بوساطتِ عمدۃ السلطنت اسلام خان رباعی از نظرِ انورِ اقدس گذرانید، از غایتِ ذرّہ پروری و بندہ نوازی کہ سرشتۂ ذاتِ ملکی صفاتِ مقدس است، بدستِ مبارک گرفتہ بر زبانِ معجز بیان خواندہ و تحسین فرمودند، رباعی

روزِ نو و سالِ نو مبارک بادا ملکِ نو و مالِ نو مبارک بادا
اے آنکہ خیالِ ملک گیری داری پیوستہ خیالِ تو مبارک بادا

بعنایتِ الٰہی و اقبالِ بلندِ حضرتِ شاہنشاہی در اندک فرصتے آثارِ آں ظاہر آمد، و فتحِ ممالکِ بدخشان نصیبِ اولیائے دولتِ ابد پیوند گشت"

مجلسِ خسروی یعنی شاہجہان کا دربارِ عام اور شاہِ قلم کا کلام

شاہجہان نے اپنے جلوس کے چودھویں سال ۱۰۵۰ھ میں بیگم **صاحب** (جہاں آرا بیگم) کا جشنِ[1] حصولِ صحت منایا، رائے رایان اُن ایام میں

[1] سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۲۷۰۔ احوال سن جلوس مذکور

شاہجہاں کے میر منشی تھے اور اپنے دن جشن نوروز کی طرح گذارتے تھے۔ آپ نے اس مجلس میں ایک رباعی پڑھی، اس جشن کی کیفیت اور رباعی کا لطف برہمن نے اٹھایا تھا۔ آپ بھی اُن ہی کی زبان سے سُنئے:۔

"موجب انشراح و انبساط خاطر و باعث اہتزاز شگفتگی دلہا گردیدہ جمیع بندگان درگاہ والا از امرائے نامدار و خوانین بلند اقتدار و ارباب اہل خدمت در خور حالت و منزلت بہ عنایت شاہنشاہی از مرحمت فیل و اسپ و خلعت ہائے فاخرہ، و اضافۂ منصب و انعام نقد سرفراز گردیدند، و اصحاب فضل و کمال و اہل احتیاج از درویشاں و گوشہ نشیناں و دعاگویاں و وظیفہ داراں و امیدواراں میراث ذخیرۂ عمر ہائے دراز اندوختند، و ارباب فصاحت و بلاغت از شعرائے فصیح بیان مثل محمد جان قدسی و طالب کلیم و میر الہی و ملا امی و میر یحیٰی وغیرہ قصیدہ و مثنوی و رباعی در تعریف آن جشن گرامی گفتہ بہ انعام نقد و عنایت خلعت سربلند گشتند، و مجلسیان شیریں زبان و برہمنان ہندی بیان و کبیشران و منجمان و امثال آن بہ مرحمت خلعت سرفرازی حاصل کردند، و ارباب نغمہ و نشاط و اہل سرود و انبساط از خوانندگان و سازندگان عراق و خراسان و نغمہ سازان و ترانہ پردازان کابل و کشمیر و کلاونت و طوائف ہندی بہ عنایت خلعت ہائے گوناگون تفاخر گردیدند و بہ مکرمت زرہا از اندازہ بیروں دامن امید را لبریز گردانیدند، و جمیع کہ در معالجۂ آن رابعہ ثانی (جہاں آرا بیگم) از روئے اخلاص کوشش نمودہ بودند، بہ اضافۂ منصب و عنایت اسپ و فیل و نقد و خلعت و انواع مرحمت سرفراز گشتند، و چوں ایں برہمن عقیدت کیش کہ در منشیان ایں درگاہ آسمان جاہ منسلک است، دو روز ہائے عظیم مثل نوروز جہاں افروز میگذرانید، در جشن مبارک فرخندہ آئین نیز رباعی خواندہ، بہ عنایت خلعت سرفرازی یافت، رباعی

در جشن مبارک شہنشاہ جہاں		شاہنشاہ آفاق خدیو گیہاں
دریا شدہ زآب گہر روئے زمیں		ہر خانہ شدہ از لعل بدخشاں کاں

امید کہ اللہ تعالیٰ سایۂ عنایت و ظل مکرمت ایں دولت ابد پیوند را بر مفارق جہاں و جہانیاں

مستقل دستدام دارد"

افسانۂ رنگین شاہ لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے "موضع ملونند مضافات پرگنہ ایمن آباد" ڈیرہ ہوا، اور وہیں مجلس گرم ہوئی، رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی، اور پھر شاہِ قدردان نے اپنے دستِ مبارک سے لے کر سرِ دربار مطالعہ فرمائی، رائے رایان اپنے مشرف ہونے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:-

"درہمیں مجلس رباعی فقیر از نظرِ کیمیا اثر گذشت و از رُوئے ذرّہ پروری بدستِ مبارک گرفتہ بنفسِ نفیس مطالعہ فرمودند"　　رباعی

اے از تو شرف یافتہ ایامِ شرف　　خورشید رُخ تو بُردہ از ماہ کلف
اے طنطنۂ ہشت خوش و دولتِ تو　　ورنہ فلک کشش جہت و چار طرف

افسانۂ شیریں واپسی کشمیر پر شاہ نے لاہور قیام کیا، رائے رایان نے اُس وقت یہ رباعی پیش کی:-　　رباعی

ایامِ سرور و سیر و نخچیر رسید　　صد گونہ طرب بعالمِ پیر رسید
از چار طرف نوید شادی برخاست　　شاہنشاہِ آفاق ز کشمیر رسید

افسانۂ راحت بخش اُن ہی ایام میں جشن سالگرہ وہاں رچایا گیا، اور تُلادان کی رسم ادا ہوئی، رائے رایان نے حسبِ معمول یہ رباعی پڑھی:-

تُلادون مبارک شہنشاہِ جہاں　　شاہنشہِ آفاق خدیوِ کیہاں
چوں شاہِ جواں بخت بمیزان رسید　　صد پلہ بلند شد ز گردونِ جہاں

افسانۂ شادی آمود اکبر آباد میں جشن سالگرہ ہوا، اُس تقریب پر حکیم عبدالحاذق نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:-

سالِ نو را کہنہ کن ہر سال سالِ کہنہ را　　باز نو کن از سر تا جہاں را نہ نگیست

حکیم کی اس نازک خیالی پر دربار پھڑک اُٹھا، اور شاہ ایک ہفتہ تک شعر برابر پڑھتے رہے

اِسی موقعہ پر رائے رایان نے مندرجہ ذیل رباعی سُنائی :-

اے روئے تو آفتابِ عالم افروز وے بختِ تو ہمگانہ دو عالم افروز

ہر سال تو فرخندہ ہزار سال گرہ ہر روزِ تو نوروز تر از صد نوروز

افسانۂ دیگر دولت خانہ شاہجہان آباد کی تعمیر کے اختتام پر بڑا بھاری جشن منایا گیا، رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے :-

شاہِ عالم مطیعِ فرمانِ تو باد جانہائے گرامی ہمہ قربانِ تو باد

غسلِ صحت شاہ نے غسل فرمایا، رائے رایان نے یہ رباعی نذر کی :-

از بہرِ تو زر نثار خواہد بودن مقدار زر گرچہ خواہد بودن

جانہا ز پئے نثار اگر پیش آرم ایں ہدیہ مختصر چہ خواہد بودن

جشنِ وزنِ مقدس قمری مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں بادشاہوں کے دن ہر روز عید نوروز کی طرح گذرتے تھے اور سیوں طرح کے جشن رچائے جاتے تھے، ایرانی رسم و رواج کے موافق نوروز کا جشن بڑا جشن ہوتا تھا، جشن رنگین وزن شمسی و قمری بڑے دھوم دھام کے ہوتے تھے۔

بادشاہ لاہور سے اکبرآباد تشریف لائے، اول جشن وزن شمسی رچایا گیا، بعدہٗ جشن قمری برپا ہوا، اس موقعہ پر رائے رایان اس طرح دُعا دیتے ہیں :-

"چوں رباعی کمترین بندگان بنظرِ مقدس درآمد بہ پیرایۂ تحسین و انعام امتیاز یافت"

پیوستہ بکام و کامرانی باشی ہر لحظہ بعیش و شادمانی باشی

ایں اوّل قرن دار السلطنت است صد قرنِ دگر بزندگانی باشی

رباعی مخلص مخلص پور مضافات دہلی میں ایک موضع تھا، بادشاہ بعد سیر و شکار واپس دہلی ہوئے، اور مجلس میں وزنِ شمسی و قمری جب روز کا دفتر دے کر منعقد ہوئیں، رائے رایان نے اس تقریب پر یہ رباعی گذارش کی جو مقبول ہو کر انعام کا باعث ہوئی۔

امروز کہ وزنِ شاہنشاہ است　　صد گونہ نشاط را بدلہا راہ است

از وزنِ شہنشاہ یافت شرف　　میزان کہ دو پلہ اش ز مہر و ماہ است

شاہ کی سفارش پر کتابیں لکھتے تھے

رائے رایان جو اسلامی عہد میں اس درجہ پر فائز ہوئے، وہ آپ کی ہر طرح کی علمی و عملی قابلیتوں کا نتیجہ تھا، وہ منشی سیاق داں تھے اور خوشخطی کے علاوہ جو کتاب شاہ پسند فرماتے، اکثر اوقات اس کی کتابت کبھی آپ فرماتے تھے لکھتے ہیں:-

"این داعی شب از روز و روز از شب نشناختہ با تمام این نسخۂ بدیعہ کہ بموجب حکم اشرف اقدس ارفع اعلیٰ بتسطیر تحریر آن امور ساعی و سرگرم است، ہر چند قلم فریاد میکند، صریر آن رانشنیدہ بیشتر کالرمے فرماید"

قدردانی اہلِ کمال پیدا کرتی ہے

ہند کے ہندی اور اسلامی عہود میں دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری کا ستارہ بھی عروج پر تھا، لاکھ لاکھ روپیہ ایک ایک کبت پر ایک ایک اشرفی ایک ایک فرد پر عطا ہونا معمولی بات تھی، کبھی اور شاعر، جاگیرات مناسب، قدردانیوں اور ترقیوں سے اس قدر مالا مال ہو جاتے تھے کہ ہماری ریاستوں کے بد دیانت وزرا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے" یہی وجہ تھی کہ ان ہر دو ادوار میں بیشمار صاحبِ کمال نظر آتے ہیں،

لہ۔ شاہجہانی عہد کے خطاط و انشا پرداز

رائے رایان شاہجہانی دربار کے منشیان صاحب خط و انشا کا جگہ جگہ بڑے ادب احترام سے ذکر فرماتے ہیں، چنانچہ ایک خط میں اپنے بھائی اودے بھان کو آگاہ کرتے ہیں معلوم برادر سخن فہم و فقیہ سنج باد کہ اگرچہ منشیان صاحب خط و انشا در دار الانشا عمدۃ الملکی مدار المہامی اسلام خان بہادر، از ہر ملک و از ہر جا آمدہ جمع شدہ اند" (آگے لکھتے ہیں:-) کہ "آقا علی بیگ خوشنویس، خوش خو، خوش گو ہے کہ جو حاجی محمد جان قدسی کے ساتھ ولایتِ ایران سے آیا تھا، میں نے جب وہ آئے ایک کاروان سرائے کے حجرے میں ان سے ملاقات کی، سید سعید ایرانی خوشنویسی میں کمال رکھتا ہے، محمد میرجان خطِ شکستہ خوب لکھتا ہے جادو رائے، الھیراج، نیل کنٹھ مربوط نویسی میں معقول ہیں"

رائے رایان کی قدردانی واقعی اُن کی شہرت کا باعث ہوئی، اگر قدردان پیدا ہو جائیں تو اگلی صبح سعدی اور برہمن کے نغمے بھی ہمارے کانوں میں آنے شروع ہو جائیں مگر

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

بلبل گویا نواب اخلاص خاں جو عالم متبحر تھے، آپ کے سفر دولت آباد میں ہمسفر تھے، آپ کا کلام سنکر آپ کو بلبل گویا فرمایا کرتے تھے،

سفرِ بلخ آپ نے شاہی اہم خدمات کے لئے سربرآوردہ اور ممتاز ممالک اسلامیہ کا بار بار سفر کیا، وہ سفر پولٹیکل ہوتے تھے، اب اس قدر عرصہ کے بعد آپ کی اُن خدمات کی تفصیل درج کی جانی غیر ممکن ہے، مگر یہ صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں آپ گئے، شعرائے و فضلائے دیار نے آپ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا، کیونکہ آپ کا کلام آپ کے تشریف لیجانے سے قبل زبان زد خاص و عام تھا،

جب آپ بلخ تشریف لے گئے، تو نذر محمد خان والئ بلخ نے آپ کے اعزاز میں شب و روز پارٹیاں دینا شروع کیں، اور علمی مجلسیں گرم ہوئیں، چنانچہ آپ تذکرۃ الفصحا میں خبر دیتے ہیں:-

"ملا..... از شعرائے مشہور ماوراء النہر است، در مجلسِ نذر محمد خاں والئے بلخ ایں نیاز مند در سفرِ بلخ صحبت متعدد با مُلا داشتہ"

عطائے خطاب رائے رایاں جب آپ کو رائے رایان کا خطاب جلیلہ بخشا گیا، اُس وقت آپ کو شاہجہانی سلطنت میں کاروبار انجام دیتے ہوئے بیس سال گذر چکے تھے، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:-

"درہمیں روز سعادت اندوز کمترین بندگاں را کہ مدتِ یک قرن در خدمتِ حضور پُرنور و صحبتِ مصاحبت وُزرائے عظیم الشان شہباز پرواز آوردہ بخطاب رائے رایان سرافرازی بخشید خدمتِ مسودہ نویسی منشیر قضا تاثیر مقرر فرمودند"

منشیانِ قاعدہ داں سے قائم و حالات بغرضِ ترتیب جمع کرتے ہیں

ہر بانئے خاندان، ہر طرح کی دنیوی خوبیوں کا منبع ہوتا ہے، اور اُس کی ذات مجموعۂ صفات ہوتی ہے، جب رائے رایان اپنی خوشخطی کے جوہر کھلا رہے تھے، آپ کو شوق[1] پیدا ہوا کہ ہندوستان بھر کے خوشنویسوں کے نوشتہ جات جمع کیے جائیں، یہ شوق کیسا شوق تھا، ذرا دیکھنا اپنے بھائی کو کس شوق سے اس

[1] - آپ جن اعلیٰ خطاطوں و کاتب کا خط دیکھتے ہیں، خطوط میں ان کا ذکر کیے بغیر نہیں رہتے، **علیمردان خاں** کے مراسلات **اسلام خاں** کے نام آتے تھے، انہیں ملاحظہ فرما کر اپنے بھائی کو لکھتے ہیں:- "از حسنِ خط و متانتِ عبارتِ آں کیفیت استعداد و حالت منشی آں خانِ بلند مکاں بظہور می آمد ظاہر شد، کہ **عبدالواسع** نام عزیزی در خدمت آں خانِ عضد الخلافتہ از منشیان درست عبارت و قاعدہ داں روزگار است، خطش در کمال پختگی و رنگینی است و ربطِ کلامش در غایت متانت" **محمد میر** کی بابت لکھتے ہیں:- "جوانے خطِ شکستہ آمیز دارد" **ملا گدا اعلیٰ** بنگالہ میں تھے اُن کی یاد کس طرح فرماتے ہیں:- "ملا گدا علی بملک بنگالہ افتاد، الحال در آں عرصۂ دلکشا بوسعتِ حال بسر می برد، در جلد نویسی و مدعا فہمی شہرت تمام دارد، ہم شکستہ نویس است ہم نستعلیق را درست مے نویسد" ایسا ہی **شیخ فیروز** کی یاد دل سے نہیں ہوتی:- "شیخ فیروز از منشیانِ مستعد متقدمین صاحبِ استعداد است خطِ شکستہ و نستعلیق آمیز در کمالِ پختگی و رنگینی مے نویسد و دادِ نزاکتِ قلم میدہد، و در حسنِ تحریر و آدابِ صحبت مہارت تمام دارد" اپنے ایک عزیز کے خط کی داد میں لکھتے ہیں:- "خائہ عنبریں شمامہ کہ از غایت لطافت خطِ نسخ بر خطِ ریحاں کشدہ، ہزاراں نقشِ دلفریب بتحریک نوکِ خامۂ معجز طراز بر صفحۂ اعجاز نگار کردید" خوشخطی کا فدائی ایک خط میں لکھتا ہے:- "یکے از سخنداں خطِ **محمد تقی** منشی امارت منزلت بخشی الملک **صلابت خاں** را بمیاں آوردہ بود، اربابِ ایں ہنر در صددِ انصاف درآمدہ تعریفِ آں خط میکردند، ایں نیاز مند صاحبِ خط را نیز دیدہ، صحبتے از نظم و نثر باہم داشتہ خطِ شکستہ رنگینی دارد، و متانتِ تمام در ربطِ کلام او ست، اہلیت و انسانیت بدرجۂ کمال دارد" اور ملاحظہ ہو **میر محمد** منشی امارت منزلت **ظفر خان** صوبۂ کشمیر و سلکِ منشیان سرکار فاصہ شریفہ شرفِ انتظام یافت، مرد مستعد قابل خوش صحبتے است و خطِ شکستہ بمزہ دارد و از منشیانِ مدعا نگار قاعدہ داں است،

خدمت پر مامور فرماتے ہیں :-

"چوں ایں نیاز مند بمقتضائے طالع بلند و محض توجہ بزرگانِ ہنر دوست و ہنر پسند در زمرۂ منشیانِ حضورِ پُر نور انتظام یافت امیدوار کہ رقعے و خطوط و رقائم و نوشتہ جات خوشنویسانِ روزگار ترتیب دہد و بمشاہدہ آں گلہائے گلشنِ معانی فروغ باصرہ بہم رساند، لہٰذا بتقدیم اوقاتِ سامی آں برادرِ گرامی میگردد کہ ہر جا کہ سر مشقے و خطے خوشنویسانِ روزگار بیابد بہر قیمت و وجہ کہ باشد بدست آوردہ بارسالِ آں منت تمام برایں برادر پیشانی گذارد"

تلاشِ سخن

آپ نے رائے رایان کے مطالعہ اور اُن کی صالح صحبتوں کا حال پڑھا، اور یہ بھی معلوم کیا کہ ایامِ شیرخوارگی سے بڑھاپے تک وہ کس طرح دولتِ علم و عمل حاصل کرتے رہے، مگر باوصف اس کے وہ ہمیشہ تلاشِ سخن میں سخنوروں سے ملتے رہے سرکاری فرائض سے جہاں ایک لمحہ کی فرصت و فراغت پاتے اپنے کسبِ علم میں لگاتے، ذیل کا خط جو آپ نے اپنے بھائی پنڈت اُودے بھان کو لکھا ہے، آپ کے اِس علمی شوق کی قابلِ عمل نصیحت ہے :-

"دریں ایام سعادت انتظام کہ ظلِ رایات عالیاتِ آسماں سا عبور بقصبۂ ... آباد واقعا و در اثنائے راہ گذرے نزدیک خانقاہِ شیخت پناہ شیخ عبد اللطیف اتفاق شد، شیخ مراد آزاد صوفی مشرب صاف نہاد است، و شگفتگی تمام میگذارند مثنوی رنگین در بحرِ یاسمین گفتہ، و داد نزاکت سخن دادہ، چوں صحبت سر براہ بود، زیادہ از داستانے ازاں مثنوی نتوانست خواند اگر گاہے آں برادر را عبور بآں طرف باشد، نقلے ازاں مثنوی خواہند گرفت، کہ ذخیرہ بہتر از جواہر سخن نیست، از ہر جا و ہر دکان کہ باشد بدست آرد"

رائے رایان کا سفارت اُدے پور کیلئے انتخاب

تا تو آموزگارِ خود نشوی
کاملِ روزگار خود نشوی

گڑھ اُودے پور کا فارح حملہ آوروں کے دل پر ابتدا سے ہمیشہ کھٹکتا رہا، سب خونریزیاں اسفا کیاں

اور ہر طرح سے کئے جاتے تھیں، نارد اچھیڑ چھاڑ کہ جس سے جنگ کا آغاز ہو، اُن کی لازوال ازلی شہرت وعزت برباد کرنے کے لئے ہر زمانہ کے با اختیار حملہ آوروں نے روا رکھی، اودے پور تباہ و برباد ہوا، مگر جیسا کہ آغازِ آفرینش سے پاک وصاف چلا آتا تھا، ویسا ہی رہا، اُنکے خدائی مدد شاملِ حال رہی، چنانچہ جب نیزہ وتلوار سے کام نہ چلا، تو پیغام وسلام سے مطالب حل کئے جانے ضروری سمجھے گئے، سب ذی احترام وذی توقیر راجگان وامرائے مغلیہ فرمانرواؤں کی اس نالائق آرزو میں نامراد رہے، اور جو سفیر گیا، ناکام رہا، دربار کو پرچہ لگا کہ دربار اودے پور ابتدا سے برہمنوں کی گائے کی طرح تعظیم کرتا چلا آیا ہے، اگر کوئی برہمن خدمت پر مامور کیا جائے، تو کام بن جائے، رائے رایان دربار کے دل پر خار سے زیادہ کھٹکتے تھے، شاہجہانی ملکہراموں نے شاہ کو سمجھایا کہ اگر یہ اس سفارت پر مامور کئے جائیں مطلب پائیں، چنانچہ یہ ارادہ پختہ کیا جا کر اُن نامہ وپیام کے خطرناک گفت وشنید میں اودے پور اصلی یا فرضی چڑھائی کی غرض سے انتخاب ہوئے، بہت سی جو بات اس چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ جنبانی کے لئے ایجاد کی گئیں، لشکر کی سربراہی خود شاہ نے فرمائی اور اجمیر میں کیمپ لگایا، وہاں سے چند نامور راجگان وامرائے سلطنت سبق پڑھا کر اودے پور روانہ کئے گئے، اور تیس ہزار سوار ہمراہ کئے گئے، مگر شہزادہ دارا شکوہ اودے پور سے دلی اُنس رکھتا تھا، باوصف انکارِ دربار رائے رایان سرکردہ سفرا مقرر ہوئے جو حق دارا شکوہ کا انتخاب تھا، اور عقلمندی کا،

رائے رایان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حدودِ اودے پور میں باقاعدہ داخل ہوئے، اور رانا سے چند ملاقاتیں کیں، جنہوں نے وہ وجوہاتِ بغاوت وسرکشی ایسے انداز سے بیان کیں کہ معاملہ بجائے بگڑنے کے رو بہ اصلاح ہوا، گو یہ سفارت دربار کا دلی مقصد پورا نہ کرسکی، مگر رائے رایان کے حسنِ تدبر اور زورِ بیان سے دربار اودے پور اور

ؔ اورنگزیب کے ایسے حیلوں سے حیدرآباد، بیجاپور، گولکنڈہ وغیرہ پرشان سلطنتیں تباہ ہوئیں، جو مغلیہ سلطنت کی بربادی کا پیش خیمہ تھیں۔ بہسار شامی

دربار شاہی کے درمیان نہایت خوبی سے صلح صفائی ہوگئی، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کی انصاف پسند صلح کل طبیعت مغلیہ دربار کی راست و درست خدمات بجالا سکتی تھی، وہ اغراضِ نفسانی و مطالب شیطانی سے کوسوں دور رہتے تھے، اس لئے یہ جھیر علی الزعم مغلیہ سلطنت کی ناموری و شہرت کا باعث ہوئی آپ نے اُس اعتقاد و اعتبار سے کلّی فائدہ اُٹھایا، جو دربار اودے پور کو قوم برہمنہ پر تھے، آپ کی اس کامیابی سے دارا شکوہ جامے میں پھولا نہ سمایا،

گو رائے رایان کی قابلیتِ سیاق و سباق، علم و انشاء پردازی، شعر و شاعری، تقریر و تحریر کے کارنامے کلیتاً بے نظیر ہیں، مگر ایسے عالم و فاضل نے ایسی اہم پولٹیکل پیچیدگی میں جس دل و دماغ سے کام لیا، وہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا مُدبّر پولیٹیشن بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ جنسِ انسان میں ایسی متضاد خوبیوں کا یکجا جمع ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا ہے

آپ نے اس سفارت کے دوران میں اودے پور سے تین عرضداشتیں شاہجہان کو لکھیں، آپ کے ذہن میں وہ وجوہات کبھی ہیں، کہ جن کی بنا پر یہ خونریزی کی سخت چڑھائی ہوئی تھی، اور اودے پور کی روایاتِ قدیمہ سے کبھی ناواقف نہیں، مگر رائے رایان کی مصلحت آمیز رویہ کی بدولت یہ رُخ فرسا خونریزی رُک گئی، اور جو جو قول و قرار مابین برہمن و رانا قرار پائے تھے اُن میں شمہ بھر بھی اس بادشاہی دربار مغلیہ سے انحراف نہ ہوا، اور ہوتا کس طرح جب شاہزادہ دارا شکوہ سا صاف ضمیر صلح مقام ہی سفارت کے خطرناک راستہ میں اغراضِ فاسدہ و فضول کا نقصان دم تھا، آپ کو جہاں ایک طرف رانائے اودے پور کو نرمی اور صلح آشتی کی طرف مائل کرنا تھا، وہاں اس زاہدانہ دربار کو بھی اسی راستہ پر چلانا تھا، پھر صورتِ اعتدال قائم کرکے اپنی وفاداری اور حمیتِ قومی کے دو متضاد مراکز پر معاملات کو لانا تھا، اور سب سے بڑھ کر شہزادہ مرحوم و مغفور کی منشا پورا کرنا تھا

اب ہم سلسلہ وار یہ تاریخی معرکہ رائے رایان کی زبان سے سناتے ہیں، آپ

بغور ملاحظہ کیجئے، کہ یہاں **رائے رایان**، **رانا** کو دباتے ہیں، وہاں دوسری طرف بادشاہی دربار کو بھی سمجھاتے ہیں کہ "**اودے پور** میں سوائے لکڑی کے کوئی بیوپار نہیں ہوتا، رعیت ریاست سے بھاگ گئی، ملک غیر آباد ہو گیا، شہر اودے پور اجاڑ پڑا ہے، کوئی مہاجن، بیوپاری اور شہر کا باشندہ اِس خوف و ہراس میں یہاں نہ ٹھہر سکا، دولت کہاں رہ سکتی ہے، اور جو شخص ملتا ہے، معاملہ کی اصلاح کی صورت کا خواہاں نظر آتا ہے، چونکہ اِن وحشیوں سے پالا پڑا ہے، اس لئے ہم انہیں ہر طرح تسلی دلا دیتے ہیں"

تیسری عرضداشت میں پھر اس طرح اِس زاہدانہ دربار کو خوف دلا کر مایوس کرتے ہیں کہ:-

"ہمارے پہنچنے سے قبل ساکنین شہر **اودے پور** شہر خالی کر گئے، اور اپنا تمام مال و متاع اونٹوں پر لاد کر پہاڑوں میں جا چھپے، تمام بازار اور گھر خالی پڑے ہیں، اِس شہر میں اگر کوئی باقی رہا ہے، تو محض **رانا** کے چند نوکر ہیں، **رانا** بذاتِ خود مدبروں میں ایک معقول مدبر ہے، یہاں کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر معاملات کی صورت اصلاح پذیر نہ ہوئی اور صورتِ حال بگڑ گئی، **رانا** فوراً پہاڑوں میں چلا جائیگا، ہمنے ہر طرح کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور **رانا** کو معاملہ کا سب اونچ نیچ سمجھا دیا، چونکہ یہ وقت صحیح صحیح اطلاع دینے اور راست راست لکھنے کا ہے، اِس لئے جو کچھ ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا، بے کم و کاست بیان کرنا لازم تھا"

ہر چند یہ عرضداشتیں طولانی ہیں، چونکہ آجتک اِس سفارت کے حالات سے تاریخ[1] ہند کے

[1] ۔ اِس خونریزی کی سخت چڑھائی کا ذکر تاریخوں میں جس انداز سے ہوا ہے، مورخوں کی نیت کا پتہ دیتا ہے، طبا طبائی کی جو دتِ طبع ملاحظہ ہو:- "احوال بست و ہشتم سنہ ہزار و شصت و چہار ہجری، دریں سال بخبط نفس آباد و اجمیر بنفت رایات شاہی شد، وجوں در عہد جہانگیر پادشاہ وقتے کہ کرن پسر امر سنگھ بدرگاہِ والا آمد چنیں مقرر شدہ بود کہ رانا و ہر کہ از اعقاب و درانائی رسد، قلعہ چیتور را استحکام ندہد و درینولا بعرض رسید کہ قلعہ مزبور در نہایت رصانت ترمیم یافتہ و مے یابد چہ علامی سعد اللہ خان وزیر با سی ہزار سوار جہت ہدم قلعہ مذکورہ روانہ آں صوب شد، او در عرض چہار دہ یا پانزدہ روز قلعہ را منہدم ساخت چوں رانا متنبہ گشت، رجوع بدارا شکوہ نمودہ بوسیلہ او عذر تقصیرات خواست پذیرائی یافت"

اوراق خالی ہیں، اس لیے تمام و کمال درج کی جاتی ہیں، اہلِ سیر و تدبر فائدہ اٹھا سکیں گے۔

سفارت پر روانگی اور حالات کی عرضداشت

اب رائے رایان سفارت پر روانہ ہوتے ہیں، اور راناراج سنگھ خلف رانا امر سنگھ کو راستے راست جائز خوف و ہراس دلاتے ہیں، اور معاملہ کے نشیب و فراز سمجھاتے ہیں، اس قادر الکلام کی مدعا نویسی کی کیا داد دیجائے، کہ سطروں میں کتابوں کا مضمون قلمبند کر دیا:-

"عرضداشت کمترین بندگانِ عقیدت نشان چندربھان بعد از ادائے لوازمِ بندگی و عبودیت و تقدیمِ مراسمِ اخلاص و عقیدت، ذرہ وار بموقفِ عرض باریافتگان محفلِ جاہ و جلال و استادہ پایہ بزم دولت و اقبال میرساند کہ روزِ دسہرہ از خدمتِ سراسر سعادت، مرخص گشتہ میخواست، کہ در عرضِ یکہفتہ بمطلب برسد چوں برفاقتِ کساں زبدہ راجہائے والاتبار مامور بود، بپائے آنہا طے مسافت نمودہ روزِ دوشنبہ بست و یکم شہر ذی الحج بہ اودے پور رسید، آخر روز رانا در جائے کہ جہتِ استقبال مقرر است، آمدہ بورودِ منشورِ لامع النور و عنایتِ خلعت سرپیچ مرصع مشرف گردید، بعد از ادائے مراسم آدابِ کمترین بندگاں را، بندۂ درست اعتقاد و صافی نہاد، از جنابِ عالمیان مآب دانستہ، برخلافِ دیگر فرستادہ ہا در کنار گرفت، و بتواضعی کہ در حضور بندگانِ آستان دولت نشان باشد، پیش آمدہ در سر سواری حرف زناں تا خانۂ خود بردہ، از آنجا رخصت کرد، و روزِ دیگر در خلوت طلبیدہ، بحضور معتمدان مدار علیہ خود استفسارِ مضمون احکام لازم الانجام نمودہ میخواست، کہ بر جرائم و تقصیراتِ خود مطلع گردد؟ بندہ بنا بر مزید تاکید و احتیاط آنچہ از زبانِ معجز بیانِ اشرف اقدس ارفع اعلیٰ ارشاد یافتہ، بقیدِ قلم در آوردہ بود، آں را در نظر داشتہ بزبانِ قریب الفہم، عام فہم، با خاص پسند، شروع در گزارشِ مقدمات لازم الاعلام نمود، و بر رانا گفت کہ الحال وقت شنیدنِ کلمات ہوش افزا است

نتیجهٔ حواس ظاهر و باطن خود را فراهم آورده، احکام مطاعه را بگوش هوش بشنوند،
در تقصیرات پدر خود مطلع شوند، اول تقصیرے که از شما پدر شما بوقوع آمده، ساختن
قلعهٔ چیتور است، در واقع قلعه را که بادشاه آفاق ستان بضرب شمشیر عالمگیر مفتوح
ساخته خراب مطلق نموده، بخاک برابر ساخته باشند، در روز اول این شرط درمیان
آمده که اصلاً بجاے در آن قلعه نسازند و تعمیر نکنند، و مرمت ننمایند، بلکه پیرامون آن
نگردند، چنانچه هست، بحال دارند، و تصرف در آن نکنند، پاس این حکم نداشته، آن
عهد موکد را فراموش کرده اند، و چشم بصیرت پوشیده، از بیخ این فعل ناپسندیده
شروع در ساختن جا با نموده، بمرور الایام کار با بیجا رسانیده باشند، داخل چه حساب
و شایسته کدام عقل دوربین است، این تقصیر عظیم است، که از پدر شما و شما که هم در زندگی
پدر شریک این مصلحت بوده اند، و هم بعد از پدر درست در این کار داشته اند، بظهور آمده،
و در درگاه سلاطین پناه، هیچ تقصیرے عظیم تر ازین نیست، که اندیشهٔ خلاف حکم و عهد در دل
بخاطر کسے بگذرد، دیگر در حینے که رایات عالیات، جاه و جلال از مستقر الخلافه بعزم سیر
سرحد دور دست تشریف برده باشند، از آنجا با جمعیت بسیار سوار و پیاده بر آمدن از
ملک خود و در آمدن بممالک بادشاهی که آن را غسل و زیارت نامیدن، احتمال بر چه توان
نمود، و پیش بادشاهان عظیم الشان در معاملات ملکی این تقصیر کلان است، دیگر آنکه بر عالم
و عالمیان ظاهر است که این دولت خدا داد مرجع آبا بادشاهان هفت اقلیم است، و
امروز سلطانان و خانان و میرزایان **عراق و خراسان و ماوراءالنهر و**
بلخ و بدخشان و غیر آن در کمال ظفر انتساب کمر خدمت بسته، غاشیهٔ عبودیت بر دوش،
و حلقهٔ عقیدت در گوش کشیده، این درگاه سلاطین پناه اند، و در هر ماه و سال طبقه طبقه
از هر قسم و هر قوم از اطراف و جوانب آمده، بدرگاه معلی مناصب و مراتب سرافرازی
می یابند، و یکے از لوازم دولت پیوند آنکه هر کرا جاے دیگر جا نباشد، جاے او در

اینجاست و هر که اینجا می آید جای دیگر نمی رود، و اگر کسی را ضرورتی روی دهد تا از
حضرتِ خلافت رخصت حاصل ننماید در جای دیگر نتوان رفت و این ضابطه مخصوص
پادشاهانِ عظیم الشان است، به دیگری نمی رسد که بنده ازین بارگاه آسمانجاه از پی
سعادت پرورده و آن را پیش خود نگاه دارید، هرگاه قاعده چنین باشد جمعی که با رشته
تمام در بندگی منتظم گشته باشند و بر ذمه بعضی از ایشان مطلب و مطالبه سرکار عالی بوده
باشند محض از روی جهالت بی اجازتِ حضور راه پیش گیرند، پدر شما و شما آنها را
پیش خود جای داده، مدار علیه خود ساختند و از باز پرس این معنی حذر نکنند، داخل
کدام خرد و صواب اندیشی است و دیگر آنکه وقتی که مهم **قندهار** در میان بود و هنگام
امتحان عیار نقد اخلاص بنده های عقیدت کیش بود، جمعی که عدم و وجود آنها مساوی
باشد فرستادند و در **دکن** قرار داده هزار سوار بود قلیلی نگاه داشتند، آنچه دعوی
اخلاص است و پیش پادشاهانِ عظیم الشان ممالک هندوستان کوتاهی خدمت خصوص در
هنگام ضروریات تقصیر کلی است، چون این قسم تقصیرات از جانب شما بظهور رسید،
درین وقت که خاطرِ ملکوت ناظر اشرف اقدس ارفع اعلی از هیچ طرف نگرانی نداشت
بجهت پاداش این جرائم عساکر ظفر طراز از اندازه حساب افزون و بیرون طلب
داشته، متوجه **اجمیر** گردیدند، افواجِ قاهره منصوره را به **چیتور** تعیین فرمودند،
خاطر عزم مقدس آنکه تا **رانا** به ملازمت سراسر سعادت اشرف اقدس مستسعد نگردد،
تا هر چه ببیند از خود بیند، درین اثنای فرستاده های شما رسیدند و بوسیله باریافتگان
محفل بهشت آئین استعفای تقصیراتِ شما کردند، بندگان اشرف اقدس اعلی
بمقتضای فتوت ذاتی و مروتِ جبلی جان و مال آبادان چندین ساله شما را که نزدیک
نزول به اختلال رسیده بود بحال داشتند، و اکتفا بهمین فرمودند که افواجِ قاهره
منصوره متعلقه **چیتور** بناهایی که ساخته و مرمت کرده باشند مسمار نموده برگردند

و پسرِ رانا بملازمتِ اشرف اعلیٰ رسیده، سعادتِ ابدی حاصل نماید، درخصت شود!
و جمعیتِ مقرری آماده و موجود دے و نه کاغذ سے همیشه با برادرِ شما تعیناتِ دکهن
باشد و در آینده آخر خلافِ حکمِ مقدس از شما سر نزند، در بابِ عنایتِ پرگناتِ نواحِ
اجمیر در آنچه رضائے مقدس باشد بعمل خواهد آمد، قدرِ عنایت را بواقعی باید
دانست، و شکر این نعمت را بجا باید آورد، و پسر خود را زود روانه باید نمود، و تاخیر
اذهاب جائز نباید داشت، چون بنده این مقدمات تلخ و شیرین را بشرح و بسط بزبانی
و آئینی که درخور استادهاے این دولت نامدار باشد ادا نمود، رانا که هرگز درین
مدت گوشِ او آشنائے این کلمات نشده، و بے باین تقصیرات بزرگ مجرد استماع
این سخنان بهوش آمد و آثارِ حیرت و ندامت از ناصیهٔ او مشاهده افتاد، دانست که در درگاه
والا این تقصیرات عظیم بوده است، بعد ازاں که یقین او شد، جوابے غیر از ندامت
و عذرخواهی ندارد، و عذر این تقصیرات خواست، و همین قدر گفت که اگرچه جرائم
اکثر نسبت به پدر دارد، و کمترین، امّا من همه را بر خود گرفته ام، و قبول دارم، و عذر
میخواهم، و امید عفو دارم که بعد ازین اصلاً امرے که خلافِ مرضیِ طبع مقدس باشد
از من بظهور نخواهد آمد، و بر جادهٔ بندگی زیاده از اسلافِ خود ثابت قدم خواهم بود،
و معتمد دارعلیهان رانا که درین خلوت بودند هیچکس را جواب نیامد، در پیشِ سخنانِ
معقول ساکت ماندند، و فقیر چون بنده راست و درست سرکار فیض آثار است، و اصلاً
اغراضِ نفسانی مطمح نظر ندارد، پیش این قوم نیز از آغازِ آفرینش یک گونه اعتبارے
دارد، مطالب را بے محابا نه و بیباکانه همه از روئے معقولیت وانمود، روز دیگر رانا
در خانهٔ مشورت نموده، راه بهبود خود برده، قرارداد که پسر خود را همراه فقیر روانه
درگاهِ والا نماید، سخنے که بعد از کنگاش بسیار بر زبان آورد این است که چون مردم
درون و بیرون از شنیدن افواجِ قاهرهٔ متوهم و مضطرب شده اند، همین که لشکر ظفرت

اثر قلعه چتور را خراب ساخته برگردد و لشکر را روانهٔ اجمیر برفاقت کمترین بنده گان
سازد، فقیر با او گفت که در فرستادن پسر و همه بجا است، اظهار کرد که خاطرش بالکل
جمع شده، و فرستادن پسر موافقت مصلحت است، امّا اهل این دیار وحشی صفت اند،
ملاحظه کلّی دارند، بمجرد روانه شدن لشکر از چتور پسر را بلا توقف روانه می سازم،
چون رانا و همراهانش بعد از رد و بدل بسیار قرار داد، این معنی نمودند، عرضداشت
نوشته مصحوب تلوک سنگه که آشنای معامله است و خالی از راستی نیست فرستادند،
آنچه ظاهر میشود در رفتن پسر تا این سعادت مندیها اند، امّا همین ملاحظهٔ لشکر چتور و آمدن فوجی از
جانب مندلپور بر آنها غالب شده، آن نیز نزدیک از خاطر آنها بر خواهد آمد، تا حال افواج
بحر امواج بچتور رسیده باشند که باید گرد اگرد باشند، همین که خبر بآنها رسد پسر را
روانه می سازد، امروز شروع در سامان و سرانجام نموده اند، و ظاهر شد که چندین روز
پیش از این اهل و عیال خود را با اجمال و اثقال بجبال فرستاده قرار داده اند، که
چون لشکر ظفر اثر از چتور برگردد آنها را به اودی پور طلبند، بموجب ارشاد والا
ادای احکام لازم الانجام در زود رسانیدن و نیستی نموده، نیز خیرخواهی و معرفت خود را به رانا
ظاهر ساخت و هم رانا که معقول تر از ارباب کنگاش خود است بحسن خلق و سخندانی بات
درست، از خود راضی ساخته، امیدوار است که بکرم کریم کارساز این خدمت بوجه احسن
بتقدیم رسید، و رگهناته سنگه اگرچه راجپوت است، امّا خالی از معقولیت و فهمیدگی نیست،
در خلوت و جلوت هم تا حال خود متفق ساخته و باجمعیت خود حاضر است، این عرضداشت را
مصحوب خواجه جمال اعاقل خانی روانهٔ ملازمت فیض موهبت نمود، اگر حرفی از و
شنیده شود شاید که درست ادا نماید،

میوهٔ این ملک بالفعل همین بادرنگ کلان است، که بزبان اینجا ککری میگویند
نیشکر هم بنسبت انار چند از باغ رانا آورده بودند، اگرچه سیراب برآمدند، امّا شیرینی

مذاشت امیانہ روز ہوا افگند گرم است، وشبہا مائل بسردی، رعیت جابجا قرار شدہ، آبادانی کمتر بنظر درمی آید، در اودے پور اثرے از مہاجن وبیوپاری اہلِ شہر نیست، وہیچکس نظر بر اصلاحِ معاملہ دارد، ایام دولت واقبال مستدام باد،

عرضداشت مژدہ کامیابی

اپنی کامیابی کا دوسری عرضداشت میں اس طرح مژدہ سناتے ہیں :-

"عرضداشت کمترین بندہا ئے عقیدت کیش زمین خدمت بلبِ ادب بوسیدہ، وردہ وار بموقفِ عرض والا میرساند،

کہ رانا جمیع کلمات ارشاد و ہدایت را بگوشِ ہوش شنیدہ، نظر بر انقیاد احکام لازم الانجام اشرف اقدس ارفع اعلیٰ وبہبود حال ومال خود داشتہ، وترددہا ئے سعادت کیش کہ تفصیل آں در حضور پُر نور حقیقی اشرف خواہد رسید، کنور را بعد از انقضائے ہفت گھڑی از شبِ شنبہ رخصت نمودہ در نواحِ اودے پور کہ خیمہ ایستادہ کردہ بود فرود آوردہ، الحال سامان ہمراہاں او می سجند، در رانا ومعتقدان او التماس اند کہ امید داریم کہ لشکر ظفر اثر چتوڑ را خراب ساختہ، زود برگردد، تا بجا طر جمع در اودے پور توانیم بود وکنور نسبت خاطر رانا جمیع تو اند رفت، در کوشش از جانب بندہا تقصیر نرفتہ، بسخنان عقلی ونقلی وپست وبلند رانا را معقول ساختہ شد، اما چوں وقت راست گفتن ودرراست نوشتن است، آنچہ ازیں جماعہ شنیدہ میشود بے کم وکاست عرضداشتن لازم است، آفتاب عالمتاب دولت واقبال تاباں ودرخشاں باد،

آخری عرضداشت دربار کو قول قرار پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی تھی

مطلب حاصل ہو جانے کے بعد یہ ضروری تھا کہ جو قول وقرار ہوئے اُن پر بینداہانہ دربار قائم وثابت قدم رہے اُنکے لئے رایان جی اپنی حصرخودی کے لئے اس پادشاہی دربار سے

دربار اودے پور میں تسلّی نامہ بھجوا دیا، اور اُسے کشف قرار دیکر دربار کو معاہدہ شکنی سے روکا، یہ
صداقت کا بیان جہاں رائے رایان کی پاک چال چلن پر روشنی ڈالتا ہے، وہاں سلطنت کا
وفادار بڑا ہانے کی ملیت کا پتہ دیتا ہے، جہاں ایسے ایسے مدبر ہوں، خرابی و ابتری کیوں ہو،
اس ایک واقعہ نے مغلیہ طرزِ حکومت کے متعلق خیالات کچھ کے کچھ کر دیئے، اگر مغلیہ سلطنت
میں ایسے ایسے مدبر کارکن ہوتے تو کیوں یہ برباد ہوتی افسوس پہلے نالائق سفیر کام رہے،

اب واقعہ نگیری سے آگہی حاصل کیجئے بحضرت خاقانی زبان،

"عرضداشت کمترین بندہائے عقیدت کیش بعد از ادائے لوازم بندگی ذرہ وار بموقف عرض
باریافتگان محفلِ بہشت آئین میرساند،

کہ طغرائے عزائے ابہت و اجلال کہ از دار البرکت اجمیر شریف نفاذ یافتہ بود، عزّ ورود
یافت، آداب بندگی و استقبال بتقدیم رسانیدہ، سعادت کونین حاصل نمود، **رانا** کہ
مترصد و منتظر نوید عنایت والا بود، بمضمون عنایت مشحون آں مطلع گردانیدہ، بتیسر از تبشیر
تاکید و غرض مبالغہ در روانہ ساختن **کنور** رمنودہ، **رانا** اگرچہ بعد از مشاہدہ منشور
لامع النور، و رسیدن بندہائے عقیدت کیش مطمئن خاطر گشتہ، در صدد روانہ ساختن پسر
بود، اما از غایت ہیبت و حراست نظر بر اجعت لشکر ظفر اثر داشت، الحال کہ بتازگی
بمضمون لازم الاتباع کہ دریں وقت محض از روئے کشف صادر شدہ بود، مطلع گردید،
تقویت ظاہر و باطن حاصل نمود، و دیدہ بہبود و سود خود بُردہ، معتمدان و منجمان
و پنڈتان و مبشران را جمع ساختہ، بعد از انقضائے روز جمعہ، پس از گذشتن ہفت
گھڑی از شب شنبہ شہر محرم الحرام ساعت روانہ ساختن پسر اختیار نمودہ، چنانچہ کاغذ
بخطِ **مہران** **رانا** را بجہت احتیاط حضور گرفتہ، بجنس ارسال داشت، **رانا** اظہار
میخود کہ چوں من بسعادت اطاعت حکم بجا آوردہ ام، یقین کہ ہیچ وجہ من الوجوہ
فتورے و آسیبے بملک و مال و من نخواہد رسید، و زیادہ از اسلاف خود رعایت خواہم

یافت، و بین الاقران سربلندی حاصل خواہم نمود، پیش من زود دمی خواہد رسید، چوں
رسید قلعہ بہ وحشی نژاد ان لازم است بندہ ئے درگاہ والا دلاسا نمودہ خاطر او را
مطمئن میگرداند، تزلزل و تفرقہ بحال ایں ملک راہ یافتہ، بیش از رسیدن بندہا شہر
اودے پور را خالی ساختہ، مال و متاع را بکوہ فرستادہ اند، بازار ہائے و خانہا
خالی افتادہ ہمیں کہ نوکران رانا اند در شہر مے باشند، و مردم اینجا میگویند، کہ اگر
صلاح ایں معاملہ بتغیر مودند، تا حال رانا در جبال بود، بتقویت دلاسائے بندہائے
درگاہ استقلال او بحال ماندہ، زمانہ قدیم کے باخبر سفیر نے اپنی عادت کے موافق لکھا ہے:۔

بندہ درویش ہفتاد سالہ گوشہ گزینے در ایں ملک بنظر افتاد چہل سال است کہ
بکنجِ خمول وقت را بجوشش میگذارند، (دیکھو فقیر پرست فقیروں کی تلاش میں کس طرح
رہتا ہے) در ایں دہ لاکہ شہر ویران شدہ، تفرقہ جمعیت او نیز راہ یافتہ، رسیدن
بندہائے فی الجملہ امنے بہم رسید، آنا بالفعل کسے را دماغ دیدن و صحبت داشتن
دیگرے نیست، ہر کس را نظر بر اصلاح معاملہ است، ایام دولت و اقبال مستدام باد
گرد ہر داس وکلیان تہائے راجپوت بر وقت رسیدند، بجز ائی خدمت آنہا شد،

قول و قرار کا ایفا فرحت و حوانی کا باعث ہے

اب ہم بغرضِ تکمیل بیان و انجام سفارت برائے رایان
کا آخری مختصر و جامع بیان عرض کرتے ہیں، آپ بغور
ملاحظہ فرمائیے کہ رائے رایان کے اس بیان میں
دربار کی عظمت کس طرح رستائی پر کس طرح محدود کر دی گئی، اور اس کے جذبات مخفی حقیقی
ملک کی جھلک کس طرح دکھائی گئی، ان تمام بیانات میں فقیر برہمن پارسائی دربار
میں اپنی کارگزاری پر نازاں ہے، نہ فرحاں بلکہ قول و قرار کے ایفا پر اترا رہا
ہے:۔

"وبر تسخیر قلعہ چتور کہ قلاع مشہور ہندوستان است، و انقیاد و اطاعت رانا چو بجبر

بکیران خاطر دریا مقاطر بادشاه عظیم الشان هر لحظه متموج است، بادشاه عالمگیر
گیتی ستان بمقتضای مصلحتی که مکنون ضمیر آفتاب نظیر و مرکوز خاطر ملکوت ناظر بود
در دار الخلافت حضرت شاهجهان آباد لشکر عظیم با سامان و سرانجام که شایان پایه
دولت ابد پیوند است، فراهم آمده خود به دولت و اقبال و [illegible] و فیروزی روانه
خطه اجمیر گردیدند، دستور اعظم وزیر معظم **سعد الله خان** را با فوج قاهره
منصوره بجانب **چتور** رخصت فرمودند، چون **رانا راج سنگه** ولد رانا
امر سنگه بر حقیقت تعیین افواج نصرت امتزاج اطلاع یافت، وکلای معتمد
خود بپارگاه سلاطین پناه فرستاده، استدعای [illegible] تقصیرات خود [illegible]
مکرمت و احسان شاهی در پیش است، عذر [illegible] چتور یافت [illegible]
خلف جانشین خود را به بارگاه عظمت و جلال [illegible] قلعه **چتور**
را مسمار نموده، برگردند [illegible]
واجب الاعتماد جناب خلافت [illegible]
آوردن پسر رانا به درگاه جهان پناه [illegible] جلال رخصت
فرمودند، [illegible] **اودی پور** [illegible] در **رانا** [illegible]

سخن شنوا [illegible] بکرم الهی
و عنایت حضرت شاهنشاهی [illegible]
خود را [illegible] بارگاه
[illegible] **شیخ عبد الکریم** [illegible] سلاطین پناه
[illegible] **سعد الله خان** [illegible]
[illegible]
رانا [illegible] **اجمیر** [illegible] شرف

اعلیٰ مستعد گردند' و از غایتِ عنایتِ خطابِ مہابت جنگ و عنایتِ فیل و خلعت سرفرازی یافت' و بمرتبہ بالش بمرحمت اسپ و خلعت سربلند گردیدند"

حکومتوں کے اتحاد اور ان کی بربادی میں وزرا اور سفرا کا بڑا دخل ہے

اس صداقت پہ کسی مضمون آرائی کی ضرورت نہیں کہ وزرا اور سفرا کی قابلیت و ناقابلیت سے حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں' قابلیت کے مالک حکومتوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی اغراض و مقاصد حاصل کرتے ہیں' ناقابلیت کے ٹھیکیدار حکومتوں کو جنگ و جدل میں مصروف رکھ کر اپنے مقاصد بھی ضائع کرتے ہیں' اور خلقِ خدا کو بھی غارت کرتے ہیں'

سلطنت میں "سفیر" کا عہدہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہے' وہ اتحاد و جنگ کا واحد مالک ہے' اگر وہ چاہے حکومت کی منشا کے خلاف جنگ کرا دے اگر منظور خاطر ہو سلوک کرا دے'

لارڈ ریڈنگ کے تدبر نے جنگِ عظیم میں امریکہ کو شامل کرایا' اور اس کا جو انجام ہوا' وہ فتح برطانیہ اور پامالیٔ جرمنی پر ہوا' اسی طرح اورنگزیب کے زمانہ میں سفرائے نالائق کی تقریروں نے دربار کی خواہشات سے بڑھ کر جنگ آزمائیوں کے لئے میدان صاف کیا' ہندوستان کی ابتدائی اسلامی حکومتیں مثل گولکنڈہ' بیجاپور' حیدرآباد ہرگز ہرگز برباد نہ ہوتیں' اگر ان سفارتوں پر تاج و تخت مغلیہ کے جاں نثار وفادار مامور ہوتے' مگر وہاں ایسے سفیر مقرر کئے گئے کہ جن کے دماغ تدبر و مصلحت و مآل اندیشی سے خالی تھے خواہ دربار زاہدانہ حیل و حجت سے مخاصمت کی وجوہات تلاش کرنے پر آمادہ تھا' لیکن ان کا فرض تھا کہ وہ وفاداری سے سلطنتِ مغلیہ کی خدمات انجام دیتے' اور ان ہدایات پر ہرگز عمل نہ کرتے جو ان کو دربارۂ آغازِ مخاصمت دی گئی تھیں' غلام حسین طباطبائی مصنف تاریخ سیر المتاخرین' ذکر مجملے از حیل اورنگ زیب عالمگیر در تسخیر حیدرآباد۔

بیجاپور بمود" کی سُرخی سے نالائق شعرا کی کہانی اِس طرح بیان کرتا ہے:۔

"چوں **عالمگیر** در شدتِ حرص و شرہ بے نظیر بود تسخیر سلطنت **بیجاپور** از آخر سلاطین **عادل شاہیہ** کہ مسمی **سکندر** عادل شاہ بود و انتزاع **حیدرآباد** از خاتم سلاطین **قطب شاہیہ** سلطان ابوالحسن **تانا شاہ** در خاطرِ خود مصمم نمودہ، شروع بہانہ جوئی فرمود و فراست کہ عجیبے برائے ملکاوحت بدست آرد، اول نامہ متضمن برطرف نمودن **مادنا** برہمن کہ بوزارت او بنا بر بعضے جہات ضروری مامور بود فرستاد، سلطان **ابوالحسن** در امتثالِ فرمان مذکور عذرے خواست، دریں ضمن شنید کہ **ابوالحسن** الماسے دارد کہ دریں زماں بداں وزن و قیمت در جواہر خانہ ہیچ پادشاہے نتواں یافت در طمع افتادہ **میرزا محمد مشرف** دیوانِ خاص را کہ از خانہ زاداں و تربیت کردۂ او بود، لطلبِ آں الماس رخصت نمودہ، در خلوت فہمانید مطلبِ ما از فرستادنِ تو فقط طلب آں پارچہ سنگ نیست، بلکہ مقصد آں ست کہ در ہر دو صورت قبول و انکار از ارسالِ آں جوہر بہ حضور فرستادہ باشے، دیگر نظر بطمع و ضرر خود نکردہ، و از بیم و امید او خود را برکنار داشتہ، عمداً در گفتگوئے بیباکی و درشتی نمودہ گستاخانہ سخن پرخاش نمائی، شاید با تو بدسلوکی و زشتیے پیش آید، و تقصیرِ نافرمانی برآو ثابت گشتہ، دست آویزِ منازعت میسر شود، چوں **میرزا محمد** نزدیک حیدرآباد رسید **ابوالحسن** یکے از عمدہ ہائے سرکار خود را باستقبالِ او فرستادہ، با عزاز و احترام طلبید، بعد تقدیم مراسم ضیافت چوں میرزائے مرقوم طلبِ الماس معلوم نمود، فرمود کہ جمیع الماسہائے جواہر خانہ اودیع کاغذ سیاہہ جواہر خانہ و متعدی سررشتہ داران پیش **میرزا محمد** حاضر آوردند و بقسمہائے غلاظ و شداد برائتِ ذمہ خود از اخفائے الماس غیر از الماس ہائے حاضر حاصل نمود، از جملہ آں الماس ہا جوہرِ یکہ در وزن شفافی و رنگ از و کمتر بود، مع تحف و ہدایائے لائقہ دیگر بطور پیشکش حوالہ اش نمودہ، رخصت انصراف از زائی داشت،

ہاشم علیخان خافی محررِ **تاریخ عالمگیری** مےنگارد، **صورۂ خطہ** محرر اوراق بعدعود از زبانِ او شنیدہ نقل مینود کہ در ہر مقدمہ در مجلسِ **ابوالحسن** ذکرے کرے آمد موافق حکم و مرضی پادشاہ گستاخانہ وبےباکانہ سوال وجواب نمودہ، اور ملزم میکردم، اما در یک سخن ملزم گشتہ، نتوانستم کہ جوابے بگویم، وآں این کہ بہ تقریبے **ابوالحسن** گفت، اگرچہ ما ہم پادشاہیم اما خود را در جرگۂ نوکرانِ **عالمگیر** میدانیم، من ازیں سخن برآشفتہ گفتم، کہ در مقابلِ **عالمگیر** پادشاہ غازی شمارا نرسد کہ نام پادشاہے برخود اطلاق نمائید، **ابوالحسن** در جواب گفت میرزا محمد غلط میگوئی، اگر نام پادشاہے برما اطلاق نشود پادشاہ شمارا شاہِ شاہان چہ قسم خواہند گفت،

یہی حالت اُس وقت **اودے پور** کی تھی، جنگ کے لئے بیتُکی ناقص حجتیں پیدا کی گئیں، اور جنگی چڑھائی شروع کی گئی، لشکرِ **اجمیر** خیمہ زن ہوا، فوجیں **اودے پور** پہنچ گئیں، پس اِس نازک و اہم موقع پر اگر ایسے سفیروں جیسا کوئی سفیر مقرر ہوتا تو بجائے صلح و آشتی ایک خونریز جنگ ہوتا جس کا نتیجہ بہر حال تاج وتخت مغلیہ کی جلد تر تباہی و بربادی کا ہوتا، **رائے رایان** نے یہ بیتُکی حجتیں بدترین بدعنوانی کی شکل میں دکھا کر **رانا** کو تسخیر کر لیا، اور اورنگ زیب سے اُس کے کنور کو ملا کر محبت و موالنست کی زنجیر سے دیند کرادیا، حقیقتی وفاداری و جاں نثاری اسی کا نام ہے، جس طرح سے ایک قابل مصور سطح صاف اور سپید سے کاغذ پر پہاڑوں کی بلندی یا غاروں کا نشیب اور ہموار راہیں دکھلا دیتا ہے، ٹھیک اُسی طرح **رائے رایان** نے اپنی عقلِ خداداد کے زور پر یہ کمزور حجتیں خطائے عظیم ذہن نشین کرادیں

ایکو خانگی جنگ وجدل سے سخت نفرت تھی جس کتابِ سلطنت میں آپ نے علم وفضل سے اپنی صلح جوئی کے جوہر کھلائے، اُس کا ہر ورق خانہ‌ای تنازعات سے خونی تھا، شاہزادگان

کے باہمی جھگڑے تھے، قوموں اور فرقوں کی تباہی کے نوحے پڑھ رہے تھے، چونکہ آپ کا دل اعمالِ زشت سے مُعرّا تھا، دوست و دشمن سے مدارا و سلوک روا رکھتے تھے، اور دنیا کو بھی اسی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے، اس لئے ایسے اصحاب سے جو کہ باا‌ثر تھے، اور دل گداز رکھتے تھے، ہمیشہ یہی استدعا کرتے رہتے تھے کہ شاہزادوں میں فساد نہ ہو چنانچہ شہزادہ عالمگیر کے باا‌ثر معتمدِ خاص کو ایک خط میں مشورہ دیتے ہیں :-

"چوں ذاتِ شریف عنصرِ لطیف قدردان ہر قوم و ہر طائفہ است، نظرِ برشد آید و استمرار داشتہ درمیان برادرِ کلاں دعزیز و مصالحت فرمائند، کہ دیگر ہیچکس از جادۂ نفس آلامر و انصاف قدم بیروں نگزارند، در عہدِ دولت حکومت رفع منافقت کہ محض از روئے نفسانیت است، شود، دیگر ہیچکس را مجالِ مقامِ نسبت"

بیٹے (اورنگزیب) کا باپ (شاہجہان) کو قید کرنا برہمن کی نظروں میں ؟

آفریں باد ہندواں ہر بار — مردہ را می دہند دائم آب
اے پسر تو عجب مسلمانی
پدرِ زندہ تا آب بستانی
([illegible])

مندرجہ بالا نظم شاہجہان نے قید سے اپنے بیٹے عالمگیر کو لکھی، آزاد و بیرنگ خیال میں لکھتے ہیں :-

"ایک تاجدار آیا کہ جبّہ اور عمامہ سے وضع زاہدانہ رکھتا تھا ایک ہاتھ سے تسبیح پھیرتا جاتا تھا، مگر دوسرے ہاتھ میں جو فردِ حساب تھی اس میں غرق تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کی میزان کو پڑتا لتا ہے سب نے کہا کہ انہیں خانقاہ میں بھیجنا چاہئے اس دربار میں اس کا کچھ کام نہیں لیکن ایک ولایتی کہ بظاہر مُتقطّع اور معقول نظر آتا تھا وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر آگے بڑھا اور کہا کہ "اے ارکینِ دربار ہمارے ظلِّ سبحانی اُس کمبخت سلطنت کے لئے بھائی بیٹے کر باپ تک کا لحاظ نہ کیا، اس پر بھی تمہارے اعتراض اٹھتے ہیں دربار میں جگہ نہ دیجئے"

اورنگزیب نے اپنے باپ **شاہجہان** سے اس دنیائے گزشتنی و گزاشتنی کیلئے جو جو جابرانہ سلوک کئے اور ہر طرح کی جلادانہ عمل روا رکھے وہ ہر مذہب و ملت میں مردود ایک ولایتی عیسائی **ڈاکٹر برنیر** اپنے سفرنامہ میں شاہجہان کی قید کے حالات لکھتا ہے جس کا اُردو ترجمہ مولوی محمد **حسین** سالوہی نے کسی سے کرا کر چھپایا ہے :-

"وہ مکار فقیر (اورنگ زیب) اب بھی بدستور ہوشیاری اور اپنی چال سے چوکنے والا نہ تھا، چنانچہ بجائے اس کے اس ارشاد کی تعمیل کرے، فوراً **اعتبار خان** نامی اپنے ایک معتمد خواجہ سرا کو قلعدار مقرر کر دیا جس نے پہنچتے ہی سب بیگموں اور **بیگم صاحبہ** اور خود **شاہجہان** کو قید کر دیا بلکہ قلعہ کے اکثر دروازے تک چنوا دئے اور بادشاہ اور اس کے خیر خواہوں کے باہم آمد و رفت تو کیسی خط و کتابت اور سلام و پیام کے ذریعے بھی سب مسدود کر دیئے اور شاہجہان کو اتنی بھی اجازت نہ رہی کہ قلعدار کی اطلاع کئے بغیر اپنے کمرے سے باہر نکل سکے"

ایک یورپین اس طرزِ ستم سے چیخ اُٹھا اور ضبط نہ کر سکا، وہ ان الفاظ میں ان درباریوں کی عادات پر روتا ہے :-

"اور میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اس بیچارے ضعیف اور مظلوم بادشاہ (شاہجہان) کی حمایت میں کسی امیر نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلائے اور کسی کے چھوٹے منہ سے بات تک بھی نہ نکلی، تو مجھے نہایت رنج اور غصہ آتا ہے ! افسوس ! یہ لوگ اُن ظالموں کے آگے سر جھکانے کو جاتے تھے جنہوں نے اُن کے آقا اور مالک پر ایسی سختی کی"

دُنیائے ناپائدار کا یہ نرالا جور و ستم اس امر کا متقاضی تھا کہ ہر صاحبدل **اورنگزیب** کے اس شرمناک فعل پر لعنت بھیجے، مگر ایسا دل دُنیا میں کہاں ہے؟ **برائے رایان** نہ مورخ تھے، نہ وقائع نگار، نہ اُن کی پاک صلح جو طبیعت **اورنگزیب** پر نفرین و لعنت بھیج سکتی تھی، مگر جو کچھ اس واقعۂ جانکاہ سے اُن کے دلِ صافی پر اثر ہوا، اُنہوں نے نہایت عاقلانہ

پیرایہ میں لکھا، اور خوب لکھا، چاہئے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کی ایسی ہی توقیر و منزلت کرے، جس کا کہ رائے رایان سبق دیتے ہیں:۔

"وکسے را کہ پدر بر سر باشد، تاجِ سعادت بر سرِ اوست و عوض زندگانی و حاصلِ عمرِ گرامی دریافت ایں سعادت است از شوقِ دیدہ و دو چشم رسیدہ، کہ خود را مستعد سعادتِ دیدار ساختہ چہ عرض نماید از آنجا کہ ہر مرتبہ عرضِ حال شوق دادن خالی از تکلف نہ نماید، پاسِ ادب داشتہ نالہ در گلو و آہ در جگر شکستہ، چوں غنچہ بخونِ جگر ساختہ، لب نمے کشاید از غایتِ شوق بارہا گفتہ ام و بارِ دگر میگویم کہ من خود **معشوقِ حقیقی** پدر را میدانم، دیگر ہمہ بازیچہ می انگارم، و میگویم و فریاد میکنم، کہ من پسر پدر پرستم و عبادت خدائے عزوجل را در خدمت ایں خداوندِ مجازی میدانم، حال تحریر نہم جمادی الاول سن دوازدہ جلوسِ میمنت مانوس است، ایں ہیچ زند در بروئے ہمگناں بستہ تنہا بہزاراں غم و اندوہ شکستہ حال عجے داشت"

ایک خط میں اپنے ارادۂ عبودیت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے:۔

"برگاہ اوضاع و اطوار روزگار گردشِ گردوں ہمیشہ بر یک نہج نباشد، و ہر چہ در موقف وجود عالم شہود آمدہ، بمعرضِ عدل و محلِ اخفا خواہد شتافت، نظر بر ایں معنی ہر کہ از شعور بہرہ داشتہ باشد، بر آئندہ و رفتہ دلبستگی نخواہد داشت، ایں نیاز مند از بدو حال و آغازِ شعور ایں ارادہ مکنونِ خاطر و مرکوزِ ضمیر دارد کہ اگر بجائے و فراغتے قرینِ عشرت عافیت دست دہد، سر در گریباں و پائے بداماں کشیدہ، در کنجِ خمول اسیرِ عالم معنی کند، و تماشہ گلہائے دامانی دامانِ گلستانِ ہمیشہ بہارِ کامرانی یعنی خدمتِ آں مخدوم دلی لغمی نماید، در واقعہ چہ عمرے باشد کہ نہ بیادِ خداوندِ حقیقی صرف شود و نہ در خدمت آں قبلہ گاہ ظاہر و باطن بگذرد"

امرائے سلطنت کی شاہجہان و دارا سے غداری اور رائے رایان کی وفاداری و جاں نثاری

تہی ست نسخۂ عالم ز حرف
مہر و وفا تو زمانہ مہر و محبت
ازیں کتاب کشید
"برہمن"

جملہ صفاتِ انسانی میں وفا کا درجہ دماغ کی منزلت رکھتا ہے، وفادار خواہ نادار ہو، لیکن دنیا کے ہر کوچہ و بازار کے مشتری اُس کے خریدار ہیں، بیوفا ہر وقت ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے، وفادار اپنے خوبیٔ وصف سے دربارِ انسانی میں شاہِ وقت کی مسند پر جلوس فرما ہوتا ہے، بیوفا، نامرادِ اعراض کی زنجیروں سے بندھا ہوا لعنت کی پھٹکاروں سے تحت الثریٰ میں چلا جاتا ہے، وفادار کا دامن وفاداری فتح نصیب پرچم کی طرح آسمانِ شہرت پر چمکتا نظر آتا ہے، بیوفا کا دامن قیامت تک داغدار رہتا ہے، وفا عہد و پیمان کا آدم ہے، جو اس کی تعظیم و تکریم کرتا ہے، وہی دنیا کا سعادت مند سمجھا جاتا ہے، یہی وہ وصف ہے، کہ انسان کو ادنیٰ سے اعلیٰ بناتا ہے اور پھر اُسے فلک الافلاک پر پہنچاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ یہ جنس ہر زمانہ میں نایاب رہی،

دہر عطار دِ تحریر سید **غلام حسین** طباطبائی مصنف **سیر المتاخرین** اُن بیوفا غدار وں کی جو **شاہجہان** و **دارا** کے جاں نثار بنے ہوئے تھے، بڑے درد کے ساتھ فہرست پیش کرتا ہے، کہ اہلِ دنیا اُس سے سبق لیں، ہم اُس کا ترجمہ کرتے ہیں، کیونکہ آجکل بیوفائی ایک جوہر سمجھا جاتا ہے،

"دارا کے شکست کھاتے ہی اُس کے بہت سے فرضی جاں نثار اور رفیق حق نمک سے منحرف ہو کر حق رفاقت ترک کر بیٹھے، خزانہ و جواہر، مرصع آلات و سامانِ کارخانجات، ہاتھی، گھوڑے لیکر اورنگ زیب کے دروازے پر آ گئے" اُن سے بعد سب سے اوّل معتمد خاص **محمد امین خان** نے (کہ جس کے والد معظم خان کو اورنگ زیب نے قلعہ اورنگ آباد میں قید رکھا تھا) جملہ امرائے سلطنت سے سبقت حاصل کرنے کے لئے اورنگ زیب کی آستانہ بوسی کا فخر حاصل کیا، اگلی صبح اعتقاد شکن **اعتقاد خاں** ولد یمین الدولہ **آصف خاں** بہت سے امرائے سلطنت کو لیکر ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگا کر وفاداری کا جامہ پہنکر آ حاضر ہوا، پھر **فاضل خاں** میر سامان، **طاہر خاں**، **قباد خاں**، **فیض اللہ خاں**، **سربلند خاں** اور **نوازش خاں** منصب داران، سلطنت بھر کے امرا کو نمک حرامی کا لباس پہنا کر

ہمراہ لایا' دُو روز کے بعد جملہ اُمرا و منصب داران سلطنت **اورنگ زیب** کے پاس آکر اُس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے' تیسرے روز عمدة الامرا بلند مکان خانِ جہاں جہین خلف یمین الدولہ آصف خان بھی اسی صف میں نظر آئے' اُسی وقت عمدة الملک **خلیل اللہ خان** معہ اپنے بیٹے **میر میراں** زمین بوسی کرتے دیکھے گئے حتی کہ زبدة الامرا رفیع الشان بلند مکان **جعفر خاں** وزیر اعظم **تقرب خاں** وغیرہ نمک حرام اپنی نمک حلالی کا اعتبار دلاتے نظر آئے' یہ خاص قرب و منزلت رکھتے تھے' **دارا** کو ناکارہ سمجھ کر اپنا دامن مراد **اورنگ زیب** سے وابستہ کیا' غرضیکہ اسی طرح سے کل اُمرائے سلطنت منصب داران و ملازمان مع ساماں بھاگ بھاگ کر آنے اور سب **اورنگ زیب** کو مبارک باد دینے کے لئے اُس کے قدموں میں جھکے پائے' **اورنگ زیب** نے خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز کئے' اور اہل ملک سے روشناس کرائے' اور جب دیکھا کہ ہر کوئی مجمع صورت اژدہام رکھتا ہے' سب کو کچھ دے دلا کر وہ صنف جسم انسانی کا گلا کاٹ ڈالا' پھر رائے رایان منشی **پنڈت چندر بھان** کو جو سر دفتر اہل دیوان تھے' مع مستوفیوں' منشیوں اور محاسبوں کے بلائے گئے'' انہیں حکم دیا کہ ملک میں جو طرح طرح کے اختلال و فتور پیدا ہو گئے ہیں' دور کریں''

لکھا ہے کہ خلعت اور منصب' جاگیر اور زر نقد سے انہیں بھی امرائے سلطنت کے مشورے سے نمک حرام بنانے کی کوشش کی گئی' مگر آپ نے سب پر لعنت بھیجی' ملکی انتظام میں مصروف ہو گئے'

یہ ہے بے وفاؤں اور وفادار کا ایک پرانا مرقع کہ جسے علین امتحان کے موقعہ پر طباطبائی نے تیار کیا تھا' **رائے رایان** نے اُن امیروں اور منصب داروں' خانہ زادوں اور غلاموں کو جو وفاداری کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے' اور جان نثاری کی ڈینگیں مارا کرتے تھے' اپنے روبرو **شاہجہان** و **دارا** سے غداری کرتے اور نمک حرامی کا اعزاز پاتے دیکھا اور

اُس نے ہونا بھی یہی چاہئے تھا ؎

وفائے عہد تو از بوالہوس نمے آید　　　کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمے آید

ہر چند یار در پے جور و جفا زود　　　عاشق ہمیشہ در رہ مہر و وفا رود

رائے رایان کی نمکحلالی و وفاداری

ہم ان سب غداروں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہیں، مگر رائے رایان کی جنسِ وفاداری پر پرکھتے ہیں، کیونکہ آپ جنسِ وفا کے واحد سرمایہ دار ہیں۔ رائے رایان نے یہ بے بہا جنسِ محبت کھوٹی اور غلیظ کوڑیوں کے بدلے فروخت ہوتے دیکھا، دل بھر آیا! جو تاریخی شعر زیب عنوان ہے، وہ دوبارہ پڑھیے جانے پر آپ کے درد کا پتہ دیگا۔ برہمن

تہی است نسخہ عالم ز حرفِ مہر و وفا
زمانہ جز و محبت ازیں کتاب کشید

ہر طرح کی تحریک و تحریص، تنبیہ و تادیب، خوف و ہراس رائے رایان کی شریانِ وفاداری پر نشتر زن ہوا، مگر آپ نے کسی قیمت پر بھی یہ جنس غیر کے ہاتھ فروخت کرنے کی طمع نہ کی، ان کا مذہب غیر بھی اُن سے حق نمک حرام نہ کرا سکا، بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ وفا پر ثابت قدم رہے اور علانیہ فرمایا ؎

اگر زمانہ دگرگوں شود ز جا نہ رویم
برہمن از روش روزگار آگاہیم

واقعی ان کی جنسِ وفا شاہجہان اور دارا نے خرید لی تھی، یہ صحیح اس لئے ہو تھے، ہندی دہرم شاستر کی رو سے فروخت کرنے کا استحقاق بھی نہ رکھتے تھے،

رائے رایان کی نوحہ خوانی

اُس زمانہ ظلم و ستم کی معتبر اور مستند تاریخوں سے ثابت ہے کہ کوئی نمکخوار اس انتزاع سلطنت کے موقع پر نمکحلالی قائم نہ رکھ سکا، خواہ نمک حرام ہوا، خواہ شہر دوار، مگر ایک رائے رایان تھے

سر جنہیں قادرِ مطلق نے اس درد انگیز واقعہ کی نوحہ خوانی کے لئے محفوظ و مامون رکھا، یہ
تاریخی پُر معرکہ عبرت خیز بیان اُن کی قلم غم رقم سے سُنئے بآواز بلند کہتے ہیں ؎

یادگارِ بہارِ ناکامی   قطرۂ خوں بدوشِ مژگانیم

بہارِ ناکامی کی یادگار نے اُن مظالم اور ستم رانیوں کی مطلق پروا نہ کی اور آپ کی
زبان شکوہ آلا نہ ہوئی، بلکہ اپنے آئین کا اظہار کر کے سخت ندامت دلائی ؎

گرا ز تو جفا رفت، نبا یہ گلہ از من   آئینِ جفا از تو خوش و حوصلہ از من

فرض شناس باپ کا خط سعادتمند بیٹے کے نام

تو قابل لے کہ سیارۂ سعادتمند
برائے مردمِ قابل ہمیشہ در سید است

رائے رایان کی محقق و باخبر زندگی نے ایک طرف
جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کی ہیبتناک طوائف الملوکی اور خانہ جنگی کا کارنامۂ دیدۂ ہوش
سے دیکھا، بیٹوں کی باپ سے بگاڑیاں، بدمعاشیاں، جنگ آرائیاں اور ناخلفی کی ناقابل
ذبح ستم رانیاں نظارہ کیں، اور دوسری طرف مذہبی ہدایت کے تقاضے پر باپ اور بیٹے کے
حقوق و فرائض رگ و ریشہ ایمانیت پر نشتر بار رہتے تھے،

اورنگ زیب نے جو سلوک شاہجہان سے کیا، واقعات ہوش رُبا تھے اسے
محسوس کرتے تھے، مگر اپنے اپنے اغراض سے خاموش تھے، کیونکہ دُنیا میں وہ کون باپ
ہے کہ جو کسی فرزند کی، اپنے باپ کے خلاف ایسی ظالمانہ حرکات دل سے ناپسند کرے،

آپ نے ان ظالمانہ و مظلومانہ حالات کے زیر اثر ایک تنبیہی و تمہیدی خط اپنے سعادتمند
بیٹے پنڈت شیخ سبحان کو لکھا کہ جس کا ہر فقرہ نکتہ و اد اکا مخزن ہے،   ہر جملہ غور طلب ہے
اور ہر سطر دُنیا کے ہر بیٹے اور ہر باپ کے لئے یادگار نصیحت نامہ،

وہ زمانہ گزر چکا، اُس وقت ایسی مثالیں خال خال ملتی تھیں، آج نئی تعلیم نے
نئے تہذیب یافتہ نوجوانوں کی نظروں میں اپنے اپنے باپ کو ذلیل و حقیر سمجھ رکھا ہے، اور

اُن سے ایسا سلوک ہوتا ہے، کہ جو ایک ذلیل سے ذلیل شخص بھی کسی غیر سے نہیں کر سکتا، اور نہ معلوم آئندہ یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہو۔

خاکسار بہار ہر مذہب و ملت کے بزرگوں کا ادب کرنا سعادتِ ابدی سمجھتا ہے، اور دل سے چاہتا ہے، کہ دنیا کا ہر بیٹا اورنگ زیب نہ بنے، بلکہ سرون بنے، اس لئے برائے رایان کا خط، طویل ہوتے ہوئے بھی یہاں درج کرنے سے اجتناب نہیں کرتا، خصوصاً اس وجہ سے کہ یہ خط تاریخی واقعات سے بھرا پڑا ہے، راسے رایان نے اپنے یہ جذبات اپنے رفیقِ خلوت معتمد و مؤتمن پر ظاہر کرتے ہوئے ایک اعلیٰ مصلحت سے بیان و رقم ادا کیا ہے، اور نکتہ نگاری اُن کا حصہ تھا، اسی نظر سے پڑھا جائے۔

ایک سنیاسی **کاشی جی** قیام کرتا ہوا گنگا جی کے تٹ پر بیٹھا ہوا رام رام کر رہا ہے، اور جب دنیا کی طرف دھیان آتا ہے، تو قلم لے کر کاغذ پر چند سطریں لکھتا ہے، وہ نہ فقط سنیاسیوں کے لئے کارآمد ہے، بلکہ ہر دنیادار کے لئے نقشِ راحت و رہنما ہے، آپ دیکھیں کہ سطور میں تعلقاتِ پدری و پسری کے جذبات کس انداز سے قلمبند کئے گئے ہیں، وہ نہ تو خیریت پوچھتا ہے، نہ گھر والوں کی حکایات سننا چاہتا ہے، نہ فکر و تشویش کی کوئی خبر سناتا ہے نہ خبر لینا چاہتا ہے، اپنے حال میں پڑا اُن کو دعائیں دیتا ہے، خیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا فخر ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنا نورِ نظر رکھتا ہوا جب کبھی دنیا کی طرف دھیان کرتا ہے دعائے خیر دیتا ہے، اس خط کو جسے ہم غلطی سے خط سمجھے ہوئے ہیں، نصیحت نامہ کہنا بجا ہے جیسا کہ برائے رایان نے لکھا، ماننا پڑتا ہے، کہ برائے رایان کی منزل سنیاس آشرم کتنی ہی اعلیٰ و ارفع تھی، جیسی کہ ان کی دنیوی زندگی :-

نصیحت نامہ کہ بہ فرزندِ سعادت نشاں برخوردار **پنج بھان** نگارش یافت " فرزندِ دلبند چراغِ خانۂ زندگانی، شمعِ بزمِ شادمانی، نورِ دیدہ آمد رسیدہ آرام خاطر گم گشتہ قوت ایام پیری، عصائے ہنگامِ دستگیری، گلِ گلزار امید، مایۂ مسرتِ جاوید، درد انِ خاطر رنجور مرہم ترحم

ناسورِ نذرِ نظر سہروردیہ بے کینہ، پیوندِ دل، لختِ جگر، سرمایۂ تجارتِ روزگار، حاصلِ گردشِ لیل ونہار، گلشنِ ہمیشہ بہار، نشاط ساز، کار آئینِ خلوت، رفیقِ بے سپر، طریقِ تسلیم ورضا، رہرو وادائے صدق وصفا، رمز شناس، قاعدہ دان، ادب گزین، عقیدت نشان، فرزندِ برخوردار **شیخ سبحان** ہمیشہ شاہدِ مقصود در کنار واز آفاتِ روزگار برکنار بوده،

نشاءِ دانش در سرِ مغز، ہوش در دماغ وشاہدِ معنی در نظر، وکلکِ فیض در دست ولوحِ عقیدت در پیش باد، ایزد منانِ جلّ شانہ، خلعتِ استعداد وقابلیتِ ہمت وحالتِ آں فرزندِ نیکوکار را بطرزِ حسنِ سلوکِ معاشِ نیک وفکرِ معاد وتسلیم ورضا وزہد وپرہیز وحصولِ رضائے خالقِ بیچون وادائے حقوقِ خلائق وظہور آموزِ خیر واحسان صدور مقامِ حسنہ، ووقوعِ اعمالِ پسندیده، مرتب ومُطرّز گرداناد، بعد از دعائے خیر کہ ناشی از صحبتِ ازلی ودوامِ لم یزلی است، معلوم ضمیر منیر پذیر میگرداند کہ اگر بمقتضائے حکمتِ بالغہ وقدرتِ شاملہ ہر یکے از وضیع وشریف ودانا ونادان از خوانِ الوانِ نعمتِ ایزدی بہره ور وفیضیاب است وہر چہ از خانۂ کرم کرامت فرموده اند، سرمایۂ روزگارِ خود دانستہ، بآں مفاخرت مینمایند، وباوجود ایں ہمہ احتیاج کہ در عالمِ بشریت است، باوجود چندیں تباینِ اوضاع ومختلف اطوار مجلس را از ارتباط والتیام یکدیگر چاره وگذیری نہ، ومرتبہ بمرتبہ یکے را بادیگرے نسبتِ والتیام انتظام است، نظر برایں معنی ایں نیازمند را کہ پدرِ آں پسرِ برخوردار رضا جوئی وخوشخوئی است، بمقتضائے ایں نسبت لازم است کہ لوازمِ نصیحت را از زبانِ گرامی فرزند دریغ ندارد، میباید کہ آں فرزندِ دلبند در ہمہ جا ہمہ وقت در خواب وبیداری وغفلت وہشیاری، سررشتۂ عقل ودرست را از دست نداشتہ، لعز ہیبا عروسِ رنگینِ نگار را زوایۂ وجود لفظ مر نمود بے بود، ایں سرائے فانی انداختہ، جلوۂ ظاہر را از غبار خیالِ ہیچ نداند وکر آنچہ در عالمِ صورت وجود گرفتہ، تشریف عدم وکسوتِ فنا

خواہد پوشید، و ہرکہ در دارِ ہمیدار فانی، رختِ اقامت انداختہ بصوبِ ملکِ جاودانی خواہد شناخت، پس از توقف و فرصتِ چند روزہ این جہانِ فانی را از مغتنمات دانستہ چیزے کہ از وچیزے حاصل کند، اوقاتِ گرامی گذشتہ باز نیاید، و آیندہ را اعتماد نشاید، بموقع صرف بماند، این نیاز مند کہ وقتے کہ در سنِ آں فرزند بود بعد تضییعِ اوقاتِ گرامی را و بال میدانست، و پدرِ بزرگوار من از غایتِ الفت و محبتِ جبلی موعظہ و پند و نصیحت چند میفرمودند، کہ آنچہ از آنجملہ در گوش جا کرد، امروز بکار آمد، ہرچہ بمقتضائے نادانی و جوانی طبع را از قبولِ آں تنفری یافت، الحال ندامتِ آں میکشد و خمارِ آں وارد، نصیحتِ بزرگاں اگرچہ دارو تلخ است، از برائے مریضِ امراض و مرہمِ جراحتِ زخمِ ایامِ نادانی ہرچند در اصلاحِ حالِ استعمال بکار رود بصداقت قریب باشد، اگرچہ کسبِ علوم نعمتِ خداداد است و کوشش در آں علامتِ سعادت (علم و عمل) امّا عالمِ بےعمل شاخ بے بر بود، علمِ قلیل با عمل بہتر از علمِ کثیرِ بےعمل است، اگرچہ اصلِ عمل و نتیجۂ عمل درست آنست کہ ترکِ تعلقات و عوارضِ صورت نمودہ، نظر بر نمود بے بود، آفرینش غایت انداخت، و حاصلِ عمرِ گرامی کہ عبارت از علمِ با عمل است، بدست آوردہ، غبارِ خلائق را از گوشۂ دامن باید افشاند، لیکن از آنجا کہ سلسلۂ آفرینش منوط، اسبابِ تعلق است، رہائی و نجات از آں مقدور بشر نہ، دریں صورت دست در کار و دل با یار داشتن، و در عینِ کثرت تماشائی جلوۂ وحدت نمودن، و در اولِ حال از آخرِ کار غافل نگشتن آئین پسندیدہ است، اما این معنی بدوں از صحبتِ نیکاں و تعبیر از ضبط و محافظتِ حالِ خود میسّر نشود،

سعی بلیغ و جہدِ تمام در ہنگامِ جوانی کہ این رہ نورد، (حالتِ جذب) بادیۂ غفلت راہوائے آزادی در سر افتادہ کار بجائے رسیدہ، و معاملہ بجدے کشید، کہ شب ہائے دراز را بہ بیداری و ہوشیاری و فکر ہائے عمیق و تصوّراتِ بلند بر در می آورد و روز ہا را بہ اندیشہائے دراز، بشام میرساند، گاہے سر زدہ از شہر بصحرا میرفت، و گاہے سراسیمہ

از صحرا بشهر می آید، نه قرار در شهر و نه صبر در صحرا، اگر بوئے گل بمشام میرسید، پیام جنون میداد، و اگر نوائے بلبل بگوش میرسید، ناخنے بر دل ریش میزد، در هر جا که نشانے و اثرے از مجردان و گوشه نشینان و صاحب سلوک می یافت، سر از قدم نشناخته، خود را بآن مکان رسانیده، از محو رنگاهے میگردد، اگر گنجائش مے یافت خود را بحاشیهٔ بساط میرسانید و الّا به نگاهے قانع بوده وقت را خوش میداشت، و با وجود تباین اوضاع و تخالفِ اطوارِ اهلِ روزگار پاس سررشتهٔ آثار و گفتار و کردار خود داشت، خود را بر همه جا بر کنار میداشت، اگرچه فطرت بلند تقاضائے آن مینماید که از آلائش مصفا داشته آلودهٔ تعلق نباید بود، علائق و عوائق زن و فرزند در الطف عنوانِ حقیقی بر سر راشته در سلاسلِ فکر و اندیشه نباید افتاد''

(اعتدال) اما گر'' این معنی بمقتضائے خاطرِ خامی طینت بمحض استعداد میسر نشود'' تا موقوف بموقفِ خاص باشد، شائسته آن است که از طریقِ اعتدال تجاوز ننمایند، در عین تعلق بوده آخر بے تعلقی باشد، و سررشتهٔ حسنِ سلوک و معاشِ نیک را از دست ندهد، و در تسخیرِ قلوب و انجاح مرام و مقاصدِ جهانیان و نفع رسانی اربابِ روزگار بدل و جد و جهد مرعی دارد، که

قبول تعلق از برائے نفع رسانی دیگران مستحق، نه از برائے حصولِ هوائے نفسِ امّار

'' بعد ازاں که بمقتضائے نصیب و قسمت این ذرّهٔ بمقدار در محفلِ خلد آئین، و صحبتِ بزرگانِ نامدار شرف بار یافت پیوسته مبالغه نصیحت میکرد که چون بکار آمده هوشیار باش، و این بیتِ شیخ سعدی علیه الرحمت بر زبان داشت، بیت

که گفتت بجیحون در انداز تن　　چو انداختی دست و پائے بزن

پیوسته مراتب نیکی و نکیذاتی، و خرد و صواب و امداد و اعانت خلائق، و آئین نشست و برخاست و سلوک پسندیده، و طرزِ گزیده، و پاس شرائط صحبت بزرگان، و آداب و تواضع و تحمل و بردباری و تامل و فکر و غور در کارها، و تقدیم مراسم صحبت با دوستان، و تمهید قواعد صلح با دشمنان

و نیکی در برابر بدی، و با خوبان خوب، و با بدان خوب تر بودن، و دیگر محسنات و خوبیہا دلالت مینمود و بعنایتِ الٰہی و توجہ باطن آں قبلہ گاہی ایں رضاجوئی پدر آں موعظ و پند را دستور العمل روزگار ساختہ، ہماں طریق سلوک مینماید"

(نصیحت فرزند متعلق اسباق و سیاق) و آں فرزند را نیز می باید کہ پیش از ہیں راہ کوشش نماید، کہ ہر دو ہنر فائق گردد، و با ایں حال اگر سیاق نویسندگی نیز داشتہ باشد، بہتر و خوبتر خواہد بود چہ منشی سیاق داں کم بہم میرسد، و سیاق داں منشی کمتر میباشد، و اگر در شخصے ایں ہر دو جمع شود، نادر است و نور علی نور منشی ہماں است کہ راز دار باشد، و نویسندہ ہماں بہتر[5] الخ

اورنگ زیب برہمن کا قدر دان تھا

دشمنِ اُشتے نفس سرکش تو　　در کمیں گاہ گرد کاہش تو

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک بڑا ظالم سے ظالم اور سنگدل انسان سچے انسان کے آگے موم ہو جاتا ہے، اور جس طرح پھری شیر اپنے محافظ کے آگے دُم ہلا تا ہے ٹھیک اسی طرح خونخوار انسان، قابل انسان کا خادم ہو جاتا ہے، اورنگ زیب کو دنیا کی تاریخیں متعصب و بدنام مشہور کرنے کے لئے کھلی پڑی ہیں، مگر جب رائے رایان کے طرزِ زندگی اور سلوک اورنگ زیب پر نظر کیجاتی ہے، تو جو خیالات اورنگ زیب کی نسبت عام طور پر ذہن نشین کئے جاتے ہیں، اُن میں کمی واقعہ ہو جاتی ہے، اور اب ہمیں ایسا کرنا بھی چاہئے، حضرت بسمل کرانوی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

برہمن اورنگ زیب عالمگیر کے نام حسب ذیل رقعہ لکھتے ہیں :-

"آنا دریں زماں سعادت نشاں کہ رونق و رواج متاعِ گراں بہائے فضل و کمال و گرمی بازار اہل ہنر و استعداد و است، بے مبالغہ معرفت بحفظ نسبت معنوی آں قدر

[5] اگر یہ خط مکمل ملاحظہ کرنا ہو تو ملاحظہ ہو چہار چمن

ملطف وشفقت وعاطفت ورافت ومہربانی وقدردانی از اں عزیز العصر والدوران

مشاہدہ نمود کہ ہم پیشنیاں را بیاد آورد، و ہم فراموش ساخت،

بسمل نتیجہ نکالتے ہیں کہ اورنگ زیب آپ کے اعلیٰ قدر دانوں میں سے تھا، الفاظِ ذیل کے ذریعہ یہ رُباعی اورنگ زیب عالمگیر کو لکھی :۔

رُباعی مقبول طبع بلند مشکل پسند حضرت ظلِ الٰہی قابل خاں عالمگیر شاہی

من آں عجم کہ برگلہا پریدم ہوائے گرم تابستاں ندیدم

چو سبزہ لب بہ شیر پرت شستم چو گل بر چشمہائے سرد رُستم

حضرتِ بسمل کرالوی کا خیال ایک صداقت پر مبنی ہے، جس کی کوئی تردید نہیں کر سکتا، اس "انتخاب" اور رائے رایان کے دیگر واقعاتِ زندگی عہدِ اورنگ زیب سے یہ تحقیق ہے کہ واقعی[۱] اورنگ زیب اِن کا قدر دان تھا، اور اس کا تمام دربار ان کا مہربان

شیخ عبد الحق محدث سے صحبتِ مقدس

برہمن نے اپنی سرکاری زندگی میں ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں جہاں سفر کیا، ہمیشہ فاضلوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے ملنے کا خیال رکھا چنانچہ آپ نے **شیخ عبد الحق محدث دہلوی** کی ملاقات کا حال اپنے بھائی پنڈت اودے بھان کو ان الفاظ میں لکھا ہے :۔

"روزِ دیگر کہ دریں بلدہ (دہلی) مقام واقع شد فضائل و کمالات مرتبت **شیخ عبد الحق** وحقائق ومعارف منزلت **شیخ نور الحق** کہ از فضلائے روزگار وعلمائے والا اقتدار اند، واز نظم ونثر تصنیفات حقیقت آئین دارند از روئے مناسبِ ذاتی بصحبتِ علامۃ العصر والدوران رسیدہ صحبتِ رنگین داشتند"

[۱] آپ کا استعفیٰ اس کا شاہد ہے، اور آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر جو تسلی و تشفی زبانی وہ بھی اس خیال کی تائید میں ہے،

رائے رایان کے والدِ بزرگوار کے انتقال پر اورنگ زیب کی تعزیت و عنایت

پدر چوں سایہ افگن بر سرم بود
شراب بے غمے در ساغرم بود
برہمن

رائے رایان کے بھائی پنڈت رائے بھان تعلیم و تعلم سے فراغت پاتے ہی دنیا سے پہلے ہی الگ ہو چکے تھے، پنڈت اودے بھان شاہی ملازمت میں داخل ہو کر اور حالات دیکھ کر استعفا دے بیٹھے تھے، گھر کا کاروبار والدِ بزرگوار و ہمرم و اس اودے بھان کے سپرد تھا، آگرہ و لاہور اور دیگر مقامات کی جائداد کا سب ہی انتظام فرماتے تھے، آپ انہیں سلطنت کے موجودہ انتظام کی پریشانیوں کے بعد، اپنے والدِ بزرگوار کی دائمی مفارقت کا صدمہ نصیب ہوا، شروع مصیبت میں مصیبتوں کا آغاز ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ صدمہ ایسا جانکاہ تھا، کہ باوجود وارستگی اور معاملہ فہمی و جود دنیا سے بے بود سمجھ کر بھی برداشت نہ کر سکے،

رائے رایان اس صدمہ کو "آفاتِ خزانِ روزگار" لکھ کر اپنے تاریخی نکات کا اشارہ فرماتے ہیں، آپ نے اس حادثہ کی اطلاع اپنے ہمدرد و غمگسار بھائی کو جن الفاظ نکات آمیز میں دی ہے، وہ پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہے، والدِ بزرگوار کی تعظیم میں "خداوند صورت و معنی" کے الفاظ "اورنگ زیبا" کی تلقین و تادیب کے لئے درج کئے گئے ہیں، اب مرثیہ کی روح فرسا ملاحظہ ہو،

"توفیقِ صبر بر مکارہ نصیب باد، چوں در کارخانہ تکوین کون و فساد ہر چہ وارد سے شود از خانہ حکمتِ بالغہ بیرون نیست، دستِ او بر آں گذاشتن از عدمِ آگاہی است، دریں صورت آنچہ بوقوع آمدہ خواہ مرغوبِ طبع باشد، خواہ مکروہ، بتغافلِ انداں باید گذشت احوالِ برادر نجو نجو دانست، کہ در ایامِ بہار کہ گلشنِ طبع سیراب و خاطر شاداب بود از آفاتِ خزانِ روزگار در مضافاتِ اکبرآباد در قصبہ چو نبو پرنسیم درد آلود، بمشام ایں مستہام رسیدہ کاروانِ درد واندوہ از ملک ناکامی بشہرستانِ خاطرِ حزین و دلِ غمگیں بار اقامت کشاد یعنی صدائے غم افزا سانحہ ہائلہ خداوند صورت و معنی والدِ بزرگ بنبہ از گوشِ غفلت برآورد، از غایتِ حیرت چون نقشِ دیوار ماندہ باوجود

سوا الٰہی بے تابانہ در عالم دیوانگی جنون افتادہ اچوں دستم جاں نیافت بگریبان زدو متفرق در میر بد بجوش درد و ماتم دیدہ را چوں ابر نیسان بارانگر بہ گرم سینہ را با خراش نگرہی ہنگامہ برد بصد زبان خاموش از زبانِ حیرت سخن بر لب فراموش لیکن از آنجا کہ سرشتہ رضا بقضا سپردن و خود را درمیان نیا وردن آئین ارباب تسلیم است تلخی این مصیبت جانکاہ از تصور آں چوں سیاہی قلم از دیدہ جوید ، بہ شربت صبر گوارا ساخت"

"چوں ایں معنی معروض حضرت خلافت پناہی گشت بادشاہ رحیم الطبع کریم دریا دل خلیفۂ جہان خورشید عالمیان از مرحمت ذرہ پروری و بندہ نوازی ایں ذرہ بے مقدار عدیم [illegible] را در بارگاہ سلیمان جاہ بعنایت خلعت سرفرازی [illegible] بیک حرف عنایت آمیز خاطر حزیں رانشین گردانیدند کہ ہرگاہ ایں چنیں بادشاہ [illegible] کسی ایں معاملہ خود را باو تسلیم رضا بردہ باشد آں با در معاملہ دین کہ آشنائے رتبۂ حقیقت و دانائی رموز دین دقائق غرض الٰہی [illegible] بطریق اولیٰ فرزند [illegible] درد این شکیبا [illegible] رضا بقضا دادہ باشند"

[illegible] گلشن طبع جوان پہلے سیری و شادابی کے گل رنگا رنگ کھلا یا کرتی تھی اب آستے [illegible] صدمات سے نوحہ ترنم و مرثیہ خوانی غم لکھنے کے لئے وقف کردیا۔ اپنے والد بزرگوار کا مرثیہ لکھتے ہیں ، دیکھو اہل بصیرت دنیا سے کس قدر بیزار ہو کر [illegible]

بیگانہ شیخ روزگار [illegible] [illegible] اصلی بود

ابیات

پدر چوں سایہ افگن بر سرم بود — شراب بے غمی در ساغرم بود

چو بر خورد ہمائے آں نہفتہ بر کشیدہ ست — فلک در زیر پائے من خمیدہ ست

ولم زیں پیش در دانش علم بود — کہ گر غم آمدی آخر چہ غم بود

کنوں زبانگو نہ غم در دلی اثر کرد　　　که غمہائے کہن را تازہ تر کرد

چون فلک ہرزہ گرد این یتیم حوادث بسیار دیدہ را در دیگ اذان بے مدمع دانستہ آہ

درجگر و نالہ در گلو گرہ است،

بیت

کجا است محرم رازی کہ عقدہ بکشاید　　　کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است

امید کہ جمعیتِ باطن نصیب شود، تا گذاشتہ را گذشتہ و آیندہ را گذشتہ تر از گذشتہ دانستہ

خن سناسے حال خود باشد۔

زیارتِ کعبہ

شاہجہانی دورِ سلطنت کی مصروفیات کچھ اور تھیں مگر اورنگ زیبی اور عہدِ جہانگیری کی اور، انسان وہی تھے مگر اُن کے دل اور تھے اور شغل اور آپ کی طبیعت نے جن اشغال میں نشو و نما پائی تھی اب اُن کے خلاف ہما ہمی کا دور تھا جس سے انہیں فطرتی نفور تھا، اب اُن رسوخ یافتہ درباریوں سے پالا پڑا تھا کہ جو شاہجہانی عہدِ حکومت میں دولت سے دور رکھے گئے تھے، اور جو ستونِ سلطنت تھے وہ دور رکھے گئے تھے، یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہجہانی عہد نمونہ شعر وہی تھا، اور یہ عہد برائے نام زہدی، گو آپ کی طبیعت میں پارسائی تھی مگر وہ اورنگ زیبی پارسائی نہ تھی، اس لئے اپنے مسیح کی شب و روز کی صحبت سے یہاں روح گھٹتی، کیونکہ مصرع

روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم

اب انہیں وہ علمی مصروفیت بھی نہ رہی تھی، نہ اُس کا کوئی قدر دان باقی رہ گیا تھا، مشاغلِ علمی اور شعر و شاعری کا قافیہ تنگ کیا گیا تھا، اور وہ بھی تھکا، اب وہ ان شاہی سفروں میں شاہ کے ہم رکاب رہنے لگے، جو ہندیوں کے روضہ منورہ مقدسہ تھے، چنانچہ کشمیر کا سفر اسی مقصد کی تکمیل تھی، چونکہ ترکِ ملازمت کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا اس لئے اب ظاہری و باطنی طور پر ادھر ہی متوجہ ہو گئے، اور اس عقیدت کا کھلا اظہار ہونے لگا، اس زیارت کی عبادت

ملاحظہ ہو۔

"بعونِ عنایتِ ایزدی کارسازِ بطے مراحلِ موزوہ درظلِ چترِ آسمانِ قبّہ شاہجہان رسید، اولاً تماشا گلِ چہچہر کہ ازمعابدِ مشہورۂ قدیمِ روزگار است، درسوالفِ ایام برہمنانِ مرتاض دارباب تقویٰ وطہارت دریں سرزمینِ خجستہ آئین عمرہائے دراز بعبادت وریاضت بسر بردہ اند، وجائے دلفریب و دلنشین ودلپذیر است، ومحلِ نزولِ دردودآزادان و درویشان وگوشہ نشینان است"

اورنگ زیبی دربارِ سلیمانی کو اس مورخِ ضعیف کا استعفیٰ

گزار گردشِ گردونِ ہرزہ گردہ چہ باک
اگر بکشورِ دل آرسیدہ نشینی
برہمن

انقلابِ سلطنتِ شاہجہان کی قید، شاہی خاندان کی ہلاکت، دارا کی مقتولی، حالات گردوپیش کی ناموزونی، حدماتِ غیرعزیزہ کی افزونی، والدِ بزرگوار کی جدائی، سفارتِ اودے پور کی ناموری، ایک صوفی مشرب، عالم باعمل کے لئے ضربِ کاری ہے۔ دنیائے دوں سے بیزاری کی،

رائے رایان کے حقِ نمک کا تقاضا تھا، اور پختہ ارادہ تھا، کہ تا زیست اس کشورِ ہندوستان کی حکومت کی خدمات بجالاویں، مگر جب انہوں نے دیکھا، کہ وہ کسی طرح بھی قوت وقدرتِ دربار برداشت نہیں کرسکتے، تو دلِ غمخوار دردِ ہوا خواہی سے بیزار ہوگیا، سالہاسال دیوانِ خاص اور دیوانِ عام میں بحیثیت منشی شاہجہانی وزارتِ عظمیٰ اورنگ زیبی صدارتِ گرامی کشورِ ہندوستان کے فرائضِ دیانتداری، بے غرضی، معاملہ فہمی، اور صداقت وجاں نثاری سے انجام دیے، اور بزمانہ پیری، قسمتا تاثیر لکھنے کے بعد اب بھرے دربار کو آخری سلام کہنے کا موقعہ آیا، اور اس وقت جبکہ اورنگ زیب اور اس کا دربار آپ کا دلدادہ شیدا تھا، آپ نے قلم اٹھا کر استعفیٰ لکھا اور ایامِ رخصت ہی میں پیش کردیا، تاریخی نکتۂ نظر سے یہ استعفیٰ بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، جس کا ہر لفظ اور ہر فقرہ معنی خیز ہے، لہٰذا نقل کی نقل کی جاتی ہے، کہ یہ بھی برہمن کی غیور طبیعت اور اعلیٰ دل ودماغ کا ایک کارنامہ ہے۔

"التماس[۵] کہ از نظر کیمیا اثر حضرتِ خلیفۂ زماں بادشاہِ عالمگیر گذشتہ

شدیم پیر بعصیاں و چشم آں داریم — کہ جرمِ ما بجوانانِ پارسا بخشند

ارادہ ایں مورِ ضعیف آں بود کہ در بارگاہِ سلیمانی کہ مرجع فرمانروایانِ ہفت کشور است، کمرِ خدمت بوسیلہ دوامِ حضور سعادتِ ابدی حاصل نماید، لیکن از آنجا کہ ایامِ جوانی کہ خلاصۂ اوقاتِ زندگانی است، در خدمتِ ایں دودمانِ خلافت نشان بسر آمد، ہنگامِ شباب بہ شیب رسید، و آں حالے در حواسِ خمسہ نماندہ، و قوت و قدرت در بارِ فلک آثار رفتہ و کمتر یافت، لہٰذا استعفائے خدمت حضورِ پرنور نمودہ، بخاک روبی روضۂ منورِ مقدسہ کہ درمیان اول و آخرت واقع شدہ، کسبِ سعادت جاوید میکند، بجہاتے کہ مامور است، از روئے دیانت و بے غرضی و معاملہ فہمی و نفس الامری کہ سالہا در دیوان خانۂ اعلیٰ مشقِ آں نمودہ، سرگرم مے باشد، و برسوخِ عقیدت و صفائی طویت و اخلاصِ درست، بدعائے ازدیادِ عمر و دولتِ ابد پیوند کہ بر وضیع و شریف لازم اہم و واجب است اشتغالی میدارد، اگرچہ حقیقتِ حال ہر یک بر ضمیرِ انور کہ آئینہ جہاں نما عبارت از آنست پیدا و آشکار است لیکن بسبب ظاہر اگر بندہائے سرکارِ فیض آثار شاہدِ حسنِ اعتقاد و اخلاصِ ایں **برہمن** گوشہ گیر اند"

ترکِ ملازمتِ تاجِ مغلیہ کے بعد

زمانہ کاردانی دیوانِ مغلیہ آپ کو نہ فقط ہندوستان کے ہر شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا، بلکہ کابل و ایران تک سفر کیا، جب دنیائے دُوں سے بیزاری ہوئی، تو آپ نے اپنے مستقل قیام کے لئے ہندوستان بھر کے جملہ مشہور نزدیک و دور متبرک و مقدس تیرتھوں کی یاترا فرمائی، چنانچہ اپنے محرمِ راز خانِ والاشان **داؤد خان** کو ایک خط میں لکھتے ہیں:—

"ارادۂ خاطرِ مشتاق آنست کہ بعزمِ زیارت **بنارس** وگیا بآں سرزمینِ دل کشا رسیدہ، دیدہ امید رسیدہ را بہ دیدارِ فیض آثار منور سازد"

۵ ـ التماس یعنی درخواست "رشیدی" خواستن ذرنتخب و باصطلاح اہلِ علم عربی سوال مساوی و در فارسی سوالِ ادنی ـ غیاث اللغات

برہمن کی دنیائے دوں سے بیزاری
اور
سنیاس آشرم میں دم شماری

آفات بروزگار بسیار
وقت است کہ برکنارہ سازم

گو برہمن کی عمر انہیں گرہست آشرم چھوڑ کر بان ("برہن") اور سنیاس آشرم لینے پر ہدایت تلقین نہ کرتی تھی مگر واقعات متذکرہ نے انہیں مجبور کر دیا کہ قومی آئین کی تابعداری کرتے ہوئے اِس نالائق دنیا سے جلد کنارہ کش ہو جائیں۔ دارائی شکوہ، لواحقین، متعلقین، ملازمین اور ہم مشرب تلاش کر کے جا کر سب تہ تیغ کر دیئے گئے تھے، یا انہیں پوست پلا پلا کر ہلاک کر دیا گیا تھا، یا کسی نہ کسی بہانہ سے انہیں دربار سے دُور پھینک دیا گیا تھا، یا وہ مجمعِ مکرام میں شامل ہو گئے تھے، مگر اِس لاکھوں کے مجمع میں ایک برہمن ہی ایسے تھے جو محفوظ تھے۔ اُن کی حفاظت کے سامان اُن کا وہ صلحِ کل مسلک، علمی فضیلت، پاک چلن، اور بے شر طبیعت تھی کہ جو انہیں اِس عہد کی مخمصوں سے آخر تک محفوظ و مصئون رکھنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ راج دربار تیاگ اپنے پرایوں سے منہ موڑ، **کاشی جی پہنچ گئے منی کرن گھاٹ** کے کنارے ایک جھونپڑی کی کٹیا بنائی اور اُس میں اپنی زندگی کے گنے چنے دن بندگی میں صرف کرتے نظر آئے، صاحب خمخانۂ جاوید پتہ دیتے ہیں۔

"دارا شکوہ کے قتل کے بعد برہمن تارک الدنیا ہو کر بنارس چلے گئے اور وہاں یادِ خدا میں مشغول ہو گئے"

حضرت حسرت **موہانی** واقعات کا عطر کھینچنے میں کمال رکھتے ہیں کیونکہ وہ ایسے اختصار کا قلم اُٹھاتے ہیں کہ جو واقعات کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ ذرا اُس کی حرکت ملاحظہ فرمائیے:۔

"آخر عمر میں نوکری سے استعفیٰ دے کر شہر بنارس میں سکونت اختیار کی اور وہ فقیر ہم در راہ اہلِ ہنود ریاضات اور عبادات میں مصروف ہو گئے"

اگر ہم حسرت کی تحریر سے پیدا کردہ تحقیقی سوالات کا جواب جناب حسرت سے مانگیں گے تو حسرت باقی رہ جائے گی اور اُن کی تحریر ناقص بھی۔

(الف):۔ وہ کیا نوکری تھی؟ آیا روزی کمانے کی یا پانی پلانے کی؟ استعفیٰ کی کیا وجہ تھی؟

س: سکونت کے لئے بنارس کیوں انتخاب کیا گیا؟

ج: "موافق رسم اہلِ ہنود" کی طوالت کی کیا ضرورت تھی؟

میرزا سلطان احمد صاحب تو اُن کے نام کی سرخی جما کر واقعات "کجا بود مرکب کجا تاختم" پر ختم کر رہے ہیں، منشی محمد سعید احمد صاحب بھی اس معاملہ میں اُن کے بھائی نکلے، دراصل یہ نقل نویس مورخوں کی کوتاہی ہے کہ جنہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لے کر فارسی تحریر دوں کا ترجمہ کر دیا،

بوقتِ ترکِ ملازمت آپ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی

شنیدہ بہ لطفِ خداوندِ ایزدِ متعال
علاج دردِ دلم تو نہ شد پس از چہل سال

سعدی کا مشہور شعر ہے ؎

چہل سال عمرِ عزیزت گذشت — مزاجِ تو از حالِ طفلی نہ گشت

محققانِ فنِ تاریخ نے اس سے یہ نکتہ پیدا کیا کہ شیخ سعدی نے جب گلستان کا باغ سجایا تو اُس وقت آپ کی عمر پچاس سال کی تھی، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خیال صداقت پر مبنی نہیں، اسی طرح خاقانی پتہ دیتے ہیں ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ دُنیا سر بسر بخت است اندوہست و پشیمانی

اسی فلسفہ کی بنا پر ہم فیصلہ کرتے ہیں، کہ جب رائے رایان نے مغلیہ وزارت کو خیرباد کہا، اور ترکِ دنیا کے بعد سنیاس آشرم کی بادشاہت سنبھالی، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال سے قدرے تجاوز کر چکی تھی،

مدتِ ملازمتِ سلطنتِ مغلیہ

ان مختصر و نامکمل واقعات و حالات دریافت شدہ کے اعتبار یہ پتہ لگایا جانا ناممکن ہے کہ برہمن نے مغلیہ دربار کی کس سنہ و سال سے خدمت شروع کی، اور کب چھوڑ دی، کیا کیا خدمات انجام دیں، اور کہاں کہاں

رہے مگر اِن کی تحریراتِ متفرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ آغاز جوانی سے بڑھاپے تک خدماتِ دربارِ مغلیہ انجام دیتے رہے آپ کے چہار چمن میں ایک رقعہ بنام عمدۃ الامیران رکن الدولت موتمن الخلافت وزیر خان کے نام ہے آپ اُس میں لکھتے ہیں:- "عرض نیاز و دعائے بے ریائے دعاگوئے ستّی سالہ بدرجہ سامی قبول باد" اِس سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ خط اس وقت اُن کو لکھا کہ جب آپ خدماتِ دربار ۲۰ سال کے قریب انجام دے چکے تھے،

اورنگ زیب کے دربارِ دنیوی کو الوداع
اور
کاشی جی میں دیوانِ روحانی کا انعقاد

ما برہمن نقشِ تجلّی تازہ بستہ ایم
بیہودہ سیرِ گلشن عالم نے کنیم

دورانِ قیامِ دہلی دانہ پرستِ سلطنت بھر کے کاروبار آپ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے،

اِس غرض ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا تھا، ہوسِ ہوا خواہ دم لینے کی مہلت نہ دیتے تھے، درباری قطعِ تعلق کے ساتھ اِن خودغرض مصنوعی درباریوں کا بھی خاتمہ ہوگیا، یہ زمانہ علیحدگی ہندوستان میں خصوصیت سے سوہانِ رُوح ہے، کیونکہ جنسِ وفا اہلِ اغراض کے ہاتھوں خودغرضی کی آگ میں جھلسائی جاچکی تھی،

رائے رایان کاروبارِ مفوضہ سے سبکدوش ہوکر اورنگ زیبی دربار سے قطعِ تعلق قطعی کر بیٹھے، اور دو ہفتہ کے بعد کاشی جی میں منی کرن گھاٹ پر بیٹھے نظر آئے، دہلی کا ٹھاٹھ فانی تھا، اور چراغِ سلطنتِ مغلیہ کی صبح، مگر وہ گھاٹ حقیقتاً اِندر پوری کا ٹھاٹھ تھا کہ جہاں سادھو، سنیاسی، جوگیشر از ہمسا لماء دنیوی دولت چھوڑ کر دولتِ عقبیٰ حالتِ دنیوی و دینی سے خوشحال، اور سرورِ ابدی سے سرشار ہورہے تھے، دنیوی رنج و راحت، اغراض و ضروریات، خداطلبوں کے دیوانوں میں کہاں، وہاں وہ عیش تھے، کہ جن کے لئے دُنیا بے قرار ہے، بادشاہ بھی جن کا طلب گار رہتے، اور رائے رایان کی رُوح کے لئے تو یہ خدا دلپذیر تھی،

رائے صاحب اس عجمی دنیا میں اپنے بیٹی مخلص سے کیلاش کے لطف لیے رہے تھے

سلطان - آپ شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں اعلیٰ خدمات انجام دیتے ہوئے بھی آزاد تارک الدنیا شگفتہ بزرگوں سے بے حد شوق رکھتے تھے۔ جہاں جہاں سفر کیا گرد و نواح کا کوئی درویش اور خدا رسیدہ بزرگ ایسا نہ تھا کہ جس سے آپ نے ملاقات نہ کی ہو۔ ان ملاقاتوں کے تذکرے اپنے بھائی اور بیٹے کو ضرور سناتے تھے۔ اور ان ہی کے توسل سے ہمیں ان [illegible] سرہند کے سفر میں پہنچ جاتے ہیں۔ ... [illegible] شہر آمدہ تماشائے صنعت الٰہی می نمود۔ درین قصبہ درویشی آزادہ [illegible] حال [illegible] بود [illegible] کمال است [illegible] بزرگ تھے کہ انہوں نے سرہند کے اس حصہ کو تباہی سے بچایا اگرچہ اس کے [illegible] کی آواز پہنچی [illegible] یہ قرید اپنی عظمت اجلال کا پتہ دیتا ہے) [illegible] آزادی [illegible] تمام [illegible] فقیر با تفاق [illegible] طالب [illegible] آن بزرگان [illegible] صحبت [illegible] خود اپنی بابت لکھتے ہیں۔ [illegible] ایں نیاز مند [illegible] آزادی [illegible] اللّٰہ [illegible] بود کہ اگر حرف [illegible] آن [illegible] یاد [illegible] اجمیر کے سفر کے حالات میں نگارش فرماتے ہیں۔ ... [illegible] آزادی [illegible] [illegible] آزادانہ [illegible] صدق [illegible] است [illegible] تمام [illegible] [illegible] اصطلاح [illegible] [illegible] [illegible] شود [illegible] [illegible] آزادہ [illegible] تمام [illegible] آزادہ [illegible] قلندر [illegible] دہلی کی ایسی ملاقاتوں کے حالات [illegible] کا پتہ دیتے ہیں۔ [illegible] [illegible] [illegible] نسبت [illegible] آزادی [illegible] [illegible] درین قصبہ [illegible] شیخ ولی الحق [illegible] [illegible] [illegible] ازیں [illegible] دریں قصبہ بسر می برد ...

خوش باشی بنارس اور باد اورنگ زیب

برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلبان دو چہل سال ہا کہ در گوشۂ خمول گم

برہمن کی کاشی جی کی بزم روحانی اورنگ زیبی دربارِ سلیمانی کو ہر طرح شکست دے چکی تھی "ترکِ مدعا" جس کا تمام عمر آپ ورد رہا آپ کا زرّیں حال تھا۔ ایسے عالم و فاضل شخص کی بزم روحانی ایسے تیر نظر پر قائم کرنا ایک دنیا کی فلاح کا موجب تھا۔ چونکہ یہ خدا سے عزیز تھی، اس لئے خود دکھاتے اور بے تکلف خلق خدا کو تقسیم کرکے لطف اٹھاتے رہتے۔

اس پر بھی جب کبھی آپ دربارِ اورنگ زیبی کا دھیان کرتے تھے، جو مناسب سمجھتے تھے بے تردد لکھ دیتے تھے۔ اورنگ زیب اور اس کے دربار کو مخاطب کرکے نامہ و پیام ناصحانہ رکھتے تھے۔ "منشیات برہمن" میں ایسے بہت سے خطوط ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی درباروں کے نالائق رسم و رواج کے موافق آپ کے چلے آنے کے بعد آپ کے بھائیوں، عزیزوں اور لواحقوں سے اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"دریں ایام کہ فقیر گوشہ گزینی اختیار نمودہ، از جہت آنست کہ برادران و خویشان ہمیں حال دارند"

ایام گوشہ گزینی میں مستحقوں کی شاہی دربار میں سفارشیں

راجائے رایان بنارس کے قیام سے قبل اور ملازمت سے استعفیٰ دینے کے بعد اپنی مستقل رہائش کے لئے نیز کتنوں کی یاترا کرتے پھرتے تھے، اور اس سفر میں بہت سے اہلِ غرض ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کہ دربارِ شاہی میں سفارش کرکے نوکر کرا دیں۔ چونکہ یہ دربارِ شاہی سے باعزت علیحدہ ہوئے تھے، اس لئے اپنی راستی و درستیِ طبع کے بھروسہ پر بے تکلف سفارشات فرماتے رہتے تھے، جو منظور و مقبول ہوتی تھیں۔

ایک خط میں جو نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو صورت سنگھ کی سفارش میں لکھا گیا ہے، اس طرح اپنی خبر دیتے ہیں:۔

حاشیہ: منشیاتِ برہمن کے مخاطبین میں ذوالفقار خان، معین خان، اسلام خان، اکرام خان، لطف خان، محمد امین خان، وزیر خان، نواب سعد اللہ خان وغیرہ اور وزرائے عظام و امرائے نامدار جنہیں اپنی نظم و نثر فقیرانہ سے مخاطب کی گئی ہے، قابلِ توجہ ہیں۔ "بہار رشنامی"

روزہا در خدمتِ سامی اشب رسانیدہ، وشبہا را بروز آوردہ ۔۔۔ بیقین میداند کہ ہرگاہ با نواب نامدار نام آور خانِ قدردانِ مہربان جامع مجموعہ خوبی باطنی ظاہر و باطن قران السعدین واقعہ شدہ صحبتِ وحانی منعقد مے شدہ باشد، یادِ ایں ذرّہ بیمقدار کہ یک لحظہ از خدمتِ شریف جدائی نمی پو دیدہ فرمودہ باشند۔ فقیر از خاطر مجو ستی و فراموش شدنی نیست، در ہر صحبت و معرکہ و ہر مکان و مقام فقیر یاد بنظر کیمیا اثر داشتہ، محرومی از سعادتِ بندگی، درگاہ جہاں پناہ محض بواسطہ مردم شباب دا رزکہ قوتِ تردد دیار فلک آثار در خود کمتر می یابد، و در گوشہ کہ میان دنیا و آخرت واقعہ شدہ، بجد شئے کہ نا مرادیست، از دوستے بے عزلتی قیام مے نماید۔" (کتنہ دان نکتہ بجیں!)

فقیر رائے رایان کی دعائیں

از برہمن محزاہ کارگرد کہ از شبندو عا سے آید

نامدار خان نواب نے برہمن کو حالتِ گوشہ گزینی میں یاد کیا آپ بہت سے پچھلے علمی تحریے یاد کرنے کے بعد دعا دیتے ہیں:۔

"آں بہ امنیت و نذر یہ ملک تعویذیست، از دستِ برہمنانِ صافی نہاد درستِ اعتقاد بجہت حصول صحتِ کامل، و شفائے عاجل و انبوہیت از برائے دفع ملال ظاہر و باطن، دعائے سپہ دیا سے صافی و برفرمایانِ خاک نشینان اثر سبت عظیم" انشاء اللہ تعالیٰ مواد جمعیت و امنیت فراہم آمدہ باعثِ افتتاحِ ابوابِ سعادت خواہد شد۔"

وفات

شاد آں کسے کہ نوبت خود را تمام کرد، زاں پیشتر کہ بادہ و مینا تمام شد

ہم حیران ہیں کہ اس زندہ شخصیت کے وفات کے حالات لکھنے کے لئے کیوں تیار ہوئے، مگر ہمارا ضمیر ہم سے کہتی ہے، کہ لکھو اور ضرور لکھو کہ اس میں بھی ایک نکتہ ہے۔

برہمن نے کاشی جی ہی میں اپنی روح قالبِ عنصری سے تہی کی۔ لکھا ہے کہ جب وہ اپنا تمام کام تمام کر چکے، اپنی زندگی تمام کرنے کی ٹھہرائی، نوشتے چیلوں کے سپرد کئے، اور صبح ہی اشنان کے لئے پاک دریا کی طرف بڑھے، چند قدم جل میں چل کر پدم آسن لگایا، اور کشتیٔ عمر کا لہروں کے سپرد کی۔ چیلے دو پہر تک انتظار کرتے رہے، مگر دم دلسپین کی طرح اُس انتظار

کا اُس وقت خاتمہ ہو گیا، جب دریا کے کنارے یہ پرچہ لکھا ہوا پایا کہ "ہم جاتے ہیں تم بھی جاؤ اور دیوان و کلام کی نقلیں کرا کر اُن اصحاب میں تقسیم کر دو، جو میری خدمت کے خواہاں ہیں"

بعض بدباطن مورخ برہمن کی کمزوریِ طبیعت کے ثبوت میں لکھتے ہیں، کہ "آخری زمانہ قیامِ بنارس میں دیوانہ ہو گئے تھے" کہ سلطنت کی سزا سے بوجہ تعلقاتِ دارا محفوظ رہیں، یہ سراسر اتہام ہے، برہمن نے ایسی طبیعت ہی نہ پائی تھی، بس یہ دیوانگی محض ترکِ تعلقاتِ دنیوی کی وجہ سے مشہور ہوئی ہوگی، جب اُن کا کسی سے سروکار نہ رہا، تو ناوالوں نے دیوانہ سمجھا اور سچ تو یہ ہے کہ جب کا دارا جیسا قدردانِ علم کی موت نہ ماراجائے، اُس کے دیوانہ ہونے میں شبہ ہی کیا ہے، اِس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ برہمن کے رگ و ریشہ میں خونِ صادق جوش مار رہا تھا اور وہ اورنگ زیب کی حکومت سے کیونکر تعلقات رکھ سکتا تھا، خود اشارہ فرماتے ہیں ؎

با ما نساخت قاعدہ عقل و دوربین

فارغ شدیم با دلِ دیوانہ ساختیم

تاریخ و سالِ وفات

تمام تذکروں میں تاریخِ وفات سنہ ۱۰۷۳ھ درج کی گئی ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ اندراج اُن کی کسی تحریر کی بنا پر نہیں، مگر جس نے شروع میں تاریخِ وفات لکھی ہے سنہ لکھی، واقعاتِ دربار کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے، اقبال نامہ مندرجہ میں سنہ ۱۰۶۸ھ غلط درج کی گئی ہے کیونکہ سنہ ۱۰۶۸ء میں قتلِ دارا شکوہ کے بعد رجب اکثر سنہ ۱۰۷۳ھ کو واقعہ ہوا، عرصہ تک زندہ رہے،

باغ چندربھان

انہوں نے اپنے ایامِ امارت میں بمقام اکبرآباد ایک وسیع تالاب اور ایک خوشنما باغ تیار کرایا تھا، باغ کے اندر اپنی کچہری کے واسطے بہت نفیس عمارت بھی تعمیر کرائی تھی، افسوس ہے کہ گردشِ زمانہ کی دیگر صدہا عمارات کی طرح یہ تالاب اور عمارت بھی رفتہ رفتہ نابود ہو گئی، صرف باغ اور عمارت کا نفیس اور خوشنما سنگ سرخ کا دروازہ اپنے بانی کی عظمت کی یادگار رہیں، اس وقت تک موجود ہے، غدر ۱۸۵۷ء کے زمانے میں

یہ باغ ایک انگریز کے قبضے میں تھا، اس نے آگرہ کے ایک ساہوکار لالہ سورج بھان ساکن
محلہ بلوچ گنج یا کٹرہ اس شرط پر فروخت کر دیا کہ عمارتِ قدیم میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے،
اور وہ بدستور اپنی حالت میں رکھی جائے، یہ بھی مشہور ہے کہ لالہ سورج بھان کو اس باغ
سے ایک بہت بڑا دفینہ بھی دستیاب ہوا، بہرحال لالہ سورج بھان بہت تعریف کے مستحق ہیں کہ
انھوں نے نہ صرف آثارِ قدیمہ ہی کو محفوظ رکھا، بلکہ باغ کو بھی خوب رونق دی، اور اب ان کے
انتقال کے بعد ان کے بیٹے لالہ چندر بھان قابض اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل رہے
ہیں، یہ باغ سکندرہ کی سڑک پر آگرہ اور سکندرہ کے درمیان واقع ہے، اور بانی کی نیک
نیتی کہیے، خواہ اتفاقِ وقت سمجھیے، کہ بانی یا جانشین مشتری کے نام سے باغ چندر بھان
کے نام سے موسوم چلا آتا ہے" (ماخوذ از آثارِ ہنود صفحہ ۱۳۱)

مشاغل و مصروفیات

ملازمت کا زمانہ جہاں احتیاج سے بے نیاز اور آسودہ و بے نیازِ احتیاج سے
چندر بھان کا دل و دماغ نبضِ انسانی کی طرح ہر وقت حرکت
کرتا رہتا تھا، اور ان کا قلم گردشِ فلکی کی مانند ان کے تابع فرمان تھا، دیانت کے آداب مغلق
مضامین کو جن پر بڑے بڑے صاحبِ دماغ قابو نہ پاسکتے، ان کے قابو میں تھے، ایک ایک مضمون
ایک بات کو کئی کئی طرزِ بیان سے جب تک شہر اور وزرا شاہجہاں کی خدمت میں رہے، ان ہی
موتیوں کے ہار بناتے رہے، جسے ہندوؤں نے مالا اور مسلمانوں نے تسبیح سمجھا، آپ شاہی
کاروبار لیاقت سے انجام دیتے تھے، قابل تعلیم اصحاب سے بے تکلف خط و کتابت رکھتے تھے،
خود خط لکھتے اور جواب تحریر فرماتے تھے، اور ایسی ملاقاتوں کے لیے بڑے سے بڑا سفر کرتے تھے، اپنا
زندگی کی بڑی قدر فرماتے تھے، ایامِ امارت کا یہ دوسرا شغلِ زندگی تھا،

جب دنیا ترک کی، سب کچھ ترک کر دیا، مگر علم الہیات سے لو لگائی، اور ایسی کہ جسم کا تیل
ٹپکایا، اور چراغِ دل روشن کیا، یہی تمام عمر ان کے مشاغل رہے، یہی مصروفیات قلم ان کا رفیق تھا
اور آخر تک رہا، اس جوہری کی عمر میں یا درست مشاغل شاہی تصانیف کا اس قدر ذخیرہ

گئے کہ جو صدیوں تک کام آئے گا، ہندو مسلمانوں کو جو سبق اتحاد پڑھایا سب کے پڑھنے کے قابل ہے

برہمن کے عقائدِ مذہبی

بہ تارِ رشتۂ زنار کردہ ام پیوند، بہ نظر بقاعدہ کیش برہمن دارم

برہمن کی ابتدا سے اخیر تک پاک و مقدس زندگی اور اُن کے کام و کلام سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ وہ ایک پختہ خیال سناتن سٹ تھے، حضرت حسرت موہانی کو برہمن کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے، نہ معلوم اُن کے عقاید مذہبی پر دل خراش اور دل آزار رکھنے کی کیوں جرات ہوئی، وہ برہمن کے کلام تصوف کا ذکر کرتے ہوئے، بالکل غلط اور بعید القیام نتائج پیدا کرتے ہیں

الف:۔ "اِس انداز میں جو کچھ اُنہوں نے لکھا ہے، اُس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں قطعاً تمیز نہیں ہو سکتی"

ب:۔ "یہ بات کچھ تو اُس زمانہ کے رواجِ اتحاد کی بنا پر ہے" اور

ج:۔ "کچھ اِس وجہ سے کہ مسائلِ تصوف قیدِ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

چونکہ اُن کی نظر میں شعرائے و علمائے اِسلام کا صوفیانہ کلام تھا، اور آریاؤں کے قدیم علم و ویدانت سے اُن کی آنکھیں منور نہ ہوئی تھیں، اِس لئے آپ کے دماغ نے بجائے اظہارِ اصلیت و حقیقت یہ توہمات باطل پیدا کئے، اِن الزاماتِ ناقصہ اور اظہاراتِ باطلہ کا صریح مقصد یہ ہے کہ برہمن نے اپنا حقیقی و اصلی دھرم برہمن ہوتے ہوئے، اُس مجوزی کے اتحاد پر قربان کر دیا تھا، اور اِس خبط میں اُن کے اعتقادات و خیالات اصلیت سے گر کر ایک مسلمان کے سے ہو گئے تھے، اِسی وجہ سے اُن کا کلام ایک مسلمان کا سا کلام معلوم ہوتا ہے، گویا وہ دل سے مسلمان تھے، کیونکہ مذہب کسی جانور کا نام نہیں، بلکہ اعتقادات و خیالات ہی کا نام مذہب ہے، جہاں یہ بدلا، وہیں مذہب بدلا،

بیچارہ حسرت موہانی کس مرض کی دوا ہے، جب ہمارے بڑے بڑے علما و فضلا قابل و لائق مسلمان کہا تھوں نے برہمن کا کلام ہم سے سُنا، تو سب نے یہی کہا کہ اُن کا عقیدہ مذہبِ اسلام پر تھا، اور اُن کا کلام اِس کا شاہد ہے،

ہمیں اِس غلط فہمی اور قیاساتِ لایعنی سے رنج نہیں ہوا، بلکہ افسوس ہوا کہ ہمارے آجکل

کے اسلامی بھائی محض اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھتے ہیں، اگر کسی غیر مذہب کی کوئی بات اچھی
سنتے اور سمجھتے ہیں، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے[سلہ] یا دل سے مذہب اسلام کا قائل ہو گویا
مطالعہ کتب اسلامی بھی ایک گناہ ہو گیا، جہاں یہ تنگ دلی ہو، کیونکر اتحاد ہو،

مسلم آؤٹ لک فرقہ وارانہ تعصبات پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے لاہور میں اس کے
ہم خیال دوستوں نے پیدا کر رکھا ہے، اور روزِ پیدائش سے حضرت مولانا اور نیز سلطان [illegible]
کی روح کے لباس میں ایسے ہی غلط اور دور از کار نافہمی اور ناواقفیت کے نتائج نکالنے کیلئے
دیوانہ ہو رہا ہے، دیوی سروجنی نائیڈو کا صاحبزادہ چونکہ اسلامی ادبیات و اخلاق کا مطالعہ
کرنے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، اس لیے اس نے یہ شائع کر دیا کہ لڑکا مسلمان ہو گیا، جب یہ
خبر اخباروں میں پھیلی، تو ۵ ار نومبر ۱۹۲۵ء کو دیوی جی نے اعلان چھپایا کہ میرا لڑکا اسلامی
ادبیات مطالعہ کرنے کا شوق رکھتا ہے، وہ ان بے بنیاد و بدنام کرنے والی پاگل دیوانوں کے
دماغ سے نکلی ہوئی افواہوں پر سخت متعجب اور ناراض ہوا''

ایک قدیم روایت ہمیں ایسے پاگل دیوانوں کے ناقص و نامکمل عدم تربیت یافتہ بے خبر دماغوں
سے متعلق ایک قدیم روایت یاد آئی، کہ ایک غریب وفادار مولوی اپنے
کسی ہندی امیر دوست کے گھر مہمان ہوا، اس نے اپنے معزز نمازی دوست کو جب قرآن شریف تلاوت
کرتے پایا، تو حسب تقاضائے مہمان نوازی اپنے ملازم کو حکم دیا کہ ایک چھوٹا سا قالین اور ایک مرادآبادی
گنگا ساگر بازار سے فوراً خرید لائے، وہ لایا اور صحن باغ میں عرب رو یہ قالین بچھا کر گنگا ساگر
تازہ جل سے بھر کر مسجد بنا دی گئی، نماز کے وقت نمازی نے اپنے دوست سے کہا کہ مجھے کسی
مسجد کا پتہ بتلا دیجیے''، میزبان نے اپنے باغ کا پتہ دے دیا، نمازی صاحب وہاں گئے، وضو کے بعد
نماز پڑھی، فارغ ہونے کے بعد گنگا ساگر دیکھ کر دل میں کہنے لگے کہ میرا دوست ہمارے بدھنے
(لوٹا) کی خوبی کا قائل ہے، مسجد بھی بنا رکھی ہے، اغلب ہے کہ اسلام پر بھی ایمان رکھتا ہو،
یہی حالت حضرت مولانا وغیرہ کی بھی قیاس آرائی کی ہے،

سلہ یہی الزام گورو نانک دیو پر لگایا گیا دیکھو سیر المتاخرین۔

ہمدردی کا افسوس

جب ملک میں اسلام پھیلا، عرب میں کیا دہرا تھا تحقیق و تجسس بزرگان قوم و ملت نے تحقیق و تجسس ہلال کئے اور سب علما دیگر مذاہب کی کتب کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے، چنانچہ[1] اسی زمانہ میں عربوں نے فلسفہ یونان کو عربی کا لباس پہنایا اور ہندی علم طب وغیرہ کی ہزارہا کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں، تو محمدی سکے جلوہ کے ساتھ ساتھ ادیانِ دیگر کی علمی و ذہنی روشنی ان کے دماغوں میں پہنچی، اور اس معجون مرکب سے وہ بزرگ پیدا ہوئے کہ جو اسلام میں پائے جاتے ہیں، اب یہ دیگر مذاہب کی کتب کو ہاتھ لگانا بھی حرام سمجھتے ہیں، جب ہی حقیقی اسلام دنیا سے روز بروز غائب ہوتا جاتا ہے، افسوس اس علمی تعصب پر!

حسرت کی بے حسرت سب سے سودے

الف: حسرت موہانی کا پہلا قیاس یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسائل تصوف اسلام برہمن کے دل پر نقش ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے برخلاف ہندو مذہب برہمنہ وہ مسائل اختیار کئے۔ اس دلیل لانے کی کچی روایت بالا سے تردید ہو چکی، حضرت حسرت ہی نہیں، اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ برہمن کے بیان کردہ مسائل و اقوال قدیم آریہ مذہب میں نہیں، تو ہم بڑی خوشی سے یہ مسائل انکی کتب مقدسہ سے نظیر میں دکھلا سکتے ہیں۔

ب: دوسرا قیاس سراسر باطل ہے، جو اس خبط کا نتیجہ ہے، وہ محض ناکارآمد، یہی سچا اتحاد و قابل تعظیم ہے کہ جو شخص اپنے مذہب پر اعتقاد رکھتا ہو، دوسرے مذہب کی تعظیم کرے ایسا اتحاد نہ اصلی اتحاد ہے نہ باعث مفاد، نہ ایسا کبھی ہوا، نہ آئندہ ہو، بلکہ یہ تو ایک بیہودہ موہوم کے لئے مذہب کی قربانی ہوئی، اور ہر مذہب سے گرانا اپنے کام کا رہا، نہ دوسرے کے کام کا، حسرت نے اپنا یہ وہمی قیاس تاریخی شکل میں تبدیل کرنے کی ناجائز اور غلط کوشش کی ہے، کیونکہ ایسا اتحاد صریح ریاکاری ہے، ہم ایسوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔۔۔

---

[1] ۔ علاوہ ازیں بادشاہوں کے کارنامے بھی ... کتاب مہابھارت فارسی ترجمہ کرا دی گئی ... [illegible] ... در زمان اکبر بادشاہ ... تاریخ کشمیر ... زین العابدین کشمیر ... [illegible]

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق کہ رہروانِ رہِ عشق را رہا کفر است

ج :- تیسرا وہم اگر مذہبِ اسلام میں جائز ورداہو، تو ہمیں اُس کا علم نہیں، مگر مذہب برہمنہ کے متعلق ہم صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ مسائلِ تصوف اُن کے پاک مذہب کا جزواعظم ہیں کیونکہ وہ اُن کے مذہب کی قیود میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ جن سے کوئی آزاد نہیں رہ سکتا، حضرت نے آرین مذہب کی نسبت یہ سراسر غلط دعویٰ باندھا کہ "مسائلِ تصوف قید مذہب (شریعت) سے آزاد ہیں" ہمارا خیال ہے کہ سناتن دھرم اور مذہبِ اسلام پیغمبران نے ایسے مذہب بیان نہیں فرمائے کہ جیسے حضرت مولانا نے سمجھے، دراصل جملہ نکاتِ مذہبی نہ کوئی بیان ہی کر سکا نہ کوئی مکمل بمفصل سمجھ ہی سکا، اور نہ آئندہ کوئی بیان کر سکے نہ سمجھ سکے، یہ دریائے بے پایاں ہے جس پر مختلف مذاہب کی کشتیاں چل رہی ہیں، منزلِ مقصود ایک ہے، اسی پر سب پہنچنا ہے، یہ تشبیہ آریاؤں کے مختلف فرقہ جات کی نسبت خود اُن کے قدیم مقدس گرنتھوں میں دگئی ہے، یہ کتھا برہمن ہی سے سن لیجئے:-

با خلافِ ملل برہمن کہ در رہِ عشق چیست قاعدۂ راہ و اصلِ کار چیست

اُسی اپدیش کا یہ حصہ بیان بھی ان لوگوں کے سننے کے قابل ہے، اس سے زیادہ اور کیا صاف ہو گا ؎

بانی خانہ و میخانہ و بت خانہ چیست خانہ بسیار و لے صاحبِ ہر خانہ یکیست

خدا رسیدہ بزرگ رجب اصلی نکتہ پر پہنچے:-

اپنے اپنے مذہب کی سب ہی مناویں ٹیک
رجب نشانہ ایک ہے تیر انداز انیک

برہمن ایسے خود بین متعصبوں کو اس طرح سمجھاتے ہیں ؎

ز گفتگوئے جہاں لب بہ بند فارغ باش
کہ کارِ ما و تو در حلِ این معمہ نیست

اپنی غواصیِ دریائے معرفت کا پتہ دیتے ہیں ؎

تمام عمر مرا صرف شد بفکرِ عمیق — ہنوز حاصلِ سخن نکتۂ نشد تحقیق

جو باخدا کسی درجہ پر پہنچ گئے ہیں اُنہیں ہی پتہ نہ لگا برہمن

بوئے نیافت دل ز چمن ورنہ بارہا — بر دامنِ نسیم و بدوشِ صبا نشست

یہ وہ درجہ ہے کہ بمشکل نصیب ہوتا ہے برہمن

افسوس کہ عمر بسر رفت و ما نفہمیدیم — زیست و بود جہاں مدعا نفہمیدیم

حقیقت یہ ہے کہ مذہبِ اسلام کے مسائلِ تصوف کسی خاص حد تک آرین علم و ویدانت کے ملتے جلتے ہیں، مگر نہ تو کسی مسلمان کا حق ہے کہ وہ ایسے مسائل کسی ہندی کی تحریروں میں دیکھ کر بے باکانہ یہ رائے قائم کرے کہ یہ دل سے مسلمان تھا، اور نہ اسی طرح کسی ہندی کے لئے جائز ہے کہ کسی مسلمان کے ایسے مسائل دیکھ کر نتیجہ اخذ کرے کہ وہ ہندی ہے۔

برہمن کے کلام و اشغالِ زندگی کی موجودگی میں اُن کے اعتقاداتِ مذہب کی نسبت کسی طرح کا شک و شبہ کرنا کفر ہے، اور حقیقت ہے اسی قدر درست ہے کہ جس قدر کہ کاجل سے ناپاکی، نور سے ظلمت، یا حقیقی اسلام سے بت پرستی، برہمن نے اپنے کلام کے بیسیوں اشعار و گفتار میں ایسے مسائل حل کرنے کے بعد اپنے موکد اعتقادات اور پاک مذہب کا پُرشان نشان دیا ہے۔ غزلوں کے مقطع خصوصیت کے ساتھ حسرت کے خیالِ ناقص کی تردید اور ہمارے کلام کی تائید میں واقعہ ہوئے ہیں، وہ اپنے اعتقاد کی تصویر کھینچتے ہیں، ذرا حسرت جیسے حضرات دیکھیں برہمن ؎

ز اعتقادِ برہمن اگر نشاں خواہند — چہ جائے صندل و زنار در گلو کافیست

آپ کے پاک کلام، سوانحِ زندگی اور انجامِ زندگی کے اعتبار پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ پختہ خیال مناتی تھے اگر ایسے نہیں کہ جیسے آجکل ہیں، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ہندیوں کے پُرشان عہدِ قدیم کی ایک شاندار نشانی تھے، نفرت، تنگدلی، کمزوری، بدزبانی،

دل آزاری، خود غرضی اور ناپاکی سے آپکے دل و دماغ کلیتہً پاک و صاف تھے، اور ایسے جیسا کہ ایک سچے ہندی کو اپنے فرائض مذہبی کے تقاضے پر ہونا چاہئیے، وہ اپنے مذہب پر نہایت پختگی سے قائم تھے، جیسا کہ ہر شخص کو ہونا چاہئیے، اورنگ زیبی دربار میں جلوس فرماتے ہوئے بآواز بلند نعرہ مارتے ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ نغمہ بہن ناقوس پھونکا گیا ہے ؎

لازم آمد بر سرما خدمتِ بُت برہمن — می سکنگرد و ہر آں نقشے کہ در دل و لہا نشست

اپنی اسلامی شکر گذاری و خدمت گذاری کی اس طرح تلافی فرماتے ہیں، اور اپنا دامن مقدس پاپ رو بش پاک فرماتے ہیں ؎

مرا سرشتہ زُنّار رافت بت خاص است — کہ یادگار من از برہمن ہمیں دارم

کیا صاف فرماتے ہیں کہ گو میں نے برہمنوں کے سے کرم نہیں کئے، مگر شکر ہے کہ اس طوفان میں اپنے مذہب پر قائم رہا، شریعت سے منحرف اپنے اہل مذہب سے کلی پاسداری یہی نتیجہ پیدا کرتی ہے

ایسے اسلامی بھائیوں سے دو دو باتیں

ہمارا حق ہے، اور موقعہ بھی ہے، کہ ہم اپنے معززانہ معقول پسند اسلامی بھائیوں سے بھی مخاطب ہوں اور اُن سے بصد ادب و احترام عرض کریں کہ مذہب ہندی کی شان اُس کے ادنےٰ ارکان میں دیکھ کر یہ رائے کبھی قائم نہ کریں کہ قدیم آرین مذہب ایسا ذلیل و خوار ہے، وہ اُن ہندیوں کے بھی اس خیال سے آشنا نہ ہوں کہ جو ایک نادان مسلمان کی نادانی اور بدعتوں کے اعمال دیکھ کر مذہب اسلام کو متہم کرتے ہیں،

برہمن کی مذہبی صداقت ہی انکی شہرت و حفاظت کا باعث ہوئی

محبت، عزت، فرخندلی، صداقت، وفاداری، ہمدردی، آزادخیالی، خوش بیانی اور مذہبی پاسداری وغیرہ وغیرہ، اوصاف پاکدامنی اور صفائے باطنی کے ثمرات ہیں، ان کی ذات گرامی میں یہ دو اعلیٰ صفات اس لئے موجود تھیں کہ انہیں رموزِ الٰہی پر کامل عبور ہو گیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا

دیوان اِن نکات سے بھرا پڑا ہے، یہی وہ اعلیٰ صفات تھیں کہ جو انہیں معمولی مدارج زندگی سے اُٹھا کر اُس منزلِ ہستی پر لے گئیں، کہ جن سے ایک تہری شیر بھی آنکھ ملاتے، تو تلوار سامنے آتے، جلا دِ ظلم نیام سے سنبھالتے الفاظِ نا ملائم زبان سے نکالتے خوف کھاتا ہے، جو ہستی اس معراجِ کمال پر پہنچ جاتی ہے، ہر مذہب و ملت کا ہر انسان اُس کی قدر و توقیر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا ہر فعل بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کا کام کرتا ہے، اُس کا ہر کام دل آزاری سے پاک ہوتا ہے، اُس کی زبان عملی طور پر گنگا جل سے دُھلی ہوئی ہے، پاک و مقدس الہامی کتب کے حقیقی رنگ سے اُس کا دل و دماغ ایسا رنگا جاتا ہے، کہ پھر کوئی اَور مصالحہ اپنا اثر جما نہیں سکتا، اس رُتبہ کا وہ خود اشارہ فرماتے ہیں ؎

شد قاعدہ دان او برہمن　　　این رُتبہ ندانم از کجا یافت

رائے رایان نے بھی دل و دماغ پایا تھا، تعلیم و مذہب نے رنگ و روغن چڑھا کر چمکا یا تھا، پھر اُن کی شہرت ہندیوں کی سبھاؤں سے نکل کر علمی و ادبی درباروں اور محفلوں میں کیوں نہ پہنچتی، کیوں کوئی ہندی انہیں ہندی نہ سمجھتا، اور مسلمان، مسلمان،

اِس دنیائے دو رنگی میں شاہ و دو جہاں کے بندگانِ خاص دو طرح کے پائے جاتے ہیں:-

الف :- وہ ہیں کہ جو دنیا ترک کر کے پرمیشور کے بھجن و بندگی میں لولین ہو جاتے ہیں۔

ب :- وہ ہیں کہ جو علائقِ دُنیا سے ترکِ تعلق کر کے اُس میں رہتے، اُس سے لُطف اُٹھاتے، دوسروں کی زندگی سدھارتے، اپنے فرائضِ منصبی ایمانداری سے انجام دیتے خلقِ خدا کی خدمت کرتے ہوئے بھگوان کے دھیان میں مگن ہو جاتے،

رائے رایان جہاں اور جس طرح بیٹھے ہیں، اُس مقام و حالت کا خود پتہ دیتے ہیں ؎

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق　　　براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

تصویرِ برہمن

درجہاں باش ولیکن زجہاں فارغ باش ڈ ہر کہ فارغ زجہاں نیست جہانے باُوست
اس طریقۂ تقسیم کی رُو سے راسئے رایان بدوارِ جوانی تعصب قومی منافرت شاہجہاں
کے دیوان خانہ میں جنیو پہنے، صندل کا تلک ماتھے پر لگائے، اُونی و پشمینہ دیبا داطلس کا لباس سجائے
سنجاب و قاقم کے فرش پر بیٹھے، شب و روز شاہِ دو جہان شاہجہان کی خدمت کرتے نظر آتے
ہیں، ہندی، مسلمان، یہودی اور عیسائی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے اشخاص آپ کے گرد زانوئے
ادب تہ کرکے فیض اُٹھا رہے ہیں، وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں، اور سب ہی کو برابر سمجھتے
ہیں، اور انہیں یہی ایک سبق پڑھاتے ہیں:-

اے برہمن آشنا ہستن از روزِ ازل　　درحقیقت ہیچکس از یکدگر بیگانہ نیست

تصورِ تصویرِ برہمن

وہ ہر وقت مسلمانوں میں رہتے، اُن پر حکومت کرتے، اپنے سے اُونچے
اسلامی ارکان کے محکوم ہوتے ہوئے، جب دل میں آتا ہے، اپنے مذہبی
ناقوس بجاتے، گھنٹے گھڑیال کھڑکاتے، اُس سراپا اسلامی مجمع میں اپنے مذہب کی فضیلت کے گیت
گاتے، بلند آہنگی کے ساتھ رام رام کرتے نظر آتے ہیں، اور وید مقدس کے عرق سے ہولی کھیلتے
اور بے تکلف سب پر چھڑکتے پائے جاتے ہیں، اِس دلآویز وضعداری سے نہ فقط نزدیک و دُور
کے ہندی خوش ہوتے ہیں، بلکہ ادنیٰ سے اعلیٰ ہر مسلمان محظوظ ہوتا ہے، آپ کی مرنجاں مرنج مصلحت
اور صلح کل طبیعت نے بین عبود کے مسلمان تاجداران و عوام سے اپنی تعظیم کرائی، اور سچ تو یہ ہے
کہ حق شناس اسلامی برادران ازلی نے متعصبوں اور ظالموں کے ہاتھوں سے ان کی جان
بارہا بچائی، اِن کی زبانِ قلم کی گنگا سی روانی اور صفائی تیغ اصفہانی تھی، جو قلوب پر ایسا کاری ہوشربا
وار لگاتی تھی کہ ہلاک بھی اُس لطف سے لذت آشنا ہوتا تھا،

یہ فقط فیض روحانیت تھا، کیونکہ اُن پر حقائق و معارف کے دروازے اپنے دیوان
خانے کی طرح ہر وقت کھلے رہتے تھے، سب درباریوں کے دل و دماغ اُن کے اِس اثرِ روحانیت
کے مطیع و فرمانبردار تھے، کہ جس سے وہ خود متاثر ہو رہے تھے، اپنے دربار و مذہب کی کیفیت کا خود نقشہ

کھینچے ہیں:-

گردند گرد برہمن از شوق قدسیاں   گویا سخن ز عالم بالا نوشتہ است

تیغ ہندی صنمان غمزۂ خونریز بس است

تیر مژگان جفا جو نگہ تیز بس است

برہمن برہمن کے گھر پیدا ہوئے اور سب مذاہب سے اچھا سمجھا

دنیا میں ایسے بے تعداد مجبور و معذور افراد ہیں، کہ جو اپنے ایمان کو اس وجہ سے ترک نہیں کرتے کہ وہ پیدائشی ہے، حالانکہ دیگر مذاہب کی خوبیوں کے اصنام ان کے خانۂ دل میں آباد رہتے ہیں ہر وقت پرستش کئے جاتے ہیں مگر برہمن نے بعد تحقیق و تدقیق مذہب برہمنہ (ہندی) ہی ایسا مذہب سمجھا کہ جو نجات دہندہ ہو، وہ کسی ایسی معذوری و مجبوری سے اس دھرم پر قائم نہیں رہتے، بلکہ اس کی برتری و فضیلت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اسی دھرم پر قائم رہیں، جنہیں کہ قدرت نے انہیں پیدا کیا، ان کی فضیلت انتخاب بننے کے قابل ہے ؎

آں نقطہ کہ خال نام دارد   از روئے تو انتخاب کردیم

رائے صاحب جملہ مذاہب کو بت بنا کر اور ان کا تصور جما کر اس کے خط و خال ہلال و فرقہ جات قرار دے کر اس کا خال اپنے لئے پسند فرماتے ہیں، یعنی جسے دیگر بُرا سمجھتے ہیں، اس کی دستیابی پر ناز کرتے ہیں، رائے رایان کے عقائد کا محض ان اشعار ہی سے ثبوت نہیں ملتا، بلکہ ان کا دھرم ہے کہ جہاں وہ موقعہ دیکھیں، اپنی مذہبی فضیلت پر ناز کریں، یہ ناز واقعی قابل ناز ہے اور جائز بھی، چونکہ وہ اسی راستہ سے مقبول بارگاہ کبریا ہو چکے تھے، اس لئے دوسرے مذاہب کے ذریعہ نجات پر قطعاً ایمان نہ رکھتے تھے، اور صحیح راستہ یہی سمجھتے تھے، وجہ سن لیجئے ؎

تا جزو کش شدیم برہمن ز جام عشق

مارا دگر بہ پیر مغاں احتیاج نیست

اور ایک جگہ نہیں بار بار اعلان فرماتے ہیں ؎

چند بیں انگوش تو ہرگز اثر نہ کرد	صد گوش بر ترانۂ دگر نشستند

دیگر مذاہب کا جوش و خروش اور برہمن کا کامیاب سفر

برہمن مرحلۂ ناخموشی طے شد، ایں چہ شور است کہ در قافلۂ انداختہ اند
برہمن غضب کا نکتہ خاص بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ لوگ جو میرے ہمسفر ہیں، یعنی میرے ہمعصر ہیں، "مومن مومن" "کافر کافر" کہہ کہہ کر شور مچا رہے تھے، لیکن ایک میں تھا کہ دل ہی دل میں "رام رام" جپتا، انہیں پیچھے چھوڑ منزلِ مقصود پر جا پہنچا، اسی طرح سے دنیا کے سب مذاہب کے افراد کو ایسی مذہبی تو تو میں میں چھوڑ کر خالقِ مطلق کی بندگی میں مصروف ہو جانا چاہئے یہی اصلی بیداری

برہمن کے کام و کلام اور مصروفیتِ زندگی سے پایا جاتا ہے، کہ ان کا جسمِ عنصری ان ہی عناصر سے بنایا گیا تھا کہ جو سری کرشن جی مہاراج نے سری گیتا جی کی پاک مٹی میں ملایا تھا، اور وہی روح اس زبان میں بولتی تھی کہ جو رشی بالمیک، گو سائیں تلسی اس کے قالبوں میں علم الٰہیات کے گیت گا چکی تھی، فرق صرف اس قدر ہے کہ ان کی زبان سنسکرت و بھاشا تھی، ان کی فارسی، اور اس وقت ضرورت بھی اسی کی تھی،

صدقِ ایمان اور جانبازی کی داستان

تو اگر دل شکنی دم مزن پیاں شکنم	من مقابل آں جانِ آہنیں دارم
گو برہمن اپنے مسلک پر سرگرمی سے قائم تھے، کوئی جوش یا خاص سرگرمی جو لوازمہ انسانی ہے، انہیں کبھی کبھی مجبور نہ کرتی تھی، کہ دل آزاری کا ایک لفظ بھی ان کی زبان و قلم سے ادا ہو، آپ ان کی تصانیف پڑھ جائیے خواہ آپ کسی مذہب کے شائق ہوں، مگر آپ کو برہمن کے کلام کا ایک لفظ بھی شاق نہ گزرے گا، یہ آپ کے کلام کا خاص وصفِ امتیازی ہے، جو صد ہا برس بعد کسی کے حصہ میں آتا ہے، ہر مذہب کے شرفا اور صلح کل اصحاب کی تحریریں ہماری نظر سے گزریں، مگر ہم کسی تحریر کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس میں قومی دل آزاری کا کوئی لفظ نہ تھا،

مگر آپ کا دن رات ایسے حالات اور واقعات سے واسطہ پڑتا تھا جس سے آپ کی طبع متین بار ہا منغض ہوئی، ہم یہ واقعات لکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُسے کسی مورخ نے بھی قلم انداز نہیں کیا، اس لئے یہ درج کیے جاتے ہیں، یہ واقعات پڑھے جانے کے بعد برائے ایمان کے صدقِ ایمان اور اُس کی حفاظت کیلئے جانبازی کا جذبہ بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

لطیفہ کرامت لکھا ہے کہ جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے چھٹے سال (۱۰۴۲ھ) میں کاشی جی کے بڑے بڑے مقدس دیراچین ۷۶ مندر و معابد مسمار کرا کر اپنی دینداری کا ثبوت دیا، اور کوئی مندر باقی نہ چھوڑا تو مندر وشونا تھ[1] جی بھی منہدم کر دیا گیا جس کی نسبت روایت ہے کہ مورتی گھور کلجگ دیکھ کر مندر سے اُڑ کر چاہ میں غائب ہو گئی اور اُس کی جگہ مسجد تیار ہو کر عرضداشت پیش ہوئی، اُس وقت شاہجہان دار الانشا (منشی خانہ) کے دفتر میں عرضداشت لئے کھڑا تھا اور رائے صاحب کسی مسودہ کی تحریر میں مصروف تھے، شاہجہان نے انہیں یہ واقعہ مسماری و تیاری طرز اُٹھا کر اپنی خدمتِ قومی اور دینِ اسلام کی بزرگی کی آپ سے داد چاہی، آپ نے مسودہ چھوڑ کر اُسی عرضداشت کی پشت پر فی البدیہہ شعر لکھ کر شاہجہان کے آگے وہی عرضداشت پیش کر دی ہے

به بیں کرامتِ بت خانۂ مرا اے شیخ
که چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

اِس دل آویز طرزِ بیان میں جو اثر ہے اُسے مذہب اسلام کی ایسی تبلیغی جماعت عمر بھر تک فراموش نہیں کر سکتی، مگر اس سخت اشتعال پر بھی جس کا انجام خنجرِ جلاد کی نوک پر تھا، رائے صاحب کی طبعِ خداداد نے ایسا اثرِ مسیحائی دکھایا کہ اُن کی حاضر جوابی سے اسلامی دربار بھی پھڑک اُٹھا۔

---

[1] اس مقدس مندر کی کرامت مشہور تھی کہ جذامی تک شفا پاتے تھے، بے اولاد صاحبِ اولاد ہو جاتے تھے" تقدیس منا[illegible]

[2] غلام حسین خان مصنف سیر المتاخرین شاہجہان کے چھٹے جلوس کے واقعات میں تائیداً لکھتا ہے:۔
"ہمدریں سال سفبانہ دشتش بتخانہ در بنارس منہدم گردانیدند"

صاحب تقدیس الثنا دربیہ واقعہ اورنگ زیب کی دینداری سے منسوب کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:-

"منشی چندربھان برہمن نے ایک رو نکال کر دکھایا، جس کی شرح یہ ہے، کہ میدک (حیدرآباد سے ۷ کوس) میں مہاراجہ کے رتواس کے پاس ایک مشہور و عالیشان جینیوں کا مندر تھا، کہ جو ہزاروں برس سے اپنی تقدیس سنبھالے علاقہ پر مذہبی حکومت رکھتا تھا، جب اورنگ زیب نے حیدرآباد کے علاقہ کے تمام مندر[1] مسمار کرا دیئے تو حکم دیا کہ یہ رتواس قلعہ کی شکل میں تبدیل کیا جا کر مندر مسجد بنا دیں، چنانچہ عرب خاں اس دینی خدمت پر مامور کیا گیا، جس نے یہ مندر مسمار کرا کر بہت جلد مسجد تعمیر کرائی، اور اس پر ذیل کا کتبہ لگوایا گیا۔

در آں وقتیکہ مسجد ساخت مسعود ز ہجرت یک الف ہفتاد و یک بود (۱۰۷۱ھ)
گرامی سیدے یعنی عرب خاں کہ از اسلام تیغش دین بیفزود
ز بیخ افگند بت خانہ بجایش بنا فرمود مسجد را خودش زود

اس سے آگے وہی واقعات مذکور ہیں، کہ جو منشی سعید احمد وغیرہ نے اورنگ زیب سے منسوب کئے ہیں، اسلامی مورخین یہ مشہور واقعہ اورنگ زیب کی ذات سے منسوب کرتے ہیں، ہمیں اس بحث میں پڑ کر کسی خاص اسلامی تاجدار کو متہم و بدنام کرنے کی ضرورت نہیں نہ احتیاج

---

[1] بعض رسوم کفار و بدمذہبیاں کہ ابوالحسن رواج داده از شہر بر داره و بتخانہ را مسمار نموده، مساجد بنیاد کنند (مراۃ المتاخرین صفحہ ۳۶۶)

[2] مرزا سلطان احمد کی طبیعت یہ تحقیقی واقعہ اپنے قلم سے کیونکر لکھ سکتی تھی، مگر سخت افسوس ہے کہ حسرت موہانی کے سے محقق پر کہ تاریخ کی جان، نزاکت و لطافت کا بیان اور ندرت قدرت خیال بھی اُن سے حق وقائع نگاری ادا کرانے سے قاصر رہے، مگر آفرین ہے، انجمن ترقی اردو پر کہ جنہوں نے یہ واقعہ منشی محمد سعید احمد مارہروی سے مرأۃ ہنود میں لکھوایا، میرزا صاحب یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ:—

"برہمن نے مندرجہ بالا شعر موزوں کر کے اورنگ زیب کو شرمندہ کر دیا، عالمگیر پر اس قسم کے جس قدر الزام گھڑے جائیں وہ اس پر بجز بی تعصب جاتے ہیں"

میرزا صاحب کی اس تنقید نے حقیقت کا قلع قمع کر دیا ہے، اگر جب کتبہ موجود ہے، اور مندر کی جگہ مسجد کھڑی ہے، تو ایسی مادی شہادت کے مقابلہ میں "الزام گھڑنا" کا استعمال ہماری سمجھ سے باہر ہے "خدا میرزا صاحب جیسوں کو سمجھ دے"

'ضرورت ہے' رائے رایان کی جرأت و دلیری، غیرت و حمیت مذہبی اور قوتِ خیال و رسائی ذہن کے بیان کی اور یہ مقصد دونوں صورتوں سے یکساں پیدا ہوتا ہے'' در اصل بدعت کی تاریخ رائے رایان کے ترکِ ملازمت سے قبل کی ہے'

برہمن اور اُن کا مسئلہ تناسخ

حضرتِ حسرت اور دیگر ایسے ہی غلط ہنیا د حضرات نے برہمن کو اسلامی خیالات رکھنے کا الزام دیا ہے جس کی کافی تردید ہو چکی کیا بہتر ہوتا کہ ایسے اسلامی بھونپو کہنے والے حضرات برہمن کا ثبوتِ تناسخ بھی دیکھتے، شاید تنگ خیالی اور سخن پروری نے اس تحقیقِ حق سے باز رکھا ہو اگر ہمیں اُن کی خاطر عزیز ہے، اس لئے نظیر میں برہمن کی تقریر سنئے:۔

رُباعی

من کیستم از رہِ دراز آمدہ ام		در عینِ حقیقت مجاز آمدہ ام
از میکدۂ عشق دریں دیر کہن		صد بار بروں رفتہ و باز آمدہ ام

برہمن اور زنار

مرا برشتۂ زنار الفتِ خاص است کہ یادگارِ من از برہمن ہمیں دارم

رائے رایان نے تشبیہات اور استعارات فقرات اور محاورات میں جگہ جگہ زنار کا اس لطافت اور خوبی سے بیان کیا ہے کہ وہ اُن کے کلام کا ایک جزو بن گیا ہے اور اُس کے ساتھ مُو کا استعمال ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے' یہ نکتہ ہر ایک شخص کے سمجھ میں نہیں آسکتا' اسے وہی اصحاب سمجھ سکتے ہیں کہ جو ہندی علم الہیات کے عامل ہیں' اُن کا عقیدہ ہے کہ جو روحانی ہستیاں ذات باری سے لولین ہو جاتی ہیں اُنکے رووم رووم میں رام بسا ہوتا ہے' اس لئے زنار اور مو میں مناسبتِ خاص ہے' ایسے اشعار میں اسی عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے'

برہمن ضرور کشمیری برہمن تھے

جب ہم نے رائے رایان کی قابلیتِ علمی' خوشخطی' درست اعتقادی اور پاسداری مذہب کے تاریخی حالات پڑھے' ہمارے ذہن نے ہمیں سمجھایا کہ برہمن ضرور کشمیری برہمن ہوں گے' پھر گلستانِ کشمیر

سے پتہ چلا، کہ وہاں اُن کا اصلی گلزارِ کشمیر بتایا گیا، اگر کشمیر کے نہ ہوتے تو اُن کا نام اِس تذکرہ میں نہ ہوتا۔

جو قومی مصائب اور آفات وہاں کے اصلی باشندوں پر فاتحانِ جدید کے ہاتھوں جائز روا رکھی گئیں، اور اِس بے نظیر قومی ظلم میں اِس قوم کی بربادی خطۂ کشمیر سے کی گئی، فرشتہ شرارت سے اپنا پہلو بچاتے ہوئے تصریح کرتا ہے:۔

"وزیر سکندر شاہ بت شکن در مدت چہار سال وزارت خویش انواع ظلم بر رعایا کردہ، بدستور زمان سکندر شاہ اقسامِ جور و جفا بہ ہندوان رسانید، و ..... قوم برہمناں ہر کہ مسلمان نشد بقتل آورد، و چنانچہ در اندک مدت از آں طائفہ در کشمیر نشانے نماند یا مسلمان شدند، یا از ولایت بدر رفتند"

یہ ذکر علی شاہ سلطان کا ہے، سکندر شاہ اُس کے باپ کے کارنامے ملاحظہ ہوں:۔

"سلطان حکم فرمود کہ تمام برہمناں و دانایانِ ہنود مسلمان شوند و ہر کس کہ مسلمان نشود، از کشمیر بدر رود، و قشقہ بر پیشانی نکشد، و زناں را ہمراہ شوہر خود نسوزانند، و بتانِ طلا و نقرہ را در دارالضرب گداختہ زر سکوک سازند، از ایں جہت محنت بسیار بہ ہندویان آں ولایت کہ اکثر برہمناں بودند رسید، بسیارے از برہمناں کہ مسلمانی دشوار می پنداشتند و ترکِ شہر وطن از آں دشوار بود خود را بکشتند و بعضے دیگر جلائے وطن کردہ، بولایت دیگر رفتند"

غرضیکہ اِس سخت ظالمانہ دار و گیر اور مذہبی تعصب میں جسے فرشتہ سا متعصب بھی بیان کرتے ہوئے لرزہ براندام ہے، تمام برہمن کیا تو قتل کئے گئے، یا مسلمان بنائے گئے، یا پختہ اعتقاد خودکشی کر گئے اور دیگر ولایتوں میں آ کر پناہ گزین ہوئے، اِسی سلسلہ میں ہندوستان بھر کے تمام کشمیری ہندوستان کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں،

بس رائے رایان کے بزرگ اُسی سولہویں صدی ہی میں کشمیر سے ترکِ وطن کر کے، پھرتے پھراتے بچتے بچاتے آگرہ میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں سے لاہور سکونت گزین ہوئے، اِن کے کشمیری ہونے کا ساتواں بڑا ثبوت آپ کا نام ہے، چندر بھان، سورج بھان، بسنت بھان، اندر بھان، اودے بھان

رائے بھان، بیربھان، دیوبھان وغیرہ وغیرہ کشمیریوں کے نام ہوتے ہیں، آٹھواں ثبوت عُرف ہے، اس سے یہ شبہ مطلق نہیں رہتا کہ وہ کشمیری نہ تھے، کیونکہ بھاں کول، رینہ، کچلو، شرغا، سبعی، رازداں، مٹو، زتشو اور ہنڈو وغیرہ عُرف ہیں، وہاں "بھان" بھی ایک عرف ہے،

پس یہ کہا جا سکتا ہے، کہ دراصل آپ کشمیری پنڈت تھے، اور جب حکومتِ مغلیہ میں کامیاب ہوئے اُس وقت آپ کا وطن لاہور تھا، جیسا کہ وطن کی سرخی میں درج کیا گیا، مگر اس پر بھی بعض اصحاب انہیں اکبرآبادی ہی کا سمجھتے ہیں، ہم نے اُن کی تصانیف میں سے جہاں اُنکے وطن کے متعلق ذکر آیا ہے، اسی لئے اُس کا انتخاب کیا ہے، کہ آپ کے وطن کے متعلق قطعی فیصلہ ہوجائے، اطمینان فرمائے بدیع الانوار میں تو رہنچاتے ہیں :-

"دولت خانۂ ایں مورِ ضعیف کہ مصنفِ ایں نسخۂ بدیع است درعین دلاہور اشہر واقع است"

واپسیٔ کشمیر کے سلسلہ میں تشان فرماتے ہیں :-

"از خدمتِ نواب علامۃ العصر الدوران افضل خاں رخصتِ وطن حاصل نمودہ، از خطۂ دلپذیر فردوس آئیں جنت نظیر کشمیر بشہر بہشت آساس لاہور گردید"

آپ آگرہ سے لاہور آتے ہیں، اور بھائی کو لکھتے ہیں :-

ایں نیاز مند از خدمتِ علامۃ العصر دوران افضل خان رخصتِ وطن گرفتہ، از دارالخلافت اکبرآباد دروانۂ دارالسلطنت لاہور شد"

آپ کی یہ تحریر آپ کے وطن آگرہ اور لاہور کا اچھی طرح فیصلہ کرتی ہے،

مسلک رائے رایان

رائے رایان کا کیا مسلک تھا، خود بیان فرماتے ہیں :-

"ہر گاہ سر رشتۂ طینت ایں خیر اندیش آں باشد کہ طریقِ سلوک و مدار او محبت را باآشنا و بیگانہ بیک طرز مرعی دارد، ایں مخلص بے ریا را باہمہ کس و ہمہ جا ایں حالت است"

تبلیغ عدم تبدیل مذہب

باسنبل و زلف ہندو ایکے دانستیم	از کعبہ و دیر تا یکے دانستیم
مارا چو خویش آشنا ئے ساختہ اند مسلمان	بیگانہ و آشنا یکے دانستیم سلمان ہندی

تبدیلِ مذہب کے متعلق ہر طرح کی تبلیغ مذہبی غارت گری ہے، اِس عام تباہی کا علاج رائے رایان کے نسخہ میں موجود ہے نسخہ مندرجہ صدر اکسیر اعظم ہے، واقعی جو انسان دیدارِ دلدار حقیقی کے مصحفِ رُخ سے شرف یاب ہونا چاہتا ہے اُس کے لئے مذہبی الجھنوں میں پڑ کر تیرتھ یاترا یا طوافِ کعبہ کرتے رہنا ہی بس نہیں، بلکہ اُس کی منزلِ مقصود اَور ہے، جس نے یہ راز سمجھ لیا، اُسے مذہبی ہرزہ سرائی سے کوئی واسطہ نہیں، پھر اُس کا پتہ کوئی کیا لگائے گا، وہ تو خود بے پتہ ہو جاتا ہے ع

آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

رائے صاحب فصیح و بلیغ الفاظ میں بار بار تبلیغ فرماتے ہیں، کہ اے نادان لوگو جو نقش تمہارے دل پر نقاشِ مطلق نے منقش کر دیا، اُسے تازہ رکھو، محو ہونے نہ دو، تبدیلِ مذہب سے خدا نہیں ملتا، شرح ملاحظہ ہو ؎

لازم آمد بر سرِ ما صدمت شکستِ برہمن ۔۔۔ محو کے گردد ہر آں نقشی کہ در دلہا نشست

دوسرا وعظ اِس سے زیادہ واضح الفاظ میں ہے، عدمِ ضرورت تبدیلِ مذہب کا فلسفہ آپ اُس وقت بیان فرماتے ہیں، جب کہ آپ کو تبدیلِ مذہب کی دعوت دی گئی تھی ؎

ما جرعہ کش شدیم برہمن ز جامِ عشق ۔۔۔ ما را دگر بہ پیرِ مغاں احتیاج نیست

آپ شاہجہان اور اورنگ زیب کے رنگ رنگ کے عہد دیکھ رہے تھے، کبھی تو کوئی ہندی نا واقفیت مذہب سے مسلمان ہوتا، کہیں عورت پر اُس کے مذہب سے نکاح پڑھتا، کہیں روپیہ کے لالچ سے اور کہیں تلوار سے ہیبت ہوتا، نظر آتا تھا، مگر انہیں ایسا کوئی ہندی نظر نہ آیا جو اپنے مذہب سے واقفیت نہ رکھتا ہوا، مذہب اسلام قبول کرنے میں اپنی نجات سمجھتا ہو، جو گمراہ نظر آئے اُس طرح طرح کے نادان پائے، ضروری تھا، کہ ایسے کمزور دین فروش خبردار کئے جائیں، اور آریہ دھرم کی فضیلت اُن کے قلوب پر نقش کی جائے ؎

نے روم بسوئے دیر نہ گرازرہِ شوق ۔۔۔ مرا برہمن زُنّار دار رشد باعث

برہمن کو برہمن ہونے کی وجہ سے کافر کہا جاتا تھا

برہمن از بُتِ من ہر چہ ہست مرغوب است ؛ کہ در زلف و رخش کفر شاد و ایمان شاد دارد
عہدِ مذکور میں اکثر ناواقف یا متعصب ہندی مسلمان انہیں کافر قرار دیتے ہوں
اور ہندیوں کو بالعموم کہا بھی جاتا تھا' اور ہر طرح کے مذہبی اعتراض
کئے جاتے تھے' پرہناؤں کے کاغذی تعزئے مضحکہ اُڑاتے تھے' مگر وہ خود ہمیشہ اپنے مذہب پر قائم
رہتے' اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے' علانیہ اپنے مذہب پر فخر کرتے تھے' اور ہر وقت
شاد و آباد نظر آتے تھے' اور کہتے تھے کہ ہمیں ہماری بُت پرستی مرغوب ہے' تم اپنے کفر خوش رہو'
ہم اپنے گھر آنند منائیں' مذہبِ برہمنہ کو کفر سے کیا نسبت؟ اس لئے تم جو مجھے کافر کہتے ہو مجھے سخت غم و غصہ
پیدا ہوتا ہے'

مرا بسنبلِ زلفت چہ نسبتے باشد ۔۔۔ ہمیں قدر کہ زمن پیچ و تاب مے آید

وہ بتاولہ مذہب کے متعلق کہ جو اُن عہود کی ایک نمایاں خصوصیت ہے' اپنے خرابِ دل
میں خیال لانا تو درکنار صاف طور پر مذمت کرتے ہیں' اور نہایت بے باکی سے فرماتے ہیں' کہ
جو اپنے مذہب سے شناسا نہیں' وہ دوسرے مذاہب کے عقائد قبول کرتا ہے' مگر جو دل و دماغ
جامِ عشق کے نشے سے مخمور ہو' اُسے کسی دیگر مذہب کے ہادی کی ضرورت نہیں'

رائے رایان نے ہر دو مذاہب کے ضعیف اعتقادات کو دور کرنے اور ہر پیرو کو صحیح راستہ
پر لانے کی ایک ایسی سعی موفور فرمائی ہے' کہ جس کی داد سالکانِ راہِ حقیقت ہی دے سکتے ہیں'
اس راہ کی راہبری حسب ذیل اشعار کریں گے ؎

فروغِ سینہ زنار یک خاطرِ آن طلب ۔۔۔ کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز
خوش آں گروہ کہ خم کردہ قامتِ دل را ۔۔۔ بسوئے قبلۂ ابروئے او کنند نماز

فضیلت آریہ دہرم

برہمن از ہمہ کس خوشنماست صافدلی ؛ دلے کسے بہ صفاتے برہمناں نرسد
یہ ضروری تھا کہ اس کارِ تبلیغ کے لئے سناتن دہرم کی تفضیلت پر زور دیا جاتا'
اور وہ محض اس لئے کہ ہندی مسلمان ہونا چھوڑ دیں' نہ کہ انہیں ہندی بنائیں' طرزِ بیان اور طریقہ

تفہیم ایک آئینہ ہے، دوسرا کون ہے کہ جو ایسا جلوہ کھائے، اور ایک جو نیا مزہ پائے، الحمد و لغو اور سمجھو۔

نگارمن زاستغنا نمے بیند بسوئے کس　　کہ روئے خویش درآئینہ مے بیند نہ روئے کس

مذہبی توہین درجۂ جنون تک پہنچ چکی تھی، اور انہیں کبھی دیوانہ بنا یا جار ہا تھا، مگر یہ اس عالم میں ایسے مست تھے کہ دوسروں کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ برہمن نے نکتہ گار سے سنئے:۔

مرا بخال وخط او خیال سودا نیست　　کہ من معاملہ بازلف پرشکن دارم

رائے رایان کے کلام کے عاشق آجکل کے نوجوان یہ شعر عاشقانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں گے، لیکن اس کا اصلی رنگ صنعتِ استخدام کو سمجھنے والے شناخت کر لیں گے، ایک اور سن لیجئے، مذہب برہمنہ کس شان سے مذہب الٰہی بیان کیا گیا ہے سبحان اللہ

کافرم گر سر موئے بتفاوت گو نم　　رشتۂ زلف تو بار شتۂ زنار یکیست

جب تک انسان انسانی زندگی میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے، اپنے اپنے مذہبی عقائد پر بحث و تکرار کرتا رہتا ہے، اور اس حمایتِ دین میں کہیں تو وہ ریا کار ثابت ہوتا ہے، اور کہیں خود غرض، غرضیکہ جس قدر انسانی شیطنتیں ہیں، اس کی ذات سے ان کا ظہور ہوتا رہتا ہے، مگر انسان جب روحانی منازل میں داخل ہوتا ہے، تو اس کی پہلی ہی منزل میں یہ اسبابِ شرارت اس سے چھین لئے جاتے ہیں،

پھر وہ انسان جس مذہب میں ہوتا ہے، روحانی ترقیات کرتا کرتا سب کو اپنا بھائی سمجھنے لگ جاتا ہے، اس کی نظر میں ایک کا فر وہی منزلت رکھتا ہے، کہ جیسا ایک دین دار بھائی اپنے حقیقی بھائی کی نظر میں، وہ نہ ملیچھ کہنے سے غصہ کرتا ہے، نہ کافر لقب ملنے پر چڑتا ہے، برہمن سمجھاتے ہیں ؎

از ہر کہ بشنوی سخن تلخ گوش کن　　بیہودہ آبرو زپئے گفتگو مریز

وصلِ روحانی کے لئے ایسے اختلافات میں پڑنا تاریک راستہ کا سفر ہے، جب خدا ایک ہے، تو اس کے پاس پہنچنے کا راستہ بھی ایک ہی ہے، اور وہ راستہ روحانی ہے، برہمن نے یہ

اختلاف کس نزاکت سے دُور کیا ہے ؎

با خلافِ بیس برہمن کہ در رہِ عشق — یکیست قاعدۂ راہ وصلِ یار یکیست

سب انسان آدم کی اولاد ہیں، اس لئے ازلی برادر پھر ہندی و مسلمان کی تمیز کیسی اور خونریزی کیوں؟ اپنی اپنی اصلیت پر غور کرنے کے بعد فلسفۂ پیدائشِ دنیا یہ سب اختلافات و فسادات دور کر دیتا ہے، برہمن ایسے مدعیانِ دین کو سمجھاتے ہیں ؎

اے برہمن آشنا ہستند از روزِ ازل — در حقیقت ہیچکس از یکدگر بیگانہ نیست

ہند میں اہلِ اسلام نے آکر اُس کے بعض ارکان نے مذہبی تفریق کی بنا پر خدا کی بھی تقسیم کر دی، اور اسی بنا پر ہندی ہونا بھی جرم قرار دیا گیا یہ تو ہی شر و فساد کا مبدا تھا، اور ردِ عقائدِ وحدتِ وجود کا دشمن، برہمن کی تمام عمر اسی طوفان میں گذری، وہ ایسے لوگوں سے پوچھتا ہے، ذرا سنئے،

گذشت عمر درین فکر من ندانستم — کہ جرمِ کفر (ہندی) کدام است و صوابِ ایمان (مسلمان) چیست

اور تنگ نظر متعلقین کو سمجھاتے ہیں ؎

اینجا نہ بود کشمکشِ سبحہ و زنار — عشقے تو گذشتن ز سرِ مذہب و دین

اس تفریق و تکرار کے مدعیان کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ شیطانی افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، یا انسانی اعمال کے،

یہ کل مضمون پڑھ لینے کے بعد برہمن کے مذہب کے متعلق حضرت جیسے حضرات کا کامل اطمینان ہو جائے گا،

ہندی اپنے مظالم کے خود ذمہ دار ہیں

جن ہندیوں نے اسلامی جور و جبر سے صبر و برداشت کو خیرباد کہہ دیا تھا اور اپنے اعمال و افعال کی پاداش میں ہر قسم کی مروجہ اذیتیں اٹھانے کے لئے خود ذمہ دار ہیں، تعصب کا الزام لگایا، شاہان وارکانِ اسلام کو مطعون کیا، اور اسلامی حکومت مفت میں بدنام کی،

فرقہ وارانہ تعصب کی بربادی کے مُبلّغانِ دین ہی ذمہ دار وجوابدہ ہیں

پیغمبروں نے آسائشِ خلق کیلئے مذہب بنائے مذہب سے خود غرضوں نے فرقہ بندی کی' اور فرقوں سے ملّتیں پھیلیں جب ایک' چند جگہ تقسیم ہوگئے' اور اپنے اپنے رہبروں کے زیرِ تصرف آگئے' تو خیالات' عقاید' حالات اور تفہیم میں بھی زمین و آسمان کا فرق پڑگیا' دوئی پھیلی' بھائی کا بھائی دشمن ہوگیا' بحث وتکرار کی نوبت آئی' اور خونریزی کے قرنائے جنگ پھونکے گئے'

جس زمانہ سے برہمن گذر رہے تھے' اُس وقت اکبرِ اعظم کے " اللہ اکبر" کا مرثیہ پڑھا جاچکا تھا' شیعہ اور سُنیوں میں گالی گلوچ سے گذر کر ہاتھا پائی اور جلادی کی تلوار چل رہی تھی' حضرت مجدّد الفِ ثانی سے بزرگ کو قلعہ گوالیار کی اسی ہماہمی سے سیر کرنا پڑی' اِسی طرح سے اسلامی فرقوں میں ایک دوسرے کی جان کا خواہان نظر آیا' مجدّدوں اور محققوں کی تفسیریں اور تعبیریں ایک کو دوسرے سے جدا کرنے میں تیغِ دو دم سے زیادہ کام کرتی تھیں' ایک کتاب' ایک پیغمبر' سینکڑوں فرقے!

اِن سے بدتر ہندیوں کے عالمگیر مذہب کا شیرازۂ عقائد بکھر چکا تھا' سینکڑوں عباتخانہ ایکدوسرے کی اینٹ اینٹ کرنے پر ہمیشہ درگُزرنے کو تیار رہے تھے' اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی نافہمی سے سب اصلیت و حقیقت سے بے خبر تھے' رائے صاحب کی ہمدرد طبیعت نے جب اپنے دینی و دنیوی بھائیوں کی یہ حالتِ زار دیکھی' تو خنجرِ کلام اِس طرح اٹھایا کہ سب کو نفاق کی خونریزی سے ڈرایا ؎

حرفِ اول از برائے اصل فہمیدن بس است ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست

اس خنجر کا دوسرا وار ایسے تکرار کیلئے زیادہ مہلک ہے ؎

ایں ہمہ عالم فانیست و درو زندہ کیست نقشِ بسیار و لے دیدۂ بینندہ کیست

آپ کے اِس طریقۂ تلقین کی نزاکتِ بیان نے ایسے فرقوں کے مُبلّغان کے خیالات پر ایک ایسا خون آشام خنجر مارا ہے' کہ بحث وتکرار کرنے کے قابل ہی نہ رہے' اور جو اِس میں اپنے آپ کو قابل سمجھتے ہیں' نالائق اندھے بنائے گئے'

آجکل ملک میں ہرجگہ لیکچر، وعظ، اپڈیش ہو رہے ہیں، اور ان ہی کا زمانہ ہے، ان سب کا نتیجہ بد امنی اور نفرتِ مذاہب وملل متفرقہ ہے، ان لیکچراروں، واعظوں اور اپڈیشکوں کی لفظی مہربانی اور لسانی سے نسلِ آدم ایک دوسرے سے اس قدر دُور از سرور ہو گئی کہ جس کے نہایت ہی تلخ نتائج پیدا ہوں گے، اب ہندو مسلمانوں میں فساد ہے، پھر ہندو ہندو کا، اور مسلمان کا مسلمان دشمنِ جان ہے!

برہمن برہمن ہی نہیں بلکہ دھرماتما تھے

یہ ایک مُسلّمہ امر ہے کہ سخت اشتعال، ہجو و مذمت کا باعث ہو سکتا ہے، مگر درویش کامل و دھرماتما ایسے امتحان کے موقعہ پر انتقام کا خیال چھوڑ کر عتاب و سرزنش کا خیال تو درکنار معمولی اظہارِ خفگی بھی نہیں کرتا، اُس کا اس موقعہ کا بیان ایسے نادانوں کی نصیحت و تربیت کا باعث ہوتا ہے، وہ اپنی خنجرِ زبان سے ایسی چوٹ مارتا ہے، کہ دوسرے کا تو کیا ذکر، پہلو خود آفرین و مرحبا کہہ اٹھتا ہے،

لطیفۂ صداقت[1]

راے رایان کی سوانح زندگی کے دو ورق کہ جو خاص ان کی ذاتِ گرامی سے تعلق رکھتے ہیں، تحریر لباس میں ایسے آئے ہیں، کہ اُن سے خونریزی کا سخن ٹپکتا ہے، مگر وہ ہجو و مذمت کے پہلوئے ذم سے بچتے ہوئے، اُن کے لئے باعثِ فخر ہو کر غیروں سے خراجِ تحسین لیتے ہیں، تذکرۃ الشعرا میں لکھا ہے کہ علامہ افضل خان شیرازی گو بادشاہ کا وزیرِ اعظم تھا، مگر لیاقت و فضیلت، دین داری و پرہیزگاری کا بادشاہ تھا، چونکہ خود فاضل بے ریا تھا، اس لئے فاضلانِ صافی نہاد سے محبت و صحبت رکھتا ہوا فضیلت کے کاموں میں مشغول رہتا تھا اس کے فضل و کرم سے دربارِ شاہی میں شعراے مشاہیر کا مجمع رہتا تھا، اور سرِ دربار مشاعرہ ہوا کرتا تھا، جس میں بادشاہ کبھی شریک ہوتے تھے، ایک بدمذاق متعصب نے اپنی غزل میں ہندیوں کے مسلمان ہونے سے ہندی مذہب کی توہین اور اسلامی مذہب کی خوبی کا مضمون باندھا، اور وہ شعر میرِ مشاعرہ بار بار راے صاحب کو مخاطب کر کے سنایا، گو راے صاحب اپنی غزل گھر سے مکمل کر کے لائے تھے، مگر اس کا مقطع فی البدیہہ مقطع ذیل میں بہ نہایت خوبی و عمدگی بہ تبدیل کر کے اُس سے

---

[1] پہلا لطیفہ کرامت کے نام سے مرقوم ہو چکا ہے،

سیر مشاعرہ[1] مخاطب ہوئے ؎

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار　　بکعبہ بُردم و بازش برہمن آوردم

صاحب نظر جو مذاقِ سلیم رکھتے ہیں، اور سخندان ہیں، وہ لطفِ بیان کا حظ اٹھاسکتے ہیں،
اِس شعر نے بلحاظ خوبیٔ بیان ہندوں اور مسلمانوں سے خراجِ تحسین حاصل کیا، اب ہی لیتا ہے، اور آئندہ بھی لیتے رہے گا، ہندی سمجھتے ہیں کہ برہمن نے اپنے دھرم کی جامعیت اور فضیلت کا بھرے دربار میں اظہار کیا، اور اُس کی صداقت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے، کہ بار بار مکہ جانے پر بھی مذہب اسلام کا اُس پر ذرا اثر نہ ہوا، مسلمان سمجھتے ہیں سب کچھ مگر اُن کی تسلی کے لئے انھیں سمجھایا ہے کہ برہمن کافر مطلق تھے، اُن کے دل پر کفر کی ضلالت نے کامل تاریکی چھا رکھی تھی، اور ایسی کہ بار بار مکہ جانے سے بھی وہ تاریکی دور نہ ہوئی، امرائے ہنود میں یہ واقعہ بتفصیل بیان کیا گیا ہے،

اس واقعے کے متعلق **افضل خان** کا شعرِ سعدی پڑھ کر شاہجہان کو برہمن کے قتل سے باز رکھنا، ملاؤں کی اختراع ہے، کیونکہ شاہجہان سخندان تھا، اس شعر پر قتل کا حکم نہ دے سکتا تھا، اور اگر یہ واقعہ ملاؤں کا بیان کردہ درج کیا جائے، شاہجہان کی حکومت داغدار ہوتی ہے، اس لئے ہم نے یہ مصنوعی حصہ قلم انداز کر دیا، خصوصاً اس لئے کہ مختلف تذکروں میں مختلف بیانات سے لکھا گیا تھا، جو زیادہ متعصب تھا، نون مرچ لگا کر لکھا ہے، جو تمیز رکھتا اس نے مِل جُل کر لکھا ہے،

ایسا ہی تھا مولوی **فضل الحق** ذکی مرحوم خیرآبادی اپنے علم و فضل کی وجہ سے گذشتہ صدی میں علم ادب کے آفتاب تھے، اور بڑے دیندار پکے مسلمان

خدا معلوم توارد ہوا یا کیا آپ نے جذبۂ دینداری سے یہ شعر موزون کیا ؎

ذکی در کعبہ رفتی بارہا　　نا مسلماں نا مسلمانی ہنوز

[1] یہ واقعہ بحوالہ نتائج الافکار مصنفہ قدرت اللہ خان قدرت مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے بھی لکھا ہے، وہاں یہ شعر شہزادہ دارا شکوہ کی سفارش پر شاہجہان کے حضور پڑھنا بیان کیا گیا ہے، اور بجائے "مکہ" "دہ کعبہ" تحریر کیا ہے، تحفۃ الدنیا دیدہ میں بھی یہ لطیفہ متعلق شعر رہا ہے، مگر وہاں سعد اللہ خان وزیر کے عہد کا واقعہ ظاہر کیا گیا غرض سب تذکروں میں یہ لطیفہ درج ہے، (بہار رضامی)

جن شاندار الفاظ میں اپنی کسرِ نفسی سے مذہب اسلام کی شان دکھلائی ہے، وہ آپ ہی کا حصہ تھا، ایسے بزرگ دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں، کہ جن پر مسلمانوں کو بجا ناز تھا،

رائے ایمان توہماتِ باطلہ کے قائل نہ تھے

ہر نقش کہ سرزند درست است / بیہودہ چہ استخارہ سازم

جس طرح سے شاہ کا سنتری چوبدار کا مرہونِ احسان نہیں ہوتا، اسی طرح سے وحدت وجود کا پوجاری توہماتِ باطلہ کا قائل نہیں ہوتا، رائے رایان کا درجۂ روحانی اجازت نہ دیتا تھا، کہ وہ اِن توہمات میں اپنا وقت ضائع کریں، اسی بار بار صاف الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید   کہ ہر چہ روئے دہد آشنائے پیشانیست

برہمن کا معراجِ روحانی

عالمِ صورت ہمی آشنا فہمیدہ ایم / کے بفہمد کس در آید آنچہ من فہمیدہ ایم

برہمن کے آب و گل کے اُس خمیر نے کہ جس سے اُن کا پاک جسم بنا تھا، پیدائش کی ساعت سے موت کی آخری گھڑی تک انہیں جوش دیا، چاروں وید چھ شاستر اور اٹھارہ پُران، اِن کے ایمان کی جان تھے، اُنہوں نے انہیں سمجھا، اور اسی راستہ پر پڑ گئے، کہ جس پر ان مقدس گرنتھوں کے پڑھنے سے پڑنا ضروری ہے، اور وہیں پہنچے کہ جہاں اِن کتب کے پڑھنے سے پہنچنا تھا، آپ دربار دارا شکوہ کے دریائے فیض سے فیضیاب ہونے سے پہلے ہی دریائے خیال میں تیر رہے تھے، وہاں پہنچ کر گوہرہائے روحانی کے جلا دینے کا زریں موقع ملا، پھر یہ جلا پا کر اُن کی زبانِ قلم کا جوہرِ آبدار بن گئے، بے تکلف چمکتے تھے، اور صفحے کے صفحے نور افشاں ہوتے تھے، اور سب کی چمک دمک یکساں، جس کوچہ میں اِن کا قلم نکل جاتا تھا، نور ہی نور نظر آتا تھا، چنانچہ ہر قسم کے مضامین نورِ روحانی سے ایسے منور ہوئے، کہ جس نے دیکھا مسرور ہو گیا، اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا، وہ روحانیت کیا ہوئی، کہ جس کا اثر غیر مقلد کے دل و دماغ پر نہ ہو، ہم اس نعمت سے محروم ہیں، مگر دلِ گداز پایا ہے، اور روح کہ بزرگوں کا ورثہ ہے "لذت آشنا ہے" برہمن کے جوہرِ قلم نے ہمیں ہلاک کیا، یہ روحانی اثر برہمن ہی کی موثر تحریر سے پیدا ہو سکتا ہے، اور یہ ہلاکت اُن ہی کے

جو ہر تیغ زبان سے رنگ لائے گی' اِس لئے طبیعت کچھ گر کے سلئے ہ

برہمن از نظرم راز چرخ مخفی نیست	کہ ہر چہ ہست در آئینہ نگاہ منست

ایک مقام پر کچھ پتہ دیتے ہیں ہ

برہمن پند کسے جا نہ کند در دل من	خود شوم ناصح و در گوش چرا آوازہ افتم

بھائی اور اولاد

شگفتہ ہر طرف گلہائے لالہ	گرفتہ بر کفِ عشرت پیالہ

با وصف تجسس بے پایاں کوشش فراوان ہمیں پتہ نہ لگا' کہ آپ کے حالات خانہ داری کیا تھے' یہ کس شاخ و شجر کے ثمر تھے' اور وہ کیسے تھے' افسوس کہ آپ کی شادی اور اولاد کے متعلق بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا' لیکن جو (صاحب) ایک برہمن اپنے فنِ کمال سے سلطنتِ مغلیہ کا میر منشی منتخب ہو' اپنی عمر کا کثیر حصہ بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں گذارے' سالہا سال رکنِ سلطنت رہا ہو' امارت و ریاست کا مالک ہو' طرح طرح کی شاہی منازل تعمیر کرائے' کہا جا سکتا ہے' کہ وہ ضرور شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں گے' اور جب آپ کی سنیاس آشرم کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے' تو یہ نتیجہ با آسانی پیدا ہوتا ہے' کہ وہ صاحب اولادِ سعادتمند تھے' اگر نہ ہوتے' سنیاس آشرم میں داخل نہ ہوتے' اور جب اِس معاملہ میں اِن کے کلام سے گفتگو کی جاتی ہے' تو اُس کی "واہ" اور "آہ" آپ کے اہلِ درد اور صاحب اولاد ہونے کا پتہ دیتے ہیں' اگر برکتِ الٰہی شاملِ حال رہی' تو دوسرے ایڈیشن تک آپ کی پرائیویٹ لائف کی واقفیت کے خزانے پُر ہو جائیں گے'

تلاش و تحقیق کا سلسلہ جاری تھا' لیکن **کلیاتِ برہمن** کی طباعت کی تاکید اُس سے سخت تھی' اِس لئے وہ کاتبوں کے سپرد کی گئی' کہ اسی اثنا میں میرے معزز' علم دوست شفیق کرم قابلِ تعظیم منشی **عبد الرحیم** صاحب بسمل کرنالوی نے ایک بے بہا جز نہایت تلاش و محنت سے راسیتا کی زندگی پر لکھا' اور یہ اُس وقت پہنچا' کہ جب مندرجہ بالا فقرہ لکھا جا چکا تھا' چونکہ فضلِ الٰہی اب کارِ خیر میں شاملِ تھا' اس لئے عین وقت پر یہ دلدوز کمی پوری ہو گئی'

رائے رایان کے قابل بھائی

حضرت بسمل پتہ دیتے ہیں، کہ رائے صاحب کے حسب ذیل رقعہ سے ثابت ہے، کہ آپ کے دو حقیقی بھائی رائے بھان اور اودے بھان تھے ملاحظہ ہو :-

ازآنجا کہ فقر و سلوک آئین قدیم برہمناں است، فقیر فقیر بود و رائے بھان و اودے بھان کہ ہر دو برادر فقیر اند، قدم بر قدم بزرگان گذاشتند و رفتہ رفتہ سراز منزلِ ارباب جذبہ و حال کشیدند، و ایں برادر راجہت

. . . . . خدمتگاری و خبرداری خود در عالم تعلق گذاشتند"

اس مادی شہادت کی موجودگی میں کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں، یہ تحریر آپ کے خاندانی روایات و حکایات پر کامل روشنی ڈالتی ہے، رائے رایان شری منوجی مہاراج کی تقسیم[1] زندگی کے احکام کے تتبع میں سنیاسی ہوئے، اور آپ کے دونو بھائی امورِ خانہ داری میں مصروف ہو گئے، غزل بحر "حال سے باید" "سفال سے باید" جو دیوان میں درج ہے، وہ آپ نے اپنی اِن ہی دونوں بھائیوں کے نام لکھی ہے، بر ضمن اپنے بھائیوں کے حالات میں آگاہ فرماتے ہیں :-

"تراسے بھان را ہوس آزادی در سر افتاد، بہوائے تعلق ساخت و اودے بھان بمقتضائے قابلیت و استعداد سرگرم نشاء روزگار رشد، و تربیت در صحبت نتیجۃ الامراء عاقل خان یافت، چوں خان مذکور عین جوانی و کامرانی از جہانِ بے بقا و سرائے فانی بملک جاودانی شتافت، و رہمہ ایام اودے بھان نوازخمخانۂ حقیقت جام محبت دادند و بر نشاء ابدی سرخوش گردانیدند، الحال بخانۂ اطوارِ ایں تعلق است"

دارالخلافہ آگرہ کے علما کی رائے

رائے رایان کے خاندان کا شہرۂ مدعا نویسی ایک دنیا پر سکہ بٹھا چکا تھا، چنانچہ آپ اپنے بھائی اودے بھان کو ایک خط میں اس طرح سے مسرور فرماتے ہیں :-

"روزے بر دروازۂ قلعۂ دولت خانۂ دارالخلافۂ آگرہ، بہ صحبت حضرت سرانداز خان کہ با ارباب سخن را بسیار

[1] سری منو مہاراج نے انسانی زندگی چار حصوں میں تقسیم کی اول برہمچریہ، دوم گرہستا آشرم، سوم بان پرستا آشرم، چہارم سنیاس آشرم،

دوست میداردو نشستہ بود، ملا نوری، خلیفہ شہباز دریں مجلس حاضر بودند، در سخن گوئی و فضائل و کمالات ضرب المثل اند، سخن از ہر باب بر زبان بامعرفت، چوں مذکور بعضیاں مدعا نویس بمیاں آمد، یاران سخن فہم نام منشا را (اودے بھان) را بر زبان آوردند، داز روئے انصاف نوبت سخن بفقیر گذاشتند"

چہار چمن کے خطوط

حضرت بسمل کی رہبری سے جو نسخہ چہار چمن کی سیر ہوئی، اپنے کتب خانہ میں تلاش کی دُھن سمائی، کارندوں کو لکھا کہ کتب خانہ چھان مارو، لیکن مگر افسوس کہ وہ کامیاب نہ ہوئے، دل نے کہا کہ چل تو ہی تلاش کر، شام پہنچا اور پرانے صندوق کھولے پہلے ہی صندوق سے قلمی چہار چمن ملا، خوشی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے، اس کے ملاحظہ سے ایسا جیسے کے خاندان کے حالات آئینہ ہو گئے، اُس میں جو تلاش کیا، وہی ملا، چمن اول اِن کے حالات ذاتی سے گلزار پایا، بہت سے خطوط اپنے والد بزرگوار اور دونوں بھائیوں کے نام لکھے ہیں، اور سب نصائح و پند سے قلمبند کئے گئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ پنڈت اودے بھان آپکی طرح خاص قابلیت رکھتے تھے، آپ کو اُن سے خاص اُنس تھا، وہی زیادہ تر اُن کی خدمت میں رہے، جو جو نکات اور ہدایات اپنے بھائیوں کو دیگئی ہیں، وہ ایک سرمایۂ حیات ہے، اِن خطوط کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ رائے رایان ہر وقت نصیحت دہی سے کام رکھتے تھے اپنی غزلیات روانہ کرتے تھے، اور فاضلوں اور نکتہ سنجوں کے حالات سے اطلاع دیتے تھے، چونکہ خود خوشخط تھے، اس لئے خوشخطوں کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں،

اولاد

آپ کی متفرق تصانیف سے یہ امر متحقق ہو چکا کہ آپ کی شادی ہو چکی تھی، اور ایک لڑکا پنڈت پنج بھان بھی آپ کے عروج کے زمانہ میں فاضلوں سے تعلیم و تربیت پا چکا تھا، اِس کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص انتظامات کئے گئے تھے، مگر اِس صاحبزادہ کے متعلق اِس سے زیادہ کوئی مادہ نہ ملا،

بیٹے کی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے بھائی اودے بھان سے مشورہ

دانا آدمی ہر وقت نیکی کا کام کرتا ہے،

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

ذرا دیکھنا کہ فرض شناس باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کس قدر غلطاں و پیچاں ہوتا ہے، اور یہ پیچیدگی اس وجہ سے زیادہ ہو گئی تھی کہ اورنگ زیب کی نظیر نے بیٹوں کو باپ کا دشمنِ جان بنا دیا تھا، یہ نصیحت نامہ اورنگ زیب کے اخلاق و ادب پر ادب کے تازیانے مارتا ہے،

"برادرِ اودے بھان معلوم برادرِ یکرنگ باد، کہ اگرچہ لطف الٰہی شامل حال ہر بندہ است، و حکمتِ بالغۂ او در باب ہر کس ہر چہ مناسب دانستہ از پردۂ غیب بمنصۂ ظہور آورد و می آرد، لیکن نظر بہ عالم صورت بر پدر لازم آمدہ است، کہ تربیتِ پسر نماید و بر پسر واجب گشتہ کہ مطیع پدر باشد، بالفعل آنچہ بر فقیر لازم است، آں را بہ نسبت فرزندے تیج بھان بجا آورد، کہ بعمل آورد و آنچہ لازم اوست، انشاء اللہ تعالیٰ توفیقش از فضل خواہد آمد، از جملہ شرائط تربیت شرط عمدہ آنست، کہ معلم دانا، صالح، خداشناس بہم رساند"

آگے مشورہ دیتے ہیں:- کہ اگرچہ اس شہر جنت نظیر میں اربابِ فضل و کمال بیشمار ہیں، اگر اولاً میں نے ملا عبدالکریم سے فیض پایا ہے، اب اُن پر حالتِ جذبہ و درویشی غالب ہے، اُن کے فرزندِ رشید کی بھی یہی حالت ہے، اِن بزرگوں کو ایسی حالت میں تیج بھان کی تعلیم و تربیت کیلئے تکلیف دینا ایک تکلیف ہے، ملا شاہ محمد وہاں سے بہت دور قیام رکھتے ہیں، اس لئے اس سال تیج بھان کا وہاں بھیجا جانا ممکن نہیں، ملا سعد اللہ اور اُن کے بیٹے کو کہاں فرصت ہے، کہ ان جزئیات میں اپنا وقت صرف کریں، اس لئے یہی بہتر ہے کہ ملا خان محمد اگر رضامند ہوں، اُن سے تعلیم جاری کرائی جائے، اودے بھان کو اطلاع دیتے ہیں:-

"برادر اودے بھان ہموارہ سرگرم نشاطِ سخن باشند... اتفاقاتِ روزگار در ایں ایام فضیلت پناہ ملا عاشق مشغولِ تعلیم فرزندے تیج بھان است"

شاگردانِ برہمن رائے رایان کے شاگردان کا حلقہ اس قدر وسیع تھا، جس قدر کہ اُن کا مطالعۂ کتب، اور وہ انہیں ایسا ہی عزیز جانتے تھے، جیسا کہ جاننا چاہئے، افسوس کہ ہمیں اُن کے نام و کلام کا پتہ نہ چلا، محض صورت سنگھ کے نام و نشان سے واقفیت ہوئی،

آپ کا وہ خط[1] جو آپ نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے' اِس تحقیقات پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہے' اِس میں جہاں وہ اپنے مطالعہ کتب سے اُس کو آگاہ فرماتے ہیں وہاں لکھتے ہیں:-

"تا آں کہ شروع در بہم رسانیدن دیوان ہا و مثنوی ہا بر در نسخہ بسیار بدست آوردہ' و بعد از مطالعہ .... بشاگردان داد"

آپ کا یہ علمی فیض آپ کی طبیعت کے عین موافق تھا' کسی مزید تحقیقات میں آپ کے شاگردوں کا نام اور کلام بھی مل جائے گا'

برہمن کا چڑیا گھر

عام طور سے تذکرہ نگاروں اور نقادانِ سخن نے اپنے ممدوح کے چال چلن، عادات و خصائل کا پتہ لگانے کے لئے یہ طریقہ بھی جائز سمجھا ہے' کہ دیکھیں اُن کے ممدوح کے کلام میں کس کس اور کیسے کیسے جانوروں کا نام آیا ہے چنانچہ اسی تقاضے پر بڑے فخر کے ساتھ یہ دعوے کیا جا رہا تھا' کہ خواجہ حافظؔ کی زبان سے سگ کا لفظ کہیں نہیں نکلا' مگر حالیؔ نے اُس کی تردید ثبوت کے ساتھ ضرور کی ہے'

ہمیں بھی شوق پیدا ہوا کہ برہمن کا چڑیا گھر دیکھیں' تا کہ ہم بھی کوئی نکتہ حل کر سکیں' کیونکہ برہمن ادا فہمی اور نکتہ دانی کے بادشاہ تھے' ہم نے اِس ذوقِ تحقیق میں اُن کا تمام دیوان دیکھا' وہاں کتے اور سوروں کا تو کیا ذکر پانچ خاص جانوروں کے سوا کہ جو اُن کی عادات اور خواص ظاہر کرتے ہیں' اور کسی جانور کا نام نہیں آیا'

پہلا جانور اُن کا پیارا بلبل ہے' جس سے اُن کی گویائی کی طرف اشارہ ہے' اُن سے سنئے

مانندِ غنچہ گرچہ خموشیم برہمن　　لیکن پُر از نواست چو بلبل زبانِ ما

دوسرا "پروانہ" جو اُن کی صفتِ وفاداری اور قربانی و صدقِ عشقِ الٰہی میں اُس شمع رو پر جلا جاتا ہے' اُن کی یہ صفت دیکھئے

با شمع رو ئے دوست چو پروانہ ساختیم　　چوں شمع سوختیم نہ افسانہ ساختیم

---

[1] - یہ مکمل خط صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائے "بہار رسامی"

لیکن اُس کی دوسری صفت سے اُنہیں سخت دشمنی ہے ۔

نہ چو "پروانہ" یک شعلہ پرواز افسم گر بر آرند ز آتش رَدَم و باز افسم

اِن کا شہرارِ فن ، راجپوت صفت "سمندر" ہے ، ہم بیان نہیں کر سکتے کہ اُن کی ایسی صفت کس طرح ظاہر کریں ، وہ خود بیان فرماتے ہیں ، اور ساتھ ہی پروانہ کی صفت کی غلطی نکالتے ہیں ۔

ما چوں "سمندریم" بسوزیم بشگفیم موقوف یک شرارہ آتش چو خس نہ ایم

چوتھی مگس ہے ، اُس کی دو صفات ہیں ، صفتِ ناقص سے متنفر ہیں ، یہ کراہیت ملاحظہ ہو ۔

ما ریزہ چیں زخوان کساں چوں مگس نہ ایم ز منت پذیر مائدہ ہیچکس نہ ایم

مگر اُس کی مُتجسسانہ و محنتی طبیعت کو شہد کی مکھی کی طرح کہ جو اصلیتِ حال کی عاشق ہے اصل سے زیادہ پیاری سمجھتے ہیں ،

پانچویں غیر حقیقت و ناچیز ہستی مورِ ضعیف ہے ، جو عزّ و وقار کو کاٹ کھاتی ہے ، اور دنیا پر ہر جگہ ستائی جاتی ہے ، وہ اِس دلآزاری سے ہمیشہ مجتنب رہے ،

بازار میر "مورے" مہ پاسے کسے را بجہر سوئے مییا آزار

برہمن کے ترکِ تعلقات کی بدیہی مثال

بادشاہ نے چند جس قدر شعراء گذرے ہیں سب کے دیوانوں اور مثنویوں میں بادشاہِ وقت ، وزرا اور با اختیار درباری اُمرا کی جا و بیجا مدح سرائی کی جا کر اپنی غرض و غایت کا پتہ دیا گیا ہے آپ ان کا تمام دیوان دیکھ جائیے ، اِن جنجالوں میں ایک شعر بھی پھنسا ہوا نہ ملے گا ،

اولادِ معنوی اور علمائے صوری

زندہ ہے ، وہ انسان ، جو دُنیا میں نیک نشان اپنی یادگار چھوڑ گیا ، خُدا کے فضل سے برہمن صاحب اولادِ معنوی بھی ہیں ، اور اولاد بھی سعادتمند وہ ایک نہیں بلکہ کئی اور ایک سے ایک بڑھ کر علمی جوہر ، ہر صنفِ سخن کا شاہ ہے ، بے نظیر ودرا ایسا فیاض کہ ہر طالب و جویان اُس کے فیضِ عام سے فیضیاب ہوتا ہے ،

آپ کو آپ کا درباری علمی و ادبی انہماک کہاں فرصت دیتا تھا، کہ آپ اپنے زورِ خیال کے مطابق کچھ لکھتے، طبیعت کی سحر پردازی دکھاتے، مگر پھر بھی آپ کا نام و کلام فارسی چمن گلشن میں سرسبز و شاداب ہے، اور اس گل و گلزار کی مہک سے دماغِ عالم و عالمیان تا وقتِ قیامِ دنیا معطر رہیگا، دیوان، مثنوی ہفت بحر، رباعیات، فردیات و ابیات، نمونۂ نثر آپ ملاحظہ فرمائیں گے، ان کی شمیم مضامین روح افزا ایسے نہیں کہ آپ ایسے دل و دماغ میں جگہ نہ دیں، دیگر تصانیف جو باوجود تلاش نہ ملیں، مگر بعض کا پتہ مل گیا، قابلِ دریافت حصول ہیں، اہلِ شوق اگر جستجو رکھیں گے، تو سب کچھ مل جائیگا، اور وہ ملے گا جس کا کہیں نشان نہیں،

آج تک کسی مورخ نے رائے رایان کی اولادِ معنوی کی کوئی مکمل فرد نہیں لکھی، نہ تشریح کی، مگر حضرت بسمل کی سعی مشکور ہوئی آپ منشآت برہمن کے مالک ہیں، اور کرم خوردہ نسخہ محفوظ رکھتے ہیں، دیباچہ رائے رایان نے خود لکھا، اور اپنی اولادِ معنوی کی اس میں ضمنی بھی درج کی یہاں ہم وہ دیباچہ مختصر مضمون بناتے ہیں، کہ اس سے رائے رایان کی اولادِ معنوی کی تاریخی زندگی مسلسل ہوجاتی ہے،

"ہر دو ایام دیوان غزلے و مثنوی با نسخہ چند مثل گلدستہ چہار چمن و بدیع الانوار تحفۃ الانوار و تحفۃ الفصحا و مجمع الفقرا

ترتیب دادہ، ازاں ہنگامے کہ ایں نیاز مند قلم بدست گرفتہ، واقعاتِ متفرقہ در ہر باب خصوص در امورِ خیر نوشتہ، اگر

نقل آں را احاطہ مے نمود، نسخہ علیحدہ ترتیب مے یافت"

اس اقتباس کی مندرجہ عبارت صاف پتہ دیتی ہے، کہ اس فہرست کے علاوہ آپ کے قلم معرف نے اور بہت کچھ لکھا[1]، سلسلۂ تلاش و شوق جاری ہوگیا، سب کچھ مل جائیگا،

[1] — انڈیا آفس لائبریری لندن کی فہرستِ کتب فارسی میں لکھا ہے :- "چندر بھان پٹیالہ یا لاہور کے تھے، کہ جنہوں نے شاہجہان کے زمانہ میں بڑی ترقیات حاصل کیں، بحوالہ مراۃ جہاں نما آپ نے [illegible] میں انتقال فرمایا، دیگر مستند کتب آپ کی تاریخ وفات [illegible] ظاہر کرتی ہیں، اُن کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں، گلدستہ، منشآت، چہار چمن، کارنامہ، تحفۃ الوزرا، تحفۃ الفصحا، مجمع الفقرا" "طامس ولیم بیل" مصنف اورئینٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری میں برہمن کا وطن "پٹیالہ" لکھتا ہے، اور گلدستہ، تحفۃ الانوار، مجمع الفقرا، چہار چمن، منشآت، دیوان، التصانیف برہمن شمار کرتا ہے، اور بیان کرتا ہے کہ "اپنے آقا کی معزولی کے بعد ملازمت سے مستعفی ہوکر بنارس چلے گئے، جہاں [illegible] میں وفات پائی، انہوں نے آگرہ میں اپنی رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کیا تھا، جس کا اب نشان تک نہیں ملتا، صاحب کا یہ بیان تعمیراتِ آگرہ غلط ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۲"

رباعیات

جو دیوان ہمارے کتب خانہ کا ہے اس کے آخر میں ۴۳ رباعیات ہیں۔ رائے سری رام صاحب کے دیوان میں ۶ رباعیات اور پائی گئیں۔ حضرت بسمل کرانوی نے رائے رایان کے کلام سے ۵[5] رباعیات اور ایسی نکالیں، جو ہمارے ہاں نہیں، بدیع الافکار تحفۃ الانوار سے جس قدر کلام مل سکا، وہ بھی ہم نے لے لیا، اور جہاں موقع دیکھا درج کر دیا، چنانچہ اب کل رباعیات ہو گئیں، اور یہ سب درج کر دی گئیں، رباعیات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ رائے بڑی آسانی سے قائم کی جا سکتی ہے، کہ ان کا زیادہ حصہ سنیاس آشرم دھارن کرنے کے بعد بمقام کاشی جی سرمۂ چشم بصیرت عالمیان ہوا،

چہار چمن یا منشآت برہمن

رائے رایان نے اپنی تحریرات نثر کا ایک مختصر مجموعہ مرتب فرمایا، وہ چار جداگانہ ہوتے ادب کے لحاظ سے انشا چہار چمن کہلایا، میرزا صاحب لکھتے ہیں:

"انشا چندر بھان چہار چمنی یعنی چار حصوں پر منقسم ہے، اور ہر حصے میں مختلف اشخاص اور نوابوں کے نام خطوط لکھے گئے ہیں، طرز عبارت خطوط اور مضامین خطوط نویسی لکھانے ہی کی خاطر نہیں لکھے گئے تھے، بلکہ جو خطوط وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہے، انہیں جمع کر دیا گیا ہے،...... ان مختلف خطوط سے جو حاکمان ملک اور نوابوں کے نام لکھے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ اس وقت بھی ایک آزادی کے ساتھ خط و کتابت ہوتی تھی، چمن مذکور میں فلسفیانہ اور صوفیانہ نکات بھی موثر پیرایے میں لکھے گئے ہیں"

منشی سعید احمد یہ پتہ دیتے ہیں:-

"رائے چندر بھان نے اپنے رقعات اور تحریرات کو خود جمع کر کے ایک مجموعۂ رنگین مرتب کیا ہے، منشی سیل چند لکھتے ہیں کہ انہوں نے انشا پردازی میں علامی ابو الفضل کا تتبع کیا ہے"

پروفیسر آزر صاحب رائے قائم فرماتے ہیں:-

"تیسرا چمن نہایت غور سے ملاحظہ کرنا چاہیے، اس میں رائے رایان کے حالات زندگی نہایت وضاحت سے

---

[5] رسالہ زمانہ کانپور بابت ماہ جون ۱۹۲۲ء،

قلمبند کیے گئے ہیں' چمن اوّل اور دوم شاہجہان کی روزانہ مصروفیتوں کا ایک لاجواب بیان ہے' اور دربار کی عام کیفیت و حالات نہایت موثر پیرایہ میں لکھے ہیں' چمن چہارم انداز و نصائح کا گلزار کھلاتا ہے' اخلاق و ادبیات کا ایک بے خزاں گلدستہ ہے'

بہت سے مضامین اسی حصۂ کلام سے لئے گئے ہیں' اور یہ انشاء ایسی بے بدل ہے کہ ہرگز گوشہ گمنامی میں نہ پڑی رہنی چاہئے' **کلیاتِ برہمن** حصۂ نظم سے فراغت پانے کے بعد کلیاتِ نثر کے شائع کئے جانے کا انتظام ہوگا' خداوہ دن جلد دکھائے'

بہ بہار الانوار' تحفۃ الانوار' تحفۃ الفصحیٰ' مجمع الفقراء' سفرنامہ کابل' سفرنامہ ایران' اور کارنامہ نایاب ہیں' اور ممکن ہے کہ حضرت **آذر** کے ہاتھ لگ جائیں' اس لئے اب اُن پر کچھ نہیں لکھا جاسکتا' افسوس کہ اب اُن کا محض نام باقی ہے' اور مطالعہ نصیب نہیں ہوسکتا' **برہمن**

ز دیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زباں باقیست — غمے کہ بود درین سینۂ تپاں باقیست

رائے رایان کا کلامِ نظم کئی جلدوں میں چاہئے

انشائے **چہار چمن** میں رائے رایان کا ایک اطلاعاتی خط **سعد اللہ خان** وزیر اعظم کے نام پایا جاتا ہے' جس میں آپ لکھتے ہیں:-

"ہر روز غزلِ تازہ از نظرِ کیمیا اثر افضل خان مغفرت نشان گذرانیدہ"

آپ کی اس تحریر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ ہر روز تازہ غزل لکھتے تھے' اور یہ ظاہر ہے کہ **سعد اللہ خان** کی وزارت پچیس نہیں' بیس سال تک رہی' اس حساب سے آپ کی غزلیات کی تعداد ہزاروں تک پہنچنی چاہئے' مگر دیوان موجودہ میں گنتی کی غزلیات ہیں' اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کے دیوان کی کئی جلدیں ہوں گی' اب تک کچھ پتہ نہیں چلا'

سعادت مند اولاد کی گوشہ گیری اور تاجپوشی

عاقبت از منزلِ مقصود می یابد نشاں ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پانشست

مورخین نے اولادِ معنوی کی تفصیل آپ کے **چہار چمن** (چمن دوم) سے لی ہے' ذاتی تلاش و تحقیق کی سردردی نہیں فرمائی اور یہ

ظاہر ہے کہ چمنِ دوم کی یہ تحریر اُن کی کوئی آخری تحریر نہیں، یہ محض بادشاہ و اُمرا کے خطوط مرتب کرتے وقت اُس کا ایک تمہیدی نوٹ ہے، ایک ایسے صاحبِ قلم کی تصانیف کی یہ تفصیل کہ جو آغازِ جوانی سے قبل ہی تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف و منہمک ہو گیا ہو، ہمیں تجسس مزید کے لئے اُبھارتی تھی،

زمانہ کی ناقدردانی اور انقلاب سے بڑے بڑے کتب خانہ برباد ہوئے، حتیٰ کہ کتبِ مقدسہ کہ جو لاکھوں برس اِس سے فیضِ عالم کو فیض پہنچاتی رہیں کُل آج تک دستیاب نہیں ہوئیں، تو پھر **رائے رایان** کی کُل تصانیف کس طرح مل سکتی ہیں، آپ کا پرائیوٹ کتب خانہ **لاہور و آگرہ** تھا، آپ کے بعد پنڈت **اودے بھان** آپ کا قابل بھائی تھا، اور آپ کا بیٹا پنڈت **تیج بھان** بھی صاحبِ علم تھا، یہ خیال کیا جا سکتا ہے، کہ ان ہر دو نے آپ کی لائبریری کی ضرور حفاظت کی ہوگی، مگر اس کے آگے کا سراغ نہیں چلتا، نہ ہمیں اب اِس قدر فرصت و مہلت ہے، کہ ہم **کلیاتِ برہمن** کی ترتیب کا کام چھوڑ کر اُس کی تلاش میں مصروف ہو جائیں، **لاہور** میں حضرت **آذر** سے ملاقات کا موقع ملا، تو آپ نے فرمایا کہ **رائے رایان** کے کتب خانہ کی عجیب کیفیت ہوئی، کچھ حصّہ کسی نالائق کے ہاتھ پڑا، جس نے دنوں میں ضائع کر دیا، پھر مجھے پتہ لگا جو بچا خرید لایا، اُس انبار میں سے ایک بیاض ملا، جس کی آخری تحریر "دلبست و پنج بیساکھ روز پنجشنبہ شہر محرم الحرام سمت ۱۷۱۰ راجہ بکرماجیت" کی ہے، اِس پر ایک جگہ یہ عبارت درج ہے:-

"ایں بیاض بدستخط چاچا صاحب دام ملکہ کہ دل ہر کجا شی است در حینِ حیات بندہ ملکیت راسے بکرمہ خواندن بخشیدند"

طغرائے شاہجہان کا پرچم

جب ہم نے اُسے دیکھا تو اُس میں چار قسم کی جدا جدا لفافیں پائی گئیں، کُل مضمون نہایت خوشخط چھوٹی تقطیع کے ۲۷ اوراق پر لکھا دیکھا، اُس کے خاتمہ پر عبارت ذیل غیر قلم کی لکھی پائی:-

"ایں نسخہ طغرائے شاہجہان بادشاہ تصنیف رائے چندربھان برہمن در حق و ملکیت لکھپت رائے ولد

ملک روشن رائے ابنائے جادو رائے قوم ہمنگل قانونگو نجابت سیداں ڈنکوپورہ و نور دو آبہ بندۂ پادشاہی است"

جس سے معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ ان کے دوست **ملک پھاگ مل** کی اولاد کے قبضہ میں آیا، اس کتاب کی تحریر سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے، کہ یہ تحریر بھی کسی اعلیٰ منشی کی لکھی ہوئی ہے، جو نہ فقط خوشخط تھا، بلکہ صحیح نویس اور ممکن ہے کہ اس کی کتابت **رائے رایان** کی زیر نگرانی ہوئی ہو،

ہم نے یہ بیاض اُن سے عاریتاً حاصل کیا، آغاز ملاحظہ ہو:-

"طلوع آفتاب جہاں افروز سلطنت از مطلع دولت و اقبال یعنی "جہرۂ درشن مبارک بادشاہ کام بخش فیروز سال بعد از فرطلوع نعمت خاصہ مطابق قاعدۂ قدیم دولت عظیم و خلافت کبرا جانب جہرکہ درشن مبارکہ در دار الخلافہ شاہجہان آباد، و مستقر الخلافہ اکبرآباد، و دار السلطنت لاہور مشرف بر در یاست الخ

خاتمہ اس فقرہ پر ہوا ہے:-

"و ہم چنیں ہنگامۂ آتش بازی گرم مے شود کہ شرارۂ آں ستارہ وار سر بآسمان مے کشد و صدائں زمین و زمان می پیچد"

اُس تحریر سے کہ جس میں اس کا اور اُس کے مصنف کا نام درج ہے، طرزِ نگارش اور مضمون پر غور کرنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ بھی **رائے رایان** کی تصنیف ہے، اس کی نسبت کسی مورخ نے ذکر تک نہیں کیا، حالانکہ شاہجہانی عہد پر یہ بہترین کتاب ہے، اور لاجواب

اِس خدمت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی !!

آں مشکلے کہ پیشِ نظر بود برہمن ؛ زاں یک ادائے غمزہ بایما تمام شد

غلط دیوانوں کی پریشانیاں، مُصححانِ مضامین کی غلط جدت آرائیاں، اصلی دیوان ملنے پر دور ہو گئیں، دیگر تصانیف مشہورہ و مستورہ کی دستیابی زاید از امید و آرزو ہے، یہ سب کچھ صدقِ ارادت کا نتیجہ ہے، "اس بزمِ نظم" کی تنظیم ہوتے ہی بہار "بزمِ نثر" کے آراستہ کرنے کی نوید سنائی جائے گی، اور کیا تعجب ہے، کہ اسکے

اشاعت پا جانے پر اطرافِ ملک سے آپ کی اور تصانیف مل جائیں اگر مصروفیت کی موافقت کے ساتھ اوقات کی مساعدت رہی تو آپ کی اولادِ معنوی تاہنوز کا دن بھی سر پر کھڑا ہے، کیونکہ ساتھ کے ساتھ ان کی بھی ترتیب ہو رہی ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں برہمن کی روحانی امداد شامل ہے؛ ورنہ کہاں ہم اور ہماری قابلیت اور کہاں برہمن اور اُن کی گم کردہ تفصیلات۔

جادوناتھ سرکار تصانیفِ برہمن پر

جادوناتھ سرکار مشہور مورخ تاریخی خدمات کے لئے ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں؛ دورِ حاضرہ کا مورخ محقق رائے رایان کی علمی خدمات سے کیونکر محروم رہ سکتا تھا؟ آپ نے سلطنتِ مغلیہ کی ایک مفصل تاریخ مرتب کی جہاں اس کا ماخذ دیگر مواد تھے، وہاں قابل مورخ نے رائے رایان کی تصنیف سے فائدہ اُٹھا کر حسبِ ذیل الفاظ میں اُن کا ذکر کیا ہے:۔

"منشی چندربھان میر منشی شاہجہان کی کتاب چہار چمن برہمن، شاہجہان اور اورنگ زیب کے دربار اور کے وزراء کے حالات پر صحیح روشنی ڈالتی ہے؛ اور خصوصاً اورنگ زیب کے عہدِ سلطنت کے تفصیلی واقعات سے پُر ہے؛ اس میں صوبہ جات و بلاد کی ایسی تشریح درج ہے کہ جس سے بڑی مدد ملی اُن کے خطوط اور سوانح عمری وغیرہ سے بھی سب واقفیت حاصل ہوتی"

مسٹر عبد اللطیف مصنف تاریخ لاہور

مسٹر موصوف نے لاہور کی تاریخ انگریزی میں تصنیف کی ہے؛ اس کے صفحہ ۱۶ پر بہ نمبر ۱۰ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"چندربھان لاہور کے رہنے والے تھے کہ جن کی لٹریری خدمات نہایت اعلیٰ ہیں؛ انہوں نے اپنے تخلص کے نام سے ایک دیوان مرتب کیا ہے؛ نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے:۔

چشم تا برہم زدی انجام شد آغاز عمر | طے شد این رہ آن چنان کز وا نپائے برنخاست

ان سوانح نگاروں کے ادھورے بیانات کے بعد اب ہم فارسی کے تذکرہ نگاروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں؛ ذرا اُن کے فرائض وقائع نگاری کی دیانتداری ملاحظہ ہو:۔

مورخینِ تاریخ شعرائے فارسی اور تذکرۂ برہمن

بیا بہ دائرۂ امتحانِ عشق دبیں ؛ نشانِ راستی از قامتِ خمیدۂ ما

جن صاحبان نے آزاد دہلوی کی **آبحیات** سے اپنا دماغ تازہ کیا ہے، انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے، کہ ملا عبدالقادر بدایونی تعصب کی آگ سے ہر وقت جلتا رہتا تھا۔ آزاد فیضی کے حال میں اِس کے حال پر اِس طرح سے افسوس فرماتے ہیں:۔

"ملا صاحب کی تاریخ کو دیکھ کر افسوس آتا ہے، کہ جس کے باپ سے فیضِ تعلیم پایا، اُسی کے مذہب و اعتقاد پر ٹوکرے بھر بھر کر خاک ڈالی، بات یہ ہے کہ جب ایک مطلوب پر دو طالبوں کے شوق ٹکراتے ہیں، تو ایسے ہی شرارے اُڑتے ہیں، . . . لیکن حق یہی ہے، کہ اُن کی روز افزوں ترقی اور دمبدم کی قربت ملا صاحب سے دیکھی نہ جاتی تھی، اس لئے بگڑتے تھے، اور تڑپتے تھے، اور جس رستے سے جگہ پاتے تھے، بخارات نکالتے تھے، روسیہ حسد سیاہ۔"

فرشتہ خصلت قابلِ تعظیم آزاد ان آلِ تیمور کے مورخوں کی، **قتلِ ابوالفضل** کے سلسلہ میں بالفاظ ذیل قدر و ہمت کا اندازہ لگاتے ہیں:۔

"ہندوستان کے مورخ آخر ان ہی بادشاہوں کی رعایا تھے، بے رعایت حال لکھتے تو بیچارے رہتے کہاں، فرشتہ اس واقعہ کی نسبت فقط اتنا لکھتا ہے، کہ ابوالفضل کو رستہ میں مار ڈالا، اور یہ لکھنا اُس کا بیجا نہ تھا، دیکھ لو، فقط حقیقت نویسی کے جرم میں ملا عبدالقادر کے گھر اور اُن کے بیٹے پر جہانگیر کے ہاتھوں کیا آفت گذری اور خود زندہ ہوتا تو خدا جانے کیا حال ہوتا"

ملا مذکور کی تاریخ کی ضبطی اور اُس کے خاندان کی تباہی کے حال میں آلِ تیمور کے مورخان کی بے وقعتی ذہن نشین فرماتے ہیں:۔

"بادشاہ کی اِس خفگی کی شہرت عام ہو گئی تھی، اس لئے قاسم، شیخ نور الحق (ولد عبدالحق محدث دہلوی) اور مولف تاریخ زبدۃ، تین مورخ جہانگیری عہد میں تاریخ لکھ رہے تھے، کسی نے اِس ذکر سے قلم کو آشنا نہیں کیا"

بدایونی کی تاریخ پر یہ ریمارک ہے:-

"اور یہی رشک تھا جو ہمیشہ تیزاب بلکہ زہریلے الفاظ بن کر اُن کے قلم سے ٹپکتا تھا"۔۔۔ "مُلّا صاحب کی طبیعت ایسی واقع ہوئی تھی کہ کسی سے میل نہ کھاتی تھی، دینداری فقط بہانہ تھا"۔۔۔ "مگر یہ بھی کہتا ہوں کہ مُلّا صاحب نے (اکبر کے حالات) اِنہیں بُرے اور بدنما موقعوں پر ترتیب دے کر دکھایا ہے"

ابوالفیض فیضی کی شاعری اور قابلیت کا اہلِ اسلام میں جواب نہیں، مگر مُلّا مذکور حسد سے جو لکھتا ہے، آزاد اُس کا ترجمہ کرتے ہیں:-

"ٹھیک چالیس برس تک شعر کہتا رہا، مگر سب بے ٹھیک استخوان بندی خاصی، مگر بے مغز، اور سراپا بے مزہ، وادیٔ سطحیات و فخریات و کفریات میں مشہور سلیقہ رکھتا تھا، لیکن ذوقِ حقیقت و معرفت اور چاشنیٔ روحانی و عرفانی اور قبول خاطر خدا نہ کرے، باوجودیکہ دیوان اور مثنوی میں ۲۰ ہزار سے زیادہ شعر ہیں، مگر اُس کی بجھی ہوئی طبیعت کی طرح ایک بیت میں بھی شعلہ نہیں، مطرودی اور مردودی کے سبب سے کسی نے اُس کلام کی ہوس نہ کی، برخلاف اور ادنیٰ شاعروں کے:

شعرے کہ بود زنکتہ سادہ ماند ہمہ عمر بے سوادہ

اور عجیب تر یہ ہے کہ ان چھوٹے موٹے ڈھکوسلوں کے نقل کرنے میں بڑی بڑی رقمیں تنخواہوں میں خرچ کیں، اور لکھوا لکھوا کر دوست آشناؤں کو دور و نزدیک بھیجے، کسی نے کبھی دوبارہ نہ دیکھا:

شعرِ تو اگر ز حرمتت متراوحنت کز گوشہ خانہ میل بیرون نخند

مُلّا صاحب جو چاہیں فرمائیں، اب دونوں عالمِ آخرت میں ہیں، آپس میں سمجھ لیں گے، تم اپنی فکر کرو، وہاں تمہارے اعمال سے سوال ہوگا"۔۔۔۔۔۔ "اتنا تو پھر بھی کہوں گا کہ کُل و مَن ہر کتب فروش کی دُکان پر ملتی ہے"

آزاد نیک نہاد چغتائی مورخوں کا ہمیون کے حال میں اس طرح سے رونا روتے ہیں:-

تمام مورخ ہمیون کے حال کو مُشکب الفاظ اور سخت عبارتوں میں ادا کرتے ہیں، لیکن اُس کی لیاقت اور ترقی کی رفتار میں قلم کو کھینچ کر تعریف کے میدان میں لاتے ہیں۔۔۔ ہندوستان میں جو مورخ گذرے

چغتائی نمک خوار تھے، اس لئے اُن کے لکھنے پر پورا اعتبار نہیں"

ہم نے مندرجہ بالا اقتباسات، چوڑی کے اسلامی مورخ کی مستند تاریخ سے لئے ہیں، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کے حاسد مورخین کے مداحوں کو خود اُن ہی کے ہم قوم بزرگان سے اُنکی اصلیت جتائیں معتقد دامِ تعصب **غلام علی آزاد** اپنی بے ثمر **سروآزاد** میں اپنے تعصبِ باطنی کے تقاضے پر رائے رایان کا ذکر ہی قلم انداز کر گیا، **محمد افضل** سرخوش اپنی **کلمات الشعرا** میں اپنے ایسے ہی تعصب سے **برہمن** کے حال پر چند سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکا، **میر حسین** دولت سنبھلی اپنے **تذکرہ حسینی** میں بھی خاک اڑاتا نظر آتا ہے،

روئے حسد سیاہ

مصرع قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا، جب عہدِ آلِ تیمور کے ایمان فروش متعصب مورخوں کی بازارِ صداقت میں یہ قدر و قیمت ہے، تو پھر ایسی حالت میں رائے رایان کے مزید حالات کی جستجو و تحقیق کے لئے مورخین شعرائے تاریخ فارسی کی تاریخیں تلاش کرنا، اور اُن میں سے کسی سچے واقعہ کے اندراج کا خیال لانا "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مضمون تھا، کیونکہ اُنھیں شاہجہانی، دارائی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایک ہندی خصوصاً برہمن کا اپنے آعلے خداداد علم و عمل کی رہبری سے منصبِ اعلیٰ پر فائز ہونا، اور بموجودگی علمائے ہمقوم، ایران و توران، کابل، ہندوستان برہمن کا ہر جلوت و خلوت، حضر و سفر میں اپنا طنطنۂ استادی بلند کرنا، قدردانی سے مالا مال ہونا، اور بآوازِ بلند سب کو یہ سنانا ؎

برہمن لب فرو بستم دگرنہ در سخن گوئی | ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

کب گوارا اور پسندِ خاطر ہو سکتا تھا، بلکہ وہ تعصب کے پتلے، قومی غدار، ننگِ قوم و ملت، برہمن کی علمیت و فضیلت پر حرف لانے کے لئے مذاقِ شہنشاہی پر بھی ہر وقت زبانیں دراز کرتے رہتے تھے، کیدر صفت شپرہ چشم **شیر خان** لودی مصنف **مراۃ الخیال** کی مکدر و منغض قابلِ ملامت بلند پروازی اُنکی تمام خباثت کا اُس کے ان الفاظ میں نوحہ پڑھتی ہے،۔

"عجب کہ شہزادۂ داراشکوہ، باآں ہمت مستعدان کہ در عرصۂ روزگار برنگ آفرینی الفاظ آبدار صفحۂ خاطر

ارباب دانش را چون شفق ہائے موسم بہار بہزار رنگ مشغول مے ساختند، خاطر مبارک بسخن مادہ اش فرد و آوردہ بود، این معنی خالی از دو چیز نبودہ باشد، یا مذاقِ شہزادہ بہمہ طرز آشنائی داشت، یا آورندہ طالع بدیں پایہ رسید۔

پروفیسر آذر ہمارے برادرِ مکرم اسلامی روح یا اگر وہ بُرا نہ مانیں سچے ہندو، مولوی سراج الدین صاحب ایم اے ایم او ایل آذر پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے محض اپنے ذوقِ سخن وسخندانی سے آلِ تیمور کی اُن تاریخوں پر کامل عبور کیا، کہ جن کی نسبت قیاس تھا کہ رائے رایان کا تذکرہ اُن میں ضرور ملے گا، شوقِ تحقیق بھی ایک جنون ہے، بحالت بیماری و نقاہت آپ نے اپنے اُس خارستانِ تعصب میں بے محابہ قدم رکھا، کہ جہاں سوائے ذاتیات و مُلائی کلمات کی گرد در دیدگی کے اور کوئی چیز پیدا ہی نہیں ہوئی،

ہمیں اُن کی محنت و نتیجۂ محنت پر آپ کی شکرگذاری کا موقعہ ہی نہیں ملا، بلکہ ممدوح کے اُس اعلیٰ ظرف کے نقش کا امتحان بھی ہو گیا، کہ جو ہماری پہلی ہی ملاقات میں ہمارے دل پر منقش ہوا تھا،

وہ نقش ایسے ہیں، کہ جو کلیاتِ برہمن کی لوح پر نورِ محمدی کی طرح جلوہ ریز ہیں، پڑھیئے!۔

نقشِ اوّل ؛- یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ غلام علی آزاد نے اپنی سروِ آزاد میں برہمن کا ذکر تک نہیں کیا، اُس کا برہمن کی سی قابل شخصیت کے حالات ایسی ضخیم و حجیم کتاب میں نہ لکھنا صریح اس امر کی دلیل ہے، کہ وہ متعصب تھا،"

نقشِ دوم ؛- محمد افضل سرخوش نے اپنی کلمات الشعرا میں کہ جو ۱۰۹۳ھ میں مرتب کی ہے، چندر بھان کی نسبت چند سطور سے زیادہ نہیں لکھا، اور اُس کا نمونۂ کلام بھی حسبِ معمول نہیں دیا، اُس نے بھی اِس شاعر کے حالات لکھنے میں تعصب سے کام لیا ہے،"

نقشِ سوم ؛- تمام تذکرہ نویسوں نے شیر خان کی تصنیف تذکرہ حسینی سے سرقہ کیا ہے، گو لفظ بلفظ نقل کی ہے، مگر اُس کا حوالہ تک نہیں دیا،"

نقشِ چہارم ؛- تذکرہ حسینی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ چنگو اس کا بیان سرخوش کے

بیان سے مختلف ہے، جو مجھے با دلیل معلوم ہوتا ہے، لیکن اُس نے کسی سند کا حوالہ نہیں دیا، سرخوش نے اپنا تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں اور حسینی نے ۱۱۶۳ھ میں لکھا ہے، تاریخی نکتہ خیال سے سرخوش کا بیان اُس وقت تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے، جب تک اُس کے خلاف کوئی اور مستند بیان اُس کی تردید نہ کرے۔

مورخوں کا رطب یابس

ہماری وقائع نگاری کی ایمانداری کا تقاضہ ہے، کہ ہم بلا لحاظ اس امر کے کہ اُن اشخاص نے برہمن کی نسبت اچھا لکھا یا بُرا، صحیح لکھا یا غلط اُسے "زندگانی برہمن" میں جگہ دیں اور نقادی کا حق اہلِ انصاف پر چھوڑ دیں،

تذکرۂ حسینی کی سیاہ باطنی

"برہمن از سحنۂ اکبر آباد است ...... روزے شاہزادہ (دارا شکوہ) در صحن غسلخانہ مستعدانِ ہفت اقلیم بود، بعرض بادشاہ میرساند، کہ دریں ولا از منشی چندربھان طرفہ شعرے سرزدہ است، اگر حکم شود، بحضور آمدہ بخواند، دریں معنی شہزادہ را ترقی او ملحوظ بود، (کس قدر رکیک اور پوچ خیال ہے) بادشاہ باحضارش حکم داد، چوں حاضر شد، بادشاہ فرمود۔ دریں روز ہا شعرے کہ بابا از تو پسند کردہ، بخواں برہمن ایں بیت برخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار | بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

بادشاہِ دیں پناہ از استماع ایں بیت برآشفت و آستین ہا برمالیدہ گفت، کسے مے تواند کہ جواب ایں کافر میرساند، افضل خاں کہ از امرائے معروف (تاہم اس قدر بھی نہیں جانتا کہ خان موصوف وزیرِ اعظم تھے) دبجا ضرجوابی موصوف بود، پیش آمدہ معروض داشت، کہ حضرت شیخ سعدی از غیب دانی تا چہار صد سال پیشتر در ردِ ایں گفتہ خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود، چوں بیاید ہنوز خر باشد،

خاطرِ بادشاہ بشگفت و گفت کہ اگر ایں قسم جواب نمے رسید از غصہ امروز ہلاک مے شدم، و خان مذکور را انعام ہا فرمود، شاہزادہ را منع نمود، ایں چنیں مزخرافات را دیگر بحضور نیاورد، و برہمن را از غسلخانہ بیروں کردند، بعد قتلِ دارا شکوہ ترکِ روزگار نمودہ گفتہ، بشہر بنارس رفتہ موافق آئینِ خود پرستش ایزد بسر برد، تا در سال ہزار و ہفتاد و سہ ہجری فنا گردید"

اِس دروغ باف فنا شدہ کی دروغ بافی اِس سے زیادہ اَور کیا ہو سکتی ہے، کہ برہمن اِس معرکہ

کے تہتت عرصہ تک خود شاہجہان اور اورنگ زیب کے میر منشی رہے، جسے یہ خود مانتا ہے کہ دارا شکوہ کے قتل کے بعد ملازمت ترک کر لی، اس دروغ بافی پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

کلماتُ الشعرا کی بدکلامی چندربھان برہمن درست طبع داشت، شعر بطور قدما وصاف میگفت و در ہندوان غنیمت بودہ، دیوانے ترتیب دادہ، در منشی گری نیز سلیقہ تمام داشت، از پیشگاہِ خلافت وجہاں بانی بحکم شعر خوانی شد، ایں بیت برخواند ؎

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ رفتم و بازش برہمن آوردم

شاہجہان بادشاہ دین پناہ برآشفت و فرمود، کہ بدبخت سخت کافر کرداست (گھر رداقعہ اور شاہجہان کی سخن فہمی پر سخت افسوس ہے، کہ اس کلام پر کافر مطلق کا فتویٰ صادر کیا گیا) بادیش گشت، افضل خان بعرض رسانید، کہ ایں بیت شیخ سعدی مناسب حال ایں است ؎

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

بادشاہ تبسم کرد، و بطریق دیگر مشغول گشت، ایں راز دواز دیوان خاص بیرون نمودند، ایں بیت بنام او مشہور است ؎

بہ بیں کرامت بت خانۂ مرا اے شیخ
کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

محمد علی ماہر روزے از و پرسید کہ ایں شعر از شما است، گفت شاید گفتہ باشم بخاطر نیست"
(وقت خوب ٹلایا)

پروفیسر آذر برہمن پر ان تاریخی حالات کے جمع کرنے کے بعد پروفیسر آذر نے چہار چمن اور دیگر معتبر ذرائع سے رائے رایان کے حالات پر ایک مضمون عنایت فرمایا ہے، پاک دل کے پاک وصاف الفاظ یہ ہیں:-

"چندربھان یہ پنجاب کے برہمن دھرم داس کے بیٹے تھے اور لاہور پیدا ہوئے تھے، جہاں انہوں نے ملا عبدالکریم سے تعلیم و تربیت پائی، پھر یہ افضل خان معروف ملا شکر اللہ شیرازی کے میر منشی و معتمد ہو گئے، جو شاہجہان کے جلوس اول میں وزیر کل ہو گئے تھے، وہ اپنے مربی قدر دان کی وفات ۱۰۴۹ھ کے بعد

ملازمت شاہی میں داخل ہوئے، اور "وقائع نویس حضور" مقرر ہوئے، اور انہیں یہ اعزاز ملا کہ شاہجہان کے دورہ میں ساتھ رہ کر دربار شاہی کے واقعات روزانہ قلم بند کریں، عمل صالح میں انہیں اس عہد کے مشہور شاعروں اور انشاء پردازوں میں شمار کیا گیا ہے، مجھے مرآۃ الخیال سے یہ پتہ بھی لگا ہے، کہ دوداراشکوہ نے اپنے پیر منشی بنائے تھے، کہ جن کے ان کی شاعری کی نسبت اعلیٰ خیالات تھے، ان کے قتل کئے جانے کے بعد وہ مستعفی ہو کر بنارس چلے گئے، جہاں ۱۰۷۳ھ میں انتقال فرمایا"

آئینہ مکدر مرآۃ الخیال

چندربھان زناردار از سکنۂ اکبرآباد بود، برہمن تخلص میکرد، و خالی از وارستگی نبود، و در سرکار شاہ بلند اقبال سلطان داراشکوہ عنوان منشی گری داشت، و بدست آویز چرب زبانی بدولت ہمزبانی رسیدہ بود، و نظم و نثرش پسند خاطر شہزادہ افتاد، از تصنیفاتش نسخۂ چہارچمن بر مطلب نویسی و سادگی عبارت وے گواہی میدہد، و قماش نظمش نیز پوشیدہ نیست، عجب کہ شاہزادہ بآں ہمت مستعدان کہ در عرصۂ روزگار رنگ آمیزی الفاظ آبدار صفحۂ خاطر ارباب دانش را چوں شفق ہائے موسم بہار بہزار رنگ مسلون مے ساختند، خاطر مبارک بسخن مادہ اش فرود آوردہ بود، این معنی خالی از دو چیز نبودہ باشد، یا مذاق شہزادہ بہ طرز آشنائی داشت، یا او بزور طالع بدیں پایہ رسید گویند نوبتے داراشکوہ را یکے از بیانش بغایت مطبوع افتاد، در روزے در غسلخانہ کہ مجمع مستعدان ہفت اقلیم بود، بعرض صاحبقرانی رسید، کہ دریں ولا طرفہ شعرے از چندربھان برہمن سرزدہ است، اگر حکم شود، بحضور آمدہ بخواند، و دریں معنی شاہزادہ را اظہار استعداد و ترقی وے ملحوظ نظر بود، بادشاہ باحضارش حکم خاص نمود، چوں حاضر شد فرمود کہ دریں ایام شعرے کہ بابا از تو پسند کردہ است، بخوان، چندربھان ایں بیت بخواند ؎

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار　　بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

بادشاہ متشرع دیندار از استماع آں برآشفت، آستین ہا را برمالید، و گفت کسے میتواند کہ جواب ایں کافر بسزا دہد، از امرائے عظام افضل خان کہ بحاضر جوابی موصوف بود، پیش آمدہ گفت، اگر حکم شود، از شعر استاد جواب رسانم، بادشاہ اشارہ کرد، افضل خاں ایں بیت حضرت شیخ را کہ از غیب دانی گفتہ

چہار صد سال در دستہ آں مردود (مردود دوسروں کو مردود سمجھتا ہے' اپنی مردودی و شیطانی کا خیال نہیں لاتا) گفتہ بود کہ خواند'

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ برند   چوں بیاید ہنوز خر باشد

خاطرِ مبارک بادشاہ بشگفت' و شکر بجا آورد' گفت در تصرفاتِ دینِ محمدی بود' کہ ایں قسم جواب رسید' ورنہ من از غصہ ہلاک مے شدم' افضل خان را انعام ہا فرمودہ' و شہزادہ را منع کرد' کہ بار دیگر چنیں مزخرفات را بحضور نیارد' و چندر بھان را بحملی ز بیروں کردند' بہر حال موصوف بعد از قتل دارا شکوہ ترکِ نوکری نمودہ بشہر بنارس رفت و در آنجا براہِ رسم خویش مشغول مے بود' تا آنکہ فی سنہ اسن الف و ثلث و تسعین (۱۰۹۳ھ) در آتشکدہ فنا خاکستر گردید' (آپ اور آپ کے جد بزرگوار تو شاید آتش کدہ فنا کی خاکستر نہ ہوئے ہوں گے' لعنت ہے لعنتی کی ایں وقائع نگاری پر) راقم الحروف ایں غزل را در تمام دیوانش انتخاب زدہ" (اگر یہ مردود صحیح آتشکدہ فنا کی خاک نہ ہوئی ہوتی بات جب تھی)

اس سے آگے آپ کی غزل نمبر ۳ بطور انتخاب درج کی ہے' اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ آپ نے کل دیوان ملاحظہ کیا' کیونکہ تعصب و حسد اس آزادی کی کب اجازت دیتا ہے'

شمعِ انجمن کی تاریکی

برہمن چندر بھان' زنار دار ساکن آگرہ خالی از وارستگی نبود' . . . . . . وفات ۱۰۷۳ھ (اس سے آگے مرآۃ الخیال کی تمام عبارت نقل کی گئی ہے' بلکہ سرقہ ہے) ایک نے بکواس مارا' اور وہی سب کا وظیفہ بن گیا'

سرخوش کی خوش گپیاں

مکالمہ محمد افضل سرخوش با محمد علی ماہر: چوں فقیر (سرخوش) بخدمت آوردند' فرمود کہ شما پیش حکیم چرا گفتند' کہ شاگردِ ماہرم' برائے شما خوب نسبت' و مرا خود فخر است' کہ چوں تو شاگرد داشتہ باشم' جمیع فکر بلند ہستند' کہ مرا و شعر مرا در خاطر نمے آرند' شاگردِ مرا در نظرِ ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود' شعرا شاگردِ خدا اند میاں **ناصر علی** مے فرمود' در کارِ طبع ایں جوان حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد' برہمن بسیار مقبول فکرِ سخن مے کرد' روزے پیش **نواب سعد اللہ خان** ایں بیت از زادہ ہائے طبع خود برخواندند' ؎

زمیدانِ سخن گوئے سخن برُد　　　برہمن زادۂ از دِلّی برہمن

نواب خندہ کردہ دریں اثنا میر محمد علی ماہر رسید، فرمود کہ بشنوید، برہمن زادۂ دہلی برہمن چہ سے گوید، برہمن یکے از ہندوان پیشتر بود، دومی چندر بھان تخلص مے کرد، چنانچہ گویا وجویا دو برادر بودند در کشمیر، روزے بشاہ ماہر گفتند بہ بینید ہر دو نام و تخلص طالب، کلیم را چہ قسم کردہ ایم، جویا طالب گویا کلیم، شاہ گفت، معنی ہائش را چہ قسم قسمت کردہ اید، دیوانِ ضخیم و مثنوی ہائے رنگین دارد و نثر مثلِ ملا ظہوری بسیار پُر مضامین تازہ نگاشتہ، گلِ اورنگ در مدحِ شاہ اورنگ زیب گلِ سر سبد گلِ فکر ہائے اوست، چند فقرہ ازاں گلدستۂ معنی ایراد مے یابد، در عہد بمقتضائے ہدایت سنہ اکبر بہادر گنجفہ دست کشادے، بشمشیر سردار کردی، واز سرخ و سفید بچرخ دادی، تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاہی با دام شنیدہ، با دام چوں پستۂ خنداں در پوست گنجیدہ، بیت

آرد از بہر عشق شاہ مدام　　　چشمِ خوباں سیاہی از بادام

در عہد خوشنویسش از بسکہ یاقوت را مناسبتے بقطعہ نویسی سے بیند، محررانِ دفتر ہمانویس یاقوت را قطع سے نویسند بر نثر ہائے خود دعویٰ، تصنیف یافت "تلاش معنی" یا پی کردہ، از تمام نثر ملا منیر لاہوری ہمیں فقرہ انتخاب نمودہ، "خواجہ رحمان را کہ با خواجہ سنبل نسبتے ہم زلفے داشت، مے گفت" دیگر ہمہ تالیف است"

رائے رایان کے زبان زد اشعار

اس صداقت کا پتہ لگانا بڑا مشکل تھا کہ رائے رایان کی ایامِ حیات میں، اُن کے کون کون سے اشعار زبان زد خاص و عام تھے، اگر خود انکی تحریر اسکی شاہد ہے:۔

چنانچہ یہ تاریخی بیان خود اُن کا قلمی ملاحظہ فرمائیے:۔

وایں دو سہ بیت فقیر بر زبانہاست ؎

نظر بشاہدِ معنی بچشمِ دل دارم [1] — حجابِ عینک چشم است مردِ بینا را

چشم تا برہم زدی انجام شد آغازِ عمر — طے شد ایں رہ آنچناں کاواز پائے برنخاست [2]

برہمن برہمن پر

جہاں ہم نے دیگر مورخین کی خاک اُڑتی ملاحظہ کرائی ہے، وہاں یہ دیکھنا جانا مسرت کا باعث ہے، کہ برہمن اپنی نسبت کیا لکھتے ہیں، چنانچہ تحفۃ الفصحا میں ریمارک فرماتے ہیں :-

"ازیں خدمت حضور اشرف اعلیٰ و تربیتِ شاہ والا فطرت بلند اقبال ہندی نیز فارسی دان شدہ، در زمرہ اربابِ طبع و اہلِ نشاط انتظام یافتہ، دیوان غزل و مثنوی دارد — و خطِ شکستہ ایں ضعیف خالی از درستی نیست" رائے رایان کسرِ نفسی اور فروتنی کے مضمون لکھنے اور عمل کرنے میں بادشاہ ہیں،

اغلاط و عیوب سے کلام پاک ہے

دارد نگوشش اہلِ سخن راہ برہمن
نظمِ گہر ز عقدِ ثریا گرفتہ است

آر یہ ورت کے زمانۂ قدیم میں تصنیف و تالیف کا اُن ہی بزرگوں کو حق حاصل تھا، کہ جو عالم باعمل ہوتے تھے، اور وہ اس وقت قلم اٹھاتے تھے، جب صفحۂ روزگار کے نیک بندے اُن سے سبقِ رہبری پڑھنا چاہتے تھے، آریہ ورت کا قدیم کتب خانہ دیکھ لو کہ ہر کتاب، کتابِ مقدس سمجھی جاتی ہے، ایک کتاب کا مطالعہ دُنیا بھر کے سبق دے سکتا ہے،

حکیم ثنائی، مولانا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، امیر خسرو اور عرفی وغیرہ اسلامی بزرگ بھی اپنے اپنے تاجداروں کے عہد میں اخلاق و ادبِ فارسی کے بادشاہ تھے، انہوں نے جو لکھا، نہ اپنی شہرت کی آرزو تھی، نہ حصولِ زر کی طمع، نہ جذباتِ عشقِ مجازی کا جنون، نہ رسمی شغل کا دخل، وہ لاثانی روحیں دراصل طوطیٔ زبان، مصلحانِ زمان تھیں، جب بربادی

---

[1] یہ شعر آپ نے اپنی تصانیف میں چند مقامات پر لکھا ہے، اور یہاں بھی انتخاب کیا ہے، نزاکتِ بیان کا خاتمہ ہے،

[2] یہ شعر ہر اشعار ایران میں پسند کیا گیا، اور وہاں کی مجلسوں میں اپنی گرمی کی داد لیتا رہا،

باغِ دُنیا، خرابیٔ خراباتِ جہاں کے کاٹتے اُن کی رگِ اخلاق و ادب پر نشتر مارتے تھے، تو یہ بُلبلانِ ہزار داستاں اپنی اپنی منقاریں کھولتے تھے، اور ایسے سُر الاپتے تھے، کہ اس ایک جہان کے دوزخیوں کی زبان سے کہیں تو واہ نکلتی تھی اور کہیں آہ،

صدیاں گذر گئیں، اور قرن گذر جائیں گے، مگر ان کے گلہائے مضامین نہ مرجھائیں گے، نہ ثمرہائے فکر داغی ہوں گے، بلکہ اُن کے قلم کے قطراتِ آبحیات اِس باغ کی شادابی و تازگی قائم رکھ کر اُس کی صحیح طریق زندگی کا باعث ہوں گے،

تقریباً ایک صدی کے بعد دُنیا میں قیامت آجاتی ہے، سب مرجاتے ہیں، اور سب پیدا ہوجاتے ہیں، مگر وہ کونسا سر ہے، کہ جس میں شاعری کا سودا نہیں، اور جس نے کوئی شعر نہیں لکھا، مگر دُنیا اُنہیں حرفِ غلط کی طرح صفحۂ دُنیا سے مٹا چکی، کیونکہ وہ خود مٹنے والی ہستیاں تھیں، جس طرح سے آج کل کی تصانیف اگلی صبح عطاروں کی دُکانوں پر دو تین آنے سیر فروخت ہو کر شام تک پُرزہ پُرزہ ہوجاتی ہیں، اُس سے بدتر ایسے نااہل لوگوں کے نام سے سلوک ہوتا ہے، لیکن ایک یہ نااہل طائفہ ہے، کہ جو قلم و کاغذ کے لحاظ کا موجب ہو رہا ہے، آجکل ایسے خود غرض لنود یوں کے ہاتھوں تحریر تقریر کی مٹی پلید ہو رہی ہے، نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہو اگر یہ جلاد زبان و شاعری کا خون کرتے، تو چنداں افسوس نہ تھا، مگر ستم یہ ہے کہ خیالات پر بھی یہ آفت نازل ہو گئی، ایسے کرمفرما بزرگ اصحاب کی شان میں **خواجہ حافظ** فرماتے ہیں ؎

گر مُسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد ۔۔۔ وائے گر در پسِ امروز بود فردائے

برہمن غیرت دلاتے ہیں ؎

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبد ما ۔۔۔ سُبحہ نیست کہ آں غیرتِ زنّار تو نیست

رائے رایان کا کلام، شاعری کے جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے، اور یہ وصف خداداد ہے، کوشش کا اِس میں دخل نہیں، چستیٔ ترکیب اور گرمیٔ کلام اِن کی شریف شاعری کی رُوح رواں ہیں، ایسے کلام میں جو ہر طرح کی دینی و دنیوی دولتوں سے مالامال ہو کسی قسم کے سُقم کا نہ ہونا اُنکی

علمی فضیلت و زباندانی کی داد ہے۔ آج تک اُن کے جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں، اور کلام کا محاکمہ کیا گیا، کسی کی قابلیت سے یہ الزام لگانے کی جرات نہیں کی، کہ اُن کے کلام میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے اگر ہوتی ایک کی لاکھ دکھاتے، سینکڑوں الزام دھرتے، اِس وقت (۳۰۰) غزلوں اور (۵۶) رُباعیات کا دیوان اِس پیشکش کے ذریعے اہلِ نظر کی نذر ہوتا ہے، وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے، کہ آپ کا کلام گنگا جل کی طرح کیسا پاک و صاف ہے، کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی طبع گرامی کا دریائے رواں ہندوستان میں زمزم و کوثر بہا کرے آیا، یہ بخششِ الٰہی تھی، جو آپ ہی کے حصہ میں آئی تھی۔

بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں

مصرع ۱ - سخن زہر کہ بُود مختصر تواں کردن (برہمن)

فضیلت و قابلیت برہمن کا طرۂ امتیاز شعرائے اُردو و فارسی کے لئے قابلِ رشک ہے، کہ وہ ہندی کویوں (شاعروں) کی طرح فارسی و اُردو زبان میں جو لکھتا ہے ایسا لکھتا ہے کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا، اِس کا اشہبِ قلم جب اُٹھتا ہے، تو قدیم ہندی راہرو کی طرح کم از کم ۵ - ۱۰ اگز آگے کا راستہ دیکھ لیتا ہے، اور جب وہ چلتا ہے، یا تو سراپا معتقد پجاری کی طرح قدم اُٹھاتا ہے یا ایک بزرگ کامل اور ناصحِ مشفق کی طرح بڑی محبت سے تلقین نصائح کرتا نظر آتا ہے، وہ ہندی فلسفہ اپنا دستور العمل قرار دے کر اُس انداز سے پند و نصیحت کرتا ہے، کہ اُس کا ایک جملہ بیکار نہیں، وہ اپنے شعارِ محبت کے کاروبار کی تفصیل دیتے ہیں ؎

ما برہمن صحیفہ نویسیم محبتیم　　بیکار نیست کلکِ محبت نگارِ ما

فارسی اردو کے شعراء کے دیوانوں میں اگر کام کے شعر انتخاب کئے جائیں تو جس کا حجم ۴۰ صفحہ کا ہے، اُس میں بمشکل ۴ شعر ایسے نکلیں جنہیں شعر کہا جاسکے، بھرتی، رعایاتِ لفظی، ضرورتِ استعمال محاورہ اور پابندیِ ردیف و قافیہ نے اُن کی شاعری کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ فارسی و اُردو شاعری ہی بدنام ہو گئی

برہمن کی شاعری تعلیم سنسکرت کی وجہ سے درجہ کمال پر پہنچی

؎ برہمن از لبِ ہندی نژاداں نکتہ می سنجد
زبانِ فارسی و تازی و ترکی ہمہ داند

کوئی وجہ نہ تھی کہ برہمن بھی متقدمین کا تتبع نہ کرتے، وہ

کرتے اور ضرور کرتے، مگر جب اُن کی قابلیت کی نہرِ علم سنسکرت کے بحرِ بے پایاں سے کاٹی گئی تھی، تو پھر اُن کے تمام کلام میں سُبک خیالات کا ایک شعر ہونا بھی قطعی ناممکن تھا کیا آج تک راماین، مہابھارت، کالیداس کی کل تصانیف، راج ترنگنی، پرتھی راج راسہ میں کوئی ایسا ایک بھی شلوک پا سکا کہ جو بھرتی کا ہو یا ضرورتِ استعمالِ محاورہ کے لئے گھڑا گیا ہو، یا رعایتِ لفظی کی خاطر محض الفاظ جمع کئے گئے ہوں، یا پابندیٔ ردیف قافیہ نے کہیں اظہارِ مطلب میں قاصر رکھا ہو، اِن شعرا کی دواوین اِن نقائص سے بھرے پڑے ہیں، ہم مُسلمہ شعرائے متقدمین اور متاخرین فارسی و اُردو کے کلام کے یہ مُصدقہ و مُسلمہ نقص دکھاتے، مگر طوالت مانع ہوئی، حضرت حسرت موہانی یہ عام مروجہ نقائص کلامِ برہمن میں نہ پا کر اپنی پروازِ فہم سے قاصر رہ کر بڑی حیرت سے لکھتے ہیں :۔

"برہمن کی خصوصیاتِ کلام سے ایک یہ ہے کہ دو چار غزلوں کو چھوڑ کر جو "د" کی ردیف میں شاہجہان بادشاہ کی مدح میں ہیں، اور کسی غزل میں ۵ سے زیادہ شعر نہیں پائے جاتے، معلوم نہیں کہ اتنے ہی شعر کہتے تھے، یا بعد میں انتخاب کر لیتے تھے"

جب حسرت نے دیوان دیکھا، تو اُسے سب شعر چوٹی کے نظر آئے، یہ تو اُن کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا تھا کہ دُنیائے شعرائے فارسی میں کوئی شاعر ایسا بھی ہو گا کہ جس کے کلام میں بھرتی کے اشعار نہ ہوں، اِس لئے قوتِ خیال نے ذہنِ رسا کی رہبری سے انکار کیا، اور وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکا کہ آیا وہ "اتنے ہی شعر کہتے تھے، یا انتخاب کر لیتے تھے" مگر جب بھرتی کا کوئی شعر نہ پایا، تو اُن کی تخیل نے امرِ متنازعہ کا تاریک پہلو لیتے ہوئے اُن سے الفاظِ ذیل میں یہ لکھوایا کہ :۔

"غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، کیونکہ اِن کی غزلوں میں بھرتی کے بہت کم اشعار ہیں"

حسرت سے معقول پسند محقق کا بلا دلیل یہ لکھنا "کہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے" باعثِ افسوس ہے، دُنیا میں ایسا کون خونخوار ہے، کہ جو اپنے فرزندانِ معنوی کا گلا گھونٹے، اور وہ بھی ہر روز، دُنیا کے عام دیوانوں میں جو رطب و یابس بھرا پڑا ہے، یہ اسی محبتِ پدری کا نتیجہ ہے، ورنہ اپنے کلام کی غلطیاں و کمزوریاں کون نہیں جانتا، اور کس کا دل نہیں چاہتا، کہ اُسے عیوب و نقائص سے پاک و صاف نہ کرے

اور دنیا سے آدب میں آدیب نہ کہلائے، "اگر حضرت حسرت کی خاطر یہ مان بھی لیا جائے، کہ یہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے" تو اِس جوانمردی و بلند حوصلگی کی داد دی جانی چاہئے کہ انہوں نے برخلاف رواجِ ملک آئینِ رشتۂ محبتِ پدری و پسری یہ جدید طرز اختیار کی، اِس میں بھی اُن کی جدت پائی جاتی ہے،

اگر حضرت حسرت، رائے صاحب موصوف کا کُل دیوان یا انشائے چہار چمنی بغور دیکھتے تو انہیں "اغلباً" کا فقرہ چسپ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا، دیوان اور انشائے موصوف میں حسرت کے اس "غالباً" کی جا بجا تردید ملتی ہے، آپ نے اُس میں شاہ، وقت، باغ، شہر اور مسجد کی تعریف میں بھی ایک مثنوی لکھی ہے، ہر مضمون کے متعلق وہاں بھی ۵-۵-۷-۷ اشعار سے زیادہ نہیں لکھے، اور جو رقعات لکھے ہیں، وہ بھی آپ کی محتاط طبیعت نے ۵-۶ سطروں میں ختم کر دیئے، ابوالفضل، فیضی کی طرح عمرو عیار کی زنبیل نہیں بنائی، کیونکہ وہاں تو محض اظہارِ مدعا کی غرض تھی، نہ کہ فضول شوکتِ الفاظ و بندش محاورہ سے، اِسی مدعا نویسی پر آپ کے خاندان کو ناز تھا، اِس کا انصاف مرآۃ الخیال و کلمات الشعراء المصنفین کی قلم نے کیا ہے،

مگر جہاں ضرورت سمجھی گئی، تو حسرت کے اِس ۵ ہی پر انحصار نہیں رکھا گیا، بلکہ ۹[له]-۹-۱۱-۱۱ اشعار تک غزل پہنچی، اب دیوان اور حسرت دونوں حاضر ہیں، حسرت نے اپنے دعویٰ کی پاسداری نہ فقط غلط بیانی سے کام لیا، بلکہ فریب اور دھوکہ بھی جائز سمجھا، غزل نمبر ۵ آپ نے اقتباسِ کلام میں لی، چونکہ اُس کے سات اشعار تھے، دو اشعار آپ نے حذف کر دیئے، کہ ۵ کی تعداد نظر آئے، اگر سالم غزل درج کر دیتے، تو اُن کے غلط دعوے کی اُن ہی کی تحریر سے تردید ہو جاتی، حسرت کی قول پروری اور ایمانداری پر سخت افسوس کرنا چاہئے اور ہمیں سب سے زیادہ کیونکہ ہمارا خیال اُنکی نسبت ایسا نہ تھا، معقول پسند اصحاب جو کلام کرتے ہیں، مختصر کرتے ہیں، اور پُر معنی، پس برہمن سے کب ہو سکتا تھا، کہ وہ فضول عبادت ضائع کرتے، وہ خود فرماتے ہیں ؎

سخن زہر کہ بود مختصر تواں کردن

له - لفظ گر بایسا شد برہمن در دل جو د، گر نباشد معنی آں در اسیہ جز ابی زر است (برہمن)

آپ کا امتیازی وصف یہی تھا کہ جو انہیں ایرانیوں اور ہندی مسلمانوں سے درجۂ بالا پر لے گیا۔ "وقائع نویس حضور"، "مختصر بیانی کے لئے منتخب ہوئے تھے"، آپ کی اودے پور کی عرضداشتیں ملاحظہ فرمائیے کہ سطروں میں شاہنامہ ختم کر دیا۔ دیگر سفراء فیضی وغیرہ کی عرضداشتیں بھی دیکھنا چاہئیں کہ سوائے طوالت کے اور کوئی بات نہیں، عجب ہی تو ملا عبدالقادر گھبرا اٹھا۔

فخریہ اشعار اور ان کی وجوہ

مرا از گنج گوہر مے کند خاطر مستغنی　　　بدستِ خویش کلکِ گوہر افشانی کہ من دارم

فارسی دان دو شعراء نے ایسے ایسے فخریہ اشعار لکھے کہ جن کا بدکلامی سے آغاز ہوا اور جنگ و جدل پر خاتمہ، مگر یہ ایذا رسانی برہمن کے مذہب میں روا نہ تھی کیونکہ حقیقۃً ایسی خودنمائی دیگر شعراء کی ایک توہین ہوتی ہے، برہمن کے کلامِ اقدس کا دامن اس داغ سے پاک ہے، ان کے فخریہ اشعار ایک خاص آب رکھتے ہیں، پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے، یاد کرنے کے قابل ہے، ہم یہ سبق کیونکر بھلا سکتے تھے آپ بھی سنئے۔

یک نقطہ از مطلعِ دیوانم آفتاب　　　یک پرتوے ز شمعِ شبستانم آفتاب

گردند گرد برہمن از شوق قدسیاں　　　گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

در محبت حال مے نازد بہ فالِ برہمن　　　برہمن افسونگرے جادو بیانے بردہ است

رائے رایان کے کلام کی جوانی

ہر ملک کے تقریباً تمام صاحبانِ علم و ہنر یا تو اپنی ایامِ زندگی میں شہرت حاصل کر کے موت کے بعد اپنی شہرت بھی موت کی نذر کر چکے یا اپنی زیست میں اپنی قدر و قیمت سے محروم رہے، ایسے بہت ہی کم ہیں، کہ جو اپنی زندگی میں محفلوں کی رونق ہوں، اور موت کے بعد شہرت رکھتے ہوں، لیکن برہمن کے کلام کی جوانی ایسی جوانی ہے کہ وہ پیدائش کے وقت بھی جوان تھی، اب بھی جوان ہے، اور قیامِ فارسی تک جوان رہے گی۔

رائے رایان کی شاعری کا شہرہ

ے بایرانم مے برد افسانۂ ہندوستان بلبل را
برہمن را شکر افشانی اریا شد، ہمیں باشد

جو شعراء شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں کے رکن رکین تھے، وہ بھی شہرت سے محروم رہے، کیونکہ

قبولِ عام حاصل نہ ہوا، مگر کاشی جی کے تٹ پر تپسیا کرنے والے سنیاسی کے نورِ قلم کی روشنی شعاعِ آفتاب کی طرح ایک جہان میں پھیل گئی، اور ایسی کہ ہر کہ ومہ کے دل و دماغ منور ہوگئے، سب کہہ اٹھے کہ اِس نور کا منبع آفتابِ علم، برہمن ہے، زمانہ مذکور میں مطبع کی ایجاد نہ تھی، مگر گھر گھر خوشنویس سستے داموں پر کتابت کیا کرتے تھے، ایک سے ہزار نقلیں کرتے تھے، اور اس طرح پر وہ کلام ترنگا کر ہر دیار وامصار میں پہنچ جاتا تھا، زمانۂ مذکور میں آج کل کی خط وکتابت کی طرح یہ خود غرضی نہ تھی، کہ چار باتیں اپنے مطلب کی تحریر کیں، اور بلا خاتمہ لکھے، لمبے چوڑے دستخط کر دیئے، وہ جب خط لکھتے تھے ملکی امورات پیش آمدہ واقعات سب اوّل درج کرتے تھے، برہمن کے کلام کی گونج ان خطوط کے ذریعے ولائتوں تک پہنچی، **کابل** اور **ایران** سے دادِ سخن اشوقِ دید کے پیام لائے، آپ نے مطلوبہ کلام بھیجا، ایرانی سخن طرازوں اور محققوں نے آپ کی خوش کلامی کلام سے متلذذ ہوکر آپ کو "بلبلِ ہندوستان" سمجھا، اِس طرح سے جب آپ کی قابلیت کا شہرہ ملک ملک میں پھیلا، تو آپ نے مندرجہ بالا شعر لکھ کر اپنی زباندانی پر جائز فخر کیا،

نظم نغموں سے پُر ہے

در بوستانِ عشق برہمن فسانہ گوست
مُطرب ترانہ سازِ غزل خوانیِ من است

رائے رایان کا چمن تصنیف، چہار چمن کا لطف دیتا ہے، کہ جس میں چاروں اطراف کے گل وگلزار کھلے ہیں، اور چاروں سمتوں کی ہوا گونج رہی ہے، رائے رایان اِس رمز سے واقف تھے کہ وہی نظم رونقِ بزمِ ادب ہو سکتی ہے، کہ جس میں تال اور سُر ہو اور نغمہ سے پُر ہو، قدیم براہمنہ گرنتھ اِسی ستار پر گائے گئے ہیں، آلاتِ موسیقی نے اُنہیں ایسا رس دیا ہے کہ ہر عابد وزاہد، فاسق وفاجر وجد کناں ہے، لکھا ہے کہ رائے رایان علمِ موسیقی کے خوشتان سیلن تھے، جو غزل جس بحر میں لکھی، اصل رنگ سے سُنی، جہاں سُقم دیکھا، وہیں قلم کے کان مروڑ دیئے، یہ غذائے رُوح دورانِ قیام کاشی جی فراخدلی سے تقسیم کرتے تھے، سادھو، فقرا اسی سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، اُن کے کلام کی شہرت اِن ہی گداگروں نے گاؤں سے قصبوں اور قصبوں سے شہروں تک پہنچائی، جس نے سُنا اُسی نے لکھ لیا، ہم یہ نغمہ سنانے سے معذور

ہیں، آپ بہ شوق کر دیکھیں، اگر لطف دوبالا نہ ہو تو پھر الزام دیں، اُن کا یہ شعر سنئے :-

سماعِ اہلِ محبت زعالمِ دگر است هزار وجد بہ آہنگ یک اصول کنم

مغلیہ دربار میں نغمہ و رباب لوازمۂ دربار تھے، اور ہندی گائن و دیا کے برہمن ازلی مالک تھے، رائے رایان اس رمز سے کیونکر بے خبر رہ سکتے تھے کیونکہ اس کے اثر سے واقف تھے ؎

کس نمی بیند از خراشِ جگر آنچہ من از ربابِ می شنیدم

ایرانی مجالسِ علماء اور کلامِ برہمن

جب شاہجہانی سفارت بسربراہی جان نثار خان، ایران گئی، تو اُس کے ہمراہ ملا محب علی اور محمد فاروق سخن نکتہ دان بھی تھے ایک روز ایران میں اعتماد الدولت کے مکان پر دعوتِ مہمانی میں شریک ہوئے، اُس وقت ایران میں رائے رایان کی شاعری نے سکہ جمار کھا تھا، چنانچہ علمائے ایران کی اس مجلس میں اہلِ سفارت سے رائے رایان کے حالات دریافت کئے گئے برہمن تحفۃ الفصحا میں تحریر فرماتے ہیں :-

"... در ہمدرآن آشنا ذکر این برہمن فارسی دان بوسیلہ شعر و خط شکستہ کہ علامی سعد اللہ خان مقرب آنحضرت السلطانی تقریباً از ہندوستان بولایت ایران بمصحوب جان نثار خان ایلچی فرستادہ بودند، بمیان آمد، این دو بیت فقیر در آن دیار مشہور است ؎

باید بہ اعجازے نمک سوزد زبیش بودن تمام آتش ہیے دود زبیش

چشم تا بہم زدی انجام شد آغاز عمر طے شد این رہ آنچنان کاواز پاستہ برنخاست

ممکن ہے، کہ برہمن نے غزل نمبر ۱۲۳ اس سفارت کی واپسی کے بعد تحریر کی ہو، جس کا مقطع ہے :-

یا بران سے برد افسانہ ہندوستان بلبل برہمن را شکر افشانی ار باشد ہمیں باشد

تصانیف کا زمانہ تکمیل و ترتیب

دریں پیرانہ سر با نوجوانی صحبتے دارم کہ از مصلحت کیشان بجز بازی نمیدانم

اس دیوان کی ترتیب کا زمانہ سنہ ۱۶۵۲ء / ۱۰۶۳ھ کے لگ بھگ قرار دیا جا سکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا

اُس وقت خیال پیدا ہوا جب اکبری و شاہجہانی سلطنت کا طرزِ جہانبانی، اورنگ زیبی آئینِ حکمرانی سے مغلوب و مفلوج ہو چکا تھا۔ محبت و اتحاد کا توصہ پڑا جا چکا تھا۔ امن و اطمینان، بیم و رجا کی رہبری سے سود و زیاں کا خیال چھوڑ، تیر تفنگوں کے گھاؤ، پہاڑیوں کی گھاٹیوں اور کوہی دروں میں جا چھپے تھے۔ گردشِ روزگار نے صبحِ قیامت کی ظلمت سے جہان تیرہ و تار کر دیا تھا۔ اسبابِ نشاط و کامرانی نے اپنی بساط بچھائی تھی، دُنیا کی مال و دولت، قارون کے خزانہ عامرہ میں جمع کی جا رہی تھی، اگر اِس تردد و آرزو میں ایک طرف ماں، باپ، بھائی، بہن قربان کئے جا رہے تھے، تو دوسری طرف مُقدس مقامات مسمار و منہدم ہو رہے تھے، جس سے ایک سخت طوفان پیدا ہوا، اور زلزلۂ ظلم، ارضی نے قلوبِ انسانی پاش پاش کر دیئے تھے۔

غرضیکہ دن شبِ تار ہو گیا تھا، اور شبِ تار طوفان، اس تغیرِ دُنیا کا تماشہ برہمن اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، وہ انقلابِ روزگار سے ایسا بیزار ہوا کہ تصور کرتے ہی خدا کی خدائی نظر آئی، گلزارِ جہاں خار سمجھے، اور آبِ رواں کا دامن باعثِ انحطاط دیا دِ آبرو، اپنا بے قلل تجربہ ہمارے تجربہ کیلئے بیان فرماتے ہیں ؎

ما پست و بلند روزگاران دیدیم ما فصلِ خزان و نوبہاران دیدیم
در راہِ طلب دو اسپہ سے باید تاخت ما تاختنِ سست شاہسواران دیدیم

شہزادہ دارا کی فرمائشات، مہماتِ ملکی و مالی کی ضروریات، اہلِ طلب کی خواہشات غزل، رُباعی لکھنے اور ترتیب دینے کی کہاں مہلت دیتے تھے، مگر یہ وقت کا قدردان، ہر لحظہ اپنے قلمدان لیاقت سے فائدہ اُٹھاتا، کچھ نہ کچھ قلم برداشتہ لکھ ہی ڈالتا تھا، دیوان مکمل کرنے اور ترتیب دینے کی کہاں فرصت تھی، جب گردشِ زمانہ نے فرصت دی، تو یہ وہ وقت تھا جبکہ اورنگ زیب اپنے عہدِ حکمرانی کے ۳ سال خاک و خون میں گذار چکا تھا، اور اِس عرصہ میں جو نہ ہونا تھا، ہو چکا تھا آپ نے اپنا وہ کلام جو اپنے مربی و سرپرست شاہجہان کے دورِ حکمرانی اور شہزادہ دارا شکوہ کی مہربانی سے شاہجہان کے انتزاعِ سلطنت اور اورنگ زیب کی ابتدائی حکومت تک اپنے قلم کے

ذریعہ کاغذ کے سپردِ امانت کیا تھا' دیوان کی شکل میں جمع کیا' اور ضروریاتِ دیوان کے لیے جس قدر اور غزلوں کی جہاں جہاں ضرورت تھی' حالتِ حالات کی مناسبت کے زیرِ اثر تیار کیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا' اس وقت سوائے دردِ دل اور بے ثباتیٔ دنیا اور کونسا نیا مضمون تھا' جہاں جہاں غزلیات میں کمی تھی' انہیں کاشی جی میں مکمل کیا گیا' ردیف میم سراپا اس زمانہ کی یادگار ہے' ایسی ہر غزل ایسے اندوہِ غم کا نوحہ پڑھ رہی ہے'

غزلیات کا چمن نصف سے زیادہ فصلِ بہاری میں سرسبز ہو چکا تھا' رباعیات کا غنچۂ دلِ داغدار سے اس وقت شمیم بیزِ محفل ہوا' جب غنچۂ دل جمعیتِ کامل کی آبیاری سے شگفتہ ہو چکا تھا' اور ان کا قلبِ مسرورِ دو جہان کے اسرار کی شگفتگی کے مزے سے رہا تھا' داستانِ غم قلبِ مضطرب پر جو اثر ڈال سکتی ہے' وہ ان کے سازِ قلبِ روحانی پر حقائق و معارف کی مضراب کی ایک ضرب تھی' کہ جس نے رنج و راحت' امیری و مفلسی' تنگی و فراخدستی' عروج و نکبت اور اقبال و فلاکت کے مضامین پر ایسا صوفیانہ رنگ چڑھایا' کہ وہ کلام عالمِ بالا کا پایا' اس پر انہیں خود ناز ہے ؎

تا بوئے تجرید بہ مشام آمد	از ہر دو جہاں خطِ فراغم آمد
ہر جا کہ زعشق تند بادے برخاست	پروانہ شد و سوئے چراغم آمد

رباعیات کے مضامین ایسے ناصحانہ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں' جو اس عہد کے عاملانِ عمالِ حکومت کے لئے چراغِ راہ تھے' وہ جن رباعیات کے شروع سے اپنے دیوان کا خاتمہ کرتے ہیں' وہ اپنے زمانہ پیدائش کے لحاظ سے خود بخود اورنگ زیب کے عہدِ حکمرانی کا اشارہ کرتی ہیں ؎

اسبابِ نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ	چوں در گذشت زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنجِ معانی ہمہ ہیچ	در ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

دیگر

اے خواجہ نہ نام و نشاں خواہد ماند	حرفے دو سہ بر زباں خواہد ماند
ہر چیز کہ ہست از میاں خواہد رفت	جز نامِ خدا اگر درمیاں خواہد ماند

خاتمہ دیوان کے آخری الفاظ زمانۂ تکمیل و ترتیب دیوان کے متعلق ایک ایسی مادی شہادت ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، لکھا ہے کہ :-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالم گیر آفاق ستان"

نکتہ برہمن نکتہ نویسی کے بادشاہ تھے اور ایسا لکھتے تھے کہ بادشاہ بھی یہ کام نہ کر سکتے تھے۔ تسلیم کس دعوے سے اپنی قابلیت کا ڈنکا بجاتے ہیں ؎

ہر نقطہ لکھوں کہیں نہ حرف آئے — مرکز پہ کشش مہر سے پہنچ جائے

برہمن نے عالمگیر کی صفت محض و ندانِ توجملہ در و بیان اندسے مصداق "آفاق ستان" لکھ کر ختم کر دی، نقاد سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صفت کیسی مناسب حال تھی، پس اس دیوان کی تکمیل و ترتیب کاشی جی میں ہوئی، اور یہ اس وقت ہوئی جب کہ سوائے بھجن بندگی آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا،

قدیم بیاض اور رائے رایان

زمانۂ قدیم میں مکتوب اور بیاض ہر شخص تیار کیا کرتا تھا، بچے اُن سے فائدہ اُٹھاتے تھے، بوڑھے دل بہلاتے تھے، جوان اپنے کلام کی جوانی چمکاتے تھے، زمانہ کی صف کے ساتھ بیاضوں اور مکتوبات کا بھی شیرازہ ترتیب منتشر ہو گیا اب ہمارے گریجویٹ صاحبان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ دونوں کیا بلا ہیں،

اُس زمانہ میں شاہ سے لے کر ادنیٰ اہلکار تک بھی اپنی اپنی جدا جدا بیاض تیار کرتا تھا، جو غزل مرغوب طبع ہوتی تھی، یا کسی مشہور استاد کا کلام ہوتا تھا، یا کوئی مہربان اپنے کسی مہربان کے پاس کلام بھیجتا تھا، یا جو کلام شہرت پا جاتا تھا اُسے بیاض میں درج کر لیتا تھا، اور بہت سے سخندان اپنا کلام تبرکاً یا وفادار اہلِ سخن کے پاس بھی بھیجتے تھے، چنانچہ رائے رایان بھی نکتہ دان، سخن دوست اصحاب کی خدمت میں اُن کی خواہشات کے موافق اپنا کلام اُن کی بیاضوں میں درج ہونے کے لئے بھیجا کرتے تھے، چنانچہ غزل نمبر ۱۶۳ "دوست داشتہ باشند خبرے داشتہ باشند" جو دربار کی طرحی غزل تھی، وہ ایک مشہور استاد کے پاس حسب ذیل الفاظ کے ذریعے روانہ فرماتے ہیں :-

''غزل، ہذا مرزا سخن دوست، نکتہ دان' بدیع الزماں را نوشتہ شد'' اور لکھا ''غزلِ طرحی را بطرزِ یادگار در بیاضِ خود ثبت فرمایند''

اِن میں بلا لحاظ صنفِ سخن' شعرائے مشاہیر کا کلام محفوظ پایا جاتا ہے' ایسی بہت سی بیاضیں قدیم کتبخانوں میں اب تک محفوظ ہیں' اور بڑی کارآمد ہیں'

کلام رائے رایان کی فراہمی کی غرض سے ہم نے اور ہمارے دوستوں نے تین تین سو برس کی پرانی بیاضیں چھان ماریں' کہ کہیں کوئی غزل برہمن کی ملے' چنانچہ بہت سی غزلیات اِن بیاضوں سے ملیں' بیاض الاشعار جو دربارِ کپورتھلہ کے جلوخانہ میں محفوظ ہے' اُس میں رائے رایان کی غزل نمبر (۲۸۹) ''نمکینے'' ''دجبینے'' صفحہ ۳۰ پر اُن کے نام سے درج پائی گئی' اور بھی بہت سی غزلیات بیاضوں میں پائی گئیں' اپنے دیوان کی غزلیات کی صحت اِن سے کی گئی' جو بیاضیں رائے رایان کے طنطنۂ شاعری کے بعد اہلِ ہند نے مرتب کیں' اُن میں رائے رایان کا کلام خصوصیت سے درج پایا گیا' کہا جا سکتا ہے' کہ گذشتہ تین صدی کی ایسی کوئی بیاض نہیں جسمیں برہمن کا کلام نہیں'

بلحاظ مضامین آپ کی تصنیفات کی تقسیم دو جداگانہ جذبات پر مشتمل ہے

جو بادہ نوشانِ علم معرفت مینائے برہمن کا لطف سے مزا لیں گے' اُن کے دماغ اُن کے سرور پر تصوف والہیات' حقائق ومعارف' ادب و اخلاق' اندرز و نصائح سے فوراً معلوم کرلیں گے' کہ دیوان مذکور کا جو رنگ ۲۲۴ ویں غزل تک ہے' وہ شہزادہ دارا اور شاہجہانی دربار کی رُوح رواں ہے'' اس کے بعد وہی زبان' نیرنگیِ زمانہ' ستمگری' درد و غم' مایوسی' شکوہ' انسانی معذوری مجبوری اور بے ثباتیِ دنیا کے نالہائے دل سوز سے گریہ کناں ہے' جہاں اِس چمنِ اوّل میں شگفتہ دلی کی تشبیہات' استعارات و کنایات شاخِ قلم سے پھولوں کی طرح کھلے ہیں' دوسرے دور میں' جفا' ظلم' سنگدلی' گوشۂ تنہائی اور عزلت کے جام بر شے درد سے پیئے اور پلائے گئے ہیں' ہر شعر

اشکِ خونیں بہا رہا ہے، اور ہر مصرعہ معشوقِ گم گشتہ کا نوحہ پڑھ رہا ہے، بندشِ الفاظ دآرا کے دردانگیز رقت آمیز واقعات کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے،

حروف، دلِ بریان کے ٹکڑے ہیں، الفاظ قطرۂ خون، اعرابِ قلبِ مضطر کی ستار پر مضراب، مضمون سراپا درد و غم، وہ ایک زخم خوردہ مجروح دل ہے، کہ جو کباب بن کر حروف کی شکل میں طشتِ قرطاس پر پیش ہوتا ہے، جو دلِ ستم رسیدہ ہیں، وہ دیکھ کر رو دیتے چیخیں مارتے ہیں، جو فہیم ہیں وہ درسِ عبرت حاصل کرتے ہیں، جو نا واقف ہیں، قریبی معنی سمجھ کر لطف لے رہے ہیں،

ہم نے جب ایک قادر الکلام استادِ زماں کے کلام میں روز و شب کے ایسے متغائر نظارے دیکھے تو طبع کی روانی کی تقسیم "واہ" اور "آہ" نے کرائی، ہم ایک دم چونک پڑے، قاش اول دآرا کی صحبت کا پتہ دیتی ہے، اور قاشِ دوم گوہرِ یک دانہ کے فراق میں روتی ہے،

جن اشعار نے سب سے اول، محرمِ راز بن کر بڑی صفائی اور بے باکی سے ہمارے دل پر خنجر مارا، وہ خونی جلادیہ ہیں ؎

زر و سے عجز بہ بر زمینِ جبینِ نیاز	کہ ما شکستہ دلانیم او شکستہ نواز
چو اشک پردہ دریِ حال راز دار الست	بروئے او نتوان کرد دیدہ محرمِ راز
فروغِ سینۂ زناریک خاطر آں مطلب	کہ غافلند ز راہ حقیقت اہلِ مجاز
خوش آں گروہ کہ خم کردہ قامت دل را	بسوئے قبلۂ آں روئے میکشد نماز

برہمن کی دل زخمی (داراشکوہ)

دیوان و رباعیات کی منطقی تقسیم

؎ گرفتہ پیرِ مغاں جام مے بکف اے گفت
کہ ایں قدر ز جہاں، انتخاب خواہم کرد

جو اہلِ نظر دیوان اور رباعیات ایسی نظر سے دیکھیں گے، کہ جس خیال سے رائے رایان نے انہیں لکھا ہے، اُن کیلئے یہ فیصلہ کرنا بڑا آسان ہے، کہ برہمن کے پروازِ خیال کی کوئی بڑے سے بڑا قادر الکلام بھی تقسیم نہیں کر سکتا، اور نہ ان بے تعداد منطقی مضامین کی کوئی مکمل فہرست بنا سکتا ہے، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ان ہر دو تصانیف کی منطقی صحیح تقسیم ناممکن ہے،

رائے رایان کی کثرت و وسعتِ مطالعہ

عمرے کہ بدست تست از دست مدہ، کم خواں اگر زیادہ نتواں کردن

گو رائے رایان کی زبان و کلام کے ملاحظہ کے بعد اس عنوان پر لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر یہ مضمون رائے رایان کا لکھا ہوا مل گیا، اس لئے درج کیا جاتا ہے، ہم سے اور ہمارے قابل دوستوں سے تو بہت سی کتابوں کے صحیح نام کبھی نہیں پڑھے گئے، چہ جائے کہ یہ کتابیں پڑھی ہوں، اس فہرست سے یہ پتہ مل گیا کہ آپ کا مذاقِ سخن کس قسم کا تھا، اپنے فرزند کو لکھتے ہیں۔ کون ہے، جو وقت کی قدر کرے:۔

"فرزند دلبند چراغ خانۂ زندگانی از آفاتِ زمان برکنار دارد، اگرچہ در عالم فارسی دستگاہ بسیار دارد، و احاطۂ جمع از حد بیشتر متجاوز است، امّا اولاً بجہت افتتاح ابواب سخن بطریق ہمت مطالعہ گلستان، بوستان، و اتفاقاتِ ملا جامی، از جملہ ضروریات است، و چوں بقدر شعور بہم رسد، خواندن کتب اخلاق مثل اخلاق ناصری و اخلاق جلالی، و مطالعہ تاریخ سلف، مثل حبیب السیر، روضۃ الصفا، و روضۃ السلاطین و تاریخ گزیدہ و تاریخ طبری و ظفرنامہ و اکبرنامہ و امثال آں ضرور، کہ ہم مناسبت بسخن میرسد، وہم اطلاع بر احوال جہان و جہانیاں حاصل میگردد، و در مجالس و محافل بسیار بکار می آید، و از دواوین و مثنویہا بعضے از استادان روزگار کہ ایں نیازمند در عنفوانِ شباب مطالعہ نمودہ، اسامی و القاب گرامی آں طبقۂ والا را در ذیل ایں رقیمہ مرقوم میسازد، باں فرزندِ عزیز القدر فرصت ہرچہ تواند از تصانیفِ ایں بزرگاں مطالعہ نماید، تا ہر کسے و فرصتے مایۂ استعداد حاصل گردد، و سر رشتۂ سخن بدست آید۔
اسامی دواوین حکیم سنائی، ملا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی شیرازی، خواجہ حافظ، شیخ اوحدی، شیخ کرمانی، و ملا جامی، و دیگر شعرا و بعضے فضلا و بلغا مشہور روزگار اند، مثل سرخیل شعرائے روزگار، ملا رودکی، حکیم قطران، عسجدی، عنصری، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین عبدالرزاق، کمال اسمعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا عصامی، ظہیر فاریابی، کمال محمد عروضی، سمرقندی، عمیر بخاری، عبدالواسع جبلی، محی الدین سلطانی، رکن صاین، محمد ہمگر، ابوالمفاخر رازی، مسعود سعد سلمان، مسعود بیگ، فریدالدین احول، عثمان مختاری، ناصر بخاری، ابن یمین

حکیم سوائی، فرید کاتب، ابوالعلی گنجہ، آذری، فلکی، سوادی، بابا فغانی، خواجہ کرمانی، آصفی، ملا شانی، ملا عماد معانی، نشاطی، لطیف، انحلوانی، رشید وطواط، امرا خشکی، امراد معانی، و اضح ضمیر منیر، مهر تنویر نخو میر باد، کہ چوں در عنفوان حال خاطر از مطالعہ کتب متقدمین فی الجملہ فراغ یافت، طبع سخن دوست را میل سخنان متاخرین بہم رسید، تا آنکہ شروع در بہم رسانیدن دیوانہا و مثنوی ہا نمود و در ایام نسخہ بسیار بدست آوردہ، و بعد از مطالعہ بشاگرداں واداز ان جملہ اسامی بعضے از ارباب سخن اینست:
آملی، بلالی، محتشم، وحشی، قاضی نور، محی الدینی، میرزا قاسم، گونابادی، ملا امانی، رنوزی، جدائی، جہانی، صبری، ضمیری، رشکی، لبانی، ہلالی، حیرتی، عجزی، صبوری، طوقی، یمنی، شفائی، دفعی، محوی، فردی، منزی، قدسی، جعفری، خضری، آگہی، درکی، حضوری، دیری، فرقتی، سرودی، عزدری، کرمی، ملا کامی، ذوقی، واحدی، مہری، زمانی، عرشی، ادری، طفلی، مشکوی، ردنقی، حسینی، عشرتی، انسی، عزنی، ملا عرفی، فیضی، شکیبی، خیالی، نظری، نوعی، ناظم، یغما، میر حیدر، میر معصوم، نظیر ہندی، ولی دشت بیاضی، عنا ما حلوانی، میرزا نظام، و دیگر ارباب سخن و اہل طبع صاحب دیوان و مثنوی اند، اظہار تفصیل اسامی آنہا درین نسخہ گنجائش ندارد، نی کلک اچوں نخچہ مست شکر بیان آشنا شود، شیرینی دیگر بہم رساند، لعل لبش اگرچہ شاداب تر از لعل بدخشانی و رنگین تر از یاقوت رمانی است، اما لعل را آں شکر افشانی و یاقوت را نمکریزی کجا، اگر نہ لعل شکر بار گونش در ہنگام تکلم نمک ریز بودے، نمک این را نمک بستودے، اگر دہان لبستہ، چوں خورد دیان در وقت خندہ شکر افشانی بگشتی، شکر شیرین نمودے، بیت

لعل را با لب لعل تو چہ نسبت باشد　　لعل بسیار دے لعل شکر بار کجیست

اگرچہ خط سبز معشوقان لالہ عذار نور نظر و سرور خاطر است، اما حسن خط خوشنویسان سحر کاران عنبرین قلم و جادو نگاران مشکین رقم رتبہ عالیت و طراوت و بہجہ دارد، آں خط اگرچہ اختیار دلہا از دست می برد، لیکن در موقف زوال و معرض انتقال است، و این خط ہمیشہ بر صفحہ روزگار باقی و پایدار، باقی را با فانی چہ نسبت و کدام مناسبت، جمعی کہ قدر و قیمت گوہر آبدار و لالی و معانی شاہوا

مو شیریں گردد زبان چوں از توصیف شیریں دہان نگار افشاں شود

دانستہ اند قلم گوہر بار راکہ غواص بحرِ معانی است، چوں درمیان در گہر ریزی و جہ باری داشتہ ایک لحظہ از کسب این سرمایہ غافل نہ نشینہ سرد برگ استعدادِ من معلوم گاہے کہ کمیت قلم در عرصہ کاغذ بجولان می آرم، صد جا می لغزد و در ہر قدم از پا می افتد، والدیجا باد"

برہمن کے چمن میں کسی غیر کا عمل دخل نہیں

؎ برہمن لب فرو بستم وگرنہ در سخن گوئی
ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

شاعروں کے ہر سوانح نگار کا یہ دعویٰ رہا ہے، کہ اُن کا ممدوح اپنی طرز کا موجد تھا، یا ایسے اُستاد اپنے ممدوح کو کسی مشہور شاعر کا شاگرد بنایا کرتے ہیں، لیکن اُن کا قلم اُن کے ہاتھ سے اُن کے بیان کی جب اِس طرح سے تردید کراتا ہے، تو شاید انہیں شرم نہیں آتی، برہمن کی زبان کسی کے کلام و بیان سے متاثر نہیں ہوئی، اُن کا کلام ایسی ترکیبوں اور طرزِ بیان سے بھرا پڑا ہے کہ جو خالصتاً اُنہی کے حصہ میں آسکتا ہے، وہ اپنی طرز کے آپ موجد تھے، شعر مندرجہ عنوان اسی ایجاد کا پتہ دیتا ہے،

سرخوش سا فاضل آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہو کر **ناصر علی سرہندی** کی حیرانی کے الفاظ اِس طرح لکھتا ہے :-

"در کارِ طبع این جوانے حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد، برہمن پسرے مقبول فکرِ سخن مے کرد" جب ناصر علی اور سرخوش آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہیں، پھر زیادہ اور دلائل کی کیا ضرورت ہے

شاعری پر محاکمہ کی وجہ

غزلیات اور رُباعیات کے جن جن اشعار نے ہمارے قلب و جسم میں اپنا سکہ جمایا، اور جن سے یہ محرم دل لذت آشنا ہوا، مقابلہ کے وقت ہم اُن پر نشان دیتے رہے، اب وہ نشانات تقاضہ طلب ہو گئے، یہ ہمارا فرض ہمیں یاد دلاتے ہیں، کہ ہم اِس منطقی تقسیم کے تحت برہمن کی شاعری کا موازنہ کریں، اور بہ سبیل اجمال اُن پر کچھ لکھیں چنانچہ اُن پر ایک جدا مضمون لکھا گیا، یہ دلآویز محنت اگر مشکل نہ تھی تو آسان بھی نہ تھی کیونکہ دماغ برہمن کی یہ ایسی بلند پرواز ہے، کہ جہاں تک ہمارا طائرِ خیال نہیں پہنچ سکتا، ہر شعر میں وہ وہ رموز و نکات

پنہاں کہ جنہیں دیدہ بینا ہی دیکھ سکتا ہے اگر برہمن کا قلم ایک شعر ایک مضمون کا لکھتا ہے تو عہدہ برآ ہونا آسان تھا مگر وہاں تو یہ حالت ہے کہ جوں جوں غور کرتے ہیں مطالب گوناگوں کا ایسا روع افزا اور پیچ در پیچ چمن نظر آتا ہے کہ انسان کو محولذت ہو کر خاموش ہو جانا پڑتا ہے ہم ایسی صورتیں ناقابلِ عمل تقسیم و تفریق اہل نظر کی قوت تفہیم کے سپرد کرتے ہیں وہ خود دیکھ لینگے کہ کیسا مشکل کام تھا وہ مصور فطرت خود فرماتا ہے ۔ ہزار وجد بہ آہنگ یکا صول کنم

رائے رایاں کی تصانیف عہود مذکور کی صحیح تاریخ ہیں

برہمن ما دسخن ہیچو گل دبوئے گل ایم
در حقیقت زسخن نیست سخنو فانی

تاریخ نگاری کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دنیا کے نیک بندے نیکی کے نیک نتائج دیکھکر نیکی کی راہ پر چلیں زمانہ کی کسی بد ذاتی و اخلاقی بدافعالی و بداعمالی کے واقعہ سے جو ظاہرا عروج فانی پر ختم ہوتا ہے متاثر ہو کر کسی غلط راہ پر گامزن نہ ہوں بد اشخاص بدی کے بد نتائج پڑھکر خوف خدا محسوس کریں اور ہدایت پاکر آئیندہ نیکی کی شاہراہ پر قدم رکھیں،

پس جو واقعہ تاریخ اِس اصول کے تابع ہے اور تاریخ نگار ایسا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ہندی علم تاریخ کی رُو سے وہی تاریخ ہے اور وہی تاریخ نگار یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہندی علم تاریخ پر کوئی جواب مضمون لکھا جائے مگر مختصر الفاظ میں یہ مضمون ظاہر کردینے کے بعد یہ ذہن نشیں کیا جانا بھی ازبس ضروری ہے کہ اقوام عالم کا مروجہ طریقہ تحریر تاریخ نیکیوں کا گلا گھوٹنے اور بدیوں کے شیطان کی پرورش کرنے لیے نسخہ بے خطا ہے جو تاریخ نگار واقعات کا صحیح نتیجہ نکالنے سے معذور رہتا ہے، یا دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا ہے وہ اشجار امن و اتحاد پر نخل نفاق و خونریزی او باشی و بدچلنی کا پیوند لگاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کل دنیا کے ہر باغ میں ایسے ہی باغبان ہیں اور ایسے ہی درخت پھولے پھلے ہیں،

اورنگ زیب نے اپنے کارناموں کی تشہیر کے روکنے کے لئے جو جو تدابیر اختیار کی تھیں وہ اہلِ سیر سے مخفی نہیں مسٹر جی لے داون ایم اے و ایچ ایل گیرٹ ایم لئے زمانہ حال کے

مسلمہ تاریخ داں اپنی تاریخ ہند سنہ ۱۹۱۹ء کے انڈیشن میں صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں :-

اورنگ زیب کا تخت مذہبی تعصب اُس کے بے شمار طریق عمل سے ظاہر ہو گیا تھا اُس نے میلوں کی مسدودی شاعروں کی بربادی ناچ مجروں کی بندی اور تاریخ نہ لکھنے کے متعلق سخت تنائی احکام جاری کر دیئے تھے۔

اِس تاریخ کا بھی عجیب قصہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہند کی تاریخ بڑی عرق ریزی سے مسٹر **من موہن** صاحب ایم۔ اے نے سنہ ۱۹۱۵ء میں مرتب کی اور پھر عرصہ بعد یہ صاحبان سچ اُڑے اصلی مصنف کا نام اُڑا دیا اِن ہی الفاظ میں یہ عبارت اُس میں بھی درج ہے **غلام حسین خان** طباطبائی یہ راز اِس طرح کھولتا ہے :-

بعد از دہ سال محرران تاریخ را از تحریر سوانح ایام دولت خود منع داشت کہ کسے احوال اورا نہ نگاشت بعض فقرات ہاشم علی خانی خاں اشعارے باں دارد فقیر بنابر استشہاد فقرات مذکور رابعینہٖ می نگارد وہی ہذا بعد القضایے دہ سال مورخاں از نظر احوال پادشاہ عدالت گُستری پر در ممنوع گشت ہرچند بکرد جمیل منع تاریخ نویسی عیوب خود را پوشیدہ گو شید کہ بر مردم ظاہر نشود فائدہ نہ بخشید فاش تر شد۔

(ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۰)

ایسے ہی اور دیگر اسلامی مورخوں نے اورنگ زیب کی اس چالاکی کا بھانڈا پھوڑا ہے، بلند حوصلہ بچارے **خافی خاں** نے جس کو وہ راز میں ڈر ڈر لکھا اب اسے سب جانتے ہیں **نعمت خاں عالی** نعمت زندگی سے محروم کر دیا جاتا اگر قابلیت کا واحد امانت دار نہ ہوتا سینکڑوں وقائع نگار عادتاً اورنگ زیب کے واقعات لکھنے کی آرزو رکھتے تھے مگر سب شہید آرزو ہوئے ورنہ خود شہید ہوتے ایسا لکھنے والا کون تھا کہ جو لکھتا اور زندہ رہتا مگر اُس معلم حقیقی نے اسی ہی کے دربار میں اپنا ایک شاگرد رشید برہمن پیدا کر دیا تھا جسے تعلیم دی گئی تھی کہ تو نظم میں سب کچھ لکھ، اپنے دیوان اور کلام میں سجا، بھرے دربار میں سنا مگر کسی کا نام زبان پر نہ لا نہ تاریخیں یاد کر نہ سال و سمت سے غرض رکھ، واقعات کا عطر نکال اور اُسے رمز و کنایہ سے عالم میں پھیلا بوئے شمیم کی طرح سب کے دماغ معطر کر، سمجھنے والے سمجھ لیں گے اس نکتہ سے واقعہ سخن کی داد دیں گے یہی تاریخ نویسی کی علت غائی ہے۔

شاہجہان کے قید ہو جانے کے بعد سلطنت بھر میں جو جو طوفان آئے، خطرناک انقلابات رونما ہوئے، ہزارہا بے گناہ بندگانِ خدا تہ تیغ کئے گئے، شہزادے اور شہزادیاں نامحرموں کے قبضے میں آئیں، ناروا سلوک روا رکھے گئے، بادشاہ جانز کے جیتے جی اُس کی اولاد بے رحمی سے تلوار کے گھاٹ اُتاری گئی، غرضیکہ جو کچھ نہ ہوتا تھا، وہ ہوا، **رائے رایان** نے سب کچھ دیکھا، اُن کے دماغ نے عہدِ مذکور کی تاریخ لکھنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا، وہ تاریخ کی بے خلل زندگی کا باعث تھا، اور تاریخ کی روح رہا، جو شعرِ صدر کا تاجِ مضمون بنایا گیا، وہ ہمارے استدلال اور دعوے کی کھلے الفاظ میں تائید ہے، رائے رایان اپنے طرزِ خاص میں فرماتے ہیں، کہ میں تو گُل ہوں، اور یہ کلام بوئے گُل ہے، جو حقیقی سخنگو ہیں، اُن کا کلام کچھ معنی رکھتا ہے، میرا کلام ایسا ویسا نہ سمجھو، اِس میں بڑے راز بھرے پڑے ہیں، حل کرنے کی کوشش کرو، درحقیقت **رائے رایان** کے گلزار میں پھولوں کے بُو کی طرح اُس عہد کے واقعات کی بُو پنہاں ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں،

رائے رایان کی لائف ہم لکھ چکے، مگر وہ بوئے گُل ہمارے دماغ میں بسی ہوئی ہے، جو چمنِ رائے رایان کی سیر کرتے وقت ہمارے دماغ میں پہنچی، اس لئے ہمارا ایمانِ قلم اِس عطر بیزی پر مجبور ہو گیا ہے، حقیقت یہ ہے، کہ جب ہم نے رائے رایان کی **فراقِ دارا** میں آہ و زاریاں سنیں، تو ہم سے رہا نہ گیا، ضبط کھو بیٹھے،

چنانچہ "دلِ برہمن اور دردِ دارا" اور "**اورنگ زیب** رائے رایان کی نظر میں" دو مضمون اسی تراوشِ خیال کے نتائج ہیں،

دلِ برہمن

اور

دردِ دارا

اگر آید شبے آں آفتابِ من بخوابِ من ✽ برہمن ما بصبحِ محشر از ہم چشم نکشائم[1]

اِس صداقت، صدقہ پر کسی دیگر تصدیق کی ضرورت نہیں کہ برہمن دارا تھا، اور دارا برہمن، چونکہ رائے رایان اور دارا کی طبعیت میں تصوف کے رنگ برابر تھے، اس لئے بحیثیت مشتری و دُکاندار، دونوں کے تعلقات ایسے وابستہ ہو گئے تھے، کہ ایک کو دوسرے

[1] برہمن کا دارا سے صدقِ ارادت دیکھئے، کہتے ہیں کہ اگر دارا مجھے خواب میں بھی نظر آ جائے، قیامت تک آنکھ نہ کھولوں، کیونکہ آنکھ کھلنے سے تصویرِ یار محو ہو جاتی ہے، "بہار رضامی"

کی جدائی نہایت شاق گذری، اور ہونا بھی ایسا چاہیے تھا، جب کسی اتفاقیہ حادثہ سے ہمارا قلم ٹوٹ جاتا ہے، تو اس معمولی نقصان سے طبیعت مغموم ہو جاتی ہے، پس جہاں رائے رایان کا شاہجہان جیسا قدردان آقا فید ہو جائے، شہزادہ سا ممدوح سنگدلی سے قتل کر دیا جائے، اس کی نسل کا جلادوں کے ہاتھوں کلیۃً خاتمہ ہو جائے، تو ایسا کون احسان فراموش سنگین دل ہے، کہ جو یہ درد محسوس نہ کرے، اُن کو کرنا چاہیے تھا، اور جو دل انصاف سے معمور ہو، وہ ضرور کرے گا،

دیوان کے ملاحظہ کے بعد ہم اس نتیجۂ صحیح پر پہنچے کہ دیوان کا ابتدائی حصہ شہزادۂ شہید کی صحبت میں لکھا گیا ہے، اور دوسرا حصہ خاندانِ مغلیہ کی اس عام تباہی و بربادی کے بعد،

اس دیوان سے بہ تمیز کی جانی ایمانداری کا گلا کاٹنا ہے کہ اس تفریق میں کون کون سا کلام آسکتا ہے، مضمون و ترادش خیالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ دیوان کا آخری حصہ کنارہ کشی خدمت ملک، و ملازمت، بحالت گوشہ نشینی مقام کاشی جی لکھا گیا، کیونکہ اس میں خصوصیت کے ساتھ بے مہری فلک، بے ثباتی دنیا، اور گوشہ نشینی وغیرہ مضامینِ درد کی آہ و زاریاں کی گئی ہیں، اور اس میں تقریباً سب غزلیات ایسی ہیں، کہ جن میں اس تاریخی واقعۂ عبرت و بصیرت پر خون کے آنسو گرائے گئے ہیں،

ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ رائے رایان کی طبیعتِ عالی کس درجہ نیک اور احسان مند واقع ہوئی تھی، اور وہ شہزادہ دارا کی حالتِ زار اور واقعاتِ مقتولی سے کیسے موثر ہوئے، اُس وقت کی دنیا کی رہی انقلابِ حکومت سے کیا حالت تھی، اور نیک دلوں پر شاہی خاندان کی اس پر جفا خونریزی کا کیا اثر ہوا، یہ تمام کلام اُن جذبات و تاثراتِ تاریخی پر اُس وقت صاف روشنی ڈالتا ہے، جبکہ مخاطب وہی کو ہر مراد شہزادۂ شہید ٹھہرایا جائے، اور اُن کی تباہی و بربادی کا سماں آنکھوں کے سامنے ہو، اور آنکھیں وہ ہوں جو رائے رایان کے دارۂ گریاں کی طرح تر ہوں، وہ پھر دیکھیں گے کہ تاریخ ہند کا یہ اہم واقعہ کیسی تسلسل بیانی اور رموزِ نہانی سے منکشف کیا گیا ہے، صنعتِ استخدام صنعتِ الفاظ کے لئے ہے، اگر اسے مضمون کی طرف لیجایا جائے تو صنعتِ صانع بخوبی سمجھ میں آجائے ؎

من سخن در پردہ مے گفتم سحر با برہمن آفتابِ من مخاطب کردہ بود آئینہ را

چونکہ جذباتِ قلبی کی وقت پر صحیح ترجمانی کی گئی ہے، اور مضمون تاریخی ہے، تاریخی انکشاف ملکی خدمت ہے، اِس لئے آپ کے کلام سے یہ تاریخی مضمون بقدرِ ضرورت علیحدہ کیا جاتا ہے، جو دل متعصبات اور تعلقات سے تعلق نہیں رکھتے، صداقتِ بیان پر ایمان لائیں گے، اور کلام رائے رایان سے ایسے ہی اُور تاریخی حالات کی واقفیت پیدا کرلیں گے، وہ اِن گوہرانِ نہانی کا نشان دیتے ہیں ؎

برہمن ہرگز کسے از حالِ ما آگہ نشد   این گہر در کان نہان چوں گنج در گنجینہ ماند

اب درد بھرے دل کی داستانِ غم دل سنبھال کر سنئے فرماتے ہیں:-

دارا کی خونریزی کا خونی طوفان چھپا نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ خونِ بے گناہ علانیہ کیا گیا ہے، اور ایک دُنیا اُس سے متاثر ہوئی ہے:-

کجا پنہاں کنم این گریۂ طوفانِ خونی را   کہ گرد از آستیں گم کرد از دامن شود پیدا

برہمن دارا کے قتل کئے جانے کے بعد اُن کی عنایتیں اور اپنے عیش و عشرت یاد کر کرکے کہتے ہیں کہ اب اُن کا تذکرہ جانے دو، صنعتِ لف و نشر بھی ملاحظہ ہو:-

جوانی بود و فصلِ عیش و عہدِ کامرانی ہا   کجا آں فصل کو آں عیش کے آں شادمانیہا

جو لطف دارا کی صحبت میں نصیب تھے، اب اُنہیں ہی یاد کرکے اپنی زندگی کے دن کاٹتے ہیں ؎

برد افسانۂ عہدِ شباب از دل غبارِ غم   کہ دل را تازہ مے سازد بیادِ ایامِ جوانی ہا

اے دارا! تو بے رحمی سے ہلاک کر دیا گیا، مگر تو اطمینان رکھ کہ اِس ظالمانہ قتل نے تیرا رتبہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا، کیونکہ تو نے حق کی خاطر اپنا تمام کنبہ شہید کرا دیا:-

تشنۂ زخم تو آب از دمِ خنجر برداشت   نیم بسمل شد و زخمِ تو مکرر برداشت

کشتۂ تیغ ترا رُتبہ دگر افزود   زخم بر زخم پئے لذتِ دیگر برداشت

ف: یہ سالم غزل دارا کا پُر درد نوحہ ہے، اور دارا کے تاریخی حالاتِ مقتولی کا صحیح مرقع۔ "بہار رسامی"

اپنے دلِ محزوں کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتے ہیں، کہ انقلابِ زمانہ کسی کے اختیار میں نہیں، دارا کی کوئی مدد نہیں کرسکتا، خاموش ہوجا ؎

چوں روزگار در گرو اختیار نیست ۔۔۔ از فکرِ روزگار فراغ غنیمت ست

اے دارا! تیرے اِس ظالمانہ و بیرحمانہ قتل پر اگر تیرا برہمن دیوانہ ہوگیا کیا تعجب ہے! تیرے اخلاق و عاداتِ یاد کرکے تیرے ماتم میں ایک دُنیا رو رہی ہے ؎

برہمن کیست کہ دیوانہ چو مجنوں نہ شود ۔۔۔ عالمے میرود از ہوش ز ہوسے کہ تراست

جاں نثار با وفا برہمن اپنے دل ہی دل میں غم و غصہ سے بل کھاتے ہیں، کہ ہائے دآرا کی کامرانی کا زمانہ ہی نہ رہا، نہ وہ حکومت کرنے پایا ؎

عاشقِ شوریدہ ماتوں چو غنچہ دردِ دل میخورد ۔۔۔ فصلِ گل بگذشت از بلبل نوائے برنخاست

برہمن کو اُن کے غمخوار ہر طرح کی تسلی دے کر صبر کی تلقین کرتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں، کہ میرا بیتاب دل کسی طرح قرار نہیں پاسکتا ؎

مرا بتصبرِ تسلی دہند غمخواراں ۔۔۔ چگونہ صبر پذیرد دلے کہ بیتاب ست

اُن کا وفادار مجروح دِل دارا کے قتل پر اپنی محبت کے جذبہ سے خون کے آنسو بہاتا ہے لیکن وہ اپنا یہ راز کسی سے بیان بھی نہیں کرسکتے تھے، کیونکہ وہ سب نمک خوارانِ دآرا نمک حرام ہوگئے تھے،

چوں زند خونِ جگر جوش محبت در دل ۔۔۔ محرمِ راز بجز دیدۂ تر نتواں یافت

دآرا کے واقعۂ قتل کے بعد ہر جگہ اُس کا ذکر لوگوں کی زبان پر تھا، اور اِس درد سے دُنیا تڑپ رہی تھی ؎

ذ دیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زبان باقیست ۔۔۔ غمے کہ بود دریں سینہ ہمچناں باقیست

اے ظالم جفا جو اورنگِ زیب تو کیوں مکر و فریب سے یہ داستانِ ظلم چھپانے کی کوشش کرتا ہے، تیرے ہاتھ اِس خونِ بے گناہ سے رنگے ہوئے ہیں، اور تیرا دامن تار تار ہو رہا ہے، دارا کے خون سے تو ہرگز بری الذمہ نہیں ہوسکتا، اِس شعر میں فائع نگار و تاریخی حالات لکھنے کی ممانعت کا اشارہ بھی ہے ؎

[11] از یادِ کارِ خونِ شہیداں تراہنوز — نقش بر آستیں و نگار سے بدامنت

بے گناہ دارا پر گنہگار قرار دینے کے طرح طرح کے الزامات لگائے تھے، اور نہایت بیباکی سے اُس بے گناہ کا خون زمین پر بہایا گیا تھا، برہمن دارا کی پاک روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، کہ اے دارا تو زندۂ جاوید ہو گیا، لوگ تا قیامِ دُنیا تیری بے گناہی کا اعتراف کریں گے:۔

[12] مدار دہیچ باک از تہمت آلودہ دامانے — کہ خونِ بے گناہاں بر زمیں بیباک می ریزد

دارا کے قتل پر پتھر تک رو رہے تھے، لیکن اورنگ زیب کے دل پر مطلق اثر نہ ہوا، اندھیر پڑ رہا تھا، کسی کی کوئی نہ سنتا تھا، اِس لئے لوگ خاموش ہو گئے تھے کسی کا کچھ بس نہ چلتا تھا ؎

[13] اثر بسنگ کند برہمن نہ در دلِ اُو — خموش کرد مرا نالہائے بے تاثیر

برہمن عیش و عشرت ترک کر کے دُنیا چھوڑ بیٹھے، اور کنجِ بنارس میں اپنی بے کسی کو یاد کر کر کے روتے ہیں، کہ تیری حکومت کے انتظار میں میں اورنگ زیب کی خدمت کرتا رہا، انجام بُرا ہوا ؎

[14] در انتظارِ نوازش تو با غمش ساختیم — در کنجِ بے کسی بغمِ خویش ساختیم

برہمن اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہیں، کہ میرا دل دارا کے قتل کے صدمہ سے پتھر ہو گیا، اور مارے غم کے آواز تک نہیں نکلتی، شعر ۱۲ میں فتوئے قتل کی طرف اشارہ ہے ؎

[15] یک قطرۂ خون بر دن نہ چکد از درونِ ما — مانندِ طفلِ غنچہ بصد رنیش ساختیم

برہمن بے قرار کا دھیان ہر وقت دارا کی تصویر کی طرف تھا اور ہر لحظہ اس گیسوؤں والے شہزادہ کو یاد کرتے تھے، اِس کے سوا دوسرا کوئی خیال نہ تھا دارا کے گیسو مشہور خوشبو کا جزو تھے ؎

[16] در دیدہ ام نظر جانب روئے دارم — مو بمو شوق زُرخ سلسلہ موئے دارم

برہمن کا دل دارا کے واقعۂ قتل سے چاک چاک ہو گیا تھا، اب اُس کی یاد ہی آسایشِ دل سمجھتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اب میں سلطنتِ مغلیہ کا دھیان کروں یا عیش و عشرت کا خیال دل میں لاؤں، تو دوزخ میں پڑوں، کیسا جانبازانہ خیال ہے، واہ واہ ؎

[17] چاک در سینۂ عاشق بود آسایشِ دل — کا ذرم گر ہوسِ تار رفوئے دارم

برہمن دل و جان سے دارا کے درد میں خون کے آنسو بہاتے تھے، حکم تشہیر کا ذکر کر کے روتے ہیں ؎

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدہ رود یار کوئے گذری بر سر کوئے دارم

برہمن کہتے ہیں کہ اے اورنگ زیب میں تیری اور تیری دولت کی پروا نہیں کرتا کیونکہ میرے دل میں تو اُس گیسوؤں والے شہزادہ (دارا) کی مہربانیوں نے گھر کر رکھا ہے ؎

نشوم بہرہ ممنون تو اے باد شمال کہ ہوا در سر از اں غالیہ موئے دارم

برہمن دارا کی یاد میں رونا دھونا اپنی، اپنی حیاتِ ابدی سمجھتے تھے، کیونکہ امن و اطمینان آرام و راحت مفقود ہو گئے تھے ؎

خشک نگردد چمن خاطر من کہ من از دیدۂ تر آب بجوئے دارم

وہ دارا کی یاد میں آہ و زاریاں کرنا ہی زندگی کا لطف سمجھتے تھے، کیونکہ اُس کے قتل سے اُن کے عیش حرام ہو گئے تھے ؎

از خون دیدہ بود شرابے کہ داشتم وز لخت سینہ بود کبابے کہ داشتم

شد عجز یاد وسیلۂ عذر گناہ ما گشتم ز آب دیدہ حبابے کہ داشتم

برہمن اپنا ویران خانۂ دل اُس وقت شاد و آباد دیکھتے تھے کہ جب اُس میں دارا کی یاد ہو، لفظ "دارد" کیا خوب واقع ہوا ہے ؎

دارد بیاد دردے تو آباد برہمن ویران دل شکستہ خرابے کہ داشتیم

وہ اپنی کسی دنیوی آرزو میں کامیابی نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکے تھے، کہتے ہیں کہ میں یہاں ہی بیٹھ کر دارا کی مظلومی کی داستانیں سنوں گا، اور اُسی کی یاد میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گذاروں گا

ہرگز ار خانہ پئے کسب تمنا نروم سیر عالم کنم و کمکدم از جا نروم

کہتے ہیں کہ دارا کی یاد میری روح کے لئے ایک خاص خوراک ہے، اس سے میں اسے ہی یاد کروں گا، اورنگ زیب کی بادشاہت کی مجھے پروا نہیں ؎

صحبتِ اہلِ جنوں نشا دیگر دارد　　یادِ مجنوں کنم و از پئے دانا نزدم

جو آنسو اُس کی یاد میں گراؤں گا، وہی میرے لئے بے بہا موتی ہیں، دنیوی دولت کے لئے اورنگ زیب کے دربار میں ہرگز ہرگز نہ جاؤں گا۔

دُرِ ناسفتہ بہ مژگانِ من ارزانی باد　　از پئے گنج گوہر تا لب دریا نزدم

فرماتے ہیں کہ اے بہی خواہو میرے دل میں تو دارا کی یاد گھر کئے ہوئے ہے، میں کسی دنیوی خواہش کے لئے تمہاری طرح سے اورنگ زیب کا درباری نہ ہوں گا۔

برہمن یوسفِ من در دلِ من جا دارد　　من بہ بازارِ طلب ہمچو زلیخا نزدم

برہمن اُن غدار نمک حرام امراء کو دیکھ جو ذرا سے لالچ میں اورنگ زیب سے مل گئے تھے، مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تب بھی میں دارا کا کوئی راز ظاہر نہ کروں گا۔

گر بکاوی سینہ ام حرفے نمے آید بروں　　از زبان تا دل رہِ افسانہ را گم کردہ ام

برہمن دارا کے بے گناہ اور ناروا قتل پر اُس کے غم میں اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا روا سمجھتا ہے وہ سخت بے قرار ہے کیونکہ دارا سا شہزادہ اُس سے علیحدہ ہو گیا، یہ شعر سراسر تاریخ سے ملتا ہے، اور اظہارِ حقیقت ہے۔

دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام ریزد رواست　　بیقرارم گوہرِ یکدانہ را گم کردہ ام

جب نالہ اور آہ و زاری سے دل بھر گیا، تو اپنی ہمت کو حوصلہ دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں، تو میرے شاملِ حال رہ، مجھے تو ابھی دارا کی یاد میں ہلاک ہونا ہے، اب میں ہرگز ہرگز زندہ نہ رہوں گا۔

ہاں برہمن ہمتے ہمراہیِ من کن کہ من　　در خمِ زلفش دلِ دیوانہ را گم کردہ ام

اغلب ہے کہ دارا کے سلسلہ میں برہمن بھی قید کر دیئے گئے ہوں، اور بوقت ہلاکت اُس سے دُور ہوں، "نقش دیوار" اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے جب واقعہ قتل کی تفصیل سنی ہوگی، پیچ و تاب کھایا ہوگا، جب ہی فرماتے ہیں کہ میں دُور افتادہ غم و غصہ میں مرا جاتا ہوں۔

دُور از تو ہمچو نقش بدیوار ماندہ ایم　　در پیچ و تاب زلف گرفتار ماندہ ایم

اس خیال کی شعر ذیل سے پوری پوری تائید ہوتی ہے، انہیں امید ہو گی کہ مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا، اور اسی سلسلہ میں دارا کا دیدار نصیب ہوگا، اور ممکن ہے کہ قول و قرار بھی ہوئے ہوں، اِن کو تو دیدار ہی نصیب نہ ہوا،

اُدہر طرف کرسے نگری جلوہ میکند ما منتظر بوعدۂ دیدار ماندہ ایم

دارا کی مقتولی سے جو میرے عیش و عشرت پر جور و ظلم ہوا ہے، اُس سے میری سنیاس آشرم کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑسکتا، اور میں ہرگز ہرگز اورنگ زیب سے کسی خواہش کا ملتجی ہو کر ذلیل و خوار نہ ہوں گا ؎

ما عیشِ خود زجورِ فلک کم نے کنیم بیہودہ گشت ہمت خود خم نمیکنیم

انتہائی مایوسی اور درد سے لاپرواہو کر فرماتے ہیں، کہ میری آرزوئیں عین موسمِ مراد میں پامال ہو گئیں، اب میں دنیا کی کسی معمولی سے معمولی چیز کی تمنا نہ کروں گا ؎

آں خشک سبزہ ایم کہ در موسم بہار یادِ نسیم و خواہشِ شبنم نمے کنیم

اِس خونی حادثہ میں اپنا ہی خونِ جگر پیوں گا، اور اُسی پر اپنی زندگی گذاروں گا، پادشاہ اگر وزارت دے، جب بھی قبول نہ کروں گا ؎

چوں طفلِ غنچہ خونِ جگر مے خوریم و بس لب تر از آب کوثر و زمزم نمے کنیم

دارا کی یاد میں مر رہنا ہی ابدی زندگی ہے ؎

از خود گذشتن است نخستیں دریں طریق خود را براہِ عشق تو محرم نمے کنیم

گو میرا سب دنیوی مال و متاع غارت کر دیا گیا، لیکن میرا دل و دماغ وہی ہے ؎

از لب ہیں زمانہ غمہ یا بیم ہمچو خورشید و ماہ تاباں نمیسم

گو میں قادرالکلام ہوں، اور بڑا زندہ دل ہوں، مگر دارا کے قتل سے پریشان ہوں، دل کیفیت کا کیسا نقشہ کھینچا ہے ؎

بس کہ طبعِ شگفتہ داریم لاجرم ہمچو گل پریشانیم

عتابِ شاہی سے دنیا کانپ رہی ہے، اسلئے میں بھی خاموش ہوں اور خاموشی بہتر ہے کہ رنگ لائے گی ؎

بخموشی چو غنچہ ساختہ ایم　　　سر بجیبیم و پا بدامانیم

دن رات دارا کی یاد میں خون کے آنسو بہا کر اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں، اور اسی طرح سے اپنی جان دے دوں گا ؎

ہر شب از موجِ گریہ خونین　　　غرقِ دریا و وقفِ طوفانیم

دارا کے سب رفیق و ہوا خواہ قتل کر دیئے گئے، ایک میں ہی خون کے آنسو بہانے کے لئے بچا ہوں، کس قدر حقیقی بیان ہے ؎

یادگارِ بہارِ ناکامی　　　قطرۂ خون بدوشِ مژگانیم

میرا تمام بدن خونِ بے گناہ کے صدمے سے خون ہو گیا ہے، کاشی جی کے ایک گوشے میں دنیا چھوڑے پڑا ہوں ؎

جملہ تن گشت قطرۂ خونی　　　ماندہ در گوشۂ گریبانیم

دارا کے قتل سے میرا دل مغموم ہے، میں بڑا سنگین دل اور سخت جان ہوں کہ دم نہیں نکلتا ؎

شبِ ہجراں بعیش ہم بسر بردیم　　　گر نہ سنگین، دل و گراں جانیم

میری آرزوئیں عینِ موسمِ مراد میں برباد ہو گئیں،

ما شمع غنچہ صفت پا بداماں دارم　　　چوں گلِ تازہ اگر حال پریشاں دارم

شعر ذیل سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے، کہ اورنگ زیب نے دارا کے راز آپ سے دریافت کئے، جب ہی آپ فرماتے ہیں کہ اے اورنگ زیب مجھے تیرے قتل کی پرواہ نہیں، میں کہتا ہوں کہ میں دارا کے راز سے واقف ہوں، اگر میں تجھے ہرگز نہیں بتلاؤں گا ؎

گر نہ دانی کہ مرا با تو چہ شور است چہ باک　　　کہ من ایں راز بخود دارم و پنہاں دارم

اے اورنگ زیب تو مجھے قتل کی کیا دھمکی دیتا ہے؟ اب میرے پاس کیا پڑا ہے، یہ جان باقی ہے،

وہ بھی سے سے میں نے تو مرنا ہی ہے، آج مرا کل مرا سے

غم بھہائی من آمدہ و منفعلم دو سہ لخت زجگر دارم و بھمان دارم

برہمن دارا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے دارا اطمینان رکھ، میں تیرے راز جلیا کہ دوسروں نے ظاہر کر دیئے، ہرگز ہرگز ظاہر نہ کروں گا، میں تو تیرا بندۂ احسان ہوں، احسان فراموش نہیں؎

مرغ دل کے زدو از دام ہوائے تو بروں خویش را بستہ بیک رشتۂ احسان دارم

مجھے بھی ایک دور روز میں قتل کر دیا جائے گا، ادھر میں قتل ہونے کے لئے تیار بیٹھا ہوں کیونکہ داراشکوہ کے قتل ہو جانے سے اب مجھے بھی کسی دنیوی شے کی ہوس نہیں رہی، سب کچھ تیرے ساتھ جاتا رہا، صنعت اعداد بھی ملاحظہ ہو:۔

تا ز بزم تو جدا ایک دو دستہ روز سے بفرد نہ ہوائے گل و نہ میل گلستان دارم

جب شہزادہ داراشکوہ گرفتار کیا جا کر زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، تو برہمن کی روح قفسِ عنصری میں بلبلِ نو گرفتار کی طرح تڑپی، برہمن کا دہ نالہ سنئے سے

ہمچو آں بلبلِ شوریدہ ام از گلشن دور کہ دلِ سوختہ و دیدۂ گریاں دارم

دارا کے قتل کے بعد برہمن کی جو حالت تھی، وہ خود بیان فرماتے ہیں سے

سر شوریدہ، دلِ آزدہ، دماغ افسردہ من ز اسباب جہاں ایں سرد ساماں دارم

دارا کے راز چھپانے کا پھر اشارہ فرماتے ہیں، کہ اگر میری آنکھیں بھی نکال دی جائیں، جب بھی یہ راز افشا نہیں ہو سکتے سے

رازِ دل تا نکند آشک ز چشم بیروں دو دستہ خارسے مژہ بر دیدہ نگہبان دارم

کہتے ہیں کہ اے دارا میری زندگی تیرے احسانات کے بدلے میں تیرے ہاتھ فروخت ہو چکی ہے اب وہ تیری ہے، اگر میری ہوتی تو تیرے ساتھ ہی قتل ہو جاتا سے

پنجۂ قدرتِ من در گرد دامنِ گشت ورنہ چوں گل ہوس چاک گریباں دارم

برہمن رو رو کر کہتے ہیں کہ گو میں دارا کی یاد میں جل رہا ہوں، لیکن اس جلنے میں مجھے لطف آتا ہے

کیوں نہ آئے یہ بھی تو ایک جاں نثاری ہے ؎

برہمن در غمِ او کم تواں بود ز شمع　　شعلہ در دامنم آنا لب خنداں دارم

عو داش دیوی دیکھ کر جان و بدنیاہی مناسب معلوم ہوتا ہے ؎

سے تواں بودن ز آشوب حوادث بر کنار　　کشتیٔ امید بر ساحل دریا خوش است

میں اپنی محبت کا راز کیونکر چھپا سکتا ہوں، کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہیں" ایسی رنگ زیب ہے جیسے اس ظلم کی داستان خفیہ نہیں رہ سکتی ؎

چگونہ خالسب عشق را نہاں دارم　　مرا کہ خون دل در دیدہ تا کمر است

اس کی محبت کے جوش میں نالہ نکل جاتا ہے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھی ہے ؎

ہمیشہ موج محبت ز سینہ میچہ شد　　ز دامن گہر افشاں و چشم تر پیدا است

اے برہمن اس رنج و غم میں گھل گھل کر جان دیدے، کیونکہ یہی خوشی کا باعث ہے اور گھبراہٹ درخت محبت کا پھل ہے ؎

بدرد عشق برہمن بساز و خوشدل باش　　کہ از نہال محبت ہمیں ثمر پیدا است

جدھر جاتا ہوں، جہاں بیٹھتا ہوں، اے دارا تیرا ہی ذکر کرتا ہوں، خواہ میں کہیں چلا جاؤں، میرا دل تیری طرف لگا ہوا ہے ؎

از خیالت نیست خالی چار سوئے روزگار　　من بہر جائے کہ باشم رشتۂ دل سوئے توام

جب دارا کی یاد دل میں اٹھتی ہے، آگ لگ جاتی ہے، اور سینہ جل کر کباب ہو جاتا ہے ؎

عشق آمد آتشے برا فروخت　　ما سینۂ خود کباب کردیم

دارا کی یاد میں آنسو بہانے کافی نہیں، بہتر ہے کہ دریا میں کود مروں ؎

قطرۂ اشکم کہ یاد آید کافی کے بود　　دامن آلودہ خود را بدریا میبریم

اجمال بیان کا خیال رکھتے ہوئے، پھر بھی ا　　اشعار درج ہو گئے، اسی طرح سے اگر اور اشعار انتخاب کئے جائیں، تو تقریباً نصف دیوان یا دِ دارا سے تعبیر نکلے، ہم خاتمہ پر اس قدر اضافہ

کرنا چاہتے ہیں، کہ قبلِ دارا شکوہ سے قبل جس قدر آپ کا کلام ہے، وہ چہار چمن میں معہ محل و توع اکثر درج ہے، ان غزلیات میں سے ایک غزل بھی اُس مجموعہ میں نہیں، کیونکہ اُس وقت ترتیبِ دیوان کا خیال نہ تھا، بلکہ میں طبع نے موزونی دکھائی، وہ بحر گزار بنائی، یا جو طرح ہوئی، اس پر خامہ فرسائی فرمائی، ہم نے برہمن کے لوٹے ہوئے سفینے اور نکتے درج کر دیئے، اہل نظر اگر اس نظر سے دیوان کا ملاحظہ فرمائیں گے، تو جو کلام اس درد میں مبتلا ہے، خود بول اُٹھے گا،

اورنگ زیب اور اسکی حکومت رائے رایان کی نظر میں

اسباب نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ چوں درگذشت زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنج معانی ہمہ ہیچ وز ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

جو مرتبہ اورنگ زیب اور اسکی طرزِ حکومت پر رائے رایان نے پڑھا ہے، وہ بھی ان کی تاریخی زبان سے سننے کے قابل ہے، پس مندرجہ بالا رباعی پر غور کیجئے،

فرماتے ہیں کہ اے اورنگ زیب تیرا اور تیرے ہم مشرب لوگوں کا اسبابِ عیش مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا، یہ مانا کہ تجھ کو سب کچھ مل گیا، لیکن یہ سب ہیچ ہے، تو شخص نادان ہے، جو لوگ دنیا کے مال و دولت کی خاطر سب کچھ کر گذرتے ہیں، وہ سخت گمراہ ہیں، اس پر اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں، (رباعی)

اے خواجہ نہ نام و نشان خواہد بود حرفے دو سہ بر زبان خواہد بود
ہر چیز کہ ہست از میان خواہد رفت جز نامِ خدا کہ در میان خواہد بود

اے اورنگ زیب تیرا نام و نشان مٹ جائے گا، اور لوگ تیرے نام اور کام پر لعنت بھیجیں گے، دولتِ دُنیا ساتھ نہیں جاتی، محض اعمال نیک یادگار رہتے ہیں، اورنگ زیب کا طولانی عہدِ حکومت اور اس کا انجام چار سطروں میں ختم کر دیا ہے، معجزہ ہے،

اس طرح رائے رایان نے اورنگ زیب کی حکومت کا بڑے موثر محققانہ اور ناصحانہ پیرایہ میں خاکہ کھینچ دیا ہے، ہم نہیں چاہتے تھے، کہ یہ کلام اپنے دعوے کے اثبات میں لکھتے، مگر معترضوں کی نظر میں یہ دعوے بلا دلیل سمجھا جاتا، اگر اس تاریخی کلام سے استفادہ نہ اٹھایا جاتا، اور میں اس سے کام نہ لیا جاتا،

نکتہ

برہمن کے ادبی نکتے "نکتہ دان ہی سمجھ سکتے ہیں" اِس میں جو عالمگیر کو جس صفت سے متّصف کیا گیا ہے، وہ اُس کے عہد کی جنرل پالیسی کا جامع بیان ہے، اور جب رُباعی مندرجہ بالا کے بعد اِس صفت کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے، جیسا کہ ہر محقق کا فرض ہے کہ نقادی سے کام لے، تو یہ اُس کی صفت نہیں سمجھی جا سکتی ہے، بلکہ ہجو ملیح ہے کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ دنیا میں جو ہے، سب جاتا رہے گا، محض خدا کا نام باقی رہے گا، تیری آفاق ستانی کا اے بادشاہ (خواجہ) یہی انجام ہوگا،

برہمن کا رنگِ حُبُّ الوطنی
اپنے وطنی بھائیوں کیلئے صحیح تعلیم ہے

درسینہ جز ہوائے وطن نیست برہمن
ہرچند دل بزمزمہ کابل آشنا است

آریہ ورت سری مہاراجہ پرتھوی راج کی سلطنت چھوڑنے کے بعد آریہ ورت نہ رہا تھا، مذہب، حکومت، قومیت، اعتقادات، رسم و رواج، بہادری و جوانمردی، غیرت و خودداری، خورد و نوش، طرزِ لباس، بول چال اور نوشت و خواند پر اسلامی حکومت کا پہرہ تھا اور اس کا اثر آریہ ورت کے طول و عرض میں یکساں پیمانے پر تھا، جو پہرہ دار کی بے خبری سے ذرا بھی خبردار ہوا، ہاتھ پاؤں پھیلاتے ہی سرتن سے جدا ہوا، اور کلّہ مینار بنا،

سینکڑوں نہیں، کروڑوں وید پاٹھی، پجاری، برہمن مرغانِ نواسنج کی طرح اپنے آشیانوں سے صیدِ دام کئے جا کر قفسِ کابل میں ڈال دیئے گئے تھے، جس طرح آج کل ہر ہندی و مسلمان کا خیال "ولایت" کی ضمیر آتے ہی لندن کی سیر کرنے لگ جاتا ہے، اُس زمانہ میں "ولایت" کابل سمجھا جاتا تھا، اور اگر وہاں کسی کا سرکاری خدمت کے لئے جانے کا اتفاق ہو جاتا تھا تو بڑا فخر سمجھا جاتا تھا، اِسی بنا پر فاتح کا مذہب بھی بعض بے غیرت خود غرض حلقوں میں اپنی کامیابی کا خیال سمجھا جاتا تھا، جو یہ افتخار ناپسند کرتا تھا، وہ آج کل کی طرح اُس کے خلاف زبان تک نہ ہلا سکتا تھا،

مگر پُرہیبت و جلال دربارِ مغلیہ میں جو صاحبِ کمال، اپنے ذاتی مذہبی رُعب و داب و صفائی باطن کا

لباسِ فاخرہ پہنے مسندِ سلطنت جوانمردی و خودداری پر جلوس فرما نظر آتے تھے، وہ برہمن ہے، کہ جس کا قلم آہنی اپنے عقاید و فرائضِ مذہبی کی زور پر بے دریغ شمشیر بکف تھا،

خدارا ہندی اور مسلمان ہیں سمجھیں

وہ اِن اختلافاتِ عقائدات و خیالات کی رزمگاہ میں شمال سے جنوب اور شرق سے غرب تک اپنی طاقتِ ضمیر کے بھروسہ پر مذہبی و ملکی تلوار چمکاتا، حملے آوروں کے غلط اعتقادات کے گلے کاٹتا نظر آتا ہے، نہ تلوار کی گردش پیش و عقب آتا ہے، نہ اس کی روانی میں بل، وہ قلبِ لشکر میں کھڑا ہو کر فاتحانہ الفاظ میں اعلان کرتا ہے، اُس یقین کے بھروسہ پر جو خدائے عالم نے اُسے بخشا تھا، کہ ہم ہی حقیقت شعار ہیں، وہ اُس بیشۂ اعتقاد میں سینہ سپر ہو کر شیر کی طرح گرجتا ہے، اُس کی صفائی کو ہی سب دیکھتے ہیں، وہ یگانہ و بیگانہ سے جدا ہو کر فخریہ الفاظ میں کہتا ہے کہ ؎

گو میں اسلامی مذہب و زبان کا ماہرِ کامل ہوں، مگر میرے سینہ میں تو سوائے آریہ ورت کے اور کسی کا خیال تک نہیں"

کوئی عتاب، کوئی سزا، کوئی خوف اور کوئی ہراس اُسے مرعوب نہیں کر سکتا، یہی وہ جذبہ ہے کہ جو ہر مذہب و ملت کے انسان کو انسان بناتا ہے، اور ہندوستان میں آج کل اسی کی ضرورت ہے، سب دین کے زور پر آپس میں لڑتے مرتے ہیں، مگر دینداری عنقا ہے، شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایسے ایسے خیالات و اعتقادات کے علانیہ اظہارات اسلامی حکومت کے نام نہاد مذہبی عالمگیر جور و جبر کی قلعی کھولتے ہیں، خواہ مُردہ و زندہ اسلامی مورخ اِن مظالم کے اقرار ہی کریں، خواہ دیگر مذاہب کے غیر تعلق سوانح نگار اُن کی تفصیلات چھاپیں، مگر جس طرح رائے رایان اظہارِ حق سے باز نہیں رہتے، وہ تاریخی نکتہ خیال جو دیوانِ شریف پڑھ کر قائم ہوا ہے، اُسی طرح سے ہمارا قلم حقیقت رقم قلمبند کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اِس فولاد جگر نے اِس مسلمہ حقیقت کا بڑی دیانتداری کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے، معترضوں کو سمجھنا چاہئے کہ اہلِ اسلام وفا پر سب کچھ قربان کر ڈالتے ہیں، اگر وفا کی اُن کے کسی دربار میں ناقدر دانی تھی تو وہ مذہبی پاسداری کا دربار تھا، رائے رایان نے

یہ نکتہ اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا، اور اُن کی طبیعت واقعی ایک سچی ہندی کی سی طبیعت واقعہ ہوئی تھی، اُنہوں نے ایک حقیقی ہندی کے طرح مسلمانوں سے محبت کی، اپنے مذہب کے قصیدے پڑھے لیکن اُن کے مذہب کی تحقیر و مذمت نہ کی، یہی وہ راز ہے کہ جو عہد اسلامیہ کے بعض امرائے ہندی کے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا، جس بدتمیز نے اپنے مذہب پر عامل نہو کر مسلمانوں کے مذہب پر حملہ کیا، طوفان مچایا، اس کا سر دار پر نظر آیا، مذہب کے دعویدار متعصب مسلمانوں نے اُسے جہاد بنایا، خدمت دین ٹھہرایا، انگریزوں نے یہ مضمون اُن کی تحریرات سے اُڑایا، شہرت کے پر لگا کر ملکوں میں پھیلایا، یاروں کو یہ مضمون پسند آیا، دراصل اس کے سوا اور کچھ نہیں، حقیقت سے سب دور ہیں،

ہمارے بدخیال ہندی بھائی ہمیں واقعات کا نا بعدار سمجھ کر اس اظہار حقیقت کے لئے معاف فرمائیں گے،

رائے رایان کا مذہبی و فخریہ کلام عہد و دور کے روشن پہلو پر روشنی ڈالتا ہے

برہمن شعر عالمگیر ما باشد منتشر زاں سال
کہ ہر جا در میاں آید سخن غوغائے ما باشد

ہم نے یہ عنوان خصوصیت سے منتخب کیا ہے تاکہ شاہجہان اور اورنگ زیبی دربار و نیز مذہبی و علمی آزادی پر قطعی بحث ہو سکے کیونکہ متعصب و مفسد ہندو یہ عہود ہر طرح سے نالائق ٹھہراتے ہیں، ہمارے اسلامی بھائی واقفیت پیدا کریں، اور ہندی اپنی غلطی کا ازالہ، منتشی طبائع کا خیال اگر اس روشن پہلو سے کا وزن ہو تو انہیں اس تمہید کے بعد ہر دو مضمون ذہن نشین کرنا چاہئیں، ہم یہاں خصوصیت سے ان ہر دو رنگوں کے ڈو ڈو اشعار سنانا چاہتے ہیں، جسے مزید شوق تحقیق ہو، دیوان اور دیگر کلام دیکھ لے، اول مذہبی رنگ ملاحظہ ہو ؎

مرا بخال و خط او خیال سودا نیست (ہندو / مسلمان) — کہ من معاملہ با زلف پر شکن دارم (ہندو)

دیگر

برہمن از ہمہ خوش نماست زصافدلی — ولے کسے بہ صفائی برہمناں نرسد

یہ رنگ ایسا نہیں جو بدرنگ حضرات کی نکتہ چینی سے پاک ہو، فخریہ کلام اس سے بھی زیادہ بیباک

سے لکھا گیا ہے جیسے ؎

برہمن لب فروبستم دگر نہ در سخن گوئی	ادائے تازہ وطرز سخن از من شود پیدا

دیگر

یک نقطہ ز مطلع دیوانم آفتاب	یک پرتوئے ز شمع شبستانم آفتاب

دیگر

گفتی بتازگی غزل تازہ برہمن	ایں طرح تازہ طرز کدام وکلام کیست

مصرع: سخن ز عالم بالا دگر فرود آمد

اُس دربار میں کہ جس میں ایران توران کے منتخب علما تشریف رکھتے ہوں، محمد جان قدسی، ملا منیر لاہوری، افضل خان شیرازہ، طالب، کلیم، عبد اللطیف، ابو سعید وغیرہ زیب محفل ہوں، برہمن کا اپنا یہ فخریہ کلام پڑھنا، زمانہ مذکور کی علمی آزادی پر جو روشنی ڈالتا ہے، اُس کے دیکھنے کے لئے آئینہ آتشی یا خوردبین کی ضرورت نہیں، بلکہ تنگدلی کی ضرورت ہے

رائے رایان کے کلام سے اسلامی حکومت پر روشنی

مغربی مورخ ہی نہیں بلکہ اسلامی مورخ، اسلامی بادشاہوں کے ہندیوں پر جور و جبر کے بڑے سخت الزام لگاتے ہیں، اور آج تک ہم سب اسی خیال کے پیرو ہیں، تعلیم میں جو تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں، بچپن میں اُن کلک فولاد کے الفاظ ہمارے لوحِ دل پر منقش ہو جاتے ہیں، اور پھر اگر ایک ہندو شیطان بد زبان سے کوئی شریف مسلمان ملتا ہے، تو اُس کی گفتگو سے نتیجہ نکالتا ہے کہ ہندو قوم شیطان ہے، اور اگر ایک متعصب مسلمان سے ایک شریف دل ہندو کا واسطہ پڑتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمام مسلمان ہی ایسے متعصب ہیں، دراصل دنیا کا چلن ہر مذہب و ملت کے نفس پرور شیطان منش، کمینہ لوگوں نے بگاڑ دیا، اور مذہبی مخاصمت پیدا کرادی، ورنہ یہی ہی نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے ہر شریف مزاج کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ شرافت و رذالت، لیاقت و حماقت، نیک دلی و شرارت، کسی خاص قوم کا حصہ نہیں، بلکہ یہ تو اُن نامراد افراد کا حصہ ہے جو ہر قوم

ملت میں بکثرت پائے جاتے ہیں'

مغربی مورخ جو تاریخیں لکھتے ہیں، ایک خاص پالیسی کی پیروی مدنظر ہوتی ہے، مگر افسوس ہے اُن اسلامی مورخین پر کہ جنہوں نے سیاست پسند شاہانِ زماں اسلامی حکمرانوں کے سیاسی کارنامے اپنے مذہبی رنگ میں رنگ کر انہیں مردود و مطعون کیا' یہ ملا نے شاہانِ اسلام کی پالیسی کیا سمجھ سکتے تھے، اگر کسی وجہ سے کسی ہندو کو دار پر کھینچا گیا' یا کوئی مندر گرایا گیا' اس حقیقت کی اصلی وجہ نہ سمجھ کر یا دانستہ چھپا کر استحصال کا کارنامہ بنا دیا' ورنہ اگر اسلامی حکومت ہندیوں کے جان و مال کی ایسی دشمن ہوتی' تو نہ تو نو صدی تک ہندی آباد و زندہ رہتے' نہ اسلامی حکومت قائم و بحال رہتی'۔

ہمیں ابتدا سے ایسی تحقیق و تدقیق کا شوق ہے' ہم نے اِس ضروری سوال کے حل کرنے کیلئے اپنی کوششیں ابتدا سے جاری رکھیں' لیکن ہم کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکے' جب ہم نے کلامِ برہمن پڑھا' اور اس کی مذہبی پاسداری' بیباکی اور فخریہ کلام پر غور کیا' تو وہ نصف صدی کی اُلجھن آج ایک منٹ میں حل ہوگئی' خواہ متعصب ہندو ہمیں مسلمانوں کا طرفدار سمجھیں' خواہ اسلامی ہم نشینی کا ہم پر الزام لگائیں' خواہ شوقِ اتحاد کا دیوانہ سمجھیں' مگر ہم سچی بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے'

برہمن ذات سے برہمن تھے' اور اُن کے قول و فعل سچے خیال ہندیوں کی قدیم روایات کے عین مطابق تھے' وہ راجہ ٹوڈرمل کی طرح دھرم کرم کے پورے پابند تھے' یعنی ہون کی آگ روشن کرکے پوجا پاٹ کرتے تھے' سپھر صندل لگاتے تھے' زنار پہنتے تھے' صبح و شام کی پوجا اکثر اوقات مندروں میں کی جاتی تھی' اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں اُس متعصب حکمران کا عہد تھا جسے اورنگ زیب کہا جاتا ہے' وہ اُس دربارِ اعظم کا میر منشی تھا' اپنی قابلیت کی روانی جب سرکاری فرائض سے ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھتا تھا' تو اپنے ہندی قلم سے مندروں کے ناقوس کی طرح ایسی صریر نکالتا تھا کہ جس کی آج کل کی عہدِ حکومت (گورنمنٹ قیصریہ) کے متعصب مسلمان بھی

تاب نہیں لاسکتے، اُس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہے،

یہ جدید خیال قلمبند کرنے کے بعد ضرورت نہ تھی، کہ اسلامی حکومت کی عام طور سے ہندیوں پر جبر و جور کی روائتیں پُر از مبالغہ قرار دی جاتیں، خواہ وہ زبان زد خاص و عام ہیں، اور مغربی و اسلامی مورخوں نے لکھی ہیں، مگر ہمارے ہندی بھائیوں کی اِس اشارے سے تسلی نہ ہوگی، اس لئے ہم توضیح تحریر کے طور پر لکھتے ہیں، کہ اگر اسلامی سلطنت کے عام طور پر ایسے ہی جبر و جور نے تو برہمن سا پختہ خیال ہندی نہ کبھی ایسے عروج پر پہنچتا، نہ کاشی جی میں جاکر اپنے آخری ایام زندگی امن و آسائش سے گزارتا، بلکہ وہ ایک معمولی ہندی تا اور اُس کا سر دار پر چڑھا نظر آتا،

اِس باکمال ہمہ دان حسب لیاقت نے اپنے قلم سے ایسا کام لیا، کہ آج کل بھی کوئی ہندی کام میں لانے کی جرأت نہیں کرسکتا، اِس کا مختصر دیوان فخریہ شاعری اور مذہبی رنگ سے بھرا پڑا ہے، اور لطف یہ ہے کہ جب وہ کوئی غزل یا رباعی یا کوئی اور تحریر تحریر کرتا تھا، تو ہندوستان کے طول و عرض سے نکل کر نقل در نقل ایران و کابل تک پہنچ جاتی تھی، چنانچہ وہ اس پر جائز فخر کرتے تھے ؎

با ایراں مے برد افسانۂ ہندوستاں ملبل برہمن را نگوا فشانی ار باشد ہمیں باشد

اور جملہ محافل و مجالس میں اُن کی تحریر بڑے شوق و ادب سے پڑھی جاتی تھی، اگر اُس زمانہ کے اہلِ اسلام اِس قدر متعصب اور تنگدل ہوتے تو اُن کا کلام آج ہمیں نہ ملتا، نہ ملکِ سخن میں ان کی اس قدر شہرت ہوتی، پس یہ ماننا پڑے گا، کہ اسلامی حکومت عام طور پر ہندیوں کیلئے باعث زحمت نہ تھی، بلکہ خاص خاص لوگوں قابلِ رحمت تھی،

مسلمان بلحاظِ اوصاف خاص ہندیوں سے برتر ہیں،

آج کل یہ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے، کہ مسلمان ہندیوں کے غمگسار ہیں، اور ہندی مسلمانوں کے یار وفادار، چونکہ ہندی قوم کی فضیلت و برتری اُن کی خود غرضی اور نفس پروری نے تباہ کر دی تھی، اِس لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں کہ جو ایک نئی روح لے کر نکلے تھے، زیر ہوگئے، اب بھی مسلمانوں میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جو مجموعی طور پر ہندی کھو بیٹھے،

اُمرا کی مدح اور قصیدہ خوانی

لب تشنہ در پئے شراب اند ہمہ
بر آتشِ آرزو کباب اند ہمہ
ارباب جہاں تو دستے بود ہمہ
در بندِ زیاں در پئے سود ہمہ

قصیدہ یا مدح کے باب میں ہم موقع پر ذکر کریں گے، یہاں موقع ہے اِس بحث کا کہ :-

ا- کیا برہمن نے وزرائے عہد کی شان میں قصیدے کہے؟

ب :- اگر کوئی قصیدہ کہا تو کیا وہ اصل یہ وہی قصیدہ ہے، جسے شعرائے فارسی نے محض دین و ایمان فروشی کا محضر بنایا، اور اُسے اپنے ازدیادِ مال و جاہ کا ذریعہ ٹھہرایا،

عرفی سا نغز گو، جدت طراز فضائے عالم میں ابیل بچھڑے کی طرح بڑا اُچھلا کودا اور شاعری کا خاتمہ محض قصائد پر کیا، وہ خوشامد کے لئے ایسا بے قرار تھا کہ نعت پر دو قصائد لکھ کر جھٹ خانخانان کی مدح سرائی شروع کر دی نہ اکبر اعظم یاد آیا نہ امیر المومنین، پھر نعت لکھی اور پھر پے در پے خانخانان ابوالفتح کی قصیدہ خوانی شروع ہو گئی، اکبر اور سلیم کی مدح ۵ قصائد میں اس طرح ختم کی نہ اصلیت کا شائبہ، نہ حقیقت کا پرتو ایک وصف بادِ عم ممدوحین کی ذات میں پایا نہیں جاتا ہے کلیات میں ۲۷ قصائد ہیں، جن میں سے ۵ طولانی قصائد امرائے با اختیار و وزرائے ذی اقتدار کی مدح میں لکھ کر اپنی تعلّی و تملق اور بوالہوسی کا نشان چھوڑا،

برہمن ایک غریب بیکس ہندی تھا، اور دربار کا جو رنگ تھا وہ ظاہر ہے، اگر وہ دولت و مال کی خاطر اپنی ضمیر اسی طرح گندہ کرتا مضائقہ نہ تھا، مگر وہ تو اصلیت کا شیدا تھا، اُسے ناجائز خوشامد اور بے جا ہجو سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا، شاہجہاں کی شان میں جو تین قصائد لکھے، وہ آپ پڑھ چکے مگر ان قصائد کے سوا اس تمام کلام میں کسی امیر و وزیر کے آگے ایک معمولی نظر سے بھی نہ جھکا، اگر جھکا تو علامی افضل خان شیرازی کی فضیلت کے آگے، اور اُسی قدر کہ جس قدر فضیلت اجازت دیتی تھی، شعر کی تعبیر نشتر سے کی جاتی ہے، خیالات کا محرک کرنا شعر کا مقصد ہے، مبادی اُس کا زیور ہے، خیالات اُس کی رنگینی، اختصار اس کا حُسن، صداقت اُس کی رُوح، اب آپ دیکھئے کہ فاضل فاضل

سے کس طرح مخاطب ہوتا ہے ؎

رُباعی

علامۂ روزگار دانائے جہاں — زمان — سر دفترِ اربابِ کمالاتِ جہاں
دستورِ وزیرِ اعظمِ ہندوستاں — عنوانِ صحیفۂ خرد افضل خاں

ہم اس کی تشریح لکھ کر طاقتِ قلم کرنا نہیں چاہتے،
بلکہ وہ بالعموم اپنا تازہ کلام اربابِ فہم و فراست کے پاس نمبرؔ[1] کا بھیجا کرتے تھے، اور لکھا کرتے تھے
کہ آپ اسے اپنے بیاض میں بطریقِ یادگار درج کیجئے،

شاہجہانی مجالسِ مشاعرہ

؎ ما دمے بے عیش نگذاریم حالِ خویش را
ساغرے گر نہ باشد بزمِ روحانی کنیم

جب ہم مغلیہ سلطنت کے عروج کی داستانیں پڑھتے ہیں، تو دل بلبلوں اچھل پڑتا ہے، شاہی درباروں
اور شاہی تقریبوں پر علم و فضل کے دریا بہتے تھے، اور اُن پر موتی نچھاور ہوتے تھے، ہر رکنِ سلطنت
کے آستانہ پر مجلس ہائے رنگین منعقد ہوتی تھیں، فاضل اور اہلِ علم، نو وارد و اجنبی اِن محفلوں میں علی قدر
مراتب عزت و توقیر پاتے تھے، شاہجہانی صف کے اُلٹتے ہی زمانہ اُلٹ گیا، نہ وہ اہلِ علم رہے، نہ وہ
مجلسیں، اُس زمانہ کی یاد میں برہمن کا رونا برحق ہے، اور حالات پڑھ کر ہمیں بھی رونا آتا ہے ؎

ہوائے گلشنِ وصلِ تو چوں بسیاد آید — چو طفلِ غنچہ تواں چاک صد قبا کردن

رائے رایان مجلسِ مشاعرہ منعقد فرماتے ہیں، ادب سے داخل ہوجئے اور لطف لیجئے :-

"در ایام کہ کمترینِ برہمنان عقیدت کیش، در خدمت تجرید الدوران، علامۂ روزگار، فہامۂ والا مقدار
افضل خاں کسبِ سعادت مے نمود، در دار الخلافہ اکبرآباد مجلسِ رنگین و صحبتِ دلنشین در خانۂ معرفت
آگاہ خواجہ محمد صادق منعقد مے شد، و یارانِ صاحبِ سخن از ہر طرف جمع آمدہ، ہنگامۂ سخن را گرم میداشتند،
فصاحت و بلاغت مرتبت، ملا شیدا کہ از شعرائے مشہورِ روزگار بود، و ملا ضمیر و ملا جلالی و ملا دہلوی و عبد الرحیم

[1] غزل نمبر — مرے داشتہ باشد، برمے داشتہ باشد، میرزا بدیع الزمان کو لکھ کر بھیجی تھی،

دیگر یاران ملا حسینی و ملا عبداللطیف منشی از اجماع این مجلس بودند، در ہر ہفتہ دو مرتبہ، این عزیزان صاحب سخن، مجموعہ گشتہ، گرمی ہنگامہ سخن میکردند، وگاہے کہ این نیاز مند از اشتغال فرصت می یافت، پیروی صحبت این طبقۂ والا کشیدہ، اشعار خود درمیان می آورد این فضیلت پر اکسائی کا رقعہ ملاحظہ ہو۔ آجکل کی خود نمائی

بزمِ رنگین

خانِ والا شان ملتفت خان کی بزمِ مشاعرہ کا ذکر رائے رایان سے سُنیئے:-

دراوایلے کہ آن نتیجۂ دودمان دولت و اقبال در مکتب خانہ مشغول کسب کمال بودند، در عنفوان شباب ہنگامۂ سخندانی را گرم داشتہ، غزلے کہ طرح مے کردند، کمترین بندگان در ہفتہ یکمرتبہ باتفاق دوست دلپذیر فتح چند داخلِ بزم رنگین میشد"

تحقیقات سے پتہ لگتا ہے کہ غزلیات از نمبر ۳۱ لغایت ۴۹ رائے رایان کی طرح "پر لکھی ہوئی ہیں"

بادِ صبارا، دریا نمود، ہمیدا وند، صحرا گرفتہ است، پرے برداشتہ باشد، حجاب مے باید، سرنوشت، سمیں سود کی ردیف کی غزلیات ملاحظہ ہوں

دسترخوانِ برہمن پر ظرافت وہجو کے چٹخارے حرام سمجھے گئے

زانگونہ تواں نیست برہمن کہ غبارے
بر آئینۂ خاطرِ مہماں نہ نشیند

شعرائے قدیم و جدید فارسی و اردو نمکِ ظرافت و چاشنیٔ ہجو حلال سمجھے ہوئے تھے، سخندان، سخن فہم اگران ہر دو بدعتوں سے کسی شاعر کا کلام پاک پاتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ کلام بے مزہ ہے، زبان چٹخارے نہیں بھرتی، بلکہ ایسے بڑے بڑے تذکرہ نگار شاعری کا ایک وصف قرار دیتے ہیں، زاہد و عابد، شیخ و ناصح، فارسی و اردو کے شاعرانِ رند مشرب نے لکھے ہیں، کہ ہر مجلس میں اُن سے جوت و بیزار ہوتے ہیں، بڑے بڑے پایہ کے اپنے اپنے دیوانوں میں ان سے دست و گریبان ہیں، اور ایسے کہ علیحدہ

مگر اِس صاحبِ کمال، نیک سیرت، خوشخصال کے دستر خوانِ زبان و کلام پر، زہرِ ظرافت اور ہلاہلِ ہجو حرام سمجھے گئے ہیں، وہ اِن حلالی و حرامی مجالس میں گرمِ صحبت ہوتے ہوئے بھی اپنا دامنِ شاعری اِن زہر آلود کانٹوں سے بچاتے رہتے، درباری تعلقات، مذہبی خصوصیات و جذبات، دیگر مذاہب کی تالیفات و تصنیفات اور وطن سے اہلِ سخن نے سنگیر دِل رنج و ملال پہنچا کر آمادہ پیکار کیا گیا اور روزمرّہ نگرواہ رہی مستقل مزاجی اور مسلکِ برہمنی کہ آپ کی طبیعت نے تمام عمر میں ایک شعر بھی ایسا موزوں نہ کیا!

ہم اُس زمانہ کی صحبتوں کا نمونہ ادب و تہذیب اِس لئے دکھانا چاہتے ہیں کہ شاعری کے پاک دامن سے یہ غلیظ دھبہ ہمیشہ کے لئے دُھل جائے،

ہم نے ہر چند رائے رایان کے کلامِ نظم و نثر پر تنقیدی نظر ماری، مگر اُن کا جوہرِ اہلیت کہیں بھی ماند نہ پایا، ایک موقعہ اِس اظہارِ خیال کے لئے انہیں ملا، اپنی صفائی باطن و سلوکِ ظاہر کا اِس طرح سے جلوہ دکھاتے ہیں، آجکل کے قومی و ینداسبق لیں!-

"این برہمنِ وفاکیش خقیقت اندیش کہ در دبستانِ محبت سبق گرفتہ و نسخۂ وفا و اخلاص را مطالعہ نمودہ، حاصل دو دچراغ و نتیجۂ صحبتِ بزرگان را منحصر در صفائی باطن و سلوکِ ظاہر دانستہ، بہ آشنا و بیگانہ، و دوست و دشمن، طرحِ مدارا انداختہ، عالمِ کثرت را بچشمِ وحدت مشاہدہ نمودہ، غیرے را درمیاں ندیدہ، و غیر از حق ندانستہ، باوجود تبائن و تخالفِ اطوار اہلِ روزگار با ہر فردے از افرادِ انسانی از راہِ یکرنگی در آمدہ تفاوت در اختلاط نمودہ، ہر چند کہ اظہارِ این مراتب خالی از خود فروشی نیست، لیکن چوں مقامِ نفسِ اَمّارہ است بے اختیار آنچہ در دل است، بر زبانِ قلم مے آید، اگر بگوشِ محبت نیوش اُفتادہ، اگر بر صفحۂ خاطرِ آن دستورِ قواعدِ اہلیت از جانبِ دیال داس برہمن پُر سر درے غبار ملالے نشستہ، انظر بر محبت و التفاتے کہ آں قاعدہ دانِ سخن فہم را با دبُودہ، وقوع و صدورِ ایں معنی بغایت بعید و بدیع نمود، و اندیشہ ناک گشت، کہ خلافِ توقع از طرفین، چوں بظہور آمد اگر در عالم معنی

ازو امرے کہ بتحقیق عدم وفا منسوب باشد بظہور آمدہ، ہیں دوستان دیگر را ازو چہ امید و چہ توقع داگر در عالمِ صورت کہ خواب و خیال بیش نیست، از دوستے با خلاف قاعدہ بفعل آمدہ، آں خود کیست کہ خامی طینت ندارد، نادان مستحقِ نصیحت و تربیت است نہ مستوجب عتاب و سرزنش، چوں فقیر او را از دوستان یکرنگ میدانست، ایں ہمہ از روئے دوستیہا سخن صفا فضولی نمود، یقین کہ بعد ازیں با نواع مہربانی ہا و قدر دانی ہا جوہرِ الفت و محبت خود را بدوست و دشمن ظاہر خواہند ساخت، و راضی بریں نخواہند شد کہ شعلۂ کین و کدورت سر بالا کشد و دودِ آں بدماغ اہلِ محبت رسد، ایام دوستی بکام باد،"

جو شخص ایسے رنگِ یکرنگی میں رنگا ہوا ہو، اُس کی زبان سے کلماتِ غلط و تند اور نکلنا مصری سے نمک کا ذائقہ پیدا ہونا ہے۔

مدح و ہجوِ فردوسی

مگر برخلاف اِس کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، شاعرانِ اردو و فارسی کے لیے روزِ پیدائش شاعری ہی سے ہجو و مذمت، ظرافت و چشمک غذائے دلپذیر رہی، فردوسی کہ جس نے ۷۰ سال کی عمر تک بامیدِ انعام شاہنامہ لکھا، اپنی ناکامی اور محمود کی بدعہدی و وعدہ خلافی پر ایسا بگڑا کہ زمین سے آسمان تک آگ لگا دی، اور ستم یہ کہ یہی نظارہ سب کے لیے باعثِ تقلید ہو گیا، وہ جہاں آغازِ شاہنامہ میں وعدۂ انعام لینے کے بعد محمود کی نسبت یہ لکھتا ہے ؎

(۱) جہان آفریں تا جہاں آفرید — چو شہریارے نیامد پدید
خدا نے جب سے دُنیا پیدا کی ہے — ایسا کوئی بادشاہ نہیں پیدا ہوا

(۲) بیاراست روئے زمیں را بداد — بپرداختن زاں تاج بر سر نہاد
اُسنے زمین کو انصاف کے ساتھ آراستہ کیا — اور جب اِس کام سے فارغ ہوا تو سر پر تاج رکھا

(۳) جہاں دار محمود شاہِ بزرگ — بہ آبشخور آرد ہمے میش و گرگ
شاہ محمود بڑا بادشاہ — بھیڑ اور بھیڑیئے کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہے

(۴) ز کشمیر تا پیش دریائے چین[۱] — بر د شہر یاراں کنند آفریں

کشمیر سے دریائے چین تک — سب بادشاہ اس کی تعریف کرتے ہیں

(۵) بہ بزم اندروں آسمان وفاست[۲] — برزم اندروں تیز دم اژدہاست

وہ مجلس میں وفا کا آسمان ہے — اور لڑائی میں خونخوار اژدہا ہے

(۶) سر بخت بدخواہ با خشم او — چو دینار خوار است بر چشم او[۳]

اس کے غصہ کے سامنے دشمن کا سر — ایسا خوار ہے کہ جیسا اسکی نظر میں دینار ذلیل ہے

محمود کی بدعہدی سے ایسا بگڑا کہ مندرجہ بالا تاریخی سطور خشک نہ ہونے پائی تھیں، حسب ذیل مزید اخلاقی واقعہ لکھنے پر آمادہ ہو گیا اور طامع طبیعتوں نے ایسے شاہنامے کے شروع میں لگا دیا

(۱) ہر آں شاہ کو در بند دینار بود — بنزدیک اہل خرد خوار بود

جو بادشاہ کہ روپیہ جمع کرنے کی فکر میں ہو — عقلمندوں کے نزدیک بے عزت ہوتا ہے

(۲) کہ سفلہ خداوند ہستی مباد — جوانمرد را تنگ دستی مباد

خدا کرے کہ کمینہ دولت مند نہ ہو — اور سخی کو تنگ دستی نہ ہو

(۳) اگر شاہ را شاہ بودے پدر — بسر بر نہادے مرا تاج زر

اگر بادشاہ کا باپ (کوئی) بادشاہ ہوتا — تو میرے سر پہ سونے کا تاج رکھتا

(۴) اگر مادر شاہ بانو بدے — مرا سیم و زر تا بزانو بدے

اگر بادشاہ کی ماں بیگم ہوتی — تو میرے پاس روپیہ اور اشرفیاں بے شمار ہوتیں

[۱] دریائے چین کی خوب کہی، جغرافیائی واقفیت کے اظہار میں کمال کر دیا، کشمیر اور تبت کے درمیانی کوہی چھوٹے چھوٹے رجواڑوں کی تعریف کرنا بھی واقعی بڑی بات ہے، جو آجتک کسی کو نصیب نہیں ہوئی، اور اس قاطعی دلیل پر آپ کی قادر کلامی کی بھی داد دینی چاہیئے، اکی شاعری ایسی ہی مزخرفات سے بھری ہوئی ہے،

[۲] عیارانہ خوشامد نے آسمان پر تو بہت چڑھایا، اور قول و قرار پر قائم رہنے کے لئے اسے وفا کا پتلا بنایا مگر کیا کرے یہ بھی جھوٹا نکلا، [illegible] شعر خصوصیت سے لغو ہیں،

[۳] یہ شعر محض اپنی مطلب براری کے لئے لکھا تھا، تاکہ ایک اشرفی فی شعر جو دینے کا وعدہ کیا ہے وہ [illegible] سے بھی خالی ہے، اور محض مبالغہ۔ "بہار سنامی"

(۵) چو اندر تبارش بزرگی نبود | نیارست نام بزرگان شنود
چونکہ اُس کے خاندان میں بزرگی نہ تھی | بزرگوں کی تاریخ نہ سُن سکا

(۶) پرستار زادہ نیاید بکار | اگر چند دارد پدر شہریار
لونڈی کا بچہ کام نہیں آتا | اگرچہ باپ بادشاہ ہو

(۷) درختے کہ تلخست وے را سرشت | گرش در نشانے بباغ بہشت
وہ درخت کہ اس کی پیدائش کڑوی ہے | گر تو اُس کو باغِ بہشت میں بوئے گا

(۸) ور از جوے خلدش بہنگامِ آب | بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
پانی کے وقت بہشت کی ندی سے | اُسکی جڑمیں مٹھاس اور شہد خالص کو گرادیگا

(۹) سر انجام گوہر بکار آورد | ہماں میوۂ تلخ بار آورد
آخر موتی اکام آویگا (آخر اصلی اپنا کام کرےگا) | کڑوا میوہ وہی پھل لاوے گا

(۱۰) اگر تو شوی نزد انگشت گر | ازو جز سیاہی نیابی دگر
اگر تو اُس کی انگلی کے پاس جائے گا | اُس سے سوائے سیاہی کے اور کچھ نہ پائیگا

(۱۱) ز بدگوہراں بد نباشد عجب | نشاید ستردن سیاہی ز شب
[illegible] پھلوں سے برائی تعجب کی بات نہیں | رات سے سیاہی دُور نہیں کرسکتے

(۱۲) ز ناپاک زادہ مدارید امید | کہ زنگی بشستن نگردد سفید
بداصل سے مت امید رکھو | کیونکہ زنگی صاف کرنے سے سفید نہ ہوگا

(۱۳) ز بد اصل چشم بہی داشتن | بود خاک در دیدہ انباشتن
بداصل سے بہتری کی امید رکھنی | آنکھوں میں مٹی ڈالنا ہے

(۱۴) جہاندار اگر پاک نامی بُدے | دریں راہِ دانش گرامی بدے
بادشاہ (محمود) اگر پاک اور نامی ہوتا | اِس عقل کے راستہ میں بزرگ ہوتا

(۱۵) بنالم بدرگاہ یزدانِ پاک | فشاندہ بر سر پراگندہ خاک
میں (فردوسی) پاک خدا کی درگاہ میں | سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں گا

(۱۰۶) کہ یارب روانش بآتش بسوز | دلِ بندۂ مستحق برفروز

کہ اے خدا اسکی روح کو دوزخ کی آگ میں جلا دو | مستحق بندہ کا دل خوش کر دو

یہ وہ الزامات ہیں کہ جو دُنیا میں ایک گنہگار سے گنہگار پر بھی نہیں لگ سکتے۔ تحریر کردہ ہجو کے ۱۰۵ اشعار ہیں، کہ جو اس خوشامدی کے مُنہ میں خاک جھونکتے ہیں، اگر طبیعت نیک پائی ہوتی، تو نہ ویسی مدح ہی ہوتی نہ ایسی ہجو، اگر ہوتی، جائز محمود کے افعال کی نسبت لکھنا ہمارا کام نہیں،

وہ ایسی ایسی مُغلظات سے سیر نہ ہو کر ایک مسلمان ہوتا ہوا اُس شاہ کی نسبت کہ جسے خلیفۂ بغداد نے امین الملۃ یمین الدولہ کا لقب دے کر مذہبِ اسلام کا امانتدار و پاسدار اور اُمتِ محمدی کی توانائی و قوت، منزلت و شرف کا حقدار قرار دیا تھا، خاتمۂ ہجو میں اپنی تہذیب واخلاق کا ایسا فاتحہ پڑھتا ہے، کہ جس پر مسلمانوں ہی کو نہیں، بلکہ اقوامِ عالم کو اُس کے نوحہ پر رونا چاہیئے ؎

بنالم بدرگاہِ یزدانِ پاک | فشانندہ بر سر پراگندہ خاک

میں پاک خدا کی درگاہ میں | سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں گا

کہ یارب روانش بآتش فروز | دلِ بندۂ مستحق برفروز

کہ اے خدا اس کی مدح کو دوزخ میں جلاؤ | جس سے مستحق بندہ کا دل خوش ہو جائے

کون نہیں سمجھتا اور کون نہیں جانتا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ انسان کو اس دُنیائے غدار میں بڑے بڑے سفّاکوں، ظالموں، جابروں، شیطانوں، بدباطنوں، ایذا رسانوں، دغابازوں، بدعہدوں، نالائقوں اور شریروں سے روز واسطہ پڑتا ہے، مگر انسان سب کچھ دیکھتا اور سہتا ہے اسی اصولِ عامہ کی بنا پر یہ یقین کر لینا پڑے گا کہ رائے صاحب کو شاہجہانی اور اورنگزیبی عہد میں اپنے مذہب و طبع اور عام شرافت کے خلاف کیا کیا دلخراش و دلسوز اشتعال آمیز منظر دیکھنے پڑتے ہوں گے، مگر اِن کی متین صابر، مستقل و متحمل قلم کے فرقِ مبارک پر ایک شکن تک نہیں آیا، حسب کہ یہ صبر و سکون نعمت خان النعمت خان اور حضرتِ مجدد الفِ ثانی

کبھی زیادہ عرصے تک اخفا نہ کر سکے،

دھرم آتما سخت اشتعال پر بھی انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا

ظرافت، دشنمک، مذمت وہجو اخلاق سے پیدا ہوتے ہیں، اور چونکہ انسانی طبائع انتقام پسند واقع ہوئی ہیں، اس لئے ہر انسان اپنے مقدور اور زور کے موافق ہر طریقہ انتقام انتخاب کرتا ہے، جو طبائع تہذیب و اخلاق کے صیقل سے منجھی ہوئی ہوتی ہیں، اُن کا طریقۂ انتقام اصلاح کا موجب ہوتا ہے، اور جو غیر مہذب، بداخلاق، ناتربیت یافتہ ہوتے ہیں، اُن سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں، کہ جن سے فارسی و اردو کے دیوان بھرے پڑے ہیں،

اِس ہیڈنگ کے سلسلہ میں "برہمن کے عقائد مذہبی" کی سُرخی پڑھی جانی مزید لطف کا باعث ہو سکتی ہے،

شیطانوں کا تعصب

مدح اور ذم سے بدتر ایک شیطان تعصب ہے، وہ ہر دو اغراضِ ذاتی سے پیدا ہوتے ہیں، اور یہ جذبہ شیطنیت سے جس کے سر چڑھا مجبور اُسکا شیطان بنا کر چھوڑا، اُن سے کچھ حاصل ہوتا ہے، اِس کا عامل لعنت ونفرین کے گڑھے میں گرتا ہے، جس پر تاقیام نام لعنت ونفرین کے پتھر پڑتے رہتے ہیں، اس بغضِ للّٰہی سے خدا سب کو بچائے، مگر جو نہیں بچے، اُن کی حالت دیکھیئے تاکہ سب خبردار رہیں، اسیرِ دام تعصب امیر لکھنوی خدا پر الزام لگاتا ہے، ذرا اِن ذلیل کی ذلت ملاحظہ ہو سہ

صدقہ کا رزق لکھا تقدیر برہمن میں
خالق کو بھی خوش آئی اپنے بُت کی ذلت

اگر اپنی خانقاہوں، مسجدوں، تکیوں اور مزاروں کے صدقہ خواروں پر نظر ہوتی، ایسا ہرگز ہرگز بکواس نہ کرتا، خاک بدہنش تراب علی شاہ کاکوری کی خاک اُڑتی دیکھئے سہ

گائے کو پوجا تو چھوڑا یا نہ ہو کر
یہ شُبہ ہے برہمن کی ذات میں

جرأتِ بیجا کی بیجائی ملاحظہ فرمائیے ؎

بھلا کر اُس گھسنڈی رام و کرشن کو   لگا لیس یاد کر سے نے پنجتن کو

اگر اس شیلیان کا دل شیطنت سے خالی ہوتا، تو یہ لکھ سکتا تھا کہ "رام و کرشن کا پجاری پنجتن کی تعظیم کرتا تھا" اور یہ واجب تعظیم ہیں، ہم ہندو ہوتے ہوئے ان بزرگوں کی دل سے تعظیم کرتے ہیں، اور جو انہیں نظرِ حقارت سے دیکھتا ہے، وہ خود حقیر ہے، برہمن ایسے خیالاتِ شیطانی سے دور رہنے کے لئے اپنوں اور غیروں کو سمجھاتے ہیں ؎

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد
چو شکستند دگر بار ستے آید براست

ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں مدح اور ذم کے الفاظ ہی نہیں

ہم نے ہندی دھرم کی سینکڑوں پستکیں دیکھیں، پنڈتوں، اچاریوں سے ہجو اور مذمت کے مترادف الفاظ دریافت کئے، جواب ملا کہ اُن کا لٹریچر ان الفاظ کے ہم معنی الفاظ بتلانے سے معذور ہے، ہمارے ہاں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ اُن کے اُردو فارسی کے محلِ استعمال کا حق ادا کر سکے،

نتیجہ نکلا کہ ہندیوں کا لٹریچر بجز ایجادِ الفاظ "مذمت و ہجو" حالیہ مروجہ علم تاریخ کی طرح محروم ہے، اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بانیان و مصلحان نے لئے ادھرم سمجھا کہ کسی فائدہ و نقصانِ ذاتی کی بنا پر کسی کی مدح و مذمت کی جائے، اسی لئے یہ الفاظ سنسکرت میں نہیں، کیا اچھی تعلیم ہے، مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ بدنفس بندوں کی برائی، اور نیک نفس لوگوں کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تھی،

اس دھرم کی رو سے نیک بندے تعریف و ستائش کے مستحق سمجھے جاتے تھے، اور بد اصلاح و تربیت کے، نتیجہ اُن کے عام چال چلن، بر تاوا، عادات و خصائل سے اخذ کیا جاتا تھا، فرقے اور ملل کی تمیز نہ تھی، نہ غرضِ ذاتی کا دخل

ہر مذہب کا یہی حقیقی اصول ہونا چاہئے، کہ نیکوں کی تعریف کی جا کر اُن کے حوصلے بڑھائے جائیں، اور بدوں کو بدی سے ہٹا کر نیکی کے راستہ پر لایا جائے، چنانچہ اِس اصول کی پیروی میں ہندی گرنتھ بھرے پڑے ہیں، ہندوستان کے آخری رشی دورِ اسلامی کے گوہرِ آبدار سری گوسوامی تلسی داس جی ہیں، آپ نے اصلاحی شان میں بدوں کی مذمت کی ہے، یہ نصیحت عام ہے، اور اوصاف و افعالِ انسانی کی شرح ہے، مگر یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ کسی خاص شخص کی ہجو لکھی ہے، ہم رائے رایان کے قدیم عمل کی پیروی پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں یہ دکھلانا چاہتے ہیں، کہ گوسوامی جی کا یہ پہلو بھی کیسا شاندار ہے۔

بہور بندکھل گن ست بھائے جے بنو کاج دا ہنے اوبان اسے

"اب پھر میں نیک دلی کے ساتھ بد ذات فرقہ کی تعظیم کرتا ہوں، جو بلا وجہ بھلائی کے بدلے برائی کرتے ہیں، ہجو بلیغ اسی کا نام ہے"

پرہت ہان لابھ جن کیرے اُجرے ہرکھ بکھاد بسیرے

یہ فرقہ غیر کی تضحیک کو اپنی عزت سمجھتا ہے، دوسرے کے گھر برباد ہونے میں اپنی خوشی اور آباد ہونے میں رنج محسوس کرتا ہے، یعنی یہ غیر کے نفع کو اپنا نقصان، اور پرائے نقصان کو اپنا فائدہ تصور کرتے ہیں،

ہری ہر جس راکیش راہو سے پرا کاج بھٹ سہس باہو سے

جہاں کہیں حمد و ثنا کے گیت گائے جائیں، اگر وہاں اِن میں سے کوئی پہنچ جائے تو خلل ڈالتے ہیں، اور دوسروں کے کام بگاڑنے کے لئے سہسر باہو ہیں"

جی پر دوکھ لکھین سہسا کھی پرہت گھرت جنکی من ماکھی

یہ فرقہ غیروں کی خطا ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور دوسری کے صفات بگاڑنے کے لئے گھی کی مکھی ہے (مکھی گھی ناپاک کر کے آپ مر جاتی ہے) اسی طرح یہ فرقہ دوسروں کے کام بگاڑنے میں مرنے سے بھی نہیں ڈرتا، تن من دھن سب قربان کر دیتا ہے"

پیچ کرشا اُز رُو شُں نُہی شیشنا اُگھ اُدگن دہن دہیلی دُہنیشا

اس فرقہ کی تیزی آگ عقلہ النفی کی مانند ہے بدنسل دوسرے کا کام بگاڑنے میں انتہائی طاقت صرف کرتے ہیں

اُدوے کیتو سم ہیت سب ہی سے کے کُنبھ کرن سم سو رت نیکے

اس فرقہ کی طاقت کیتو کے طلوع ہونے کی مانند ہے تاکہ وہ کنبھ کرن کی طرح سوتے ہی رہیں

پر اکاج لگ تن پری ہیں جمی ہم اُپل کرکھی دل گرہین

دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے یہ شریر اپنا بشر یہلی دان کردیتے ہیں جس طرح سے سردی اولا کھیتی کو برباد کرکے خود بھی گل جاتے ہیں

بندون کھل جس شیش سر وکھا سہس بدن برنہیں پر دوشا

میں ان لوگوں کو شیش کی مانند جان کران کی تعظیم کرتا ہوں جو دوسروں کے عیوب ہزار منہ سے بیان کرتے ہیں (شیش جی ہزار منہ سے رام گن گاتے ہیں یہ ان کے خلاف دوسرے کے عیب ہزار زبان سے بیان کرتے ہیں)

پُنی پرنوں پر تھو راج سمانا پر اگھ سنہیں سہس دس کانا

میں انہیں پرتھی راج مان کر ان کی اس لئے تعظیم کرتا ہوں کہ وہ دوسرے کے عیب دس ہزار کانوں سے سنتے ہیں (راجہ پرتھو کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے حمد و ثنا سننے کا بر دس ہزار کانوں سے مانگا تھا یعنی دوسرے کے عیب بڑے غور سے سنتے ہیں

بہورشکر سم بنوں تیہی سنت تھرانیک بہت جیہی

پھر میں انہیں اندر کے برابر مان کر نمسکار کرتا ہوں دیوتاؤں کو اچھی فوج ہمیشہ پیاری ہے اور انہیں اچھی شراب

بجن کجر جی سدا پیارا سہس نین پر دوش نہارا

جیسے اندر کو کجر پیارا ہے، ایسے ہی ان لوگوں کو اپنی زبان کا کجر عزیز ہے، اندر دیوتا وں کا پیارا لیڈا اور یہ لوگ عزیزوں کے عیوب دس ہزار آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں،

ادا سین آری ست ہت شتت جر ہین کھل ریت

جانؤ پانی تگ جوری لیش بنتی کروں سکپیو بت

یہ فرقہ سب سے الگ رہتا ہے اگر سب کا دشمن ہے، میں پاؤں اور دونوں ہاتھ جوڑ کر انھیں تسلیم کرتا ہوں،

میں اپنی دشی کیں نہورا تیے یج اور نلا دہیں بہورا

میں نے اپنی طرف سے اس فرقہ سے ایک عرض کی ہے، لیکن وہ بھول کر بھی اس پر غور نہ کریں گے، یعنی وہ یہ عرض سن کر بھی اپنی برائیوں سے باز نہ آئیں گے، اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے نہ رکیں گے، جس طرح سے،

پالسیں پالیہ آتی اور راگا ہوی نرا یکھ کھہوں کہ کاگا

کوا کھیر کھلا کر بڑی محبت سے پالا جائے تو کبھی غلاظت کھانا نہ چھوڑے گا،

بندوں شلت اسجن چرنا دکھ پر دا وبھے بیچ کچھ برنا

میں نیک اور بد اشخاص کے قدموں میں جھک کر کہتا ہوں، کہ یہ دونوں تکلیف دہ ہیں، لیکن کچھ فرق بھی ہے،

بچھرت ایک پران ہر لیہیں ملت ایک دارن دکھ دیہیں

نیک الگ ہوتے وقت جان نکال لیتے ہیں اور بد ملاقات کے وقت نقصان پہنچاتے ہیں

اوپجہیں ایک سنگ جگ ماہیں جلج جوک جمی گن بلگاہیں

نیک اور بد دونوں کنول اور جونک کی طرح دنیا میں ایک ساتھ جنم لیتے ہیں، لیکن دونوں

سے خواص الگ الگ ہیں،

گن اوگن جانت سب کوئی　　جو جی بھاوے نیک ہتی سوئی

حاصل کلام یہ کہ نیکی اور بدی کو سب کوئی جانتا ہے، لیکن جو کام جسے اچھا معلوم ہوتا ہے، وہی وہ کام کرتا ہے،

برہمن اور علمائے وقت

زمیدان سخن گوی سخن بُرد[1]
برہمن زادہ از ہردو برہمن

شاہجہانی دور، اکبری فضل وکمال کے ہر طرح سے خاتمہ کا تھا، اُس وقت بھی اکبری سلطنت کے نام پر ارباب فصاحت وبلاغت، شعرائے فصیح بیان شہد کی مکھیوں کی طرح ہندوستان کے دار الخلافہ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے، محمد جان قدسی مشہدی، طالب کلیم، میر الہی، ملا آمی، میر نجشی، شیخ عبد المجید لاہوری شاگرد ابو الفضل، ملا رشید، ملا ضمیر، ملا جلالی، عبد الرحیم، ملا سلیمی، ملا عبد اللطیف، میر برہان، وغیرہ وغیرہ کا طنطنۂ استادی بلند تھا، اور ہر ذات بذاتِ خود مسلم وفضل کی جان تھی، کوئی ایرانی تھا اور کوئی ہندی، مگر فضیلتِ علمی میں سب بے نظیر و بے عدیل،

برہمن اپنی خدا داد ذہانت ولیاقت کی روشنی میں آسمانِ شہرت پر آفتاب کی طرح چمکتا تھا، گو علامی افضل خان شیرازی وزیر اعظم شاہجہان علمیت وفضیلت کا آفتاب تھا، مگر برہمن کی قابلیت کا قائل تھا، ایسے دربار میں ایک ہندی نژاد خصوصاً برہمن ذات کا اپنے فضیلت کے پروں سے اڑنا، اُن کی بے نظیر قابلیت کی ناقابل تردید شہادت ہے، برہمن اگر حساب وہندسہ، کارگذاری وایمانداری کے زور پر اس دربار کا رکن ہوتا، تو کچھ مضائقہ نہ تھا، جنرز زبان میں زبان دانوں کا ناطقہ بند کر دینا، اس کی معراجِ ترقی کا باعث ہوا، ہم نے "برہمن کی شاعری" کی نمائش گاہ میں برہمن کے نخریہ کلام کے کچھ نشتر بھی سجائے

---

[1] ناصر علی سرہندی کا بیان بحوالہ سرخوش صفحہ ۱۳۶ پر ملاحظہ ہو،

ہیں، ان کے چرکوں نے انصاف پسند اساتذہ کے قلوب پر گوکہرے زخم لگائے، مگر ان سے خون نہیں نکلا، بلکہ اس کے بجائے صدائے واہ نکلی، اگر اساتذۂ زمان برہمن کی فضیلت علمی و عملی کے قائل نہ ہوتے، تو اس کا کلام آگ کی نذر ہوتا، اور وہ دار کی آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ حسب درباری مشاعرے میں شاہجہان، برہمن کی گرمی کلام سے آتش زیر پا ہو کر اس کے قتل کے لئے حکم دیا چاہتا تھا، تو علامی مرحوم کے دل میں برہمن کی فضیلت نے اسی وقت جوش مارا، اور وہ سزائے قتل سے محفوظ رہ گیا،

برہمن مغلیہ سلطنت کے دارالخلافہ کے منارِ فضیلت پر کھڑا ہو کر اپنی صحت زبان اور خوبی کلام اور فضیلت کے زور پر دنیا بھر کے فاضلوں کو چیلنج دیتا ہے، دعوے ملاحظہ ہو کہ جس کا کوئی جواب نہیں دے سکا،

جز در برہمنے خوش سخنے تازہ ادائے　　طبع کہ کند سیر دریں تازہ زمینے

برہمن اپنی نکتہ دانی پر ناز کرتا ہوا، بڑے بڑے عالی وقار شعرائے نامدار کی مقدار علم و سخن کی قدر و قیمت کا حسب ذیل الفاظ میں اندازہ کرتا ہے، ۔

برہمن از سخن پنداشت، مقدار سخندانان　　گواہِ حال من کافیست طبع نکتہ دانِ من

رائے رایان کی شعرائے مشاہیر سے ملاقاتیں

آپ کی تصانیف سے آپ کی طبعیت کی معروفیت اور ملاقاتوں کا حال بخوبی روشن ہے، مصرع

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

وہ جہاں جاتے ہیں، اور جس سے ملتے دیکھے جاتے ہیں، وہاں سخن فہم و نکتہ دان اور درویش ہی نظر آتے ہیں، چند مشہور ملاقاتوں کا تاریخی حال تاریخ کی جان ہے، لہذا اسے بھی اسی قالب میں ڈھالا جاتا ہے،

اظہری سرہندی سے ملاقات کا حال تحفۃ الصفا میں ظاہر فرماتے ہیں :۔

"دریں صد سال باقدمائے اوایل عہد حضرت صاحبقرانی در قید حیات بود، برہمن عقیدت

کیش جریائے سخن است، در عہد عہد ملاقات او رسیدہ، صحبتِ رنگین داشت، با ذی صحبتہا قدیم و مجلس خانخاناں بود، اشعار خود را بمیاں آورد، و از طبقۂ اُمرائے حضرت عرش منزلت بیرام خان طبع رسا و فطرت بلند داشت"

ملا محمد شبیر لاہوری کے پاس بھی برہمن کی "انشا" مشہور رہی، حالتِ نزع میں ملاقات کے لیے گئے فرماتے ہیں:-

"از حوادثِ روزگار در عین جوانی ازیں سرائے فانی بعالم جاودانی شتافت، در ہنگام نزع آن مسافرِ بقا ایں خوشہ چین خرمن اربابِ سخن بر فاقت ملا محمد صالح منشی بہ رفت آں عندلیب گلشن فصاحت رسیدہ بود، بر مز دو ایما حرف بزد، بعد از لحظہ از خویش رفت"

برہمن و سعدی

زمانے گوش کن بر قولِ سعدی — چہ سعدی بلبلِ فرخندہ منقار

اسلامی بزرگوں کے نام اور کلام صحیح مذاق فارسی خوان طبقہ سے پوشیدہ نہیں، شیخ سعدی کا وجود انسانی فلاح و بہبود کا منبع تھا، جو گفتگو ادب و اخلاق سے مملو، جو بات جام آبحیات، دنیا میں ایسے ہی مصنفوں کا پیدا ہونا جائز ہے،

مندرجہ بالا شعرِ برہمن برہمن کی عقیدتِ سعدی کا پتہ دیتا ہے، اُس وقت آپکی نظر میں فارسی وغیرہ کے ہزار علما و فضلا رہتے، مگر اِس نکتہ رس نگاہ نے ایک سعدی ہی انتخاب کیا، یہ انتخاب بھی برہمن کے ادب و اخلاق اور اِن کے رجحانِ طبع کا پتہ دیتا ہے،

صوفی برہمن اور شرابی عمر خیام

در محبت ہوس جام و سبو نتواں کرد — تا بود خونِ جگر مے بگلو نتواں کرد

عمر خیام کی شہرتِ زندگی اُس وقت تک برابر دراز ہوتی چلی جائیگی، جب تک کہ محفلوں میں دخترِ رز رقص کناں رہے گی، جہاں اُس کا دَور، وہیں عمر خیام موجود، مغرب کا ہر شخص بغل میں بوتل رکھتا ہے، پھر وہ عمر خیام کا سا بادہ نوش کیونکر فراموش کرتا، کیونکہ اِس نے تو اپنی عادات کے تقاضے پر اُس

میخانہ میں دین و دنیا فروخت کرکے اپنی دستار و قبا بھی بیع کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، اور اس نیلامِ عام کی شہرت و منادی کا پورا پورا انتظام کردیا تھا کیونکہ اُس نے اپنا خمخانہ اِن رنگا رنگ کی بوتلوں سے ایسا سجایا تھا کہ یہ سلیقہ آجتک اہلِ مغرب بھی نہیں پا سکے'

حسرت موہانی دعوے کرتے ہیں کہ "برہمن کی رُباعیات میں عمر خیام کا رنگ ہے" مگر ہمیں حسرت سے ساقیٔ نقاد پر سخت تعجب ہے کہ اُس نے زمزم اور شراب کو ایک ہی پیالہ میں کس طرح بھرا، اور کس پیمانہ سے، سمجھ میں نہیں آتا کہ برہمن کی رُباعیات عمر خیام کی رباعیات سے کیوں تشبیہ دی گئی، جبکہ ایک کا مزا دائمی اور دوسری کا فانی ہے' ہمارے خیال میں عمرِ خیام کی محض شہرت ہی تشبیہ ناقص و بیانِ متضاد کے باعث ہوئی'

ہم نے محاکمہ شاعریٔ برہمن کی دور میں "شعرائے فارسی واُردو کی خرابات نشینی اور برہمن کا بائیکاٹ" کا بورڈ لگا کر شاعروں کی شراب نوشی اور صوفیانہ حالتوں کا بڑے ہوش و حواس سے معائنہ طلبی کیا ہے، اُس بزم میں اپنی ہم مشرب جماعت کے ساتھ عمرِ خیام بھی محوِ شغل ہیں، وہ محفل ملاحظہ کرنے کے قابل ہے، کیونکہ دل کھول کر مزہ چکھایا ہے اسلئے یہاں ضروری نہیں کہ اِن ہر دو کے جام پیش کئے جائیں، سرور کا اندازہ طبیعتیں خود کرلیں گی، اگر کوئی صاحب اپنی ہم مذہبی کے جوش میں کشیدہ خاطر ہوں تو اُنہیں ہماری طبیعتِ صافی کے آبِ خُنک کے دو گھونٹ سے اپنی تلخی دور کرنا چاہئے، اور کدورت نفع'

زبانِ برہمن و کلامِ شعرائے اُردو

رائے رایان کی نغمہ سرائی کے بعد فارسی و اُردو کے جس قدر مشہور شعراء ہوئے، تقریباً اُن سب کے گوش آشنا ہوئے، سب ہی نے آپ کے کلام و زبان سے مزا پایا، اور اپنا کلام آپ کی ایجادات سے گرمایا، یہ ایسا مضمون ہے کہ جس پر ایک جداگانہ مضمون کی ضرورت ہے، مگر چند تراکیب مضامینِ برہمن دل پر ایسی کھٹکیں کہ لکھے بغیر رہا نہیں جاتا، انصاف اہلِ انصاف کے ہاتھ ہے برہمن فرماتے ہیں:-

(۱) نہ صاحب زر و نے اہلِ دولت و جاہم کمالِ عزتِ من اینکہ بندۂ شاہم

غالب نے ایسا سرقہ کیا کہ خود بے مضمون رونے لگی، آپ اپنا رونا اس طرح روتے ہیں ؎

(۱) یہ کیا شرف ہے کم کہ ظفر کا غلام ہوں　　مانا کہ جاہ و حشمت و ثروت نہیں مجھے

(۲) بقدرِ حاجتِ خود ہر یکے طلبگار است (برہمن) جہانیاں ہمہ ہاستند در جہاں محتاج

غالب اپنی حاجت برائی مضمون، مضمونِ برہمن سے کرتے ہیں :-

(۲) کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند　　کس کی حاجت روا کرے کوئی

(۳) چشمِ تو تیغِ غمزہ چو بر یکدگر زند (برہمن) از دل بروں نرفتہ میانِ جگر زند

غالب برہمن کا تیر اپنے ترکش سے چلاتے ہیں،

(۳) دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی　　دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

ہر ایک شاعر نے برہمن کے کلام سے سرقہ کیا ہے، یہ موازنہ باعثِ طوالت ہے، اور انصاف کا خواہاں ہے سرقہ کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۴) تو دادی خطِ آزادی برائے سرو سوسن ہم (برہمن) گرفتی خطِ عہدِ بندگی از قمری من ہم

(۴) سروِ چمن بھی بندۂ آزاد اسی کا ہے (رند لکھنوی) جس رشکِ گل کا لالۂ داغی غلام ہے

(۵) چنانسے باید بتِ عشق زلفِ پریشاں دیدن (برہمن) صورتِ کفر در آئینۂ ایماں دیدن

(۵) دیکھا اس کے منہ پہ زلفِ سیاہ فام کے تئیں (خشونت رائے) کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

(۶) جو ہر چو نیست محبت بنگاں شاداب چہ سود (برہمن) چو سنگ ہم ترازو نے گوہر نشستہ

(۶) اہل کو صحبتِ نااہل سے نقصان نہیں (راجہ بلوان سنگھ) یعنی ہم پلہ ترازو میں ہے زر پتھر کا

(۷) گلِ رویش چو پیا دمیکر دیم (برہمن) از رشکِ خود را گلاب میدیدم

(۷) گومتی ہے گلاب کی صورت (اختر) او گلِ تر سے نہاتے سے

(۸) آتشکدۂ سینۂ ما بر سرِ جوش است (برہمن) تارِ مژہ بر دیدۂ ما شعلہ فروش است

(۸) سمجھ کے تازہ گرفتارِ گرمِ جوش مجھے (ناظم) بلا رہی ہے نگاہِ آتش فروش مجھے

(۹) ہرگز بشبِم مطلعِ صبح نمے رسد (برہمن) گوئی بشہر تیرہ دلاں آفتاب نیست

(۹) تیرہ دل کی بزم میں جامِ شراب آتا نہیں (نسیم لکھنوی) جانبِ ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

(۱۰) با عشق زد ورس چہ کند عقلِ دوربیں (برہمن) با آفتاب حاجتِ نورِ چراغ نیست

آگے اُن کے فروغ پانا (نسیم) سورج کو چراغ ہے دکھانا

(۱۱) تابِ ہجراں کسے سینے آرد (برہمن) مگر آں کس کہ آہنیں جگر است

پتھر کی اگر کہو تو میں ہوں (نسیم) فولاد جگر کہو تو میں ہوں

(۱۲) کجا وریغ کنندیم ناں زمن چو ہلال (برہمن) کسے کہ قرصِ تمامی بآفتاب دہد

قرصِ خور کو دیکھ کر سکیں رکھ مہمانِ صبح (نسیم) تا دہانِ شام پہنچا ہے رازقِ نانِ صبح

ہر چند نبنگِ خارہ سازم (برہمن) با سنگ دلاں چہ چارہ سازم

ہر چند جو اگلے اہلِ فن تھے　الخ (نسیم)

پنڈت دیا شنکر صاحب گلزارِ نسیم نظمِ اردو کے بادشاہ ہیں، کیونکہ نظمِ اردو میں گلزارِ نسیم سے بہتر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، آپ کا حق تھا کہ اپنے بھائی (برہمن) کی جدت آمیز ترکیبیں خوبی کے ساتھ استعمال میں لائیں، اور انہیں زبان اُردو کی ٹکسال میں ڈھال کر ملک بھر میں رائج و مروج کریں، چند دلچسپ مثالیں اِس لئے پیش کی مثالیں دی گئی ہیں،

فارسی زبان کے اشعار کا مقابلہ ایک طول عمل ہے، اور ہر ایک کی سمجھ سے باہر، اس لئے محض ایک ہی شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے، برہمن اپنا حساب دل سناتے ہیں ؎

(۱۳) نادان اگر ز لعل دہی درحساب نیست[۵۱]　تو دل شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

برہمن کا کیریکٹر

بر دستے بحر دلم موجِ مہر در جوش است　کجا بخاطرِ من بگذرد غبار کسے

حقیقی شاعر کے لئے یہ از بس ضروری ہے، کہ اُس کی زندگی و چال چلن دنیوی آلودگیوں سے قطعاً پاک ہے، کیونکہ شاعر حقیقۃً ایک ریفارمر ہے، اگر اُس کی ذات خود ریفارم سے خالی و ویران ہو، تو اُس کے کلام کا اثر انسانی مراحلِ زندگی کی رہبری سے بے اثر رہیگا،

[۵۱] – گر صد ہزار لعل دگوہر مید ہی چہ سود لا اعلم ازدل شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ لا اعلم

انسان کے لئے نہ روپیہ، نہ اختیار، نہ ہوشیاری، نہ شہرت، نہ آزادی، بلکہ نہ لیاقتِ علمی ایسی ضروری ہے، جیسی کہ نیک چلنی، اُس نے دُنیا داروں کو بیجا آزادی حصولِ زر سے بیزار کراتا ہے، اختیارات کا جائز استعمال سکھاتا ہے، ہوشیاری سے نیک کام بتلاتے ہیں، وہ آزادی کے شریفانہ راستہ پر چلاتا ہے، مذاقِ سلیم پیدا کرتا ہے، یہ نصائح اُسی وقت تعویذِ جان بن سکتی ہیں، کہ اُن پر نیک چلنی کا منتر پھونکا جائے، ورنہ اپنے ناقص چلن کے خلاف ایسے اچھے خیالات کی تلقین کرنا، سودا ہے پریشانی ہے، وہ شاعر جو خود شراب پیتا ہے، دوسروں کو ٹمپرنس کا شربت نہیں پلا سکتا، اور آجکل یہی شاعری ہے، رائے رایان کی لائف اور شاعری لکھنے کے بعد، یہ ضروری نہ تھا، کہ آپکے چال چلن کا کوئی خاص ہیڈنگ قائم کیا جاتا، مگر ہمیں اس میں دکھلانا ہے کہ برہمن کے کلام کی قبولیت اور اُس کے اثر کا کیا راز ہے،

اِس کی زبانِ قلم سے ایک لفظ ادا ہوتا ہے، دماغ رفتہ شگفتہ ہو جاتا ہے، جس طرح آفتاب کے طلوع ہوتے ہی تاریکی دُور ہو جاتی ہے، اُسی طرح اِس کا شعر پڑھتے ہی لذتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، طبیعت کثافت سے پاک ہو جاتی ہے،

اُس کے کام اور کلام سے پایا جاتا ہے، کہ وہ قانع اور صابر تھا، دُنیا کی ہر طرح کی برائیوں سے اُس کا دامن پاک تھا، لذتِ روحانی سے اُس کا ذائقہ کام و دہاں متلذذ تھا، جامۂ دنیا چاک کرنے پر تُلا ہوا تھا، کیونکہ خودداری اور غیرت نے اُس کے دل و دماغ پر بڑی شجاعت کے ساتھ قبضہ پا رکھا تھا، دماغی ضعف اور مکروہاتِ زمانہ کے اجتماع نے اُس کے دلِ صافی پر خاص اثر کیا، اور شہزادہ دارا شکوہ کے واقعۂ قتل کے بعد اِس گردشِ گردوں کی ہرزہ گردی نے راجی کے ٹھاٹھ کاٹھ کی ہنڈیا سمجھائے اور اُس کا انجام وہی ہے، کہ جو ہر دانشمند نیک چلن کے مانند میں ہے، وہ تارک الدنیا ہو کر کاشی جی چلے گئے، اور اپنی بقیہ عمر عبادات و ریاضات میں صرف کی کہ جو اُن کے لئے موزون تھی،

لکھا ہے کہ وہ جب کاشی جی قیام رکھتے تھے، تو منی کرن گھاٹ کے کنارہ ایک

جمن کی کٹیا میں رہتے تھے، صبح اشنان کرکے جب بھجن پاٹ سے فارغ ہو جاتے تھے، تو قلم دوات لے کر دریا کے پار چلے جاتے تھے، اور آدھی رات کے بعد واپس آکر کچھ کند مول کھا کر پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے، دہلی میں شاہجہان بادشاہ کی بادشاہت میں بادشاہی کے مزے لوٹتے تھے، وہاں کشورِ دل کے بادشاہ بن کر دونوں جہانوں کی بادشاہت فرمانے لگے، نہ کسی کو سلام نہ پیام نہ اُودھو کا لین نہ مادھو کا دین، چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

ترا از گردشِ گردوں ہرزہ گردے چہ باک　　اگر بکشورِ دل آرمیدہ بنشینی

یہ شعر عہدِ مذکور کی ہرزہ گردی اور اپنی گوشہ نشینی کی سچی تاریخ بیان کرتا ہے،

خاکسار بہار رسنامی

کُلیاتِ برہمن

نقّادیٔ نقدِ سُخنِ برہمن

(بہار بزم نثر)

جواہرِ نثرِ رائے رایان گو ہم اپنی بے بضاعتیٔ علم سے رائے رایان کے اقسامِ سخنوری پر مفصل و جامع مضمون نہیں لکھ سکے، مگر تاہم جس قدر لکھا جانا ضروری تھا، لکھا گیا، اگر کوئی صاحب ہمت ہوگا یہ کمی وہ پوری کرے گا،

عطیۂ الٰہی کا یہ قاعدہ کُلیّہ ہے، کہ اگر کسی کو کسی خاص علم و فن کا ماہر بناتا ہے، تو دوسرے علوم سے بے بہرہ، مگر مستثنیات ہر جگہ ہیں، صدیوں بعد دُنیا میں ایک ایسا شخص بھی پیدا کیا جاتا ہے، کہ ہمہ دان ہو، اسی طرح سے جو صاحبِ قلم، نظم لکھ سکتا ہے، نثر کے میدان میں رہ جاتا ہے، اور جو نثر کا شہسوار ہے، وہ عرصۂ نظم میں اپاہج ہے، سخندانی کی اقلیمِ اوّل قلمرِ نظم ہے، اور اقلیمِ دوم نثر، وہ باغ ہے، اور یہ صحرا، دونوں میں جو فرق ہے، ظاہر ہے، جس قدر شعرا گذرے ہیں، اُن کی نثر کا پتہ نہیں، اور کیں طرح ہو، جبکہ وہ لکھ ہی نہیں سکے، دُنیا نے ایک سعدی پیدا کیا، جو نظم و نثر دونو لکھ سکتا تھا،

برہمن دراصل قلمرِ نثر کے شہنشاہ تھے، مگر طبیعت کی موزونی اور صحبتوں کی یکجائی نے نظم لکھنے کے لئے آمادہ کیا، اس پر ایسا لکھا کہ جیسا حق تھا، اور اِس قدر لکھا کہ دوسرا لکھ نہیں سکا، گو آپ کی تمام تصانیفِ نثر ہمیں نہیں ملیں، مگر جس قدر ملیں، اُن کا تقاضا ہے، کہ مجموعہ کلامِ نثر یعنی بہارِ بزمِ نثر کا انتظار نہ کرتے ہوئے، یہاں آپ کے کلامِ نثر کے بھی چند

نمونے پیش کئے جائیں، اور دکھلایا جائے کہ اگر اہلِ سخن کچھ لکھتے ہیں، تو اس طرح لکھتے ہیں، ورنہ خاموش رہتے ہیں، برہمن: نقشِ معنی کجا تواند دید ؛ دیدۂ آنکہ کہ بے بصراست

رائے ایان کے کام و کلام کی خوبی انکے تفہیم و ضبطِ مراتبِ سخن پر ہے

ہر سر زباں برمز ادا گذرد سخن
اما میانِ اہلِ سخن این ادا کم است

دنیا میں ہر شخص سخن کا دعوے دار ہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی ہر جنسِ زبان سے نکلتے ہی ادنیٰ داموں پر بازاروں میں فروخت ہو کر پوڑیاں باندھنے کے کام آتی ہے، یا زبان سے نکلتی ہے اور ہواؤں میں اڑ جاتی ہے، اگر بازارِ نقادی میں آتی ہے، ناقص سمجھی جاتی ہے، اور کچھ قدر و قیمت نہیں پڑتی، درحقیقت "کلام" وہی ہے کہ جس میں کلام نہ ہو، اور مقبولِ عام ہو، مگر یہ نعمت حکمِ عنقا رکھتی ہے،

ضبطِ مراتبِ سخن پر اہلِ سخن درکنار ادنیٰ عطاردوں کا مذاق بھی لکھنے سے نہیں چوکے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس متعلق اور دقیق مضمون پر کوئی بھی حاوی نہ ہوا، باقی جو کچھ ہے لاف و گزاف سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا،

میر حسن نے بھی اپنی مثنوی میں جسے اس کے ممدوح سحرالبیان لقب دیتے ہیں، اور جو ادبِ اردو میں بے مثل بیان کی جاتی ہے "تعریفِ سخن" کی سرخی سے "سخن" کی تعریف کرنا چاہی ہے، ملاحظہ ہو:-

در تعریفِ سخن

(۱) پلا مجھ کو ساقی شرابِ سخن　　کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
(۲) سخن کی مجھے فکر دن رات ہے　　سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
(۳) سخن کے طلب گار ہیں عقلمند　　سخن سے ہے نام نکویاں بلند
(۴) سخن کی کریں قدر مردانِ کار　　سخن نام ان کا رکھے برقرار
(۵) سخن سے وہی شخص رکھتے ہیں کام　　جنہیں چاہئے ساتھ نیکی کے نام

(۶) سخن سے سلف کی بھلائی رہے		زبانِ قلم سے بڑائی رہے

(۷) کہاں رستم وگیو و افرِ اسیاب		سخن سے رہی یاد یہ نقلِ خواب

(۸) سخن کا صلہ یار دیتے رہے		جواہر سدا مول لیتے رہے

(۹) سخن کا سدا گرم بازار ہے		سخن سنج اِس کا خریدار ہے

(۱۰) رہے جب تلک داستانِ سخن		الٰہی رہیں قدر دانِ سخن

سخنور اور سخندانِ انصاف پسند اصحاب بھی میر صاحب کے یہ دس اشعار پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے کہ میر صاحب نے دُنیا کی معلومات میں کوئی اضافہ کیا، اور ہر شخص سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے سخن کی کیا تعریف کی؟

پہلا شعر دعائیہ ہے، سوائے شراب اور رباب کی قافیہ پیمائی کے کوئی مطلب نہیں،

دوسرا شعر اپنی مصروفیات و مشاغل پر لکھا ہے "اور کیا بات ہے" کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا، ہاں "رات" کا قافیہ درست ہے، زبان بازاری ہے، ایسا ہی یہ تکیہ کلام،

تیسرا شعر، ادنیٰ خیالات کا مرجع ہے، کیونکہ عقلمند "سخن" تو کیا، دُنیائے فانی کی کسی شئے کے طلبگار نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو دُنیا کی ہر شے کے ترک کرنے میں عقلمندی ظاہر فرماتے ہیں، دوسرا مصراع اصولِ عام کے خلاف واقع ہوا ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ سخنور نیک ہو، کیونکہ نیکی اَور چیز ہے، اور سخنوری اَور چیز، اِس دلیل میں سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں،

چوتھا شعر، میر صاحب کی غرض و غائت ہے، اور حکمرانِ وقت کی خوشامد بے جا، برائے حصولِ زر، اور یہی خواہش شعرا کو ذلیل و رسوا کرتی ہے،

پانچویں شعر، کا مفہوم تیسرے شعر میں آچکا، محض تکرار بیان ہے، اور وہ بھی بے لطفی کا،

چھٹا شعر، بھی اصولِ سخن کے سخت خلاف واقع ہوا ہے، کیونکہ سخن سے بھلائی ہی قائم نہیں رہتی، بلکہ بُرائی بھی قائم رہتی ہے، جیسا کہ فردوسی کی سخنوری کی بدولت رستم کی بھلائی کے ساتھ شغاد کی بُرائی کی یاد قائم ہو گئی، یا حسنؓ حسینؓ کی نیکی کے ساتھ

شہرا اور ہر بد بلیکی بدی دلوں پر نقش پاگئی' میر صاحب فردوسی خیال میں رکھ کر لکھتے ہیں' کہ فردوسی کی وجہ سے سلف (گذشتہ) کی بھلائی رہی' کس قدر ناقص و نامکمل بیان ہے' وہ اپنا مفہوم اپنی کمزوری زبان سے ادا نہیں کر سکے' محض لفظ "سلف" بمعنی انسان یا زمانہ کہیں نہیں آیا' تا وقتیکہ سلف کے ساتھ "بزرگان" یا "زمانہ" کے الفاظ ایزاد نہ کیے جائیں' یہ معنی پیدا نہیں ہو سکتے'

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر سخن کی تعریف میں شمار ہو سکتا ہے' یہ تو ثمرۂ سخن ہے نہ کہ سخن کی تعریف' بہتر ہوتا کہ اس شعر کے اعتبار پر شرحِ مضمون "تعریفِ سخن" کی بجائے "ثمرۂ سخن" لکھتے'

ساتواں شعر چھٹے شعر کی شرح ہے' اور فردوسی کے تاریخی بیان کی زبردست تردید' اس شعر کا بھی جو شرحِ مضمون سے تعلق ہے' وہ محتاجِ بیان نہیں'

آٹھویں شعر میں لفظ "بار" کی بھونڈی کھپت میر صاحب ہی کا حصہ ہے' اس شعر کے ہر دو مصرعے اُن کے غلط دعوے کی صحیح شہادت ہے' دراصل وہ ایسی تعریفِ سخن لکھ کر حکمرانِ وقت کو اپنی مالی امداد پر اُبھارنا چاہتے تھے' فردوسی کی سخنوری کا قصیدہ پڑھے جانے کے بعد آپ کے اگلے شعر میں واقعات کے خلاف سراپا غلط دعوے باندھنا کہ "سخن کی ہمیشہ قدر ہوئی ہے' اور سخنوروں کو مالا مال کیا گیا" دروغگو را حافظہ نباشد کا مضمون ہے' لیکن ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ حافظہ کا قصور نہیں' میر صاحب خوب جانتے تھے کہ بیچارہ فردوسی تیس[۳۰] سالہ محنتِ شاقہ کے بعد مایوس و ناکام رہا' ناقدردانی و بد عہدی کا شکار ہوا' سخن کا صلہ ملنا' اور محمود کا جواہرِ سخن مول لینا تو درکنار' قول و قرار سے بھی انحراف کیا گیا' میر صاحب اگر سخنور ہوتے تو ایسی فاش غلطی نہ کھاتے ؎

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند　　　برآرد طمع مرغ ماہی بہ بند

نواں شعر سخن کی بدترین مٹی پلید کیے جانے کی شہادت دیتا ہے' کہ جس کی بنیاد

اورنگ زیب کی خرابی کے بعد تمام بہار سخنوروں نے ڈالی، یہ شعر واقعات کے خلاف لکھا گیا ہے، اور غرض وہی ہے، آٹھویں شعر کا پہلا مصرع اور اس کے دوسرے مصرعہ میں اجتماعِ ضدین ہے، اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں، کہ کیا یہ شعر تعریفِ سخن میں داخل ہو سکتا ہے،

دسواں شعر بھی وہی اپنی خواہشِ زر کا اظہار ہے، اور کچھ نہیں، دوسرے مصرع میں "حبِ تلک" کا جواب نہ آنے سے آپ کی کمزوریٔ بیان ظاہر ہے، اور محض لفظ "نہیں" لکھے جانے سے آپ کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا، تاوقتیکہ اس میں الفاظ "موجود" یا "قائم" یا "پیدا" اضافہ نہ کئے جائیں، آپ کا تعریفِ سخن پر نہیں، بلکہ ثمرۂ سخن پر دس اشعار کا یہ قصیدہ پڑھنے کے بعد اگلی سطروں میں شاہِ وقت کی تعریف کر کے وزیر کی سخاوت کا مبالغہ آمیز ذکر کرنا آپ کی غرض و غایت کا پتہ دیتا ہے، ایسے ہی آپ کی مثنوی ہزار ضروری الفاظ ایزاد کئے جانے کی ضرورت رکھتی ہے

اب ہم میر صاحب کے "تعریفِ سخن" کے موازنہ کے لئے رائے رایان کے کلامِ نثر سے چند سطور سخن کی تعریف میں اقتباس کرتے ہیں، اس کا فیصلہ اہلِ انصاف کے ہاتھ ہے،

ضبطِ مراتبِ سخن برہمن

اگرچہ سخن از ہر جنس درمیان است، اما سخنے کہ در آں سخن نباشد، بسیار کمیاب و کمتر بر زبان است، سخن ہماں است کہ اہلِ عرفان گویند، اوّل سخنِ ایں طائفہ آنست کہ سخن نگوید اگر گوئی چناں گو کہ از بابِ حال گفتہ اند، اگرچہ غرضِ اصلی سلوک و رزیدن است و کیفیت آن علٰحدہ از قیل و قال در آخر حال واضح میگردد، اما تا وصول بآں مقام و عروج بآں درجہ، پاسِ مراتبِ سخن از شرائط است و حفظِ سخن از واجبات و عالم از سخن پرست و سخن در عالم فراواں سخنوراں ہر یک شیفتۂ بقدرِ حالِ خود گفتہ گذشتہ اند و ہنگامۂ وقت را بسخنوری و سخندانی گرم داشتہ، در ہر حرف چراغِ دانش افروختہ، در معنی ہمیں گفتگو تمام نشود، سخن در سخن بسیار است، نہ ہر سخن داخلِ سخن است، و نہ ہر زباں آور سخنگو باشد خالی از مغز علم بودن و لاف از حقیقت زدن نہ از دانش بود، علمِ خاص را علامت دیگر و ایں نشاء کیفی بلند تر باطن آں را کہ از خمخانۂ حقیقت جام محبت دادند بہ نشاءِ ابدی سرخوش گرداینده اند، و ہوشیار آیند ساختہ" یہ کیسا فقرہ ہے کہ جو مراتبِ سخن کے اظہار سے خالی ہے

علم و عمل پر فلسفیانہ بحث

علم و عمل پر ابتدا سے بحث ہوتی چلی آئی ہے، اور انجام کار سب نے یہی کہا، جو برہمنوں نے کہا ہے

کفر بے رشتۂ زنار نمے آید راست ''کار کن کار کہ گفتار نمے آید راست''

رائے رایان نے اس مضمون پر ایسی جامع فلسفیانہ بحث کی ہے، کہ سننے سمجھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے، اگر اہلِ دنیا یہ راز سمجھ لیں، دنیا کما لیں اور دین کی راہ لیں، اس لئے ہم اپنے گمراہ بھائیوں کی خاطر رائے رایان کی عملی مشعل روشن کرتے ہیں، اے رہروانِ راہِ عمل و علم موٹر کی رفتار سے نہیں، بلکہ بیل گاڑی کی رفتار سے یہ منزل کٹھن طے کیجئے، اور سفر کی بہار کے لطف لئے بغیر منزل پر پہنچنے کا نام نہ لیجئے،

''فرقہ برایں رفتہ اند کہ علمے بعمل گراید، ہماں علم بکار آید، و طائفہ میگویند کہ ما آں علم میخواہیم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد، ہر دو درا نظر مطلب است، اما آنچہ اربابِ سلوک گویند ایں است کہ اول علم بعد از آں عمل و پس از عمل عرضِ حال دانستن و علم مطلوب بہم رسانیدن است، من فدوی آں علم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد، جمع دیگر گویند کہ عمل باد، گو علم مباد، و بعضے برایں اند کہ علم بے عمل حاصل نشود، لیکن باشد کہ سعادتمندی محض موہبتِ خاص بے تعبِ کسب و ارتکابِ ریاضت بہ مطلب رسد، و سراز مقامے برآورد، اگرچہ کرم او را سبب در کار نیست، اما بمقتضائے حکم ذاتش درست اسعی را در حصولِ مطالب دخل تمام است''

(حصولِ علم و عمل، تحصیلِ علم)

رائے رایان کی عمر شریف و گرامی

جو دانشمند اپنی عمرِ گرامی کی قدر پہچانتا ہے، اور کوئی لحظہ بیکار نہیں کھوتا، اس کی عمر ''عمر گرامی'' کہلاتی ہے، ورنہ دنیا کے بیکار و بے شغل دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں، کہ کسی طرح دن تمام ہوا اور رات ختم ہو، کیونکہ ان سے دن رات نہیں کٹتے، رائے رایان ان کے شغلِ بیکاری کے لئے یہ نکتہ ذہن نشین کرتے ہیں :۔

''آدمی اگر بداند کہ ہر روز چہ جمع میکند و چہ خرچ نماید، بحیرت فرو رود، و بہ ندامت درماند، نقد

بے عوض و بے بدل عمرِ شریف است، کہ رائیگاں صرف میشود، و جرم دلاوِری چنداں است کہ
در تجارتِ روزگار سرمایۂ خود را بباد دہد، و متاعِ کاسد را بہ بازار آورد"

دیگر

"حکیمِ عقل دُور اندیش آنست کہ پیوستہ نظر بر اصل کیفیتِ حال داشتہ خلاصۂ اوقات را مصروف
بتحصیل کسبِ کمال باید نمود، و عمرِ گرامی را عزیز دانستہ ہر لمحہ کہ ہست، در پاسِ مراتب وقت آنست"

مذمتِ تضیعِ اوقات

برہمن جو وقت کا قدر داں تھا، اُس کی زبان سے تضیعِ اوقات کی مذمت بھی ضرور سننا چاہئے :-

"اے عزیز عمرِ عزیز بفکرِ کوتاہ بسر آمد، درہ بجائے نبرد، و غیر از ندامت و تحیر و تاسف حاصل گشت
حیف از تضیعِ وقت کہ عین وجودِ عین یافتہ است، ہر کہ دریں یافت یافت، ہر کہ نیافت نیافت،
وبالِ عظمیٰ است، بر آدمی زاد، خدا اغریقِ بحرِ رحمت بحر کند، نواب جنت مآب قدرداں علامۃ العصر
و الدہر اں افضل خان را اگر حرفے از مقامِ نادانی بگوشِ حقیقت نیوشِ ایشاں میرسید، آں را
بمقتضائے ایں دو مصرع کہ از طبعِ ناقص ایں نیاز مند سرزدہ عمل مے فرمودند،

بیت

صفیرِ عندلیب از جا بر دایل محبت را | کہ حرفے گفتنا دانی بدل دو نا زند ناخن

روزے ایں ضعیف شکستہ دل در خدمت آں مرحوم دانشور ہنگامۂ سخن را گرم داشتہ، ایں معنی را
درمیاں داشت، کہ تضیعِ اوقات شدید تر است، از مفارقتِ روح، زیرا کہ آں بر بدن است،
از خالق و ایں رمیدن است، از خلائق،

بیت

بگوسیند از سر بازیچہ حرفے | کز و پندے نگیرد صاحبِ ہوش

نوابِ غفراں پناہ را بمجرد استماعِ ایں سخن کہ ناخن بر دلہائے آشنا میزند، حالِ دگرگوں شد و باختیار
اشکِ ندامت کہ نتیجۂ رقتِ طبع و حاصلِ صفائی باطن است، بجنۂ از حاسے بجائے منتقل گردید، از

انتہا تا چند و چوں نویسد کہ دفترہا سیاہ و عمرہا کوتاہ شد سخن بجائے نرسید، مصرع

ہزار نسخہ نوشتند بیش ازاں باقیست

طریقِ اعتدال پر موثر تقریر

اعتدال کے سب گیت گاتے ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے، افراط و تفریط کے گڑھے میں گر جاتے ہیں، رائے رایان اِس غار سے اِس طرح نکالتے ہیں، وہ اپنے بھائی اودے بھان کو عقل دیتے ہیں:

"دلِ دانا و گوشِ شنوا، وچشمِ بینا وتنِ توانا نصیب باد، کمالِ دانائی آنست کہ در نشیب و فرازِ مرحلۂ روزگار بمقتضائے عقل دوربین راہ باید رفت، و باوجودِ خرد درست معترف بعجز و قصور و نادانی خود باید بود، و بینائی چشم عبارت از آنست، کہ نمود سبے بود روزگار را بدیدہ یقین ملحوظ نمودہ، بفریب این عروسِ پُرنقش و نگار از جا نباید شد، و گوشِ شنوا مراد از آنست کہ مواعظِ بزرگاں و پندِ اربابِ خرد را بگوشِ ہوش جا دادہ، از طریقِ اعتدال تجاوز نباید نمود، و تنِ توانا محض از برائے آں مطلوب است کہ خللے در ارکان وجود راہ نیابد، و سلامتی طبع و درستی مزاج و تازگی دماغ باعثِ ظہورِ کارہائے شگرف گردد"

این نیاز مند با وجودِ عدم خرد و آگاہی محض بمیں صحبتِ بزرگانِ پاسِ این مراتب دانستہ، سررشتۂ اعتدال را از دست نمیدہد، باشد کہ بمرورِ ایام سر از مقاسے برآورد"

رائے رایان کی ترکِ آرزو

رائے رایان کی تحریر کا اثر محض اِس وجہ سے ہوتا ہے، کہ آپ جو لکھتے ہیں، اپنے عمل اور تجربہ سے لکھتے ہیں، وہ محض لیکچرار نہیں، بلکہ عامل ہیں، اور سختی کے ساتھ، وہ دُنیا داروں کو دھوکہ سے اِس طرح بچاتے ہیں:-

"خوشا شاہبازانِ بیدار مغز کہ نکہتِ گلستانِ تمنا بمشامِ استغنا شاں نرسیدہ، ونسیم بوستانِ تعلق بر حدائقِ آمالِ شانِ نوزیدہ، ہمیشہ در گلشنِ یکرنگی و بہارستانِ یک جہتی بانتعاشِ حیاتِ دوامی زندگانی کنند و چو سر بگریبان و پا بدامان کشیدہ، در عالم

کثرت تماشائے جلوۂ وحدت نماید، چوں رہرو نے وادیٔ اخلاص قدم براہِ گذارد، و عزم درست و صفائی عقیدت رفیقِ طریقِ او شود، و نقش پائے رہنمائے او گردد، چراغِ شبِ تارِ حوادثِ روزگار چشمِ دوربین آنست، و آفتابِ صبحِ دولت و کامرانی، دلِ خرد گزیں سراب در چشمِ لب تشنگانِ غلط بیں جلوۂ آب دہد، و آب در دیدۂ کوتاہ نظراں سراب نماید"

رائے رایان کی تدبیر و تقدیر

اگر آدمی تدبیر میں رہ کر تقدیر پر شاکر ہو، تو آدمی بن جائے اور دنیوی مشکلات و آلام سے نجات پا جائے، یہ طریقِ نجات رائے رایان سے سنئے :-

"چوں مُہرۂ اختیار در ششدرِ تقدیر است الیس ہر نقشے کہ بر تختۂ حال بنشیند، بر وقع بود"

فروتنی و انکسار رائے رایان

رائے رایان کا معراج دینی و دنیوی، صورت و معنی اُن کے عجز اور فروتنی کا ثمرہ ہے، کہ جو اُن کی ہر ایک گفتگو اور تقریر کا طرۂ امتیاز ہے، آپ کی کل تصانیف دیکھ لیجئے، نمود و نمائش، تعلّی و خود بینی، غرور و نخوت کا شائبہ تک نہیں، دین و دنیا کے فتح کرنے کے لئے وہ یہی وعظ فرماتے ہیں، ذرا وہ الفاظ سنئے کہ جو اُن کی تحریرات کا جزوِ اعظم ہیں :-

"فرقۂ شکستہ رقم گردانیدہ باصلاح برسانند کسبِ سعادت نمود، امید نیاز مند کہ از بندہائے تربیت کردہ، این ذرۂ بے مقدار، قلم شکستہ رقم، نظر بر بیت بیشتر بریں مورِ ضعیف بود، باصلاحِ حضرتِ مجلسِ سامی درآید، استدعا اصلاح نماید، غزلے کہ درینولا از طبعِ ناقص سرزدہ بودہ این است، باصلاح منت بریں نیاز مند گذارند، تحفہ بذیرکلک نیاز گشت، این حقیر" وغیرہ وغیرہ

رائے رایان کا نظارۂ گلشن صبح

دورِ حکومتِ مغربی، شاہِ شرق کی ذرہ نوازیوں سے بہرہ ور تا رہے، اور یہی باعث اوبار ہے، اس دولتِ بیدار کا دیدار وہی بیدار بخت دیکھتا ہے، جو صبحِ صبح وقت پیدا ہوتا ہے، اے خفتہ بخت ہندیو! اٹھو! دیکھو رائے رایان تمہیں کن میٹھے سُروں سے جگاتے ہیں، اٹھ کر نظارۂ گلشنِ صبح

کی بہار لُوٹو :-

پیش از آنکہ شعاعِ نیّرِ اعظم زمین و زماں را در گیرد، و زمزمۂ مرغِ سحر بر دلہائے اربابِ حال ناخن زند؛ بہ نسیمِ دلکشائے و رائحۂ عطر افزائے گلشنِ صبح سر از بسترِ خواب بر داشتہ نظارگیِ ایں گلستانِ پُر رنگ و بُو باید کشید، خوشا حال کسے کہ سر رشتۂ وقت را در دست داشتہ، پاسِ ایں دولتِ بیدار بدارد، و ہر دم حال را ناپائدار تر از ماضی دانستہ دم واپسیں شمارد"

شبِ ماہ رائے رایان

شبِ ماہ دُنیا میں اگر کسی کو پیاری نہیں، تو وہ چور ہیں، مگر ہمارا اُن سیاہ دلوں سے خطاب نہیں، مخاطب کرتے ہیں، ہم اُن روشن دلوں کو جو نورانی رات کا لُطف اُٹھانا جانتے ہیں، رائے رایان سے بڑھ کر ان راتوں کے لطف کا مزہ لوگوں نے کم لیا ہوگا، اِس کی کیفیت رائے رایان سے سُنئے :-

"امشب چہاردہم ماہ است، و ایں شب را در لیالی و ایام منزلتے دیگر است اما عالم افروز رتبۂ کمال در یں شب بہم رساند، و دم مساوات بصبحِ نورانی شام میزند. بازا بہ چراغ کہ رونقِ معمورۂ روزگار است، در پیشِ روشنئ ایں شب کاسر است، و آفتابِ منیر کہ ظلمت زدای آئینہ جہاں است، فروغ جاودانیش شب وام مے گیرد، و جمعی بشاہدانِ ہلال ابرو و دلبرانِ ماہرو سے بگردشِ جام گردشِ فلک را بکامِ خود میدانند، و جمع بفروغِ خاطرِ نورانی صحبتِ روحانی داشتہ، مطالباتِ صوری و معنی را در آئینۂ ضمیر مشاہدہ مینمایند. کہ باتفاق یکدگر در حریمِ یک رنگی تماشائے ایں شبِ نورانی نماید و دیدہ بر چہرۂ مقصود کشاید، یقین کہ قدم در راہ خواہند گذاشت، و نظر براہ خواہند داشت"

رائے رایان کی شبِ باران

ہندیوں کے پژمردہ دل اب اِس قابل بھی نہیں رہے کہ کیفیاتِ قدرت سے حظ اُٹھا سکیں، جو نظارے جذباتِ انسانی کو حرکت میں لاتے تھے، اب وُہی نظارے اُنہیں پریشان اور بے چین کئے ڈالتے ہیں، یہ افسردگی دُور کرنے کے لئے نسخۂ رائے رایان قابلِ استعمال ہے اور

شرابیوں کے لیے خصوصیت سے'

"شبے از شبہائے شہریور ماہِ الٰہی کہ چشمِ فلک چوں دیدۂ مشتاقاں گہر ریز درخشاں بود، و صدائے رعد و صاعقۂ خروشِ ابرِ باراں، دلوائے مرغانِ چمن دلہائے افسردہ را بجنبش در مے آورد، از غایتِ ظلمت و نہایتِ تیرگی آفتابِ جہاں افروز راہِ صبح را گم کردہ، در کوچۂ شب میگشت، بیادِ صحبتِ گرامی آں آفتابِ صبحِ محبت و خورشیدِ خاورِ مودت صبح آسا چاک گریباں زد"

سخنِ ہیچمدان بسنجِ ہمہ دانان من سنجن (برہمن) سخنِ ہم سخنِ من با وحی دارم

کلیاتِ برہمن

نقادیِ نقدِ سخنِ برہمن

یعنی

برہمن کی شاعری پر ایک منصفانہ زبردست محاکمہ

اشعارِ آبدارِ برہمن چو گوہر است

پُر کردم از جواہرِ معنی سفینہ را

از منہ قدیم وجدید کی شاعری

خاکسار بہار' عام شاعروں کی طرح شاعری پر کوئی ہزار داستان یا گلدستہ لکھنا نہیں چاہتا' مگر اس قدر ضرور لکھنا چاہتا ہے' کہ حقیقی شاعری وہی ہے' کہ جو انسان اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نکلے' بلبلانِ ہند چہچہاتے ہیں' کہ وہ چند الفاظ ہیں' کہ جن سے بے حس ہستی بھی محوِ لذت ہو جائے' یا لفظوں کی ترتیب ہی ایسی ہو کہ صفحے بھی اُن کی تشریح نہ کر سکیں' شاعری ایک ایسا اثر ہے کہ منقش طبیعی کہ جو فولاد جگر پر بھی اپنا سکہ جما دیتی ہے' بلغانِ عرب اطلاع دیتے ہیں' الشعراء تلامیذ الرحمٰن' شعر شاگردِ خدا ہند فاصل فارسی

کارلائل لکھتا ہے، کہ "شاعری ایک موسیقانہ خیال ہے" جانسن کے نزدیک قوتِ متخیلہ کے توسل سے انبساط اور حقیقت کو ملا دینا ہی شاعری ہے"، سینٹ کٹس لکھتے ہیں کہ "اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ شاعری کیا چیز ہے، میں کہوں گا کہ میں نہیں جانتا، اگر مجھ سے نہ پوچھو تو مجھے معلوم ہے"، شیلی شرح کرتا ہے کہ "شاعری میں قوتِ متخیلہ کا انکشاف ہے"، مگر سکن کا بیان دل پر چوٹ مارتا ہے، وہ پتہ دیتا ہے کہ "شاعری انسانی قلوب کے لئے ان امور میں تسکین دہ ہوتی ہے، جن کا فطرت نے کوئی انسداد نہیں کیا"

دراصل حقیقی شاعری ہماری نگاہوں میں وہ تجلی پیدا کرتی ہے کہ جس سے ہم حقیقی حسن کی جلوہ افروزیوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں، اور روحانی انکشافات کے دروازے ہمارے آگے کھل جاتے ہیں، وہی حقیقی شاعر ہے کہ جس کے قلم میں مشاہدات کے ادراک کی قوت ہو، اور ایسی طاقت رکھتا ہو کہ اپنے مشاہدات اور محسوسات، جذبات اور کیفیات ایسی دل آویزی سے بیان کرے کہ ہمارے دل و دماغ میں تصویر کھنچ جائے، اور ہمارے جذبات مشتعل ہو جائیں، شاعری دراصل جذبات کے مشتعل کرنے کے لئے رشیوں نے وضع کی تھی، اور اس کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے کہ کلام ربانی طبائع انسانی جلد از جلد قبول کر لیں، اور اپنے حافظہ میں بھی محفوظ رکھ سکیں، کیسا پاکیزہ خیال تھا،

شاعری دراصل ایک آگ تھی، کہ جس سے ہوَن کی آگ سلگائی جاتی تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جس سے مخربِ صحت تباہ کن جراثیم تباہ و پامال کئے جا کر پاک و صاف مطلع پیدا ہو جاتا تھا، ابرِ رحمت نزول فرماتا تھا، دل و دماغ تازہ کئے جاتے تھے، اور بجھے ہوئے دل شگفتہ کئے جاتے تھے، اس کے روحانیت کی دلپذیر غذا اکٹھا کی جاتی تھی، مگر اب وہی آگ انگریزی تہذیب یافتہ شہروں کی طرح غلاظت جلانے جانے کے کام آتی ہے، جس سے خوفناک جراثیم پیدا ہوتے ہیں، مطلع زہر آلود ہو جاتا ہے، بارش رک جاتی ہے، دل و دماغ پراگندہ ہو جاتے ہیں، اور شگفتی پژمردگی میں تبدیل ہو کر ایک عام نراجی ابتری پھیلتی ہے، ابتدا یہ

اور انتہا یہ ہے غرضیکہ اس شاعری سے بڑھ کر اب اور کوئی مخرب اخلاق نسخہ نہیں'

خصوصیات کلام برہمن

طوطی شکر فروش دکانِ زبانِ من
بلبل نمک چش نکرافشانی منست

برہمن کی شاعری پر تنقیدی نظر ڈالنا حقیقۃً کچھ آسان کام نہیں' اُن کا انوکھا طرزِ بیان عشق' مذہبی شغف' خوبیٔ سخن' رموزِ الٰہی' اسرارِ خفی و جلی' جدت طرازی' بلند پروازی' فہم رسا' رفعتِ فکر' عظمت تخیل' معلومات' پتہ کی باتیں اور صنائع وہ چیزیں ہیں' کہ جن کا مصنف کی منشا کے موافق سمجھنا' اور اپنے الفاظ کے ذریعہ بیان کرنا' ہماری استعداد سے بالاتر ہے'

غالب اسلامی حکومت کے چراغ گل ہو جانے پر بھی کہا کرتا تھا کہ " ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں وید مقدس' دیوانِ غالب" لیکن حقیقت کے مقابلہ میں شرابی کی یہ ایک بکواس ہے' وید مقدس کی ایک ریچا بھی اُس کے خاندان نے نہ سُنی ہوگی اُس کا یہ دعوے ایک احمقانہ دعوے ہے' اگر وہ اپنے دیوان کو قرآنِ شریف کا ہم پلہ ٹھیراتا' فتویٰ کافر قرار دے کر حماقت کا مزہ چکھا دیتے' اُس نے دعویٰ دراصل یہی کیا ہے' مگر کنایہ میں' وید مقدس کون سمجھا سکتا ہے' اور کون سمجھ سکتا ہے'

لیکن ہم کلامِ برہمن کی نسبت کہ وہ فارسی زبان میں ہندیوں کا ایک شاستر ہے ایسا کہہ سکتے ہیں' اور اس میں وہ سب راز و نکات پنہاں ہیں کہ جو اُن کے شاستروں میں تلقین کئے گئے ہیں' بلکہ ویدِ مقدس کہہ سکتے ہیں کون شخص ہے کہ جو برہمن کے کلام کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس نہ کرے' کہ ان خیالات کے قلمبند کرنے والا حقیقی ماہرِ فن نہیں تھا جسے شاعری پرمیشور کی طرف سے خصوصیت سے عطا کی گئی تھی' اور اس لئے کہ وہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں وقت کے تقاضے پر بیان کرے' جیسے کہ سنسکرت کا چرچا کم ہو جانے پر تلسی داس جی نے بھاشہ میں رامائن رچی'

برہمن کی شیریں بیانی' مذاقِ سلیم اور فصاحت و بلاغت نے ایسی دلآویز بنا دی تھی کہ اقلیم سخن کی

کوئی فارسی نظم اِس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، برہمن کا بہجت و انبساط، رنج و غم، انسانی زندگی کی مکروہات اور اُن کا معراج ایسا صریح الفہم ہے کہ اپنے ذہن کے موافق ایک کند ذہن بھی یہ اثرات محسوس کرتا ہے اور ذہین بھی، اِس میں مجروح دسکون و تسکین دینے کی طاقت بھری ہے، وہ حیوان سے انسان بناسکتی ہے۔

کلیات پڑھ لینے کے بعد ہر شخص اِس حقیقت کا قائل ہوجائے گا کہ برہمن کا کلام فطرت کے ہر ایک راز سے پُر ہے۔ برہمن کے قوتِ خیال کی پرواز، طرزِ بیان کی بے تکلفی، وسعتِ نظر، عالمگیر ہمدردی، انسانی اخوت اور جوہر تاثیر نے اُنہیں اُس درجہ پہنچایا ہے کہ جہاں آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا، اُن کے کلام میں شاعرانہ تخیل کی عظیم الشان پُرشکوہ بلندیاں ایسی نہیں کہ جو ہمیں اپنے خیال کی مدد سے اصلی راستہ پرلے جاکر فلک ہفتمین پر چھوڑ دیتی ہیں، جہاں سے ہم زمین و آسمان کی سب چیزیں دیکھ سکتے ہیں، اُن کے خیالات اِس قدر شریف و لطیف اور نازک ہیں کہ انہیں کوئی دوسرا برہمن ہی قلمبند کرسکتا ہے، برہمن عابد و پارسا تھے اسلئے اُن کے کلام میں عامیانہ خیالات و محاورات ہکم مقدار رکھتے ہیں۔

غزلوں میں بلند پروازی، شوکتِ الفاظ، نازک خیالی، تازگی، بندش، صفائی کلام، سحتِ زبان، چستی ترکیب، خوبی محاورہ و خیالاتِ اعلیٰ، اِن کی زبان کے زیر بارِ احسان ہیں، اور صفتِ عام فہمی نے انہیں ایسا آسان کردیا کہ ایک معمولی تعلیمیافتہ کی زبان سے آہ اور واہ[1] نکال لیتے ہیں، جادو کا اثر رکھتے ہیں، چُستیِ بندش، برجستہ ترکیب، بیساختہ پن اُن کے کلام کی خوبی ہوگئی ہے، الفاظ کا شکوہ، بیان کی روانی، معانی کی بلندی، خیالات کی وسعت اور مختصر بیانی کی کیفیت جامِ گنگا جل ہے، کہ خیال کرنے، دیکھنے اور پڑھ لینے سے سر درابدی پیدا ہوتا ہے جس سے ہر انسان محوِ لذت ہوکر بے خود ہوجاتا ہے، وہ باکمال، یہ راز خصوصیت سے سمجھا ہوا تھا کہ اداے مطلب کے لئے صفائی بیان، خوبی محاورہ اور اصولِ زباں قربان نہ کردینے چاہئیں۔

---

[1] شوکیا ہے؟ "آہ" یا "واہ" ہے جس سے ہر دل کی اُبھرتی ہے چوٹ۔ (دما حزد دہلوی)

یہ سعادت اُسے ہی نصیب ہو سکتی ہے کہ جو ہر طرح کے علوم و فنون پر قادر ہو، اور خدا کی جناب سے یہ سعادت عطا ہوئی ہو، اور اُس کی زندگی ہر طرح کی دنیوی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو،

برہمن حسنِ حقیقت کا پجاری ہے، اور در اصل زندگی کا مُغنّی وہ فطرتِ انسانی کے دقیق اور مُغلق ترین مسائل کا اِس طرح انکشاف کرتا ہے کہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا آپ بزمِ سُخن میں اُس وقت نغمہ زا ہوئے، جبکہ اسلامی بلکہ فارسی کے عروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا، ہندیوں کا مذہب، و علم تباہ و برباد ہو چکا تھا ملک میں ہر طرف اور ہر طرح پریشانی کا راج تھا، سخت ضرورت تھی کہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں ظاہر کیا جاتا،

اِن کی شاعری کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر ایک شخص کو یہ احساس ہوتا ہے کہ برہمن اُس کے جذبات سے بڑھ کر اُس کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے آپ کی طبیعت میں بے ثباتی دنیا، ترکِ مدعا، مجبوری، معذوری اور تسلیم و رضا کے جذبات عالی قدر شہزادہ دارا کے ظالمانہ قتل کے بعد پیدا ہوئے، انسانی رنج و خوشی کا احساس، ہمدردی و محبت کا بیان عجیب پُر معنی و دلکش الفاظ میں اظہار کرنا، ارد گرد کے واقعات نے سکھایا، درحقیقت وہ ایسا مصور ہے کہ جس کی قلم کی ایک گردش ایک خاص معنی و اثر رکھتی ہے،

عرفی و طالب غزلیات کے انوری و خاقانی قصائد کے اور ابو الفضل و ظہوری نثر کے بادشاہ شمار کئے جا رہے ہیں، مگر کلیاتِ برہمن کے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اِن کے اصنافِ سخن کا نور ایسا درخشاں ہوگا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے مٹی کے چراغ گُل کر دیں گے،

حسرت موہانی تسلیم کرتے ہیں کہ:-

"اِن کی زبان نہایت شستہ معلوم ہوتی ہے، اور بندش صاف، مطلب بالکل عام فہم، ترکیب دُرست ہوتی ہے، اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب"

میرزا سلطان احمد جو مذہبی رنگ میں بُری طرح سے رنگے ہوئے ہیں، بڑی حیرت

سے لکھتے ہیں کہ:-

"ہم چاہتے ہیں کہ پنڈت چندربھان نے لباسلسلہ رقعات جو غزلیں لکھی ہیں، وہ بھی ہدیہ ناظرین کریں، تاکہ پتہ لگ سکے کہ مسلمانوں کی حکومت میں بھی ہندوؤں نے فارسی اور عربی[ؔ] کے پڑھنے میں کس قدر ہمت اور شوق دکھایا، ناظرین یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ اُس عہد کے ہندو شاعری میں کتنا شوق اور مذاق رکھتے تھے، اور اُن کا ذہن بھی ہر زمانہ میں کیسے کیسے پاکیزہ اور لطیف نمونے دکھاتا رہا" (ماخوذ از رسالہ زمانہ)

یہ خصوصیات، کلامِ برہمن میں کیوں تھیں؟

برہمن از لبِ ہندی نژاد ان نکتہ میسگیرد زبانِ فارسی و تازی و ترکی سے دانند سنسکرت کے جس قدر مشہور کبیشور گذرے یا غیر معروف ہیں، وہ جب کوئی کبت یا دوہا نظم کرتے تھے، تو اپنا مطلب خوبیِ بیان، طاقتِ زبان، لطافتِ محاورہ، اور اصولِ لبیان کے زور سے بیان کرتے تھے، یہ نہ تھا کہ محاورہ کے استعمال کے لئے مطلب خبط ہو گیا، بندشِ الفاظ سے معنی کی رُوح قبض ہو گئی، شوکتِ الفاظ مضمون ہی دبا بیٹھا، تقریباً تمام شعرائے فارسی و اُردو اسی ضبط کے خطی دیکھے جاتے ہیں، پس برہمن کی یہ خصوصیت محض اُن کی سنسکرت کی تعلیم کے تقاضے پر تھی، یا خاندانِ پاک کے ورثہ تعلیم تربیت پر اور یہی اُن کی خصوصیات کا راز ہے، اور اُس کا کاشف آپ کا مندرجہ بالا شعر، ذرا اُسے اب پھر پڑھیئے۔

شعرائے اسلامی اور ہندی

اگر ان کی شاعری میں کوئی وصف نہ ہوتا، تو ایسا کون انصاف پسند تھا کہ جو ہندیوں کی شاعری کو مسلمانوں کی شاعری کے برابر تسلیم کرتا، اُن کا یہ حقیقت قبول کر لینا بڑا غنیمت ہے، امید تو یہ تھی کہ خونی اعتراضوں سے خاک میں ملاتے، آپ کلیات کے اس شان سے چھپنے کے بعد یہ اُمید قائم رکھنی چاہئے حسرت موہانی کن دبے الفاظ میں ہندیوں کی شاعری کی برتری کا

ط۔ ہندیوں کے عربی پڑھنے کے شوق کا پتہ ان غزلیات سے تو پایا نہیں جاتا، آپ دور از خیال نتائج نکالنے کے بڑے شائق ہیں، مگر فضول میں کوئی بیان نہیں ہوتی۔ "بہار رسامی"

اقتباس کرتے ہیں:-

"حضوری، مخلص، دیوانہ، تنہا کے علاوہ بہوت رائے بیغم، بیراگی، شورام داس حیا اکبرآبادی
لچھمی نرائن شفیق، موہن لعل انیس کا بھی فارسی کلام شعرائے ہند میں (یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں) کسی
کے کلام سے کم نہیں، اور بیغم و برہمن کے تو اکثر اشعار، نعز، نظرت، کلیم کے اشعار کے ساتھ
برابری کا دعویٰ کرتے ہیں" (ماخوذ از اردوئے معلیٰ)

قادر الکلامی

نظر بشاہد معنی بچشم دل دارم ——— حجاب علیک چشم است مرد بینا را

جب شعرائے فارسی و اردو نے اپنی ناواقفیت اور سقموں پر نقادان فن کے اعتراضات جائز سنے، تو ان کی زبانیں اپنی قادر الکلامی کا ڈھنڈورا پیٹنے سے بند کر دی گئیں، مگر در حقیقت یہ قادر الکلامی نہیں، بلکہ خامی زبان ہے، یہ ہندی شاعر، جو در حقیقت اصل شاعری اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نکلا تھا، قادر الکلامی اسے سمجھتا ہے، کہ وہ مضامین جنہیں پہلے شعرا ہلاک کر چکے تھے، اپنی قادر الکلامی کے جادو سے اُن میں جان پیدا کرے اور جو بات دل میں ہے تحریر میں لا کر اس کا لطف دو بالا کر دے، ان کا دیوان موجود ہے، ہر غزل آپ کی قادر الکلامی کی شاہد ہے۔

طرزِ سخن

برہمن لب فروبستم، دگر نہ در سخن گوئی ——— ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

شاعری کا ہر شخص نے دعوے کیا، اور زبان جاننے رہنے پر بھی ہر شخص دعویٰ کرے گا اگر نمونہ کلام اُن کی زبان کی دھجیاں اُڑا دیتا، اور جوں ہی ایک سچا نقاد بے تعصبی سے کلام پرکھتا ہے، تو فوراً کہہ دیتا ہے کہ زبان خراب کی ہے۔

دنیائے شاعری میں ایک طرزِ سخن ہی ایسی چیز ہے، کہ جس نے کلام ہر حلقہ میں مقبول ہوتا ہے، خدا یہ قبول عام ہر ایک کو بخشے، اور برہمن سے بڑھ کر غیر بھی طرزِ سخن کی داد دیں۔

برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاری

ہمیشہ مرد بود زیر آسماں محتاج ——— بشہر بندِ حوادث بایں و آں محتاج

شاعری کا ہر انسان دعوے کرتا ہے "اگر سخن گفتن دگر و جان سُفتن است" کا معاملہ ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت نگاری بھی شاعری کا ایک جوہر ہے، برہمن کے نغمۂ سُخن میں یہ جوہر ہر جگہ چمکا ہے، ایک چمک سے یہاں بھی آنکھیں روشن کیجئے ؎

زتنگ چشمیِ خود ماندہ آدمی ہمہ عمر بفکر بیہودہ در سُو دُوزیاں محتاج

برہمن کی شاعری کے صنائع وبدائع

چہ نسبت است مرا با تو در سخندانی
ہمیں قدر کہ وا فہم نکتہا نے تو آم

فلسفہ اور شاعری برابر کا درجہ رکھتے ہیں" درحقیقت حقیقی شاعر وہی ہے کہ جو شاعری کا معیار فلسفہ کے معیار کے برابر کھڑا کر دے، شاعری دو اجزا پر منقسم ہے:-

الف:- مادہ یعنی کیا کہنا چاہئے؟

ب:- صورت یعنی کیونکر کہنا چاہئے؟

جذبات کا صحیح طور پر ادا کرنا شاعری کا طرۂ امتیاز ہے، یہ ضروری ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ ایسے اثر میں ڈوبا ہوا ہو کہ سُننے والوں پر خاص اثر پیدا کرے،

صنائع و بدائع شاعری کی رُوح رواں ہے، جس شاعر کے کلام میں یہ نہیں وہ بیجان کلام ہے، اس سے نہ لکھنے والا لطف اُٹھا سکتا ہے، نہ سُننے والا، اور آج کل بوجہ بے علمی ایسی ہی شاعری صورت پکڑ رہی ہے،

بدائع سے کلام میں خوبی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اُس وقت ہوگی کہ زبان، علم بیان یعنی علم تشبیہ، استعارہ مجاز کے صفات سے آراستہ ہو، اسی علم کا نام صنائع اور بدائع ہے، اس کی دو اقسام ہیں:-

اوّل:- صنائع معنوی،

دوم:- صنائع لفظی، اگر یہ ہر دو اقسام، شاعری میں خوبی کے ساتھ کلام میں آئیں، تو کلام میں ایسا حسن پیدا ہوتا ہے کہ ہر کس و ناکس کی زبان سے "آہ" اور "واہ" کا خراجِ تحسین

لیا ہے، صنائع وبدائع کا نوحہ حالی نے پڑھا، کہ خود خالی تھا،

جس زمانہ سے برہمن کی شاعری گذر رہی تھی، وہ صنائع وبدائع کا عبرتناک انجام تھا، دراصل اہلِ علم سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ شاعری اور انشاپردازی کا مرثیہ پڑھ رہے تھے، مبالغہ ایہام اور مراۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کا جو شاعری کی جان سمجھی جاتی ہیں، بیدردی کے استعمال نے گلا گھونٹ دیا تھا، رعایاتِ لفظی اور صنائع وبدائع کے غلط استعمال کے بدنما داغ جو نظم ونثر کے دامنوں پر لگانے گئے تھے، وہ اس دور کی مابہ الامتیاز خوبیاں تھیں، شاعر وانشا پرداز اُسے ہی سمجھا جاتا تھا کہ جو اس طرز میں اپنے قلم سے ان ہر دو کا نوحہ لکھے،

صنائع وبدائع برہمن کی زبان کی روانی، بے تکلفی، اور خوبی بیان کے تابع فرمان تھے، جب اس کا قلم ایک شعر لکھتا تھا، صنائع وبدائع خود بخود جمع ہو جاتے تھے، ان صنعتوں نے زیرِ فرمان ہو کر صنفِ شاعری کا ایک عالم ایجاد پیدا کر دیا، کلام کا ہر نمونہ ایک ایسا مرصع زیور ہے کہ اس کے زد پر دوسرے کا تمام گنجینہ کبھی کوئی وقعت نہیں رکھتا، یہ حسنِ شاعری اس لئے نہیں جھکا یا گیا کہ وہ قلمی رزم میں اپنے حریفوں سے بازی لیجائیں یا کہیں پیچھے رہ جائیں، اُن کی شاعری میں ان صنعتوں نے اس طرح سے حصہ لیا ہے کہ وہ اُن کی زبان کا ایک جز معلوم ہوتی ہیں، ہر شعر صنائع وبدائع کی ایک مجسم تصویر ہے، سادگی صفائی اور برجستگی میں جان پڑ گئی، جس سے اُن کی شاعری ہمہ تن جان بن کر بلا تخصیص مذہب، بے جانوں کے قلوب تڑپا رہی ہے، برہمن کی شاعری کے اصلی جواہر ان ہی پیچ درپیچ صنعتوں کو چمکاتے، انہیں ایسے مقام پر لے جاتے ہیں، کہ جہاں وہ موجد فن کی حیثیت سے بیٹھے نظر آتے ہیں، ہم بعض چند ضروری صنعتوں کی مثالیں، چراغ راہ بنانا چاہتے ہیں، تاکہ رہروانِ راہِ شاعری فارسی واردو ان سے اپنی آنکھیں روشن کر سکیں، اور اپنے دل ودماغ میں نور پہنچائیں،

ہر شعر صنعتوں سے پُر ہے

برہمن کا ایک ایک شعر صنائع و بدائع کا مختلف الالوان مجسمہ ہے جن میں سے بعض بُت ایسے ہیں، کہ صنائع و بدائع کا جامع ہیں۔

اگر اِس کا ایک شعر چند صنائع و بدائع کے ثبوت میں لکھا جاتا، کافی تھا، مگر اِس حالت میں طرزِ کلام کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ محاکمہ میں جو جو شعر جس جس صنعت کی مثال میں دیا گیا ہے، اگر صاحبانِ نظر غور فرمائیں گے، تو اُس صنعت کے علاوہ کلام کی اَور خوبیاں بھی پائیں گے۔

اِس محاکمے میں جو جو اشعار بطور نظیر مسطور ہوئے ہیں، وُہ برخلاف عام رواج آپ کے کُل دیوان سے انتخاب نہیں کیے گئے، کیونکہ محنت زیادہ تھی، اور نتیجہ عبث، نہ ہمیں اپنے طرزِ انتخاب سے برہمن کے تراوشِ خیال کا محض منتخب شاندار پہلو دکھانا منظور تھا، بلکہ یہ انتخاب اِس طرح کیا گیا ہے، کہ دیوان سامنے رکھ لیا، اور جو جو شعر جس جس مفہوم کا پایا، اُسے چُن لیا، کہ اِس سے بہتر طرزِ کلام کا اندازہ اور بیان کا نمونہ اور کسی طرح نہ ہو سکتا تھا، اور یہ خاص التزام رکھا گیا ہے، کہ کلیات میں کسی دیگر شاعر کے کلام سے کوئی مددِ مضمون نہیں لی گئی، اِس طرح سے برہمن کے کلامِ شریف کا بہت سا حصہ اِس قرعہ اندازی کے انتخاب میں آگیا اور یہ ٹھیک ایسا ہی ہوا ہے

من زغزال مغز را برداشتم استخواں پیشِ سگاں انداختم

صنعتِ طباق یا تضاد

سب سے اوّل یہ صنعت ہے، اِس کے فرع صنعت طباق ہے، یہ دو لفظ جن کے معنی مختلف ہوں ایک جگہ جمع ہونے سے بن جاتی ہے، برہمن کے ہاں دیوان بھرا پڑا ہے، ایک دو سُنیے۔

عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند ایں ہمہ قابلِ عفو اند چہ بخشند کہ نیست
ہرگز بجائے پائے نگارے نمی رسد آں سر کہ خاکسار زنقشِ پا نشست
پریشاں کاکلش جمعیتِ دلہائے ما باشد پریشانی بہر جائے کہ باشد جائے ما باشد
تبسمش شکر افشاں شود بجانبِ غیر دہے نمک بدلِ خستہ و کباب دہد

تو در طریق محبت کج آمدی صد بار   وگرنہ راستی راہ رہنما باشد

صنعت طباق سلبی یہ صنعت، صنعت طباق کی دوسری قسم ہے، جہاں دو فعل ایک مصدر کے آجائیں، پہلا مثبت ہو، دوسرا منفی، تو یہ صنعت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے ہے

چوں آفتاب جہاں گشتی و گشتی سیر   فراغ اگر طلبی سایہ کلاہ طلب

صنعت مقابلہ دو معنی یا زیادہ، جو متضاد نہ ہوں، ایک جگہ ہوں، اُس کے بعد دو ایسے لفظ ہوں، کہ وہ علی الترتیب پہلے دونوں الفاظ کی ضد ہوں (یہ مقابلہ تین اور چار معنوں میں بھی ہو سکتا ہے) ہونے سے کلام میں صنعت مقابلہ پیدا ہو جاتی ہے، برہمن کے کلام کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے جس سے دیوان بہار بہار خود دیکھیے اور لطف اُٹھائیے ـــ

صنعت مراعات النظیر یہ صنعت ایسے الفاظ کے جمع ہو جانے سے کہ جو آپس میں باہم مناسبت رکھتے ہوں، پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ وہی صنعت ہے کہ جس سے نااہلوں نے فارسی و اُردو شاعری کے نازک گل دہ پرزے توڑ دیئے، قدمائے فارس نے اِس صنعت کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کیا، جب ضرورت نے دیوانہ بنایا، جھٹ ٹھوکر کھائی، شعرائے متاخرین کے سر پر اِس صنعت کا بھوت سوار ہو گیا، کیونکہ انہوں نے اسے سرمایۂ کمالات سمجھا، میرزا امانت لکھنوی نے یہ پایۂ صنعت ایسی ذلیل کی کہ کلام سے نفرت ہو گئی، اِس پر بھی اِس صنعت کے یہ پیغمبر سمجھے جاتے ہیں، دراصل شاعری کی صنعتیں آمد میں لطف دیتی ہیں، جہاں آورد نے زور مارا، آسمان سے زمین پر آن گرا، مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کی زبان نے یہ صفت عالم بالا سے پائی تھی، اُن کے کلام کا قبولِ عام اِسی راز میں پنہاں ہے، نظم میں پنڈت دیا شنکر نسیم نے گلزار نسیم نے اِس صنعت کا آگے کے لئے خاتمہ کر دیا، اب ابتذال ہی ابتذال ہے،

اِس صنعت کا جلوس ایران سے چلا، اور لکھنو کی سرزمین میں آکر دفن ہوگیا،

چونکہ رائے صاحب آمد سخن کے سرمایہ دار تھے، اس لئے اُن کا خزانہ اس دولت سے مالامال ہے، نقادی نے ان کا نقدِ سخن محکِ خالص پر رکھا، اس لئے کوئی کھوٹا یا مشتبہ سکہ اِن کے خزانے میں داخل نہ ہونے پایا، ہم اس خزانے کے کلید بردار ہیں، آپ کو اس کا نظارہ دکھلانا چاہتے ہیں :-

زلفِ مشکینش پریشان کرد سنبل را بخاک	طرہ او صد گرہ بر طرہ شمشاد بست
زانکہ دو دیدہ ختم دیارہ ساختم صد بار	زچاک سینہ من در دل رفو گرہ است
بر دلِ مجروح ناخن زن کہ در بزمِ فراق	احتیاج سازِ چنگ نالۂ مضراب نیست
برہمن این غزل تازہ را دگر رنگے است	گر خیال لعلش بر دل کباب گذشت
عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگ گل	چوں لالہ روشناس محبت بداغ نیست
قابلِ صید نہ در نہ بہر شد کہ ندوی	دانہ و دام درین مرحلہ انداختہ اند
دلِ من داغ از آں لالہ عذارے دارد	در گلِ داغ درین باغ بہارے دارد
خلوت آں باشد کہ در کثرت بدست آید ترا	مردِ دانا در میان عالمے تنہا نشست
دلِ صاحب دلاں آئینہ نما باشد	در آں آئینہ پیدا صورت ہر مدعا باشد
کے دا دو از بہار عشق سامانے کہ من دارم	شود گل داغ از ین چاکِ گریبانے کہ من دارم
ہمیں بعذر زلبہائے عذر خواہ کنیم	بلذت کرمش رغبت گناہ کنیم
فروغ دل کے نہ روداز نہ دام ہوائے تو بردل	خویش را بستہ بیک رشتہ احسان تو ارم
با صد زباں زبانِ خموشی نکو بود	با پیچ و تاب زلف تو چوں شانہ ساختم

صنعت تشابہ الاطراف کلام کا اس طرح سے دوسری شے کے ساتھ تمام کرنا کہ جو ابتدا کے ساتھ نسبت رکھتی ہو، ایسے ہی کلام کا نام یہ صنعت ہے، برہمن کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے ؎

رنگِ رخ تو آب دہ چہرۂ گل است | زلفِ کج تو تاب دہ شاخِ سنبل است

ما را ز فیضِ گریہ بہارے بدامنست | وز آتشِ نہفتہ شرارے بدامنست

مرا ز زلفِ دلآویز تار موکافیست | تشبیہ زلفِ یار تند خو کافیست

صنعتِ رجوع اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ کلامِ اوّل کو کسی فائدہ کی خاطر رد اور باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف متوجہ ہوں:-

بزلفش کشتہ ام دل صنعتِ جعدِ سنبل را | کہ اینجا پیچ دیگر باید دتاب دگر باید

صنعتِ ایہام یہ ایک لفظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتی ہے، ایک معنی مراد ہوں، اور دوسرے نہ ہوں، لیکن مقدم اور موخر الفاظ سے مناسبت ہو، کہتے ہیں کہ قدما کے کلام میں یہ صنعت نہیں پائی جاتی، سلمان ساوجی اس صنعت کا آدم ہے لیکن غلو کی زیادتی سے اولاد بد صورت پیدا ہوئی خواجہ حافظ نے اسے بہت کم برتا ہے، مگر اچھا برتا لیکن حق یہ ہے کہ برہمن نے اس صنعت کے وہم سے اپنے کلام کے ایسے پر لگائے کہ وہ زمین سے عالمِ بالا پر جا پہنچا، برہمن کا کلام بے ساختگی اور بے تکلفی کا مرہونِ احسان ہے، اس لئے اُن کی زبان سراپا حسن ہے، یہ صنعتِ مضمون بندی کی اعلیٰ صنعت خیال کی جاتی ہے، بیانِ برہمن کی خوبصورتی دیکھئے:-

ہرگز بکام کس نہ بدجز عشق مراد | این دور وز گار زندانم بکام کیست

در میانِ ہر خمِ بیدلاں افتادہ اند | زلفِ خود را تاب کترده کہ با زانا بیست

عالم تمام گشت و نشد علم او تمام | حرفے نگفت و حجّت دانا تمام شد

فروغِ صبحِ سعادت بود نصیب کسے | کہ تار چشم بشبہائے تار سے بندد

جزایں قدر کہ کند مائلِ پریشانی | بزلف نسبت بادِ صبا نفہمیدم

صنعتِ جمع و تفریق یہ صنعت جمع اور تفریق کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے، برہمن اس حساب سے سب سے بازی لے گئے:

یہ طریقِ حل سمجھنے کے قابل ہے

ما ہم و سرمایۂ دیوار برہمن — گنجِ الم و مسکن ما کس نگرفت

سخن چو پست و بلند است برہمن چہ عجب — کہ خام دیگہ دید تخیل نو رسیدہ ما

با رُخ و زلفِ تو ام خوش سحر و شامے نیست — بجائے تو خوش آغازے و انجامے ہست

صنعتِ عکس و تبدیل جب الفاظ مقدم آجانے کے بعد مؤخر آئیں، تو یہ صنعت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے۔ چند عکس اتارے جاتے ہیں:-

سرگشتۂ نگاہ و تغافل پسند اوست — چشمے کہ آشنائے ادائے تغافل است

شکستہ زلفِ تو در ہر شکن بہ پیچ و تاب — دلِ شکستہ دلاں را ہزار بار شکست

دل یکے ہیچم بجائے خود نمی دانم کجا است — اینقدر دانم کہ از جائے بجائے رفتہ است

کسے کہ دل بہ خمِ تارِ زلفِ او پیچید — درین خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید

آہوئے چشمِ تو چشمِ آہواں را خیرہ کرد — آہواں صیدِ تو و من صیدِ آہوئے توام

شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود — غفلت ز اغتنامِ نفس بر نفس مکن

گر از تو جفا رفت نباید گلہ از من — آئینِ جفا از تو خوش و حوصلہ از من

کجا بہ مدعا رسد ہر کہ مدعا طلب است — چہ مدعاست بہ از ترکِ مدعا کردن

ز روئے خود در آئینہ بیند نہ روئے آئینہ — پیشِ روئے او کجا باشد وجودِ آئینہ

صنعتِ مبالغہ مقبولہ کسی بات کے ناممکن درجہ پر پہنچ جانے سے کلام میں جو خوبی پیدا ہوتی ہے، وہ یہی صنعت ہے۔ اس کا کمال صاحبِ خیال ہی خیال میں لا سکتے ہیں، برہمن کے تخیلات پر غور کیجیے:-

شبے خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل — تمام عمر چو زلفم بہ پیچ و تاب گذشت

کسے کہ دل بخمِ تارِ زلفِ او پیچید — درین خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید

ز تلخہائے شیریں آنچہ بر فرہاد می آید (سبحان اللہ) اگر آہستہ گویم سنگ در فریاد می آید

تا پا سے نہادیم برہمن بر رہِ عشق — کونین باندازۂ یک گام گرفتیم

صنعتِ مذہب الکلامی یہ صنعت سمجھنے کے لئے علم منطق کا جاننا ضروری ہے' جو یہ بطورِ دلیل کے نتیجہ مطلوب حاصل ہو جانے سے بن جاتی ہے' برہمن کا دیوان بھرا پڑا ہے'

صنعتِ حسن التعلیل اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک چیز کسی چیز کی علت فرض کر لی جائے جو حقیقتاً اُس کی علت نہ ہو' یہ صنعت تخیل کی بلندی پرواز سے پیدا ہوتی ہے' شاعر وہی ہے' کہ جس کی قوتِ تخیّل ایسے مقام تک پہنچ جائے' کہ جہاں تک کسی اور کا خیال نہ پہنچ سکے' اس صنعت میں اُس وقت ایک خاص لطافت پیدا ہو جاتی ہے جب وہ وصف بھی جس کی علّت بیان کرتی ہے' تخیل پر مبنی ہو' یہ صنعت کلامِ برہمن کی مایۂ حسن ہے:-

بینائی درست طلب کن کہ آفتاب — آفاق را بدیدۂ بینا گرفتہ است

صنعتِ لف ونشر مرتّب (لپیٹنا اور پھیلانا) یہ صنعت پہلے چند چیزیں (لف کہلاتی ہیں) مذکور ہونے' بعد اُس کے منسوبات (نشر) بیان ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے' اعلیٰ قسم وہ ہے کہ ایک کلام میں کئی لف ونشر جمع ہوں'

نقادانِ سخن نے فردوسی کے کلام میں "لف ونشر" کی صنعت میں اشعار مندرجہ ذیل سبے نظیر بیان کئے ہیں:-

بروزِ نبرد آں یلاں ارجمند — بہ شمشیر و خنجر بہ گرز و کمند
دریدہ و برید و شکست و ببست — یلاں را سر و سینہ و پا و دست

مگر جب اِن اشعار پر غور کیا جاتا ہے' تو لف ونشر کا اس سے بدتر استعمال اور کہیں نہیں پایا جاتا اگر اسے صنعت سمجھا جائے' تو کیونکر سمجھا جائے'

اوّل' تو یہ لف ونشر غیر مرتب ہے' اور یہ صنعت ادنیٰ ہے' اور یہ بھی غلط ہے'

دوسرے، صنعتوں کے شوقِ استعمال نے مضمون کی خوبی زائل کر دی کہ صریح بناوٹ پائی جاتی ہے، کیونکہ جب ایک جسم پر شمشیر، خنجر اور گرز اپنا کام تمام کر چکے، تو پھر کمند کی کہاں دست درازی ہو سکتی ہے؟ اور ضرورت بھی کیا ہے؟

تیسرے، شمار میں گو تینوں شعروں میں چار چار چیزیں شمار کر دی گئیں، مگر نشر فرد بھی انہیں سمجھا سکا، کیونکہ "گرز" کی چوٹ کہیں پڑی ہی نہیں محض خالی پڑا رہا "کمند کا وار" "پا" "دست" پر پڑا ایک "لف" کے لئے "دو نشر" تے گئے یہ سخت نقص ہے۔

چوتھے، اگر یہ تاویل کی جائے کہ "لف" سوم یعنی گرز "نشر ۲" پا پر پڑتا ہے، اور لف چہارم "کمند" نشر چہارم "دست" کو قابو میں لاتا ہے، تو ہمیں اس نہایت مذموم و غلط تاویل کے لئے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ گرز کا جائے استعمال "سر" ہے نہ کہ "پا" اور اگر کوئی یہ تاویل کرے کہ یہ ایک ایک چیز ایک ایک انسان کے لئے استعمال کی گئی تھی تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ گرز بلا ضرورت کیوں سمجھا گیا؟

پانچویں، جب گرز کا استعمال ہوا ہی نہیں، تو "شکست" بھی غیر نتیجہ رہا، اور مُبدا کی خبر گم ہو گئی، دنیا کی سب سے اوّل مشہور کردہ لف دو نشر کی یہ حالت ہے۔

بھاشا کی شاعری [1]

جذبات اور اثرات سے مالا مال ہے، اور جس قدر ترنم اور موسیقی اس زبان میں ہے کسی دوسری زبان کو میسر نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا عاشق اس زبان کو شاعری کا مادہ کسی اور زبان کو نصیب نہیں ہوا، کیونکہ جنسِ قوی کو ہلاک کرنے کے لئے اس سے زیادہ سریع اثر کوئی چیز نہیں، کہ جنسِ لطیف کی طرف سے اظہارِ عشق ہو۔

"جس طرح اردو میں شاعروں کی بھرمار ہے، اس سے کچھ کم بھاشا میں بھی ہے لیکن مستند اور مشہور صرف چند ہیں، تلسی داس، سور داس، کالیداس کو ہر شخص جانتا

۱ـ جذبات بھاشا نیاز محمد خاں نیاز فتحپوری صفحہ ۲۳ (کر جو اپنے تعصبِ قومی کے لئے ملک بھر میں بدنام ہے)

ہے، اور واقعی امر یہ ہے کہ یہ اُن کے جذباتِ الوہیت کے اظہار میں بے مثل گذرے ہیں،
...... بہ لحاظ اندازِ بیان، تشبیہات واستعارات، خیالات وجذبات بہ زبان کس قدر
عمیق ہے، ایسے سخت متعصب کی زبان سے بھاشا کی شاعری کی داد اصلیت کا زور ہے،

دُنیائے شاعری میں جس خوبی وعمدگی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال بھاشا کی شاعری میں کیا گیا ہے، وہ ہر زبان کے ہر سخندان کو دیکھنا اور سیکھنا چاہیے، صنعتِ لف ونشر کے استعمال کا بے نظیر و لاجواب وہ اس زبان کی خوبی کا پتہ دیتا ہے ؎

امی ہلاہل مد بھرے سویت شیام رتنار ۔ جیئت مرت جھک جھک پرت جیہن چتوت اک بار

ترتیب کی خوبی کے ساتھ اثر دیکھیے، حقیقت کا آئینہ ایسا ہوتا ہے، چند لفظ ہیں،

یہی جذباتِ حقیقی اور حسیاتِ وجدانی طرزِ بیان اور جدتِ کلام کلامِ برہمن میں پائے جاتے ہیں، آپ کے اشعار کی خوبی بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے اُس کا لف ونشر دیکھیے ۔

در بہارے کہ خزاں دست و گریباں باشد ۔ لبِ خندہ شگفتہ دیدہ گریاں باید
ز گریہ چشم برہمن سیاہ گشت و سفید ۔ کہ داشت پیشِ نظر شام تا سحر کاغذ
بیش تابِ زلف و روئے او کرا باشد قرار ۔ شانہ در ہم میشود آئینہ مے آید بہ تنگ

صنائع لفظی

یہ کلام کی اُن صنعتوں کی خوبی کا نام ہے، جو ترتیبِ الفاظ سے نکلتی ہیں، برہمن کا کلام صنائع لفظی کا مخزن ہے، اور ایسا دلآویز ہے، کہ خیال کی پرواز جوں جوں بلند ہوتی چلی جاتی ہے، یہ خوبیاں نمایاں نظر آتی ہیں دیکھیے اور لطف لیجیے، چند لکھی جاتی ہیں

صنعتِ تجنیس خطی

تجنیس خطی وہ ہے کہ دونوں لفظ لکھنے میں ہمشکل ہوں، کلامِ برہمن کی یہ صورت دیدہ بینا سے دیکھیے ۔

تو دادی خطِ آزادی براستے سرو و سوسن ہم — گرفتی خط بعہدہ بندگی از قمری من ہم
عاشق مشو کہ شہرۂ ایام مے شوی — بدنام خاص و عام بایں نام مبشوی

صنعتِ سیاقۃ الاعداد

کلام میں "عدد" مذکور ہونے سے پیش آجاتی ہے۔ سید انشا اپنی اس صنعت کے استعمال پر اپنا کمالِ قابلیت ظاہر کیا کرتے تھے، اور یہ شعر سند میں پڑھا کرتے تھے ؎

ایک دو تین چار پانچ چھ سات — نو دس ہوئے بس انشا بس

اگر اس صنعت کی یہی خوبی ہے، کہ جو اس شعر میں مکمل نمایاں ہے، تو ہمیں لامحالہ ماننا پڑے گا، کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے شاعروں کا تمام وقت بیکار کھو دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے بیان اور زبان کی دھجیاں اڑائیں،

حالی اس صنعت کے متعلق یہ رائے قائم کرتا ہے، کہ تمام دواوین دیکھنے کے بعد حسب ذیل ایک شعر انتخاب کیا ہے ؎

یہ جو چشمِ پُر آب ہیں دونو — ایک خانہ خراب ہیں دونو

یہ شعر حالی کے عشقِ مجازی کے رجحان کا پتہ دیتا ہے، ورنہ یہ آنکھیں تو گریہ و زاری کا عمل کر کے بڑے بڑے عالموں کو نجات دلا دیتی ہیں پھر یہ خانہ خراب کس طرح ہوئیں، یہ خانہ آباد ہیں، اور جبکہ پہلے مصرع میں لفظ "دونو" آگیا تھا، دوسرے مصرع میں تکرار مذکور ہمراہ خطائے اعداد کا مذکور جس خوبی کے ساتھ نسیم لکھنوی نے کیا ہے، اردو شاعری میں کم ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

دو ہاتھ میں چاروں اُس نے لوٹے — پنجے میں پھنسے تو چھکّے چھوٹے

برہمن کو ان شعرا کی طرح صنعتوں کے استعمال کا جنون نہ تھا، وہ مطلب ادا کرتا تھا، اور اس کے ساتھ صنائع و بدائع خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی تھیں، اور ایسی کہ جواب نہیں، یہ مذکور سنئے!

تا بزمِ تو جستہ ایک دو سہ روز سے بفرود — نہ ہوائے گل و نے شوقِ گلستان دارم

ہاں دام کن از باد صبا یک دو دستہ گل ما　　　در کوئے طلب فکر تامل نبرد راہ
دو عالم را کتاب قدرت او یک ورق پیدا　　　بود زاں یک ورق یک نقطۂ عشق انتخاب من

فی البدیہہ　یہ کمال اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ قصہ سنئے :-
روزے منشی چندر بھان برہمن و منشی بھاگ مل سہگل در کوچہ لاہور می گذشتند ناگاہ یک معشوقہ پری رخسار کہ در لطافت حسن بے نظیر بود، روئے از غرفہ ہمچو آفتاب خورشید درخشاں بدر آورد، و نظر منشی بھاگ مل بر آں افتاد، بدیہہ گفت :-

بھاگ مل :-　　　ماہ روئے دیدم اندر غرفۂ
رائے چندر بھان :-　　　شوخ چشمے دلربائے طرفۂ
بھاگ مل :-　　　موجب باشد کہ رو با ما کند
رائے چندر بھان :-　　　عطسۂ یا خندۂ یا سرفۂ

(منقول از بیاض منشی بھاگ مل مقبوضہ سابقہ لکھپت رائے ولد ملک روشن رائے بن جا دو رائے قوم سہگل قانونگو انسکر پور و سودرہ و والہ بندہ یا دشاہی مقبوضہ حال مولوی سراج الدین صاحب آذر ایم۔ اے، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

حذف حرف عطف　شاعری حروف عطف کے بغیر ناممکن ہے۔ جس کی زبان ایسے کلام لکھنے پر قادر ہے، اس کی اہل زبان بھی قدر فرماتے ہیں۔ صاحب گلزار نسیم اس صفت کے بادشاہ ہیں :-

خالق نے دیئے تھے چار فرزند　　　دانا، عالم، ذکی، خردمند
گھوڑا، جوڑا، الغندا، ٹوپی　　　جو جو شے چاہئے تھی سے لی
تیا، سپھل، گوند، چھال، لکڑی　　　اس پیڑ سے لے کے راہ پکڑی

نواب میرزا شوق لکھنوی نے اپنی زبان اپنے مخصوص گندہ مذاق سے ایسی پلید بنا دی ہے کہ اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ اس کی مصروفیت عشق و محبت کے

مخرب اخلاق حیا سوز لٹریچر تک محدود رہی، زبان کا ناجائز استعمال اس بڑھ کر شاید ہی کسی قوم کی شاعری میں ملے، ہم اس کے فحش اور گندہ بازاروں سے بچ بچ کر اس کے دو شعر درج کرتے ہیں، زبان کی خوبی اور مضمون کا ذم دونوں معلوم ہو جائیں گے ؎

ناک میں نیم کا فقط تنکا — شوخی، چالاکی، مقتضا سن کا
سینہ پر دونوں چھاتیاں اکول — اونچی، چکنی، کڑی، کراری، گول

اس کا کلام ایسا فحش تھا کہ دربار واجد علی شاہ بھی وجد میں آتا تھا، مگر مہذب گورنمنٹ نے ملک تہذیب پر بڑا احسان کیا کہ اس کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی، اردو شاعری کا نام بدنام ہے، برہمن برخلاف معمول دیگر شعرا ایسے حشو و زوائد سے بڑے گھبراتے ہیں، انہیں جب ہی لطف آتا ہے، جبکہ وہ ایسے سخت سقم سے اپنا کلام پاک پاتے ہیں، یہ لطف دیکھئے ؎

سر شوریدہ، دل آزردہ، دماغ افسردہ — من از اسباب جہاں ایں سر و ساماں دارم
ز صد رہ می در آید تا بر دوازہ دل عاشق — نگار سے، چابکے، شوخے، بتے، نامہربانی من
ہر کس گرچہ تواں داد آں جان شیریں را — بیا بہ گلعذار تند خوئے کہ تواں دادن
دیدم صنمے ماہ رخے لب شکر سیمے — کافر بچہ، عشوہ فروشے، نمکینے

استعمال اضافت زبان فارسی میں اضافت ہی ایک ایسی چیز ہے، کہ جو لطائف مضمون کی دشمن ہے، اس کا استعمال جائز اگر مشکل نہیں، تو آسان بھی نہیں، یہ خوبی برہمن کے کلام کا خاص جوہر ہے، جوہری کلام دیکھ کر اس لطافت سے پورا لطف اٹھائیں گے، نمونہ بیان یہاں بھی دیا جاتا ہے،

لب لعل بتاں اصل علاج درد ما باشد — مئے رنگیں نشاط افزا بود دل مجروح خستہ را
صحبت صافی نہاداں را صفائے دیگر است — صیقل زنگ ہوائے نفس شیطانی در دست
دماغ مست پر مغاں منا ند مرا — کہ جام خون جگر لذتے نہ گذارد

کلام کی صنعتوں کی کثرت مزید تشریحات سے احتراز کا باعث ہوئی

ے برہمن ورد دکانِ نکتہ سنجاں کے بہا دارد
متاعِ رائگاں وجنس ارزانے کہ من دارم

کلامِ برہمن دیکھ کر ہمارا ارادہ تھا کہ ہم صنائع معنوی و لفظی کی ہر صنعت کے متعلق بسبیل اجمال کچھ لکھیں اور کلامِ برہمن سے اسکی توضیح کریں، چنانچہ ہمنے مطالعہ کلام کے وقت جا بجا نشانات کر دیئے تھے، اور علم بدیع کی تقریباً جملہ صنعتوں کے متعلق بے شمار اشعار شمار میں آگئے تھے،

اب جب ہم نے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے وہ اشعار جمع کئے تو ایک ہزار اشعار اپنی داد کے خواہاں نکلے، طوالت نے ارادہ پست کیا، پھر یہ مشورہ دیا کہ اگر ہر صنعت کے متعلق محض دو دو اشعار لکھدیئے جائیں، کام ہلکا ہو جائے، ہم نے علم صنائع معنوی کی کل صنعتیں شمار کیں، ۳۵ بڑی صنعتیں نکلیں، جن میں سے بعض بعض کی تین تین چار چار قسمیں ہیں، گویا سو کے قریب یہ صنعتیں ہیں، ایسی ہی صنائع لفظی کی ، ، کے قریب صنعتیں ہیں، بقول برہمن کہنا پڑتا ہے ے

برہمن در دکانِ نکتہ سنجاں کے بہا دارد   متاعِ رائگاں وجنس ارزانے کہ من دارم

پس صنائع معنوی اور لفظی کی معمولی صنعتیں ، ۱ کے قریب ہیں، اگر ان کی مثال میں دو دو اشعار درج کئے جائیں، تو ۴۰۰ اشعار پھر بھی انتخاب کرنا پڑینگے، یہ صورت بھی باعثِ طوالت دیکھی، ہمدردوں نے مشورہ دیا، کہ جب آپ تمام کلام چھاپ رہے ہیں، تو محاکمہ میں اگر اس طرح صنعتوں پر بحث کی گئی تمام کلام ادبر آجائے گا، چند ضروری صنعتوں کے متعلق روشنی ڈالئے اور یہ دیگر تمام کام اہلِ سخن کے لئے وقف کیجئے، جسے شوق ہوگا، خود دیکھ لے گا، یہ مشورہ گو مختصر تھا، مگر طوالت کا دشمن، چونکہ زندگانی اور محاکمہ کی طوالت نے اس مشورہ کی تائید کی، اس لئے ہم نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، مگر جس قدر لکھا جا چکا تھا اُسے رہنے دیا،

برہمن کا کلام حد سے زیادہ مختصر ہے، اور وہ عادتاً مختصر تحریر کے عاشق ہیں، اس لئے انکی طبعیت کے موافق یہ کام ہوا،

مگر ہم یہاں اِس قدر ضرور عرض کریں گے، کہ ممالک ایران و توران اور بالخصوص ہندوستان میں اِن کے کلام کے صنائع و بدائع پر ضرور غور کیا جائے، تاکہ زبانِ فارسی و اُردو میں صنائع و بدائع کے صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، اور اِن صنعتوں سے وہیں تک کام لیں جہاں تک کہ مطلب میں طوالت نہ ہو، اور مضمون میں پیچ نہ پڑے، اگر وقت نے مساعدت کی تو علم صنائع و بدائع پر جو مضمون تیار ہیں، اُن میں ارادہ پورا کیا جائیگا،

تشبیہات و استعارات اور فارسی کا اندازِ قدیم

سخن چو طوطی شکر زباں توان گفتن
وگرنہ ہست سبے در نوازیانِ چو نہیق

تحریرانِ تشبیہ و استعارہ کا آدم مائی دیوبانی (سنسکرت) کے گھر میں پیدا ہوا، وہیں کھولا پھلا، اور وہیں نشو و نما پاکر ویدار آچاریوں اور گوروں کی تعلیم تربیت حاصل کی، یہ ہر دو سعادت مند بیٹے اشارہ و کنایہ پر کام کرتے تھے، اور تشبیہ پر جان دیتے تھے، وہ اُن پر مہربان، یہ اُن پر قربان، اُن کا فرض تھا کہ گھیرے گھیرے، اَدَق سے اَدَق اور خشک سے خشک مضامین معمولی اور ادنیٰ فہم و فراست کے دماغوں میں ایسے اثر سے پہنچائیں، کہ دُنیا بھر کی جہالت و طاقت اگر مقابلہ میں آئے، پیٹھ دکھائے، چنانچہ کروڑوں برس تک یہ اِس کے نتیجہ سے فیض اُٹھاتے رہے، تو خوب پھولے اور بڑھے۔

شعرائے فارس ابتداً اسی عقیدہ کے مقلد تھے[۱] وہاں چھوٹے چھوٹے فقرے اصل مطلب ادا کرتے ہیں، سادی عبارتیں، استعارہ تشبیہ اور مبالغہ کی رنگ آمیزی سے پاک ہیں، مُرادف فقرہ یا مرادف لفظ کا نام نہیں، جو ہیں مطلب کی باتیں ہیں، رودکی نے زیادہ ہاتھ نہ لگایا، سنہ[۲]

[۱] "سنسکرت اور اصل فارسی ژند و استا کی زبان ارین کے رشتہ سے ایک دادا کی اولاد ہیں"۔۔۔ اب ایرانی بہن کی داستان سنو،۔۔۔ کتب مذکورہ دونوں زبانوں کا لفظی اتفاق ہی نہیں ثابت کرتیں، بلکہ اُن کے اتحاد و اعتقاد پر بھی شہادت دیتی ہیں، جو چار برن ہندوؤں میں ہیں، وہی ایران میں تھے اجرام آسمانی کی عظمت واجب تھی، حیوانات بے آزار کا مارنا گناہِ عظیم تھا، تناسخ کا مسئلہ دونوں میں یکساں تھا، آتش، آب، خاک، باد، ابر، بجلی، اگرچہ ہوا، وغیرہ وغیرہ اشیاء کے سنے ایک ایک دیوتا مانا ہوا تھا"۔ اس کے آگے مولوی آزاد مرحوم کہ جو ایک ممتاز قابل ہستی تھی، اپنی سخندانِ پارس میں اسطرح ارقام فرماتے ہیں،
دیکھو صفحہ ۲۲۸

[۲] سخندانِ فارس آزاد دہلوی

میں بیہقی نے اصلیت سے ہٹا کر اپنی طرف اٹھایا، سنہ ۵۵۱ھ میں **قاضی حمید ابوبکر** نے **مقاماتِ حمیدی** اُس عہد کی یادگار چھوڑی، متواتر مترادف الفاظ، مشکل لغات، اُس پر اضافتوں کی اُلٹ پھیر، محاورہ مفقود ہو گیا، زبان کو فارسیت سے واسطہ نہ رہا، عربی لفظوں کی یہ بہتات ہے گویا ریگستانِ عرب سے آندھی اٹھی، سنہ ۶۵۸ھ میں **علاؤالدین** نے اُس عہد کی فارسی کی یادگار **تاریخ جہانگشا** میں چھوڑی، عبارتوں کو پڑھو، الفاظ بہت آ گئے ہیں مگر یہ حالت ہے، گویا پلاؤ میں نمک کوٹ کر ڈالا ہے، کسی نوالہ میں ٹھیک، کسی میں کنکر سا منہ میں آ گیا، اور کوئی بالکل پھیکا، فقروں کی استخواں بندی ہے، سنہ ۶۵۶ھ میں استعارہ اور تشبیہ کی گلکاری اور خیالاتِ بہاری، گل، بلبل، نغمہ، چمن، گلشن، سبزہ، شبنم، مے، جام، صراحی وغیرہ وغیرہ سے کاغذی تختے گلزار نظر آتے ہیں، مگر ... اندر کچھ نہیں، در حقیقت میں لفظوں کی بہار تھی، اور معنوں کی خزاں سنہ ۶۹۹ھ میں **عبداللہ وصاف** نے بڑا زور مارا، مگر فقط لفاظی اور لغت بازی ہے، عربی، فارسی، ترکی لفظوں کا حشر برپا ہے، استعارہ اور تشبیہ کی اس قدر بہتات کہ مطلب گم ہو گیا، عبارت کو مقفیٰ کیا، اور ہر فقرہ پر اُس کا ہم معنی فقرہ اور سوار کیا، افسوس یہیں سے شروع ہوتا ہے کہ فقرے طولانی ہو گئے، مطلب صنائع و بدائع، تشبیہ و استعارہ میں الجھ کر پیچ در پیچ ہو گئے، لغات کی بہتات لفظوں کے مبالغے اصلیتِ حال پر پردہ ہو گئے، زبان واقعیت میں اپاہج ہو گئی، وہ چھوٹے چھوٹے فقرے، کلام کا اختصار، بے تکلفی، سادگی اور حقیقت نگاری کا وصف ایسا گیا، کہ آج تک ملک کی زبان اس قصور سے ملکوں میں بدنام ہے، **امیر خسرو** دہلوی کے صفحے کے صفحے دیکھو، فقط لفظوں کی چپاں چنیں ہے اُسے سر کا دو تو کچھ بھی نہیں، اس کے بعد **اعجازِ خسروی** پڑھئے، اوّل سے آخر تک ایہام، مراعات النظیر

بقیہ:- جس کے اظہار کے لئے خاص قاعدے مقرر تھے، یا درباری کے درست تھے، جس کو وہ اپنی اصطلاح میں کاتھا کہتے تھے یہ دری لفظ ہے، جس کے نام پر یہاں کتابِ دری اور کتاب ہے کیونکہ اس میں درباری کے گیت ہیں، ایران کی بس سپر ایران میں پہلے اسلام کے ہاتھ سے وہ صدمہ گذر رہا تھا، جو کہ یہاں دو سو برس بعد گذرا، اور اس سے اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی یہ حال یہاں تھا اسی حالت کے ساتھ پہنچی، کہ عربی اور ترکی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تبدیلیوں کے سبب سے اُس کی صورت پہچانی جاتی تھی۔

(آبِ حیات آزاد مرحوم)

طباق، تضاد وغیرہ وغیرہ صنائع و بدائع میں لُغت بازی اور جگت بازی کا مینہ برس رہا ہے۔ اِس دھواں دھار میں تاریخی آگاہی، اخلاقی تاثیر، علمی مسائل، مذہبی ہدایت کچھ نظر نہیں آتی لفظوں ہی لفظوں میں ساری دنیا تمام ہے، تجزاین الشایع میں بھی یہی ہتھکنڈے چلے جاتے ہیں، صفحۂ صفحۂ ڈیڑھ ڈیڑھ صفحے جگت بازی کرکے آدھی سطر کام کی آتی ہے۔ روضۃ الصفا میر اخوند شاہ نے سنہ ۹۰۳ھ کے اندر لکھی، وہ بھی اسی انداز میں ہے۔ حبیب السیر میر غیاث الدین نے اِن ہی دونوں مرتب کی، طولِ کلام اِس قدر ہے کہ اکثر جگہ صفحے کی خاک چھان کر مطلب کی دو باتیں نکلتی ہیں، پنج رقعہ کتاب الٰہی کی سنگت میں آئی، ہر رقعہ ایک لمبا چوڑا خط، عاشق کی طرف سے معشوق کے نام ہے۔ مضمون مطلب کچھ نہیں، طولِ کلام اور فقط استعاروں کے پیچ در پیچ ہیں، باقی خیر و عافیت، بے سہارے تیمم کے ہوا پر رنگ چڑھائے ہیں، انداز پردازوں نے ایسا ذوق و شوق پھیلایا کہ تمام تحریریں تشبیہ اور استعارہ میں مسلسل ہو گئیں، کوئی ماجرا، کوئی معاملہ، کوئی راز سلطنت نہ رہی، کہ اس سے خالی ہو، ایسے رنگین بیانی، نازک خیالی، معنی آفرین کہنے لگے"......

رفتہ رفتہ سادہ نویسی اور سلاست عبارت زبان سے گم ہوگئی، بلکہ اصلیت نگاری اور مطلب نویسی کی طاقت اِس میں نہ رہی، اور زبان پر یہ داغ لگ گیا، کہ مبالغہ اور بناوٹ فارسی زبان کا جوہر ہے، ان بیچاروں کی زبانیں کھوکھلی ہو گئیں صعیف بلکہ اپاہج ہو گئیں"

ہم کہاں تک فارسی زبان کی تدریجی خرابی کا بیان کریں، جوں جوں یہ اپنوں سے نکلتی گئی، دور ہوتی چلی گئی، غرضیکہ بجائے مدح، ذم کا پہلو نکل آیا، بقصد و تکلف، غرابت، اور غیر معتدل ندرت پیدا کی، جنہوں نے شاعری کے اصلی جوہر کو خاک میں ملا دیا، یہ بھی اپنا دامنِ شرافت و اصلیت چاک کرکے مبتذل اور بازاری بن گئے، اور لطف یہ کہ آجکل کے اہلِ سخن اپنی بد مذاقی سے اسے کمال سمجھتے ہیں ؎

سخن چو طوطیٔ شکر زباں تواں گفتن   وگرنہ ہست بسے در دراز یاں پہ ہیچ

برہمن کی مادری زبان اپنی بچھڑی ہوئی بہن سے مغلیہ درباروں میں غرابت و اجنبیت

اِس ملاقات کے وقت دُور ہوئے، دلوں کے پردے کُھل گئے، اور دل سے بغلگیر ہوئے، دونوں نے مِل کر اپنا اصلی رنگ رُوپ، بول چال، اختیار کیا، آپ کے دماغ میں رشیانِ حقیقت نگار، قُدسیانِ اصلیت گفتار اور برہمنانِ فرخندہ شعار کے اشعار حقیقتاً آفتابِ علم کے نور سے نور پہنچا رہے تھے اُن کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا، نہ ضرورت کہ اپنا ہی گھر اِس دولت سے لامال تھا، جو مضمون لکھا اُس کی نوعیت کے لحاظ سے اُسی زیور سے آراستہ کیا، کہ جو اُس کے جسم پر موزون تھا، "یہ آمد تھی نہ کہ آورد، یہ بے ضرورت تھی، نہ کہ ضرورتاً" ہمارے ناواقف علماء کے نزدیک گو یہ استعارات و تشبیہات جوہرِ زبان کے نام سے پکارے جائیں گی، مگر یہ دراصل اِس کا طرّہ امتیاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نیچرل شاعری ہے، اور اِس انداز میں کسی کا رنگ جمنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، پس اِس جادوگری اور سحر بیانی کے چند طلسمات و مشہدات ملاحظہ ہوں، اور پھر اِن کا کلام بھی اِسی نظر سے دیکھا جائے ؎

سبزۂ خاک نشینم کہ در راہِ نیاز　　بر اُمیدِ نفسِ بادِ صبا کہنہ شدیم

جوہر چو نیست صحبتِ نیکاں ترا چہ سُود　　چو سنگ ہم ترازوئے گوہر نشستہ

چشمِ دل با صورتِ معنی مقابل می کنم　　در پسِ دیوار گر باشد چہ سود آئینہ را

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق　　چوں مُو بروئے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت

سرش بگنبدِ گردوں فرو نمے آید　　کسے کہ از خس و خاشاکِ راہِ بستر اوست

نو بہار آمد بصحنِ گلستاں خواہم نشست　　ہمچو گُل شاداب بر آبِ رواں خواہم نشست

غبارِ راہِ تعلق بگردِ شاں نرسد　　سبک چو بادِ نسیم اند مردمِ آزاد

کسیکہ خونِ جگر ہمچو غنچہ نوش کند　　کشیدہ سر بگریباں زباں خموش کند

چو لالہ داغِ غمِ عشق بر جبیں دارم　　چو گُل ز لختِ جگر خوں در آستیں دارم

از لباسِ زمانہ عُریانیم　　ہمچو خورشید و ماہ تابانیم

در خیالِ ناصر موئے دلِ شبہائے فراق　　ہمچو ابرِ تیرہ باید چشمِ گریاں داشتن

بچشمِ اہلِ خرد مرد از ہنر خالی
بود چو شاخِ خزاں دیدہ از ثمر خالی

جدائے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں

برہمن درردیفِ تازہ مضمون تازہ طلبی
نہالِ تازہ زیبا تر نماید نو رسیدہ را

برہمن کی نازک خیالی، خوبصورت استعارے، نئی نئی تشبیہیں، خوشنما و جدید ترکیبیں، لفظوں کی عمدہ تراشیں، جواب نہیں رکھتیں، اُس وقت کے علماء نے اُن کی نثر کو ظہوری کے نثر سے تشبیہ دی تھی۔ نثرِ ظہوری سب نے پڑھی ہوگی، مگر جدت کا جو لطف آپ نے نظم میں پیدا کیا، وہ اُن کے کلام میں دیکھیے، کہ کیا مجال یہ جدت طرازی، طبعِ نازک پر سخت گذرے، چند جدتیں طبیعتوں کو اُبھارنے کے لئے دکھائی جاتی ہیں ؎

عجب نباشد اگر با سمندر اُفتد کار
کہ ہست در چمن شعلہ آشیانۂ ما

سر بر زند ز جیب خزاں نو بہارِ ما
آخر شود شگفتہ گلِ انتظارِ ما

فروغِ دل زفیضِ بادہ روشن شود پیدا
دماغِ رفتہ از سیرِ گلِ گلشن شود پیدا

ہوائے فصلِ گل و موسمِ بہار آنست
گلِ نشاط بدامانِ میگسار آنست

آتشکدۂ سینۂ ما بر سرِ جوش است
تا رہ برد بدیدۂ ما شعلہ فروش است

حاصلِ ایامِ عمرِ ما پشیمانی بس است
عذر خواہم جرمِ ما تقصیرِ نادانی بس است

ساقیِ بزمِ محبت بسکہ مستی ناز
نقدِ ہوش از دلِ ما بُرد چو ساغر برداشت

کدام دل کہ زباں دیدۂ تمنا نیست
کدام دیدہ کہ خوں گشتۂ تماشا نیست

سوئے ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست
بتغافل نگہِ مصلحت آمیز بس است

بگرفتاریِ ما سلسلہ در سلسلہ چیست
تار موئے ز سرِ زلفِ دل آویز بس است

آنکس کہ سیرِ چشم تہیدستی دعا ست
اول در قبول بروئے اثر زند

درمیانِ جامۂ دیبا کجا آید بدست
آں فراغتہا کہ در دلقِ گدا فہمیدہ ایم

تازگیٔ خیالات

برہمن نظم تو از عالم بالا آید گہر افشاند ز عقدِ ثریا امروز

جب ہم برہمن کے کلام کا نمونہ اِس شرح پر دیتے ہیں، تو قریب الفہم صفت کی تشریح بے سُود سمجھی جائے گی۔ یہ تازگی ایسی نہیں کہ دماغ تر و تازہ نہ کر دے تازہ دل ہو کر سر دُھن لیجئے۔ پہلے دو تین شعر سُن لیجئے ؎

گفتی بتازگی غزلِ تازہ برہمن / ایں طرح تازہ طرز کدام کلام کیست

بکشاد چو در صحنِ چمن بندِ قبا را / بوئے دگر افزود دمِ بادِ صبا را

جز غبارِ خط کہ بر آئینہ رویش نشست / ہمنفس کے میتواند بود دُود آئینہ را

خیال روئے کے جلوہ کرد چوں خورشید / غرورِ ظلمتِ شبہائے انتظار شکست

عیب کم گیر اگر ایں خطا بسیار اند / ایں ہمہ قابلِ عفو اند چو بخشندہ یکیست

منم کہ با مژہ تا بستم اشکِ اخگر زیر / وگرنہ شعلہ بایں تار بستن آساں نیست

بر سر آزادگاں مانند گل خواہد شگفت / خار صحرائے محبت تا نخواہد گذشت

تا در شکنج خود نہ کشد سنبلِ خطش / ما را بدور نرگسِ مستش ایاغ نیست

بے دانم اثر از بوئے زلف کیست در شانہ / کہ در مغز نرم امروز بوئے شانہ زد ناخن

فیض مے بار و ازیں بزم برہمن کہ زشوق / بر تنم ہر سرِ مو ناطق و گویا باشد

دلم چو خواست بصحبت آشنا گردد / صبا حکایتِ زلفِ تو درمیاں آورد

نازک ادائی اور نکتہ دانی

برہمن دارد سخن نازک‌تر از طبع بُتاں ؎
ایں ہمہ نازک ادائی از کجا دانستہ است

شاعروں کے دیوانوں میں عامیانہ مذاق یا عشقِ مجازی کی اوباشانہ بلکے بکار کے سوا دیگر مضامین کم ہوتے ہیں، اور نکتے و مسئلے جو تاریخی وقعت رکھتے ہیں، اُن کے خیال ہی میں نہیں آتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیبی حکومت نے یہ درسِ نکتہ نگاری خوب سکھایا، **وقائع نعمت خان عالی** ایسے ہی نکتوں سے بھرا پڑا ہے، اُس سے زیادہ کلامِ برہمن، وہ راز لکھتے ہیں، اور وقت ہو رہے ہیں،

جو سمجھتا ہے، داد دیتا ہے، خدا معلوم اُس وقت اِس نکتہ نگاری پر کیا رائے قائم ہوئی ہوگی، مگر اب تو یہ تاریخی نکات مستند و معتبر انکشافات سمجھے جاتے ہیں، نکتہ دان اصحاب اُن کے ہر کلام پر غور کریں،

ترکیب کی خوبی، برجستہ بندش

ازسخن پیداست طرزِ ہر سخنداں برہمن
رشتۂ نظمِ مسلسل تا ثُریا ہے بلند

پیپل اور برگد کا بیج سب نے دیکھا ہوگا، کہ اُس کی کیا شکل ہے، اور کیا مقدار، مگر اُس بے حقیقت بیج میں کروڑوں من پانی، لاکھوں من لکڑی، ہزاروں من پتے، اور سینکڑوں من ثمر ہی نہیں ہوتے، بلکہ اُن سب کے کامل خط و خال اور خواص بھی یکساں ہوتے ہیں، وُہ کسی کو نظر نہیں آتے لیکن ثمر پانے اور اپنی مُراد حاصل کرنے پر وُہ دانہ کہ جو دُنیا میں کم سے کم شخصیت رکھتا ہے، اکثر دل زمین گھیر لیتا ہے، اور اُس کی اولاد مصورِ فطرت کے ہاتھوں وُہی نقش و نگار حاصل کرتی ہے کہ جو اُس کے دانہ دانہ میں نہاں تھی،

ٹھیک اسی طرح شاعر ہی نہیں بلکہ ہر حیوان و انسان اپنی ماں کے پیٹ سے اپنے اپنے عادات و خواص لے کر پیدا ہوتا ہے، جن کا خون شاعری کی صنائع و بدائع اور علوم بیان و معنی میں گردش کرتا ہے، اُس شاعر کے کلام میں سب محاسنِ شاعری پائے جاتے ہیں، حافظ شیرازی، شیخ سعدی اور مُلا رُوم کسی اُستاد نے نہ سکھائے نہ پڑھائے، نہ بنائے، وُہ ایسے ہی تخم تھے کہ جنہوں نے سرسبز و شاداب ہونے پر دُنیا بھر میں ادب و اخلاق کے گلزار کھلائے، معائبِ شاعری کی خزاں نہ دیکھی،

برہمن بھی شاعر پیدا ہوا تھا، تو پھر اُس کی شاعری کس طرح مُرصّع نظر نہ آتی، اُسکی یہ خوبی جب اُستادوں کی سمجھ میں آئی اُستاد تسلیم کیا،

شاعری کی جان بلکہ رُوحِ رواں ترکیب کی خوبی، بندش کی برجستگی ہی ہے، اور یہ ایسی ضروری ہے، کہ جیسے کسی انسان کے لئے خوبصورتی یا کسی پھول کے لئے دِل آویزی، اگر یہ نہیں کچھ نہیں، آپ کا کلام، چستیِ ترکیب، شوکتِ الفاظ، بلند پردازی، نازک خیالی اور تاثیر کا ایک

تحریر ہے حسرت موہانی اپنے قابلانہ لہجہ میں تسلیم کرتے ہیں، کہ "درستی اور چستی ترکیب نہایت خوب ہے"، آپ نے کل دیوان سے دس شعر منتخب کرکے یہ عام نتیجہ پیدا کیا ہے، میرزا صاحب ان کی تحریر کو "فارسی زبان کا پاکیزہ و لطیف نمونہ" قرار دیتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ قرار داد بندش الفاظ کے تقاضے پر مبنی، اُن کی زبان ایک ایسی مشین ہے کہ جس میں صنعتِ شاعری کے تمام کل و پرزے گھڑے گھڑائے چلوائے بے تکلف و بے تردد نکلے چلے آ رہے ہیں، جو ایک خاص صورت پیدا کر رہے ہیں، اور اس ترتیب سے کہ اگر ایک پرزہ ادھر اُدھر کر دیں، صنعت بیکار ہو جائے، گویہ خداداد صفت دیوان کے ہر شعر میں موجود ہے، مگر ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ بازارِ علم برہمن میں اُن کی سب اشیائے مصنوعات سجائی جائیں، آپ سیر کیجئے ؎

زہے لبِ تو نمک ریز در شکر باری شکنجِ زلفِ تو اندازۂ گرفتاری

پروازِ خیال کے دلچسپ مقابلے

؎ سماعِ اہلِ محبت از عالمِ دگر است
ہزار وجد باہنگ یک اصول کنم

برہمن کی زبان و قلم کی قادر الکلامی اور تخیلات گوناگوں کی خیال آفرینی کے سحر نے اپنے دلکش نغموں کے زیر و بم راگ راگنیوں کے رنگ میں، ایک مضمون بیسیوں طرح سے اپنے سامعین کو سنایا، جس کی ہر گت اور تان ایک نئی آن و بان رکھتی ہے، اُن کا مضرابِ قلم جس مضمون کی جس تار پر پڑتا ہے، حال سے قال میں لے آتا ہے، اور انسان بے خود ہو کر اُس وقت تک ہوش میں نہیں آتا، جب تک کہ اُن کا کوئی دوسرا نغمہ کام نہ کرے،

برہمن نے جگہ جگہ "عمرِ گرامی" "سرائے فانی" "گوشہ نشینی" "خاموشی" "حقائق و معارف" "فلسفہ و تصوف" "حکمت و اخلاق" "صفائی باطن" عاقل و جاہل، راستی، خاموشی، صداقت وغیرہ وغیرہ موضوع خاص پر نئی ترکیب، نئے الفاظ اور نئے انداز سے مضامین لکھ کر ہمارے حافظے نے محفوظ رکھے، ہمارے حظِ وافر کا باعث ہوئے، ہم چاہتے ہیں کہ اُن سے اہلِ سخن بھی محفوظ ہوں:-

ہر نفس بوئے محبت آید از گفتار ما — می‌تواں فہمید از گفتار ما مقدار ما

ما برہمن صحیفہ نویس محبتیم — ہر کار زینت کلکِ محبت نگار ما

ہمیشہ آب گہر با گہر بود دمساز — نشد ز دیدۂ ما دور آب دیدۂ ما

ہر شب گہر افشاں شود از گوشۂ مژگاں — پروین صد پارۂ ما چشم تر ما

آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق — شد جلوہ گاہ صورتِ معنی نہان ما

از آب و تابِ عشق چو آئینہ صاف شد — آں کہنہ و شکستہ سفالے کہ داشتیم

انسانی ہستی دانہ سے تشبیہ[1] دی گئی ہے اور زمانہ چکی سے۔ یہ مضمون مختلف پیرایوں میں اس طرح سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے ؎

چوں دانہ عاقبت خبر از حال خود نیافت — ہر کس کہ خانہ در تہِ ایں آسیا گرفت

زیر گردش ہائے گردوں ہر کہ وارد گشت ہاں — خویشتن را دانۂ ایں آسیا دانستہ است

ہیچ کس از گردشِ گردوں نمے آید بروں — ہر یکے چوں دانہ زیرِ آسیا خواہد گذشت

بغفلت زیرِ گردش ہائے گردوں آدمی گردد — بآں تینے کہ غافل دانہ زیرِ آسیا باشد

چوں دانہ ہر کہ در دل شد بروں نمے آید — غرض کہ گردشِ ایں آسیا نفہمیدیم

آسیائے چرخ میگردد بگیر در روز و شب — خویشتن را دانۂ ایں آسیا فہمیدہ ام

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق — کہ رہروانِ رہِ عشق را ریا کفر است

(دیگر)

ز روئے صدق برہمن قدم براہ بنہ — کہ رہروانِ رہِ عاشقی ریا نکنند

بامیرِ زلفِ او بدست آرد — دل پریشاں ترا ز صبا شدہ است

(دیگر)

دل در پئے ہر نسیم گردد — تا بوئے تو از دمِ صبا یافت

گر گناہے تو ہمیں بیکسی و بیکسی است — برہمن قابلِ عفو است گناہے کہ تراست

(دیگر)

نادانیٔ ما گناہِ ما بود — در دفتر خود حساب کردیم

[1] یہ تشبیہ کبیر جی نے دی ہے، "چلتی چکی دیکھ کے دیپے کبیرا رو — دو پاٹن بیں آن کے ثابت رہیا نہ کو" (بہار رسنامی)

(۸) کردم شبے خیالِ تو در دیدہ نہاں — ریزد کباب سے اشک بدامانم آفتاب
تا پیچ و تابِ زلفِ تو داریم در خیال — صد جا ز ہم گسستہ بود گفتگوئے ما

(۹) خیالِ زلفِ تو تا در دلِ برہمن ماند — ز سینہ تا بزباں راہِ گفتگو گرہ است
شبے خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل — تمام عمر چوں زلفش بہ پیچ و تاب گذشت

(۱۰) کجا پنہاں کنم ایں گریۂ طوفانِ خویش را — کہ گر در آستیں گم گردد از دامن شود پیدا
چگونہ گریۂ خونیں نہاں تواں کردن — کہ ریزد از مژہ و از آستیں بروں آید

(۱۱) تا گشت تابدار و صندلِ پیشانیٔ خویش — برہمن خاک سرکوئے تو بر سر برداشت
بہر زمیں کہ نگرم سجدہ مے کنم — خاک نیاز صندلِ پیشانیٔ من است

(۱۲) آں آتشِ نہفتہ کہ در سینہ داشتیم (۱) چنداں بلند شد کہ دلِ آفتاب سوخت
اگر ز سینہ کشم آہ آسماں سوزد (۲) نہفتہ آتشِ دیرینہ زیرِ آہِ من است

(۱۳) ز موجِ حادثہ بیروں نیا فتیم کنار (۱) بروئے آبِ رواں عمر چوں حباب گذشت
ایمن شوز سیلِ حوادثِ روزگار (۲) اے آنکہ خانہ بر لبِ دریا گرفتہ
(۱) مے تواں بودن ز آشوبِ حوادث برکنار (۲) کشتیٔ امیدِ ما بر ساحلِ دریا خوش است

(۱۴) منزلِ عشق دراز است بپا از خوابِ برار (۱) کارِ بے دیدۂ بیدار نمے آید راست
ز شورِ صبحِ قیامت اگر نشود بیدار (۲) بگوش ہر کہ صدائے جرس نمے آید
صبحِ محشر اگر از پردہ برآید بیروں (۳) ور نہ زیں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

---

(۱۵) از محبت دل شود معمور چوں گردد خراب (۱) اے دل شود دیدہ ویراں کہ آبادی تراست
قرارِ عاشق مسکیں بود در اضطرابِ دل (۲) بایں شود دیدہ ہرگز وادیٔ ایمن نمے سازد

(۱۶) برہمن ز گناہانِ من ز من پرسند (۱) بگریہ دیدہ رحمت جواب خواہم کرد
چو روزِ حشر برہمن حساب پیش آرند (۲) بآبِ دیدہ بشویم نامۂ اعمال

(۱۷) کسے بر آبِ رواں برہمن نشد ایمن (۱) اساس بر سرِ آبست قصرِ دنیا را

بر سرِ آبِ رواں افگند طرح خانہ را (۲) اے برہمن ہر دلی در دہر بے بنیاد بست

(۱۸) نہ تنہا غمزہ اش بر سینۂ فرزانہ زد ناخن (۱) اشارتہائے ابرو بر دلِ دیوانہ زد ناخن

نہ تنہا غمزہ اش در دیدۂ بینا زند ناخن (۲) با پردۂ من ابروئے تو صد جا زند ناخن

(۱۹) ہزار حدیث گہنہ نامہ سیاہ شدست (۱) گنہ ز ہر کہ بود داخلِ گناہ منست

صفائی حسنِ عمل نیست در جریدۂ ما (۲) مگر بعشق گنہ نامہ را سیاہ کنیم

(۲۰) بدہ ز خونِ جگر خوں بہائے بلبل را — کہ گل بگوشۂ دستار بستن آساں نیست

نخستیں خوں بہائے بلبلاں دہ — پس آنگہ سیرِ گل در صحنِ گلزار

(۲۱) بس کہ طبعِ شگفتہ داریم (۱) لاجرم ہمچو گل پریشانیم

بخموشی چو غنچہ ساختہ ایم (۲) سر بہ جیبیم و پا بدامانیم

عاشقم غنچہ صفت پائے بداماں دارم — چوں گلِ تازہ ام و جانِ پریشاں دارم

معاملہ بندی

جو صورتِ معاملہ پیش آئے، الفاظ کے ذریعہ صحیح قلمبند کر دینا "معاملہ بندی" کہلاتا ہے، گو یہ بات ظاہر آسان معلوم ہوتی ہے، مگر اس سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں، دیدۂ بینا اور دلِ بیدار ہی اس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے کیونکہ قوتِ حسّی اُن ہی کے قبضہ میں آتی ہے، برہمن کی صورت ملاحظہ ہو:-

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق — چوں مورِ روئے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت

گر بمعشوقہ مراد رسم — یادم از مدعا نمے آید

نقاب از رخ چو برداز سحرگاہ آفتابِ من — نظر از تجلیش خیرہ گردد و حجابِ من

احساسات یا انسانی جذبات

شاعری، مصوری سے زیادہ مشکل ہے، مصور مادیات اور محسوساتِ ظاہری کی تصویر کھینچتا ہے، شاعر غیر مادی اشیاء اور غیر محسوسات کا نقشہ اتارتا ہے، مصور کا کمالِ مصوری یہ ہے کہ ہر چیز کا مکمل

عکس اُتار دے، شاعر کا کمال یہ ہے کہ انسانی جذبات و احساسات کا نقشہ کھینچ دے، مصوّر آنکھ کے احساسات سے کمال پیدا کرتا ہے شاعر دلی احساس سے اپنا کمالِ فن دکھاتا ہے یہی حقیقی شاعری ہے، اور جس کی زبان و قلم میں یہ اثر ہے وہی شاعر ہے، جس طرح سے دنیا میں گانا اور رونا جاننے کا سب دعویٰ کرتے ہیں، اسی طرح سے ہر انسان چار لفظ پڑھ کر شاعری کا مدعی بن جاتا ہے، اور بعض اَن پڑھ بھی شاعر کہلاتے ہیں، جو شاعر نہیں ہوتا، اُس کا کلام اُس کی قلم و زبان سے نکلتے ہی اُس کے نام و نشان کی طرح صفحۂ دنیا سے محو ہو جاتا ہے، مگر جو انسان انسانی جذبات بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اُسے دستِ اہلِ قدرت کبھی محو نہیں کر سکتا،

برہمن کی زبان، شاعری کے جذبات و احساسات بیان کرنے کے لئے منقارِ ہزار داستان رکھتی ہے، اِس کا طائرِ خیال جذبات و احساسات کے ناقابلِ گذر جنگلوں، گھاٹیوں، بلندیوں، نشیبوں اور بھول بھلیاں میں بے تردد داخل ہو کر اور گل کُترا دے کر اِس طرح سے واپس آجاتا ہے کہ دوسرا جنموں میں بھی نہیں آسکتا وہ جب بلند اُڑتا ہے، تو فلک مفتمیں کی خبر لاتا ہے، اور جب دریائے فکر میں غوطہ لگاتا ہے، تو تحت الثریٰ سے گوہرِ شاہوار نکال لاتا ہے، اُس کی فہم و ادراک اور قوتِ پرواز نے زمین و آسمان ایک کر رکھے ہیں، وہ ایسی طاقت رکھتا ہے کہ ایک خیال آجانے کے بعد جب پھر پرواز کرتا ہے، تو پہلے سے زیادہ کڑک اور دمک ہوتی ہے، جس سے زمین و آسمان گرج اُٹھتے ہیں، اور مسکون و مفلوج قلب پھڑک اُٹھتے ہیں، بلند خیال طبائع سوچتے کے سوچتے رہ جاتے ہیں، کہ کہاں سے کہاں جا پہنچا، اُس کی ہر پرواز نیا لطف رکھتی ہے، اور نئی خوشبو سُنگھاتی ہے، اِس پروازِ خیال کے چند مناظر ہم نے بھی دیکھے ہیں، آپ بھی اپنا جذبۂ دل پورا کیجئے ؎

(۱) آرائشِ ہنگامۂ ایامِ جنون ست — آں داغ کہ چوں لالہ بود در جگرِ ما

(۲) صورتِ حُزنیں غبارِ غم از دل برد، برد — ما را ہمیشہ گوش بر آوازِ بلبل است

چہ آتش است کہ در دیدۂ ترا افتادست — کہ جائے اشک ہمہ انجم اخگر افتادست

بر آتشِ غم تو دلم چوں کباب سوخت — وز اشک گرم مردمِ چشم در آب سوخت

گر ترا از دہن تنگ شکر دانے ہست — لخت لخت جگر سوختہ بریانے ہست

من و سودائے خیالِ خط و خالے کہ تراست — من و دیوانگی حسن و جمالے کہ تراست

بگذشت عمر و گرم تنا لفس ہنوز — ایں مرغ پر شکستہ تپاں در قفس ہنوز

تقسیم اعلیٰ تبویب مضامین

چند باید بر رخش زلف پریشاں دیدن
صورتِ کفر در آئینۂ ایماں دیدن

ان صنائع و بدائع پر لکھنے کے بعد اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ برہمن کا علم اخلاق و ادب کس قدر ہے؟ اور ان اسباق میں وہ کیا کیا سبق دیتے ہیں؟ آیا اس دیوان میں گل تکمیل کا رونما رو دیا ہے، یا کوئی جواہر اخلاق پر دیا ہے یا محض وقت ہی کھو دیا ہے' یا اسے سکارت لگایا ہے؟

ہمارے سامنے اس دنیائے غدار کے لئے جس قدر نیکی کا نیک سرمایہ ہے' اور جس کا ہمیں علم ہے' ہم اسے اس ترازو میں تول سکتے ہیں' صاحب اخلاق و ادب اپنی وسعتِ معلومات کے تقاضے پر اس میں سے بہت کچھ پا سکتے ہیں' اگرچہ ان کے گوناگوں مضامین کی صحیح منطقی تقسیم کا کام ناممکن ہے' تاہم جو جو اشعار جس جس مضمون پر دیکھے گئے' تقسیم منطقی کے سپرد ہوئے اور وہ ہمارے ارادہ کی تکمیل کے لئے کافی ہیں' ہم نے داغ بیل ڈالدی' اہلِ نظر مکمل فرمالیں گے'

برہمن کا بیان وکلام رمز و آدا اور معمہ سے پر ہے

بر ہر زباں بر رمز و ادا بگذرد سخن
اما بیانِ اہل سخن ایں ادا کست (برہمن)

رمز و آدا اور معمہ گو ایسی صنعتیں ہیں' جو کلام کا لطف بڑھاتی ہیں' مگر حقیقتاً یہ بڑی کار آمد ہیں' جو بیان کہ صاف ہو' وہ بالعموم نقصان دہ ہوتا ہے' مگر جو بیانات رمز' ادا' کنایہ اور معمہ میں بیان کیا جائے' وہ یہ فقط آفات سے محفوظ رکھتا ہے' بلکہ کلام میں

خوبی پیدا کرتا ہے، برہمن اپنے ایمان واعتماد سے جس راستہ سے گزر رہا تھا، وُہ ظاہر ہے، اُس کی زبان صدقِ بیان کے لئے ضروری ہوا کہ وُہ اپنا کلام رمز، ادا، کنایہ اور معمہ کے پردوں میں بیان کرے، چنانچہ ہم اپنے ناظرین اور شائقین کلام برہمن کی خدمت میں با دب التماس کرتے ہیں، کہ وُہ تحریر برہمن ذرا سمجھ کر پڑھیں، اور خوب غور کریں، طرح طرح کے مفہوم کا انکشاف ہوگا، وُہ خود یہ راز ظاہر فرماتے ہیں، کہ سب لوگ شاعری کا دم بھرتے ہیں اور یہی شاعر مرد اس کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، لیکن باوصف اس سخنی حکومت کے میں سب کچھ لکھ گیا، اور کسی نے کچھ نہ سمجھا، ملاحظہ ہو مکالمہ تبر خوش و ناصر علی سرہندی و آمر، برہمن خود ایما فرماتے ہیں ؎

سُنے کہ لعل لبش شیوۂ مسیحا داشت　　ہزار طرز سخن در سخن بایما داشت

ز گفتگوئے جہاں لب ببند و فارغ باش　　کہ کار ما و تو در حلِ این معمہ نیست

دُنیا و مافیہا

سب کہتے ہیں کہ دُنیا ناپائدار ہے، اور دولتِ دُنیا سے زیادہ فانی، سب مانتے ہیں، مگر سب پائداری کے سامان بناتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ کہنے کے لئے دُنیا ناپائدار ہے، مگر عمل کرنے کے لئے نہیں، اس میں یہی کوئی نکتہ ہے،

دُنیا میں جو پیدا ہوا، وُہ قسامِ ازل کی تقسیم کے موافق اپنا حصّہ ضرور پائے گا، خواہ بُرا مانئے، خواہ خوش ہو،

اگر یہ خیال دُنیا میں ذہن نشین ہو جائے کہ دُنیا اور اس کی دولت دونوں ناپائدار ہیں، تو ایسے ہر انسان کو فرحتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، اور وُہ دُنیا کے تمام مصائب و تکالیف سے نجات پا لیتا ہے، پس دنیا میں رہ کر اُسے فانی سمجھنا ہی معراجِ کمال ہے، ورنہ تعلقات کی کثرت موجبِ حسرت و افسوس ہوتی ہے، انسان گھل گھل کر اپنی جان دیدیتا ہے، اور دوسرے کی لے لیتا ہے،

برہمن شروع سے قدیم تقسیم زندگی کے منازل اور مراحل پر کمر بستہ تھے، اور آخرش سب مراحلِ زندگی بڑی بڑی خوبی و عمدگی سے طے کئے، کیونکہ ایسی قدیم طرزِ تقسیم زندگی میں

دُنیا و مافیہا بھی لطف دیتے ہیں، برہمن کا اُپدیش ہماری رہبری کا باعث ہو سکتا ہے۔ کہ عالمِ باعمل تھا۔

ہر کہ اسبابِ تعلق را فراہم مے کند — راہ و رسمش است تدبیر خطا دانستہ است

کارواں بگذشت بانگے از درائے برنخاست — عالمے گم گشتہ و از جائے صدائے برنخاست

ہرگز بکام کس نہ بہ چرخ ستم مُراد — ایں دورِ روزگار ندانم بکام کیست

با داغِ عشق ساز برہمن کہ چند گاہ — الفت میان پنبہ و داغے غنیمت است

بحرِ دُنیا ست پُر ز سیلِ حوادث بسیار — تکیہ بر ہر گذرِ آبِ رواں نتواں کرد

ز بے ثباتی قصرِ زمانہ دانستم — کہ نقشِ بندہ بر رُوئے آب خواہم کرد

دُنیا چہ بود کہنہ سرائے و خرابہ — خوابے و خیالے و حبابے و سرابے

جہالت

برہمن ہر کہ بسے یافت از مغز دل دانا — بسنگِ خارہ سازد لیک با کودن نمی سازد

خدائے کریم لیاقت سب کو بخشے، اور جہالت کا وجود اس دُنیا سے نابود کر دے، ورنہ کم از کم ہندوستان پر تو یہ مہربانی ضرور فرمائے، گو اس فضل و کرم کی تقسیمِ اعلیٰ سے یہاں کی آبادی ایک فیصدی بھی نہ رہے گی، مگر وہ ایک لاکھ پر بھاری ہو گا، برہمن کا آئینہ دل ان پتھروں سے چکنا چور ہے، اور برہمن ہی پر کیا موقوف ہے، ہر عقلمند کا دل صافی ان سے نفور ہے، اس سلسلہ میں اول سری بھرتری ہری سے کچھ سُن لیجئے۔

"پہاڑوں اور بنوں میں جنگلی جانوروں کے ہمراہ مارے مارے پھرنا اچھا مگر جاہل کے ساتھ بہشت میں بھی رہنا بُرا ہے"

ہر چند بہ سنگِ خارہ سازم — با سنگ دلاں چہ چارہ سازم

با ناکسان سنگدلاں حُسنِ اختلاط — باشد برُوئے سنگ زدن آبگینہ را

علم بے عمل

بروزِ حشر گر از برہمن سوال کنند — ز علمِ بے عملِ خویشتن جواب دہد

برہمن کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر عمل علم کوئی چیز نہیں، اس مسئلہ پر سب کا اتفاق

ہے۔ اگر اس سے اتحاد قلبی کوئی نہیں کرتا، عمل علم کے ہاتھوں اس سے نالاں ہے، کہ وہ جان بوجھ کر غفلت کرتا ہے، برہمن سمجھاتا ہے:-

دلم ز نسخۂ علم و عمل ادب آموخت　　چہ باشد ار بود آدم اندکے زبان گستاخ

چہ بستہ دل آزادہ را بہشت رباط　　کہ زاد حسن عمل میرسد براہ صراط

دل آزاری

بآزار اسے سر مورے مشو راضی　　کسے را ایک سر موئے بیازار

"جہالت" کثیر الاولاد ہے، اور دُنیا کے ۳/۴ حصے پر قابض ہے، دل آزاری بھی اُسی نسل سے ہے، روحانیت ان جانداروں کی دشمن جان ہے، جہاں یہ بڑی اِن کی اولاد گھٹی، پس جہاں روحانیت کا دَور ہوگا، وہاں جہالت کا خاندان کا فور ہوگا، اِس کا گناہ بھی گناہ بے لذت ہے، مگر جذبۂ انتقام اِس شرارت سے باز نہیں رہتا، مسلمانوں کے قدیم بزرگ شبلی[1] جیسے خدائی بندے اگر دُنیا میں پھر پیدا ہو جائیں، تو ایک کثیر حصّہ اس دوزخ سے نکل جائے، جہاں پہلے ہندی، سانپ، بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو مارنا بھی پاپ سمجھتے تھے، اب اپنے بھائیوں کی دل آزاری میں لطف پاتے ہیں، ملے گا نہیں تو اپنی جیو آہنسا کی لَو دُنیا میں پھیلا کر اس میں سب کا بھلا ہے۔ آپ نے دیکھو کہ برہمن کس درد سے بیدردوں کو بیدردی سے روکتے ہیں؛

اُولوالعزمی یا بلند حوصلگی

مابرہمن مشکلات روزگار آساں کُنم
ہر چہ مشکل تر بود آثار آسانی دروست

دُنیا میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے، کہ جو اپنے حوصلہ کے پروں سے اُڑ کر دشمنوں سے بچ کر فلک الافلاک پر پہنچ جائے، شیر مقابلہ میں آئے، اس پر بھی جھپٹ پڑے، اگر دریائے بے پایاں راستے میں حائل ہو، فرش قالین سمجھ کر عبور کر جائے، غرضیکہ جو خیالات پست خیالی سے پیدا ہوں اُن کا دشمن ہو، مُصلحانِ قوم، ریفارمرانِ ملک، شعرائے زماں اور ہادیانِ دین، ارادے کے پورے اور حوصلے کے بادشاہ ہوئے، ایک نے لاکھ کے قلوب پر فتح پائی، برہمن نے بھی اپنے حوصلے کے زور

---

[1] ولی مشہور سے مراد ہے، بہار رضا امی

سے اپنا یہ مشن باحسن الوجوہ پورا کیا۔ اس کے کلام میں ایسی شجاعت، بلند خیالی، عالی ظرفی اور بلند حوصلگی بھری ہے کہ جو فاتحانِ ملک میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے دل و دماغ کی کمک سے دنیوی فاتحانِ اعظم کے قلب پر فتح پائی تھی۔

ہم نہیں چاہتے کہ ایسے عالی خیالات اور پاک جذبات اس کے دیوان میں سوتے رہیں۔ ہم نے اپنے ملک کے نوجوانوں کے قلوب میں یہ جذبہ پھونکنا ہے۔ اس لئے چند شعر پڑھے جاتے ہیں، اور اس کے ساتھ یہ بھی اُن کا وعظ ہے کہ انسان کو ہمیشہ شگفتہ رہنا چاہئے۔ تنگدلی غنچہ دل پژمردہ کر دیتی ہے ؎

وجود مردم دانا بود ہمیشہ بہار | چو غنچہ تنگ مباش اندریں شگفتہ ریاض
عاقبت از منزلِ مقصود مے یابد نشان | ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست
در راہِ عشق یک قدم از خویش پیش باش | شوریدہ را صدائے جرس احتیاج نیست
بلانوشاں حذر کمتر کنند از ہر چہ پیش آید | کہ خوں اندر مذاقِ تلخکاماں شیر میگردد
در معرکۂ عشق در آید چو برہمن | ہر کس کہ بمیداں جگرے داشتہ باشد
ترا اگر دل سنگیں بود مرا چہ زیاں | کہ من مقابلِ آں جانِ آہنیں دارم
نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز افتم | گر بر آرند ز آتش بدم دیاز افتم

جستجو

مبیں بکوتہیٔ خویش و پا فراز نہ (برہمن)! کہ بالِ ہمت پروانہ میرسد بچراغ

دنیا میں جو کاہل اور سست بنیاد ہستیاں ہیں، ناکام ہیں۔ کیونکہ کام سے گھبراتی ہیں، وہ اپنی سستی اور کاہلی سے تردد اور جستجو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی معترض ہوتا ہے تو ایسے مذہبی خدا بندے کہہ دیتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی ہوگی وہی ہوگا، ہمارے تردد اور جستجو سے کیا ہو سکتا ہے۔ اس اعتقاد کے پرستار آغازِ آفرینش سے چلے آتے ہیں۔ ویدِ مقدس نے ایسے نکمے گروہ کو تشبیہ کاہل سے سمجھایا کہ اُسے غلط عقیدہ کے لوگوں نے مطلق یہ نہیں سمجھایا کہ تم اپنے حواسِ خمسہ سے کبھی کام لینا چھوڑ دو، ایسی حالت میں تم حیوانوں سے بدتر ہو جاؤ گے۔ تم دیکھو

کنڈلیوں میں تبدیل ہو گئے، مگر جب تک اُسے تدبیر اور جستجو سے نکالا نہ جائے نکل نہیں سکتا، انہیں ہر کام میں
تردد جاری رکھو اور نتیجہ میرے ہاتھ میں چھوڑو، شرح برہمن سے سُن لو۔

بایں ہمہ بیہم (آگ کا کیڑا) بسوزیم شگفتیم | مرو قوف یک شرارہ آتش چو شمع نسیم
برہمن گرنہ کام دل بدست آید تغافل کن | تہاں ناامیدی نیز ہے بخشد ثمر یانہ

کار امروز بفردا مگذار

کار امروز بفردا مگن حساب میار | نتواں خورد غم وعدۂ فردا امروز

ہندی کی اُتوا عزم اور رہبر عظیم سیاسیات نے زور دیا ہے کہ جو کام کرنا
ہے فوراً کر لینا چاہئے، یہ مشیوری دنیوی کاروبار سے نکل کر مذہبی فرائض میں داخل ہو چکی تھی،
صبح اُٹھنے کا وقت، جنگل جانے کا وقت، سندھیا پاٹھ کا وقت، کاروبار کا وقت، کھانے
کا وقت، غرضیکہ شب و روز کے چوبیس گھنٹے انسانی ضروریات کے پروگرام کی زنجیروں سے
اپنے مضبوط بندھے ہوئے تھے کہ انہیں شاہ سے گدا تک توڑنے کی کوئی کوشش و جرأت
نہ کرتا تھا، اور اگر کسی نے بہادر نہیں توڑا، تو خود کبھی ہلاک ہو کر تباہی کے غار میں جا پڑے،
اب وقت کی قدر کا وقت گیا، صبح کی سندھیا اول تو خواب بیداری کی نذر ہو گئی، اگر کرتے
بھی ہیں تو دن چڑھے کے بعد، غرضیکہ کوئی پابندی ضابطہ رہا، نہ آئین، پھر وقت پر کام
کون کرے،

برہمن ایک سچے برہمن تھے، اُن کا ہر کام آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت کی طرح بے خلل
تھا، وہ وقت پر کام کرنے کے لئے بڑا زور دیتے ہیں،

دمے ز خواب گراں می تواں شدن بیدار | وگرنہ تازہ چشم آفتاب گذشت
برہمن امروز اگر حسن عمل داری بسیار | کشتۂ امروز بہر حاصل فردا نوشت
نظر امروز باید داشتن بر حاصل فردا | تخم امروز تخم مزرع فردائے ما باشد

یاس و اُمید

تمام عمر باُمید وعدہ باشم شاد | گر اعتماد بہ زیر و گرداں کردن
یاس انسان کی دشمن اور امید دوست ہے، یا دیان دین نے دشمن سے بچنے

اور دوست سے ملنے رہنے کی ہدایات کی ہیں، اگر کوئی ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے، مالی و جنگی طاقتوں کا مالک ہے، دانشمند اور دور اندیش اصلاح کار ہیں، احتیاط اور اتحاد و کمک پر ہیں، اگر یہ ان آشنا ہو جائے، دم بھر میں کام تمام ہو جائے، امید ادنیٰ غلام کو بادشاہ بناتی ہے، گداگر کے سر پر تاجِ شہنشہی کا سایہ کرتی ہے، منازلِ دنیوی کے طے کرنے کے لئے بھی ایک زادِ راہ ہے، جس کے پاس ہے، وہی بادشاہ ہے، برہمن کی نفرت رغبت درجۂ اعتدال پر ہے، اور ہر کس و ناکس کے کار آمد ہے

گر شاخِ محبت ثمرے داشتہ باشد نخلِ دلِ من نیز برے داشتہ باشد

شکوۂ فلک اور شکایتِ زمانہ

بحضرِ مصیبت خاموش اگر باشم روا باشد، کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعالِ من، دنیا میں مذاہب کا ظہور ازل سے ہے، اور ابد تک رہے گا، مگر جب ان میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے، طوفانِ بے تمیزی کے بادل اٹھتے ہیں، شدید رنگ کی بجلیاں گرتی ہیں، ناکامی اور مایوسی کا گھٹا ٹوپ ہے اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، اشخاص ناطر ادنا کام اپنی خامی اور سبب سے اپنی اصلیت پر اتر آتے ہیں، ان پر یہ آتشِ سوزاں اپنا خوفی اثر ڈالتی ہے، چونکہ بلا آسمان سے آتی ہے، اور زمانہ اس کی تعمیل کرتا ہے، اس سے ایسے مبتلا نے بلا، آسمان و زمین ہی کے درپے ہو جاتے ہیں، اور اپنی ضعیف الاعتقادی کی خوب خاک اڑاتے ہیں، اہلِ زمانہ اپنا شاعرانہ زیرِ فلک تانے ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں، ایسا شکار شکاری کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن اپنے مجنونوں سے مخاطب ہو کر وہ وہ بے نقط سناتا ہے، جسے کوئی دوسرا زبان پر بھی نہیں لا سکتا اپنے گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے بجائے زبان پاک آلائش شکوہ شکایت سے آلودہ کرتے ہیں،

بدمذاق اور متعصب حضرات جب اپنے ممدوح کی زبان سے اپنے مذہب کے خلاف کوئی ایسا کلمہ کفر سنتے ہیں، تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ "شاعری قیدِ مذہب سے آزاد

ہے،" اس نالائق طرزِ حمایت نے شاعروں کو مذہب کی مٹی پلید کرنے کی اجازتِ عام دیدی، جب علمائے مذہب ایسے یاوہ گو، بے دین لوگوں کی پیٹھ ٹھونکیں، تو وہ کیوں دن رات ایسا دلچسپ کھیل نہ کھیلیں، جب اپنی ہی پگڑی اتاردی، تو دوسرے کی دستارِ فضیلت پر ہاتھ دراز کرتے ہوئے کونسی شرم مانع تھی، کیا کوئی سعدی، حافظ، مُلّا روم کے کلام سے ایسے بے دینی کے کلمے نکال سکتا ہے، معاذ اللہ، ذرا عمر خیام کا شکوہ ملاحظہ ہو کہ جس پر سب علما، عمر خیام کی شاعری کی داد ختم کر دینا چاہتے ہیں،

ابریق مے مرا شکستی ربّی　　برمن درِ عیش را ببستی ربّی
بر خاک بریختی مئے ناب مرا　　خاکم بدہن مگر تو مستی ربّی

مولوی ولی اللہ نے اپنی بیجا تاویلات سے کام لیتے ہوئے، عمر خیام کی رُباعیت کے معنی کچھ سے کچھ کر دیئے، مندرجہ بالا رُباعی کا ترجمہ بھی تبدیل کر دیا، اور رُباعی کا مخاطب محتسب قرار دیا، مگر اُن کا ایمان اس تحریف سے کانپ اُٹھا، خوفِ خدا غالب آیا، حالت ملاحظہ ہو:-

"لیکن یہ ترجمہ فقط کفر سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے، عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف ہی سمجھا جاتا ہے، "اور خاکم بدہن" سے اس خیال (نا دل کا خیال نقل کفر سے بچنے کے لئے) ایک کم نہیں چھوڑا، بجائے صداقت خیال اسی لئے استعمال کیا گیا ہے، کی اور بھی تائید ہوتی ہے، یوں بھی دور دراز کی تاویل نہ کی جاوے، تو رُباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کی موید ہیں"

ایسا نذاری کا نمونہ ملاحظہ ہو، افسوس گناہِ بے لذت اسی کا نام ہے، جو تعصب سے پیدا ہوتا ہے، اور اسکی ان کے ہاں کمی نہیں،

عمر خیام کی بدزُبانی نے جو کلمہ کفر ادا کیا، کیا اس سے بڑھ کر کسی بے دین کی زبان سے کلمۂ کفر نکل سکتا ہے، برہمن ایسے بد دینوں کو سمجھاتا ہے،

اے مرغ پر شکستہ فغاں در قفس مکن

برہمن جب دیوتا کے اعتقادِ مذہب کا پجاری ہے' اُس کے دھرم میں ایسی بے مہری کے کلمات کہاں مل سکتے ہیں' دوستوں نے کہا کہ کسی شاعر کی شاعری کا محاکمہ اُس وقت تک پُرلطف نہیں ہو سکتا' جب تک کہ اُس شاعر کے طرزِ شکوہ شکایتِ زمانہ کے رنگ نہ دکھائے جائیں' ہم نے اپنی بے سمجھی سے کہ ایسے ہی حالات کے زیرِ شاگردی تعلیم و تربیت پائی تھی' تعلیم و تربیت برہمن پر نظرِ تجسس شروع سے آخر تک ماری' مگر وہاں ایک کلمہ بھی اُن کے قلم کا نہ پایا' اپنی محنت و محرومی اُن سے بیان کی' وُہ خاموش رہے' جب کلام پر دوسری نظر پڑی' تو یہ راز کھُلا کہ پختہ اعتقاد' خوش بنیاد' صابر و عابد کی زبان پر یہ کلمات آ ہی نہیں سکتے' وُہ ترکِ خواہشات کا دلدادہ' مدعائے دنیوی کا محروم القسمت تھا' جس کو کوئی نا جائز خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی تو "شکوۂ فلک" اور "شکایتِ زمانہ" کی آلائش سے اُس کی زبانِ پاک کیونکر ملوث ہوتی' اب بدمذاق خواہ اِن کی کمزوریٔ بیان سمجھیں' یا خوش مذاق خوبیٔ کلام' ہم یہ نمونۂ کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں ؎

منصبِ عجز و بودن از آشوب دارو بر کنار   دردا مطلوب انصاف ست آنا کتر است

اِس کے برخلاف اُن کا کلام کا نتیجہ "انسانی معذوری" "تقدیر و تدبیر کی بے بسی" "اقبالِ معصیت" "عجز و نیاز" "گریہ و زاری" "تسلیم و رضا" کی مختلف قسم کی شرابوں سے بھرا پڑا ہے' اب ہم ہر ایک کا مزہ چکھاتے ہیں' اور ساتھ ہی اپنے گذشتہ دورِ زندگی کے الفاظِ شکوہ و شکایت ندامت کے ساتھ واپس لیتے ہیں' کہ جو اِس گنہگار قلم نے کبھی لکھے' برہمن خوب لکھتا ہے :-

فلک کند کجی' اہلِ روزگار درست   کہ جملہ طفل رضیبند و آسمان استاد

تدبیر و تقدیر کی قسمتوں کا فیصلہ

برہمن حاصلِ تدبیر تو باشد معلوم   کرم اوست کہ تدبیر خدا آورد راست

"تدبیر کرو اور تقدیر پر شاکر رہو" ٹھیک ہے' اور سخن کی نشانی "تقدیر پر شاکر رہو اور

"تدبیر نہ کرد"، بدنصیبی اور ناکامی کی دلیل ہے۔ برہمن نے یہ مسئلہ خوب حل کیا ہے۔ شعر مندرجہ عنوان کا لطف لینے کے بعد اشعارِ ذیل پڑھیے ؎

بہی ز تقدیرِ مرادش ہمیشہ باشد دست   کسے کہ دیدہ چو پرسد بہ امید باز کند

چو باشد کارہا در پردۂ تقدیر چوں دانا   پئے آرائشِ دکانچۂ تدبیر می گردد

کجا بعالمِ تقدیر پے تو انے برد   کہ ماندہ بغلط در شکنجۂ تدبیر

نہ فکرِ شیخ نہ تدبیرِ برہمن ماند   کہ اصلِ مصلحتِ کار در ارادۂ اوست

انسانی معذوری

جب شاہجہان سا ذی شان بادشاہ ایک آن کی آن میں اپنے بیٹے کے ہاتھوں زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، شاہی محل گھر کے مالکوں و محافظوں نے تہ تیغ کر دی تو جو اصحاب مغلیہ سلطنت کے جاہ جلال سے واقف تھے، انسانی معذوری و مجبوری کے قائل ہو گئے۔ برہمن نے سب کچھ دیکھا، اور ہم نے سنا، جو اثر سننے سے ہو سکتا ہے وہ تو ظاہر ہے، مگر جو اثر دیکھنے کا ہو سکتا ہے، اسے برہمن سا ذی ہوش تو کیا، ادنیٰ و اعلیٰ دماغ محسوس کرتا ہوگا۔ جب برہمن کا محبوب و ممدوح ولیعہد حقدارِ سلطنت شہزادہ دارا شکوہ برہنہ ہاتھی پر دار الخلافہ کے بازاروں میں تشہیر کیا گیا، اور جلادوں نے مسور کی دال بھی کھانے کی مہلت نہ دی تو کیا سوائے اورنگ زیب کے دل کے کوئی ایسا دل ہے کہ جو انسانی مجبوری کا تماشہ دیکھ کر معذوری کا قائل نہ ہو جائے۔ برہمن نے اس سلسلۂ عذر دیہ میں پتہ کی باتیں لکھی ہیں، آپ ایک دو سنئے اور سمجھئے ؎

دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد   جائے محفوظ تر از سایۂ دیوار نیافت

دل بسے رفت پئے کام بجائے نرسید   لعلِ لب یاد لے لعلِ شکر بار نیافت

خود براہِ تو بسیار فتِ کار نساخت   کہ ایں معاملہ را اختیار در دانا نیست

صحبتِ جمع بہم چرخ کجا آرد راست
کار ما بہ سرِ زلفِ تو خدا آرد راست

صبر و استقلال

عیش از بود شیون ما کس نگرفتہ است گل گر بود گلخن ما کس نگرفتہ است

صبر و استقلال آفات کے دشمن اور قلب کی راحت ہیں، جو چاہے، آزما دیکھے، ان کے بغیر گذارہ نہیں، جہاں یہ نہیں، اطمینان و سکون نہیں، جہاں اطمینان و سکون نہیں، وہاں زندگی نہیں، لیکن یہ سامان بڑی مشقت سے پانے کے قابل ہیں، برہمن سبق پڑھاتے ہیں ؎

مانند نسیم از در و دیوار در آئیم در راہ طلب دامن ما کس نگرفتہ است

گنج زر گر نبود دست ما باقی باد دامن پر گہر چشم گہر ریز بس است

سلامت روی

قدم دلیر منہ در سرائے بے تنبیہ کہ استقامت جنس مشکل است در رہ باد

مطالعۂ فطرت اس امر کا مقتضی ہے، کہ جو کام ہماری سمجھ میں آئے، ہم اس سے سبق حاصل کریں، آفتاب کی تمازت اعتدال پر ہے، ماہتاب کی درخشانی معتدل ہے، جب ہماری غلطیوں سے نظام فلکی میں فرق پڑ جاتا ہے تو بارشیں اعتدال چھوڑ دیتی ہیں، قحط و وبا نمودار ہوتے ہیں، اور تمام عالم میں عالمگیر تباہی و بربادی کا منظر نظر آتا ہے، اسی طرح سے جو انسان اعتدال سے تجاوز کرتا ہے، اس کا شکار ہوتا ہے، اس کی خرابی اثر لائے بغیر نہیں رہتی، برہمن نے ترازوئے اعتدال صحیح رکھنے کے لئے بڑا زور دیا ہے ؎

قدم ز اندازہ بیرون از پے مطلب نگذارد کہ دامان تحمل آشنائے پائے ما باشد

گرفتہ پیر مغاں جام می بکف شگفت کہ این قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

راستی

راستی نیست اگرچہ و اور تحریر راست گویم کہ راستی دگر است

''راستی'' ہر قوم و ملت میں تلقین کی گئی ہے اور اسے پارسائی کے درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے، مگر دروغ بیانی کے حملوں نے اس کا دامن تار تار کر رکھا ہے، کون ہے کہ جو راستی کا دعویٰ کرے، یہ جنس ایمان کی جان ہے، اور مادی ترقیات کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہے، یہ منزل سخت کٹھن ہے، اور ایسی بے ڈھنگی کہ قدم قدم پر ٹھوکر ہے، مگر پھر بھی آفات کی دشمن اور دلی تقویت کی دوست ہے، اور اس کا انجام فتح ہے،

برہمن نے اِس کی بدولت پرجلال درباروں میں فتح پائی۔ اُس کا کارنامۂ فتح سُن لیجئے:-

سرنگوں دوں پرورہ اے سرو آزادی تراست — راستی را جملہ شاگردند اُستادی تراست

ما برہمن ہر چہ بد کردیم بد دانستہ ایم — عذر میخواہیم اگر از ما خطائے رفتہ است

وفا

ہر چند یار پیشہ کند جور و جفا رود — عاشق ہمیشہ در رہ مہر و وفا رود

جنس "وفا" گو ارزاں ہے مگر نایاب، ہر فرد ہی بنیادی اس کا موتمن ہو سکتا ہے مگر ہر شخص اس کا دعویدار ہوتا ہوا، اس سے تہی دست ہے۔ اس کا آغاز ظلم، اور انجام فتح یہ ہے، وفا عزت و آبرو کی نگہبان ہی نہیں بلکہ اس کی نمائش باعث افزائش و آسائش دل ہے بے وفائی سے سلطنتیں، ملک، قومیں تباہ ہو جاتی ہیں، برہمن نے نام نہاد وفا کے دعوے داروں کی بے وفائیاں ہی نہیں دیکھیں بلکہ انکی مکاریاں بھی دیکھیں اور بھرے دربار میں بیٹھ کر گو اپنے ہم قوم اپنے آقا، اپنے ولی نعمت، اپنے ظل سبحانی کے خلاف اُن لوگوں نے بے وفائی کی جو پشتوں سے نمک کھا رہے تھے، اور بعض وہ کم ظرف تھے کہ جو بکریاں چراتے چراتے سلطنت کے ستون بنے ہوئے تھے

برہمن نے اپنے نقد سخن میں اس جنس کی دکان داری پر بڑا زور دیا ہے، چونکہ یہ گرانی جنس زمانے سے مفقود ہو رہی ہے۔ اس لئے برہمن دنیا سمجھ کر اشعار ذیل کے ذریعہ اس کی خریداری پر مائل کرتا ہے کہ مایۂ انسانیت ہے یہ ۔

وفائے عہد تو از بوالہوس نمی آید — کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمی آید

ز ناہموار دنیا درگذر کن — کہ آسان بگذرد از مرد ہموار

سخاوت

آنکس کہ بداد بہشت خود رسید — کو وقت تو خوش کہ کیمیا یافت

خیرات اور سخاوت ایک ہی بات ہے۔ سخی کی یہ صفت سخاوت کہلاتی ہے اور ہر سطحی سخی کہا جاتا ہے۔ سخاوت کا فیض اسباب عطیہ بخشش اور خیرات کے لئے نامزد کرتا ہے، سخاوت اور خیرات کی فوری تعریف کر سکتا ہے کہ جو اس عطیہ کا بھی کا مستحق ہوتا ہے، برہمن

مشکور ذات کے برہمن تھے، مگر حقیقتاً وہ اصلی برہمن تھے، کہ حقِ خدمت سے زیادہ معاوضہ کے روادار نہیں، اس لئے اُن کے تمام کلام میں باوصف تلاش اس کی متعلق ہمیں ایک شعر ملا جو پیشانی پر درج کر دیا گیا،

صلح کل | تو در سر جا دلے ہر کس بجا خویشتن خوب است زتراو کو سبو بدیہ شیخ و در بتخانہ برہمن ہم

اس فضیلت کی دستارِ فضیلت اُن بندگانِ خاص کے سرِ مبارک پر بندھتی ہے کہ جو دربارِ وحدانیت میں داخل ہو کر سب جگہ اُسی کا جلوہ دیکھتے ہیں، اپنے کو اچھا، دوسرے کو بُرا نہیں سمجھتے، اور یہ جب ہی سمجھا جائے گا، جب خدا ایک سمجھا جائے گا، وحدتِ وجود کے قائل جب اس امر پر غور کر لیں گے، تو یہ دورنگی چھوڑ کر وحدت کی معنوی رنگت میں رنگے جائیں گے، پھر ان کے بیان و کلام سے گنگا جل اور زمزم کے چشمے پھوٹ نکلیں گے، خدا اس رحمتِ عام کو سب کے کشتِ قلوب سیراب کرے، خصوصاً ہندوستان کو کہ جہاں مسلمانوں میں مسلمان کافر سمجھے جاتے ہیں، اور ہندوؤں میں ہندو ملیچھ اور اچھوت،

برہمن تین سو برس پہلے نسلِ آدم کے جھگڑے اور فساد کو مٹاتے ہیں۔

در حقیقت نیست چوں بیگانگی در روزگار ما بجز بیگانگاں را آشنا نہ دیدہ ایم

ایں جا نبود کشاکشِ سبحہ و زنار عشق است گذشتن ز سرِ ہر دو شیشہ

در بیتِ عشق از گفتار و کردار است مستغنی برہمن در محبت کفر را شد حقیقت خوانی ہا

خود داری | ہیچ ہست من نثار و نمائے کہ نیست دریں چمن نگراں نسبت بہائے کہ نیست

آج کل دنیا میں اگر کوئی رحمت باعثِ زحمت ہے، تو دیانت داری اور راستی کی طرح ایک خود داری بھی ہے، زمانہ سلف میں یہ بھی ایک جوہرِ انسانی سمجھا جاتا تھا، آج کل معیشت تنگ ہے، خود داری کے معنی یہ نہیں کہ کسی کی توہین و تضحیک کی جائے، دل آزاری و نفرت ظاہر ہو، خود داری دوسری شکل میں صبر کا دوسرا نام ہے، کہ جس پر سب خوبیاں منحصر ہو جاتی ہیں، خود دار بھوکے پڑا رہے، ہفتہ بھر کا بھوکا، مانگ پر تانگ رکھے، دولت و عروج، عاقبت ہی دکھا جیت

پیر لات مارتا ہے، دنیا کے اربابِ غرض دنیوی خواہشاتِ فانی کے لئے تردد و جستجو کر سکتے ہیں
اگر وہ ایسی جستجو کریں گے، جو اُن کی آبروریزی کا باعث ہو، حرام ہے، پس اس سے بچنے کیلئے
جو شخص بے قرار رہتا ہے، وہ "خود دار" کہلاتا ہے، اور اُس کی عادت صفتِ "خودداری"
سے متصف ہوتی ہے،

اِس کی ماقلت اولاد تمنا اور مدعا ہیں، جب وہ انہیں عاق کر دیتی ہے، تو پھر برہمن
خود دار ہو کر بڑے لطف سے دن کاٹتی ہے، خودداری کا درجہ منازلِ انسانی میں بڑا
بلند ہے، اسی وجہ سے بہت کم رسائی ہوتی ہے، برہمن چوٹی پہنچ کر خواہشاتِ دنیا ترک کر کے
اپنی جنس کے بھولے بھٹکے افراد کو بہ زور آوازیں دے دیکر صحیح راستہ بتلاتے ہیں، اگر ایک اہلِ دنیا
ہیں کہ کان پر آواز نہیں دھرتے، بلکہ اُن سے بے غیرتی و بے شرمی کے وہ وہ افعال سرزد
ہوتے ہیں، کہ خودداری اِس ملک سے رخصت ہو کر ادھر کا دھیان نہیں کرتی، اسے سوائے
فانی کے فانی تر بندوا ذرا برہمن کی آواز پر کان لگاؤ ؎

از بہر این و آن نکشم منت کسے | آب من آب دیدۂ من و نانم آفتاب
دلم ز جا نہ رود از بلند و پست جہاں | کہ نزد اہلِ خرد وضع روزگار یکے است
چو مرد مردم آزاد و با ہمت سستی | بزیر دورِ فلک پشت را دوتا نکند
نازم بہ سیر چشمیِ ہمت کہ چشم من | ہرگز بروئے شاہدِ امید وا نشد
آبے کہ آبرو ببرد در گلو مریز | آب از دو دیدہ ریز ولے آبرو مریز
ما ریزہ چینِ خوانِ کساں چوں مگس نہ ایم | منت پذیرِ مائدۂ ہیچ کس نیم
چوں غبار راہ مقید ریم در عالم ولیک | زنگ از آئینہ تاریکِ دلہا میبریم

قناعت

برہمن از ہوس گنج بکیے داری | زمن دو حرفِ قناعت شنیدہ بنشینی

خواہش کہو یا آرزو، مدعا کہو یا تمنا غرضیکہ اس خاندان کے سب افرادِ انسان کے
دشمنِ مادرزاد ہیں، دشمنوں سے ترکِ تعلقات ہی حفظِ آبرو کا باعث ہو سکتا، اِس [illegible] خاندان کے

جو نمک لگاتا ہے منہ کی کھاتا ہے، یہ مرچ کی طرح چرپرے ہیں، مگر جان لیوا اور عزت کے گاہک،
جاہلوں نے ان سے ناتہ جوڑا، انہوں نے یہ سعادت مندی دکھائی کہ انہیں ہی ہلاک کیا اور
خود بھی قعرِ حقارت میں جا پڑے، دانشمند کھسکے رہتے ہیں، مگر ان سے بات نہیں کرتے آنکھ تک
نہیں ملاتے، اپنے تصورِ دل کے احاطہ تک میں گھسنے نہیں دیتے، خودداری، طامع چپڑاسیوں
کی طرح دھکے دے دے کر شہرِ خیال سے دور کر دیتی ہے، اور محض اس لئے کہ کہیں انکی
صحبت سے قلبِ صافی داغدار نہ ہو جائے، ان کے چھونے سے غنچۂ دل چھوئی موئی کی طرح
پژمردہ نہ ہو جائے، جو موجود ہے، اسی پر صبر ہے، دست درازی ان کے مذہب میں روا نہیں،
اسی عمل کا نام قناعت ہے، یہ دولت ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتی، جو اس کے دشمن ہوتے
ہیں، وہ تحفۂ جان کنی کے بعد ان کی جان لیتی ہے، پھر حقداروں میں گل کھلاتی ہے، یہ وہ
آتشبازی ہے کہ صدیوں کا سرمایہ منٹوں میں بارود کی طرح بھک سے اڑ جاتا ہے، آتشباز بھی
نقصان اٹھاتا ہے، تماشبیں بھی خالی نہیں رہتے، مگر جو قانع مزاج اپنے گھر میں بیٹھ کر اس
خوفناک آتشبازی کا تماشہ دیکھتا ہے، وہ ہر حالت میں نفع میں رہتا ہے، برہمن اس متاع
کا واحد مالک ہے، اور اس کا مال خانہ اسبابِ ترکِ تعلق و قناعت سے بھرا پڑا ہے، سیر
سے دل محظوظ کیجئے :-

کیمیاست قناعت کہ چو آید بعمل — آنچہ زین خاک توان یافت بزر نتوان یافت

من عاشقم مرا ہوسِ احتیاج نیست — مرغِ رسیدہ را بقفس احتیاج نیست

ز اسبابِ قناعت کار را بر خویش آسان کن — کہ چوں مشکل شود آسانیٔ ارباب تمیز باشد

براہِ آرزو کامِ دلم ہرگز نشد حاصل — ز اسبابِ قناعت فکر سامانے دگر باید

بدست تنگ تنہا داد آبرو بر باد — کسے کہ پائے بدامانِ آرزو پیچید

آں بلبلِ شکستہ زبانم کہ در چمن — آسودہ ام بہ بسترِ مشتِ گیاہِ خویش

از جا نمیرود دلِ آسودہ خاطراں — ایں ملک را بہ تیغِ تحمل گرفتہ است

ترکِ تمنا

مُدعا ہر کسے در حاصلِ ہر مُدعاست ؛ ما برہمن ترکِ آں را مُدعا فہمیدہ ایم
یہ عالی خاندان، خاندانِ قناعت سے انتساب رکھتا ہے، اگرچہ درجہ میں
بڑا ہے، کیونکہ اس سے منسلک ہو جانے پر خزانی دروازے آپ سے آپ کھل جاتے ہیں، جہاں
مصائب و مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور انسان مگن ہو کر اس کی لذت سے متلذذ ہوتا رہتا ہے
برہمن نے یہ لذت اٹھائی اس کا لطف بیان سنئے۔

گو چنیں راتخلوت بدل را ہے دہد ؛ آزادہ کو ترکِ تمنا گرفتہ است
یا من از مدعا مگو کہ مرا ؛ مُدعا ترکِ مُدعا شدہ است
اہلِ حرص مرکب مُدعا پیچیدہ اند ؛ ہر کہ دانا تر بود از مُدعا خواہد گذشت
دل حاصلِ مُدعائے نایافت ؛ صد چیز بہ ترکِ مُدعا یافت
فارغ نشستہ ایم ز الم ہائے روزگار ؛ تا یک دو گام دور تر از مُدعا نشست
مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق ؛ براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

کسرِ نفسی

ما ز رسایان ہیچ ندانستیم ہیچکس (برہمن) ہر کس قلم گرفت و ما خوب تر نوشت
کون ہے کہ جو فن ہونے والے دنیوی سرمایہ پر ناز نہیں کرتا، یہ سرمایہ خواہ
لیاقت کا ہو، خواہ جہالت کا، ناز سب کے حصے میں آیا ہے، اگر یہ خود نمائی انسان کو مردود
بنا دیتا ہے، کیونکہ درگاہِ خداوندی میں مقبول نہیں، قربان جائیں ان اعلیٰ ہستیوں کے کہ
جو کامل و اکمل، فاضل اجل، بے عدیل و بے نظیر ہو کر بھی اپنے آپ کو حقیقتاً ہیچ سمجھے ہوئے
ہیں، اسی صفت کا نام "کسرِ نفسی" ہے

برہمن مغلیہ سی پرجلال سلطنت کا دیوانِ اعظم اور میر منشی تھا، بولی کا مالک، نقدِ سخن کا حافظ
اور قلم کا دھنی تھا، منشیرِ قضا ناشیر کا محرر و مجدد، ہندوستان سے نکل کر ایران، توران، کابل
اور دیگر ولایتوں میں اس کی لیاقت کا سکہ جاری تھا، سب ایرانی خصوصاً شیرازی زبان
فارسی کے لئے برہمن کی زبان سے سنتے تھے، اسے مانتے تھے اگر اللہ سے خاکساری اور

واہ رے کسر نفسی کہ ہر ادنیٰ کو اعلیٰ سمجھ کر مخاطب کیا، اسی انکسار نے ہفت اقلیم کا شاہِ سخن بنایا! چہار چمن کا بے نظیر گلزار کھلا کر اپنی اس عادت کا کس طرح اعادہ فرماتے ہیں:-

"این نسخہ در رقم قلم شکستہ رقم گردید کہ پسند ارباب سخن گردد، و باصلاح منت بر ین نیاز مند گذارند"

یہ وہ وصف ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتا ہے، اس سخندانِ کامل کا یہ کمال دیکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے ؎

لاف از ہنر خود بہ سخنور نتوان زد　　جز بے ہنری چیست برہمن ہنر ما

سخن چو پست و بلند است برہمن چہ عجب　　کہ خام و پختہ بہ تجلی نور رسیدہ ما

سر نیاز فرو کن بخاکساریِ عشق　　ہمیں قدر سبب احترام خواہد شد

اخفائے راز

بحفظ راز محبت نخست این شرط است　　کہ ہر چہ در دل است آید بر زبان نگذرد

راز کا چھپانا ہر مذہب و ملل میں ضروری ہی نہیں، بلکہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے ہندی رشیوں نے اپنے مذہبی مسائل شمشیر آبدار کی طرح پردہ اخفا میں رکھے، اور بعض اس خیال سے کہ زبان الٰہ عرفانی سے ہی کلام ہے کہ جو اس کا اہل ہے نا اہل اگر دیکھنے کے لیے کبھی ہاتھ لگاتا ہے، سر قلم کر لیتا ہے، نادانوں نے یہ خوبی بھی ہدف تیر اعتراض جہالت بنا دی۔ حالانکہ فطرت سبق دیتی ہے کہ ہر قیمتی چیز پردے کے اندر چاہیے، آنکھ، کان، دل اور دماغ کیسے کیسے پردوں کے اندر محفوظ ہیں، راز کے الہامات دل و دماغ ہیں، تا کہ ہاتھ پاؤں سر کشی سے جدا ہو جائیں، آنکھیں نکالی جائیں اور جسم کا قیمہ قیمہ ہو جائے تب بھی یہ الہامات منکشف نہیں ہو سکتے۔ لوح دل اپنے خطوں میں لکھی گئی ہے کہ جو آج تک پردہ راز میں ہے جسے کوئی بڑے سے بڑا فلیلوسفر بھی پڑھ نہیں سکتا، پس جب فطرت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ راز چھپانے چاہئیں، تو پھر ہر حالت میں ان کا چھپانا ہی جائز ہے، انکشافِ راز ہمیشہ ہی کمزوروں کا خوشہ ہے اور دنیا میں کا راز دار ہے، پس ہر عقلمند کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ راز

چھپائیے، برہمن کے مشورے خاموشی سے سنئے ؎

باصبا گر رازِ دل گفتیم، عیب ما مکن　　در میانِ آشنائی ما جدائے رفتہ است

ادبِ عشق چو آموزگارِ ما گردد　　نخست شرطِ محبت، بحفظ راز کند

عاشق آنست کہ پوشیدہ بود رازِ دلش　　ننگ عشقست اگر چاک گریباں داری

رازِ عشق است کہ در سینہ نہاں باید داشت　　باکسے مصلحتِ رازِ نہاں نتواں کرد

خاموشی

کشیدہ سر بگریبان و پائے در دامن　　چو طفلِ غنچہ خموشند مردمِ دانا

برہمن نے خاموشی پر بڑا زور دیا ہے، اور بار بار یہ سمجھایا ہے کہ کوئی سننے سمجھنے والا نہیں، نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ ہمیں اختیار ہے، غنچہ کی طرح خاموش رہ، یہ فہمائش عہدِ مذکور کے واقعات اور حالات کے بھی عین مطابق تھی، اور یہی وہ راز ہے کہ جس سے ہر انسان شر سے محفوظ رہ سکتا ہے، برہمن نے زمانہ کی منتہائے استعدادِ قابلیت دیکھ کر ان حقائق و معارف اور حالات و واقعات کا انکشاف مناسب نہ سمجھا، جنہیں ان کی چشمِ بصیرت نے دیکھا تھا وہ مخفی راز سمجھاتے ہیں ؎

زہر چہ ہست زبانِ عرب فصیح تر است　　بجز آں خموشی کہ افصح از عرب است

سخن ز عشق مگو ورنہ اوّل از سر ہوش　　بضبطِ رازِ محبت بیار حوصلہ را

چو دردِ عشق رسد خواہشِ دوا کفر است　　دریں معاملہ اظہارِ مدعا کفر است

بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود　　زعندلیب دہانی پُر از نوا کفر است

رازِ دل چوں سوسن آزادہ نتواں گفت و بس　　ہمچو برگِ لالہ در دل داغ پنہانی بس است

در سینہ خود، رازِ نسیمِ عشق برہمن　　چوں غنچہ بصد پردہ نہفتیم و نگفتیم

رہبرِ کامل

نظر بنقشِ پائے رہروانِ راہ می بندم　　کہ شاید رفتہ رفتہ نقشِ پائے رہنموں گردد

زمانہ قدیم میں سالک و رہبر کی ہر کام میں ضرورت پڑتی تھی، جب ہی کامیابی ہوتی تھی، آج کل خود رہبر ہی رہبری نہیں کر سکتے ہیں، رہبر کے بغیر منزل

مقصود پر پہنچنا ناممکن ہے، اور رہبر کا ملنا اُس سے بھی زیادہ ناممکن، مادّیات کی رَو وقت میں اُس سے ہر بزم خالی پڑی ہے ۔

بزم بے شمع است ورنہ با ہزاراں اہلِ شوق　　برہمن ہر سُو کم تر از پروانہ نیست
سراغِ راہِ حقیقت ز مردِ عارف کن　　چو پے بردہ نبری آشنائے راہِ طلب
برہمن از رہِ بو گشتے دَرو نسیمِ شمال　　خوش آں کسے کہ نسیمِ شمال رہبر اوست
علاجِ تیرگیِ صبح برا تفصول کنم　　اگر چہ مرشدِ کامل دہد قبول کنم
برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلباں　　چو طلبہا کہ نہ در گوشۂ خمول کنم
مرا بر اثرِ راہ رواں گام نہادیم　　گاہے رہبر کو پیش بود قافلۂ من
قدم کشیدہ گذشتند تشنگانِ طریق　　ز فکرِ خامِ برہمن ہنوز ماندہ راہ

چیستانِ حیات

حدیثِ عشق برہمن بسر نمے آید　　ہزار نسخہ نوشتند بیش ازاں باقیست

ہم کہاں سے آئے؟ کیوں آئے؟ کیا کرنا ہے؟ کیا جاننا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ اور کیا انجام ہے؟ یہ وہ لاینحل سوالات ہیں، کہ جن کے حل کرنے میں وید، ژند و اَستا، انجیل اور قرآن بھی بے زبان ہیں، یہ فلاسفۂ دُنیا بھر کے فلاسفر بیفائدہ حل نہ کر سکے، جب قدیم و جدید سائنس دانوں نے اپنی برقی روشنی اِس طرف لے گئی، مادّیات کے اندھیر میں غائب ہو گئی، عقلیں بے عقل ہو گئیں، اور آخر سب نے لاعلمی ظاہر کی۔

عنقا آسا مسلمات حقیقتِ ازلی مستورہ کو کون بے ستر کر سکتا ہے، جو اُس کا برقع اُتارنے کی کوشش کرے، خود وہ بار بار اُبھرے، حریمِ اسرار کا محرم کون چاک کرے؟ اور اِس مدبر کے محرمِ راز ہو سکا کون جو اُسے کرے، اِس پردہ کے اندر ایک ایسا معشوق زنگاری اداے خاص سے جلوہ نما ہے، کہ ذرہ سے آفتاب کو حرکت دیتا ہے، شاہ کو گدا کے قدموں میں جھکاتا ہے، چیونٹی کو ہاتھی پر سوار کراتا ہے، کمزور کو طاقتور پر فتح دلاتا ہے، مگر نہ خود نظر آتا ہے، نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، وہ انسان کہ جو اپنی خوش قسمتی، بدقسمتی، کسوف و خسوف، بارش

خشک سالی، قحط و وبا کے اسباب و علل، علم طبعیات و سائنیس کی مدد سے جان گیا، تیر کی ایک زد سے تمام پتے چھلنی کر دیئے، ترکش چلا کر تیر واپس بلا لیا، زمین و آسمان پر راستے بنائے، نوشتۂ تقدیر پڑھا، اِس دریائے حقیقت کا ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکا، ہر چند علم و فضل کے ادیب کشف و کرامات کے کاشف، رازِ ربّانی کے رازدار، اپنی اپنی فہم و دانش کے شمع جلاتے رہے مگر اِس ظلمات کا راستہ نہ پایا، جنھوں نے کچھ سُراغ چلایا، پہلے اپنے آپ کو کھویا، تب کچھ پایا، اور پھر اُن کا پتہ نہ پایا، مصرع، "آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد"

برہمن کا تن بدن، برہمنہ مذہب کی اُس عالمِ ایجاد کی بھٹی میں پگھلا تھا، کہ جو خصوصیت سے اُس کے لئے تیار کی گئی تھی، اُس نے وہی نکات بیان کئے، کہ جو جہل و ظلوم نے نذرِ آتش خود نمائی کر دیئے تھے، برہمن نے پراچین گرنتھ اُسی نظر سے دیکھے، کہ جس نیت و غرض سے وہ لکھے گئے تھے، رشی دھیان منی آریہ ورت کے عالمانِ آفتاب صفت میں ذرّہ سے زیادہ حقیقت نہ رکھتے تھے، وہ پہیلیاں اِس طرح حل فرماتے ہیں :-

"اے انسان تو کمزور و ناتواں ہے، اے فرزندِ خاک، فروتنی اختیار کر، جیسا کہ تجھے ہونا چاہئے، کیا تو اپنے خیالات تا ورسلق تک بلند کرنے کا خواہشمند ہے، کیا تو اپنے سامنے ہر جگہ حاضر و ناظر ہستی دیکھنا چاہتا ہے، اپنی حالت پر غور کر، سب پتہ لگ جائیگا"

قدیم رشیوں کے وہی خیالات ہیں، کہ جو برہمن نے اپنے گیتوں میں گائے ہیں، اور جن سے اپنے کلام گرمائے ہیں، آریہ آریہ سمجھتے ہیں، عیسائی عیسائی، اور مسلمان مسلمان، کیونکہ آپ نے مودت کی مناسبت کے لحاظ سے انہیں ایسے رنگ میں رنگا، کہ سفیدی میں سفیدی نظر آئے، اور تاریکی میں تاریکی، برہمن نے اِس طرحدار رنگ کا نسخہ مختلف اجزا کی ترکیب سے اپنے تجربہ مخطلف، ظاہر فرمایا ہے، جو ایک سے ایک بڑھ کر تیر بہدف ہے، چند نسخے امانت دار طبائع کے سپرد کئے جاتے ہیں، جو استعمال کرنے کے قابل ہے :-

؎ - فاتح قلب سکندرِ اعظم "بہار رسّامی"

زآب و رنگِ جہاں چیست برہمن حاصل — بماند تشنہ لب آنکس کہ بر سراب نشست

بنائے قصرِ جہاں را ثبات ممکن نیست — بجز اساسِ محبت کہ دیر بنیاد است

درمیانِ چار دیوارِ نقش مرغِ نفس — حیرتے دارم کہ چوں مے آید و چوں میرود

حاصلِ عمرِ گرامی جملہ خوابِ غفلت است — ہرچہ با افسانہ مے آید بافسوں میرود

فغاں کہ عمر بسر رفت و ما نفہمیدیم — زہست بود جہاں مدعا نفہمیدیم

گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی — سخن نماند و لب از گفتگو نشد خالی

ہزار دستہ از گلشنِ جہاں بردند — ہنوز ایں چمن از رنگ و بو نشد خالی

ہمیشہ گرمیِ میخانۂ جہاں باقیست — ہزار جام شکست و سبو نشد خالی

برہمن کی عمرِ گرامی اور دیگر شعراء کی عمرِ ناپائدار

راہِ سخت و شیشۂ عمرِ گرامی نازک است
صحبتِ بسیار و خارہ تا کجا خواہد گذشت

از منۂ قدیم و جدید کے شعرائے فارسی و اردو بالعموم فکرِ معاش اور تنگیٔ معاد کے ہاتھوں زندگی سے بیزار رہے ہیں، اور یہ بیزاری دنیوی تعلقداری اور اس کی ناکامیابی کی وجہ سے تھی، نخوت و غرور جو عز و جاہ کا دشمن تھا، ان کا رفیقِ حال تھا، اس لئے انہوں نے اپنے کلام میں عام طور پر انسانی عمر کی وقعت خاک میں ملائی، اور اسے جنجال و وبال بلکہ ہمہ سر حزن و ملال ٹھیرایا ہے، جو ان کے حالاتِ زندگی کے عین مطابق تھا، ان میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

فکرِ معاش، عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں — اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کیا کرے

زندگی سے بیزار سرمد کہتے ہیں ؎

سرمد اگر داز تم شوخے کہ با ما یاد بود — قصہ کوتاہ گشت ورنہ دردِ سر بسیار بود

مگر برہمن ہندی فلسفہ کا قائل و عامل تھا، وہ جانتا تھا کہ انسانی عمر بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے ملتا ہے، اس کے ہر نفس کی قدر کی جانی چاہئے، وہ انسانی عمر کی بڑی قدر کرتا ہے

اور اس کو بڑی منزلت دیتا ہے، اسی وجہ سے اُس کا قلم جہاں "عمر" لکھنا چاہتا ہے "عمرِ گرامی" یا "عمرِ گرانمایہ" یا "عمرِ عزیز" یا "نقدِ عمر" وغیرہ سے اُسے عزت دیتا ہے، آپ دیوان شریف میں اکیلا لفظ "عمر" شاذ ہی پائیں گے، عمر کی یہ فضیلت ملاحظہ ہو۔ خدا کرے کہ آپ بھی اس کی قدر ایسی ہی کریں جو لحظہ کا قدردان آپ کو سمجھاتا ہے ؎

حسابِ عمر بتدبیرِ ناصواب گذشت ۔۔۔ فغاں کہ "عمرِ گرانمایہ" بے حساب گذشت

بکارِ بیہودہ غافل مشو ز عمرِ دراز ۔۔۔ کہ این معاملہ روزے تمام خواہد شد

ندا رسید بگوشم ز مبدءِ فیاض ۔۔۔ کہ نقدِ عمر ز کف میرود بکن اخلاص

برہمن در شمارِ عمرِ عزیز ۔۔۔ اکثرے بے حساب میدیدم

اعتراضِ ناصح

ز کردہائے برہمن میرسد ناصح ۔۔۔ کہ گر حساب کنی بے حساب مے آید

فارسی و اردو شعرا ابتدا سے عابد و زاہد، ناصح و محتسب، شیخ و برہمن کے دشمن جان رہے ہیں، اور ایسے سخت کہ دینِ پاک کے لباسِ فاخرہ کی بھی دھجیاں اُڑا دیں، اور ایسی مقراضِ سخن سے کہ جس کا تراش خراش سب کو بھایا، اور ہر ایک بے دریغ استعمال میں لایا، اس دیوانہ پن سے نہ تو عابد کا بال بیکا ہوا نہ زاہد کا، مگر اپنی نسلیں تباہ و برباد کر لیں، یہ علت اپنا کلام گرمانے اور جدتِ بیان دکھانے کے لئے کی گئی تھی، بدمذاقِ اہلِ سخن ان کے دم میں آ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام اُٹھ گیا، اُستادوں کا اعزاز و اقتدار جاتا رہا، بے ادبی، بدنصیبی کے مترادف ہے، دراصل ملکی ادبار ان رہروانِ راہِ بے ادبی کے اشتغالِ افکار کا نتیجہ ہے، ان پڑھے لکھوں نے اپنے ترکہ اور وراثت کے نذر اپنی بدنصیبی کے جو کارنامے لکھے ہیں، آئندہ نسلوں کو خبردار کرنے کیلئے اُنہیں یہاں نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں، نقلِ کفر کفر نباشد،

سعدی سب سے زیادہ واعظوں کے دشمن ہیں ؎

کجا مے است کہ لعنت کنی بہ شیطانی ۔۔۔ تو برکنارہ ما آمدہ و مرتکبی

واعظ با طعنہ گفت کہ روئے بتاں مبیں (الاعلم) اے بے تمیز دیدۂ بینا برائے چیست

عمر خیام واعظ کو اندھا بتاتے ہیں ؎

آسے خواجہ یکے کام روا کن مارا دم درکش و در کار خدا کن مارا

ما راست رویم لیک تو کج مے بینی رو چارۂ دیدہ کن رہا کن مارا

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب (الاعلم) درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں (الاعلم) کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ (غالب) کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

حالی بیچارے ناصح کو دائرہ انسانیت سے بھی خارج کرتے ہیں ؎

ہم نہ کہتے تھے کہ واعظ زشت خوئی ہو تری آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

ریش خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو (الاعلم) تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

زاہد شہر کی ہے سوختہ طبعی میں مثال (اقبال) خشک ہے اس کو غریق یم صہبا کر دیں

گو برہمن کی جدت طبع نے ان بے ادب بے نصیبوں سے دن رات صحبت رکھتے ہوئے بھی اس کا حقیقی و اصلی راستہ دریافت کیا اور اسی پر سفر اختیار کیا۔ فارسی شاعری کے عقدۂ شہر خیال میں پہنچنے کے لیے یہ نیا راستہ ہے کہ جس کا آغاز شاعری سے ۳۵۰ سال تک کسی نے خیال بھی نہ کیا تھا، نہ سراغ لگایا گیا تھا۔ یہ جدید روحانی راستہ دیکھنے کے قابل ہے۔ عندلیب نازک خیال ہمارے ہمراہ چلئے تو راہ دیکھنے کی زحمت فرمائے اور جدت بیان کا زور آزمائیے ؎

درویش شگفت کمن پیر مغاں از سر لطف کایں نہ آں مست خراب است کہ ہشیار بود

پند ناصح نکند در دل عاشق اثرے مست را صحبت ہشیار نہ آید درست

نہ پند ناصح اگر سرگراں شوم چہ عجب کہ کار من بحریفان دیگر افتادہ است

کہ بود ناصح با جامۂ صد چاک ما یادگار چاک ناکامی ذرے چیست

لے فارسی نظم کا آغاز ۳۰۰ھ سے سمجھا جاتا ہے جبکہ اوّل اوّل رودکی نے شعر کا چراغ جلایا اور اسی شان میں غزلیں اور قصیدے لکھے ۱۰۰۰ھ تک پیدائش برہمن ہے۔ "بہار رسنائی"

جمعیتِ خاطر

رَازِ گردشِ گردونِ ہرزہ گرد چہ باک؛ اگر بکشورِ دل آرمیدہ بنشینی
دل کا قائم رکھنا ہی ہے، کہ جمیع خواہشات ترک کر دی جائیں، جہاں جمعیتِ خاطر کی حکمرانی ہے، دُنیا کی سب اشیا اُس کے تابع فرمان ہیں، اور تو اور احکم الحاکمین بھی اُس سے مانوس ہے، ہر طرح کی جمعیتِ خاطر انسانی فرحت و انبساط کا پیام لاتی ہے، مگر جمعیتِ قلب خدائی دروازے کھول دیتی ہے، برہمن کے آگے یہ دروازے کھلے، جو دیکھا وُہ سُناتے ہیں ؎

در گوشۂ خمول چو عنقا فتادہ ام دیگر مرا بصحبت کس احتیاج نیست
ہر شوکہ رُوی سنگِ تعلق برہ آید رُو بہ ہمہ کس در کشِ دیگر شدہ بنشین
شاید کہ بیابی اثرے تُوئے میانش دم در کش و بار دگر از تو شدہ بنشین
خواہی کہ کنی از روشِ عمر تماشا یک لحظہ برہمن بسر جوشدہ بنشین

صفائی باطن

برہمن بے صفائی دل نگردد کام دل حاصل
دُعا گر صدقِ باطن نیست بے تاثیر میگردد

برہمن کا کلام اگر کہیں مبالغہ سے مملو ہو اہے، تو وہ "صفائی باطن" کا خیال ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس مرکب کے بغیر فلک کی سیر بھی نہیں ہو سکتی، نہ عالم بالا کی زبان بھی جا سکتی ہے، یہ رمُوز سمجھانے کے لئے مبالغہ سے جس قدر کام لیا جاتا کم تھا، اگر ہم کسی معمولی کپڑے پر بھی کوئی صوفیانہ رنگ چڑھانا چاہیں، وُہ اُس وقت تک نہیں چڑھ سکتا، جب تک کہ متفرق مصالجات سے اُسکی ظاہری و باطنی کثافتیں دُور نہ کر لیں، پھر انسان کے باطن پر جب تک اُسے پاک و صاف نہ کریں، روحانی رنگ کیونکر چڑھ سکتا ہے،

برہمن نے اپنا ظاہر و باطن نیک افعال و اعمال سے پاک و منزہ بنا لیا تھا، اُس پر آسانی سے رنگ چڑھا، اور اُسے لُطف آ گیا، وُہ دوسروں کو بھی محروم رکھنا نہیں چاہتا،

لہ ۔ یہ تمام غزل جمعیتِ خاطر پر ہے، اور مقطع نے تو برہمن کی جمعیتِ خاطر کا نقشہ کھینچ دیا ہے،

اس لئے وہ ایسے ایسے نسخے مفرحیات لکھتا ہے کہ جس سے ہر دو جہاں ایک نظر آتے ہیں، چند نسخے یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں، کہ آج کل باطن کی صفائی کی سخت ضرورت ہے۔

در تنگنائے سینہ مدہ راہ کینہ را　　از نقش کینہ سادہ نگہدار سینہ را

گر شوی در پئے تدبیر صفائی باطن　　ہمچو آئینہ شود صاف سفالے کہ تراست

صحبت صافی نہاداں بہ صفائی دگر است　　صیقل زنگ ہوائے نقش شیطانی در وست

صفائی سینہ طلب برہمن کہ در رہ عشق　　روند بر اثر رہروان صاف نہاد

سینۂ بے کینہ چوں آئینہ دارم پُر ز مہر　　گر رسد در روے خیال کینہ مے آید بتنگ

حسن عمل از تیرہ دلیہا نتواں یافت　　باید دل صافی و صفائی سینے

شب بیداری

تشنگی دراز لب تواں کرد برہمن　　شاید تواں رسید بہ کاروان صبح

شراب کباب، فراق و ہجر، وصل و جدائی، شکوہ شکایت زمانہ اور ہجو و مذمت گل و بلبل وغیرہ مضامین سے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں، اور بھرے پڑے رہنے چاہئیے تھے، کیونکہ جو ظرف میں ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے، اُن کے ممدوح دُور از خیال تاویلات سے اُن کے دوسرے معنی پہنانے کی سعی ناکام کرتے ہیں،

مگر جو پیرِ مغاں اپنے میکدہ میں روحانیت کے خُم بھر کر رکھتا ہے، اُس کے ہاں یہ اشیاء کیوں عام سمجھی جائیں، اُس عشرت کدہ کا ساقی روحانیت کے پیگ بلا اخذِ قیمت و بلا تحریر داد و ہر وقت ہر ایک کو پلانے کے لئے بے قرار رہتا ہے، برہمن کا مخانہ اس کا کلام ہے، دیوان اس کا ساقی ہے، اب وہ "شب بیداری" کا جام پیش کرتا ہے کہ جس سے معراجِ روحانی کا راستہ ملتا ہے، آپ بھی راتوں کو جاگ کر اس راستہ کی راہ لیجئے کہ انسانی منزلِ مقصود یہی ہے ؎

سحر از دریچۂ صبح امید کرد بروں　　کسے کہ دامن شبہائے انتظار گرفت

برہمن زندہ دلاں شب بسحر می آرند　　ہیچکس ہیچ بجز دیدۂ بیدار نیافت

فروغ صبح سعادت بود نصیب کسے　　کہ تا بصبح بشبہائے تار مے بیند

عجز و نیاز

زروئے عجز بہ بر زمیں جبین نیاز کہ با شکستہ دلانیم او شکستہ نواز

عجز اور نیاز کے کون معنی نہیں سمجھتا، اور کون نہیں جانتا کہ بام ترقی پر پہنچنے کے لیے زینہ بے خطر ہے، مگر غرور اور خود نمائی، عاجزی کب کرنے دیتے ہیں، صاحب منصب تو وہ ہستیاں ہیں، جو اپنے عروج و جاہ میں عجز و نیاز اور فروتنی کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے ہیں، اسلامی نماز منصب کے عجز و نیاز کی تصویر ہے، حضرت محمد صاحب نے اس خود پسند انسان پر اسے فرض قرار دیا تھا اگر آپ بھی کسی نہ کسی طرح سے یہ عجز و نیاز اپنا فرض قرار دیں تو پھر زندگی کا لطف دیکھیں، برہمن نے جو کچھ پایا، اسی عمل سے پایا، اس کا عمل اپنے لیے سبق ہے، یاد کیجیے، ورنہ اس پشیمانی کا کوئی علاج نہ ہوگا ؎

درگہہ ذات رہ نبرد عقل دوربیں جز عجز چیست تحفہ درگاہ کبریا

بجائے خواب برہمن بدید چشم نہ کہ عجز ہم بتہ حالت دگر دارد

علاج زنگ گنہ صیقل پشیمانیست ز کردہ ہائے خطا بعد ازیں پشیماں باش

حاصل عجز از جہاں نقد گناہ آوردہ ایم نامہ اعمال سرتا پا سیاہ آوردہ ایم

شد عجز ما وسیلہ عذر گناہ ما شستیم ز آب دیدہ حسابے کہ داشتیم

اے خطا پوش از ما بگذر کز ما جز خطا نمی آید

لہ حسرت موہانی "الفاظ کی لطافت اور بیان کی روانی" کے ثبوت ہیں، اس غزل کے کل ۷ اشعار ہیں، اپنی سخن پروری کے جذبہ میں ۴ شعر حذف کر کے لکھے ہیں:-

ہمیں انگریزی مذاق یا انہی کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ اس بیان عشق و محبت کو فضول خیال کریں گے اور کہیں گے کہ ہم مفید شاعری کے دلدادہ ہیں، تاہم تو حسرت کو آج تک ایک لیڈر ہی سمجھتے تھے، اس بیان سے ہم کو یہ بھی سمجھنا پڑے گا کہ تمام غزل عشق میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ اپنی سخن فہمی سے "عشق و محبت مجازی کی طرف نکل گئے" ہمیں تو اب حسرت کی سخن فہمی پر بھی شبہ ہو گیا ہے، یہ شعر غور ملاحظہ ہو، اور حسرت کی کامل سخن فہمی کو معلوم ہو کہ کسی شعر میں الفاظ "عشق و محبت" آجانے سے وہ تمام شعر تو "عشق و محبت کا افسانہ" بن سکتا ہے اور نہ مذاق شائستہ سے گرا ہوا قرار دیا جا سکتا ہے، یہ جام عشق و محبت، عمر خیام و حافظ کے عشق کے جام نہیں، بلکہ یہ تو برہمن صافی باطن اور زاہد و عابد کے عشق حقیقی کے جام ہیں، اگر درج بالا ذرا غور فرمائیں تو خود تشریح فرماتے ہیں

گوشہ نیست کہ بے زمزمہ عشق بود ہر طرف معرکہ و معرکہ آرائی ہست

گریہ زاری

ز سینہ زنگ برد گریہ کہ صاف آید مدار از گہرِ اشک چشم تر خالی

شاستروں میں لکھا ہے کہ:-

"رونا نہایت مذموم فعل ہے، کسی وقت خواہ کیسا ہی رنج و ملال ہو آنکھوں میں آنسو اور دل پہ غبار نہ آنا پائے اگر دو جگہ رونا اگر نہ دیا جائے، تو انسانیت قائم نہیں رہتی، دو مقامات اوّل دُنیا دوسرا دین بیان کیے گئے ہیں، دنیوی امورات میں اُس وقت رونا چاہئے کہ جب کوئی عزیز لخت جگر مر جائے، اور یہ ہم سے مت پوچھو کہ کیوں رونا چاہئے وید مقدس کے اچاریوں کے پاس جاؤ، اور اُن سے پوچھو، دوسرا مقام پرمیشور کی حضور میں پرارتھنا کے بعد دونوں وقت گڑگڑانے کا ہے، اور دل سے جو ان ہر دو مقامات پر اپنے آنسو گرائے گا، جواہر پائے گا"

برہمن بھی اس شاستر کا دل سے عامل ہے، اُس نے قتلِ دارا شکوہ پر خون کے آنسو گرائے ہیں یا خدا کی درگاہ میں ادب وہ تو ذریعۂ نجات یہ آنسو ہی قرار دیتا ہے، بیشک جب دُنیا میں نخوت و غرور ظلم و تعدی خود سری و خود نمائی پیدا ہو جاتی ہے، تو ایسے موقعہ پر عالم حقیقی کی درگاہ میں رونا بہت جگہ دنیوی اصلاح کا موجب ہو سکتا ہے، برہمن کا دیوان اس گریہ زاری سے بھرا پڑا ہے، اور اُس کے نتائج ایسے ایسے دلآویز بیان فرماتے ہیں، کہ ہر شخص کا رونے کو دل چاہتا ہے ضرورت تھی کہ برہمن اس عہد میں شاستر کے اس حکم کی تعمیل میں لوگوں پر زور دیتا، برہمن کی گریہ و زاری سے ٹکرا دل ایک گریہ طلا کر دم کے فلسفہ پر غور کیجئے

تا نبارد ابر کے خندد چمن (ا ز روم) تا نگرید طفل کے جوشد لبن

چشم ہر اُو چشمۂ مژگاں دید بہ دل	[illegible]	باریخ مرا بآب دواں احتیاج نیست
ہمیشہ در صدف دیدہ قطرۂ اشکم		بروز و شب گہر آبدار سے بندد
چو روز حشر برہمن حساب پیش آرند		بآب دیدہ بشویم نامۂ اعمال
غبار معصیت آئینۂ دل تیرہ سیاہ ارد		مگر اشک ندامت شستہ ساز و زنگ سیاہ را
سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل یا بود لبس		گر نہ اسباب تعلق خشک و زمیخ استم

گریہ زاری سے وصالِ باری ناممکن ہے

حاصل گریہائے نیم شبے تا سحر فتح بابِ مید بدم
کسے کہ از مدِ گریہ خواست وصلِ ترا بفکرِ بیہدہ خطے بروئے آب کشید

برہمن کا فلسفہ "گریہ وزاری" کو محض گناہ کا کفارہ سمجھتا ہے، اور اس میں یہ اثر مطلق نہیں پاتا، کہ وصالِ باری نصیب ہو، اس کا نسخہ اور ہے جو دیوان میں ہر جگہ موجود ہے،

اقبالِ معصیت

مبیّنو وصاف اگر اشک نیست پرد، ہر کہ بر آئینۂ سینہ غبارے دارد

انسان کی یہ عادتِ جبلی ہے، کہ وہ اپنے عیوب اور گناہوں سے واقف ہونے پر کبھی دوسروں کو واقف ہونے سے روکتا ہے، بلکہ حتی الوسع اُن کی واقفیت پر کبھی پردہ ڈالا جاتا ہے، یہ پردے سینکڑوں طرح سے ڈالے جاتے ہیں، کہیں دہرسالہ دسراتے بنائی جاتی ہے، کہیں مسجد و مندر استھاپن کیا جاتا ہے، کہیں تحریر و تقریر سے اپنے دھبے دھوئے جاتے ہیں، کہیں دوستوں آشناؤں سے امداد لی جاتی ہے، کہیں بے طرح دولت برباد کی جاتی ہے، غرضیکہ ان ملبوں میں وہ دولتِ حرام ضائع کی جاتی ہے کہ جس کیلئے یہ سب فریب رچے جاتے ہیں، یہ پردہ انسانوں ہی سے نہیں کیا جاتا، بلکہ حقیقی محرمِ راز کو بھی دھوکا دیا جاتا ہے، "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کبھی معنی رکھتا ہے،

مگر یہ کلیہ نہیں، جہاں سیاہی میں سفیدی، دن کے بعد رات، سردی کے بعد گرمی، سختی کے بعد نرمی لازمی ہے، وہاں دُنیا میں چھوٹے بڑے سب طرح کے پائے جاتے ہیں، اور ایسے دل بھی ہیں، کہ جو عالمِ کل ہی کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے التجا نہیں کرتے، بلکہ بعض دبندگی نماز و سلام میں بھی اقبالِ معصیت کے متقبل نظر آتے ہیں، اور عام دُنیا داروں کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کر کے اپنی اصالت کا ثبوت دیتے ہیں، ایسا انسان ایسے ہی صفات کی وجہ سے عام انسانوں میں امتیاز کیا جاتا ہے،

دُنیا میں وہ کون انسان ہے، کہ جس نے کبھی آئینِ دین و دُنیا کی خلاف ورزی نہ کی ہو اور

چھپانے کی کوشش میں غلطاں و پیچاں نہ رہا ہو، اگر انسان اُسے ہی کہا جا سکتا ہے کہ جو اپنے گناہ کا کفارہ کرے اور آئندہ مجتنب رہے، برہمن باوصف بے عیب و بے خطا ہونے کے اقبالِ معصیت پر خاص زور دیتے ہیں، مطلب یہ کہ خود نمائی جو اُس زمانہ کا طرۂ امتیاز تھا دراصل اس طریقہ عجز و نیاز کی تفصیل کبیر ہے، یہ اقبال کندن بنانے کیلئے اکسیر تو آج بھی اس سحر کا اثر ڈالنا چاہتا ہوں کہ سب بھائی مل کر اپنی زندگی امن و چین سے گذاریں، برہمن کا اپدیش سب بھائی سنیں ؎

پُر از حدیث گناہ نامۂ سیاہ منست　　گنہ ز ہر کہ بود داخل گناہ نیست

مارا نظر بذرۂ لطفِ عمیم تست　　از کردہ گر حساب بخواہی جواب نیست

برجبیں روشن است داغ گناہ　　بندۂ روشناس عصیانیم

حاصل عمر از جہاں نقدِ گناہ آوردہ ایم　　نامۂ اعمال سرتاپا سیاہ آوردہ ایم

بعذرِ معصیت خاموش گر باشم روا باشد　　کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعالِ من

تسلیم و رضا

از نیک و بد مرنج برہمن کہ در جہاں　　دانا کسے کہ در پئے اہلِ رضا رود

"انسان" خواہ اُس کی دنیوی وجاہت شاہ سے گذر کر پیغمبر و اوتار تک پہنچ جائے ہر حالت میں مجبور و معذور ہے، جوانی اور نادانی اکثر یہ دعوے کرا دیتی ہے کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں، مگر جب انسان حوادثِ زمانہ کی زد میں آ کر حفاظت سے نا اُمید ہو جاتا ہے تو جھٹ پٹ تسلیم و رضا پر اعتقاد لے آتا ہے، جو عقلمند ہیں وہ اس سرائے فانی کی مہمانی کی وقعت سمجھے ہوئے ہیں، عروج میں بھی "تسلیم و رضا" کے قائل رہ کر بیجا ترّوات سے باز رہتے ہیں، شکست پر صبر فرماتے ہیں

برہمن ابتدا سے "تسلیم و رضا" کا قائل تھا، اُس کا سر تسلیم و رضا کے دیوتا کے قدموں پر ہمیشہ جھکا رہتا تھا، یہ برداشت کا پھل تھا کہ وہ اس طرح سے دنیوی عروج و ہبوط میں یکساں سر بسجود نظر آیا، یہ سجدہ دیکھنے کے قابل ہے ؎

تمام شکرم از احسان بے نہایت دوست　　کجا گذارد بود بر زبان من گلہ را

برہمن نے شود آساں بہ جفا و تسلیم — این ہمہ درد و تدبیر بجا کے کہ تراست

سرمایۂ ماہیت بعینہ از دم تسلیم — گر را حقیقت نظرے داشتہ باشد

صبح خیزی

اے برہمن در چمن پیش از سحر باید رسید — را بسیار است صبح از پیش یا خواہد گذشت

ہندیوں نے آغازِ آفرینش ہی سے حقائق و معارف کے پردے اٹھانے کی کوشش کی۔ ظلمت کا پہلا پردہ خوابِ صبح تھا جس کی تاریکی قلمرو ئے روز میں صبح کے نو بجے تک ظلمت پھیلائی تھی اور قلوب تیرہ و تار کر دیئے تھے۔ رشیوں نے یہ پردہ اٹھایا اور صبح کے چار بجے تک اسکی زندگی محدود کر دی۔

صبح خیزی ازل ہی سے فیضیاب کرتی ہے۔ برہمن رشیوں کی تعلیم سے عملی طور پر اپنا آئینۂ دل منور کر چکے تھے۔ دیکھنا کس انداز سے اہلِ دنیا کو اس خوابِ گراں سے بیدار کرتے ہیں ؎

شد آفتاب جلوہ فروزاں و ما بخواب — ہر روز ما نمونۂ روزِ قیامت است

اے مست خواب خواب مکن در زمانِ صبح — یکبار صبح کن بہ دیدہ تماشان صبح

تا صبح را زگفت ہمہ عالم شنیدہ ایم — باشد جہان شفق و گردیدہ بیان صبح

کنند ابر اوان طلب جہاں شب گرد — کہ ہر یکے سحر پیش از آفتاب کنند

بیداری ما وسیلۂ دیگر نیست — ما دامن صبح را ز سر شام گرفتہ ایم

توصیف ثنا

ہر ذرہ در ہوائے تو دارد دلبرانہ — ہر مرغ در چمن بال تو در نغمہ نوا

علم کائنات کے عامل اور حقائق و معارف کے کامل سے توصیف و ثنا کرنے کی جو اُمید ہو سکتی ہے برہمن اُن سب سے بازی لے گیا۔ مضمون عام ہے کوئی پیچیدہ خصوصیت نہیں مگر برہمن کے قلم نے جو طرز اختیار کی ہے وہ خاص ہے۔ یہ لطف دلوں سے نطائف ... عالی

لہ۔ برہمن صبح کی کیا قدر و منزلت بیان کرتا ہے کیونکہ صبح کا وقت ہے شرابی اس وقت جامِ صبوحی طلب کرتے ہیں کہ رات کا خمار اتاریں ؎

صبح است و مے بہ ساغر گلرنگ میزنیم — وین شیشۂ نام و ننگ بہ سنگ میزنیم

دست از جہاں دراز خرد باز کشیم — در زلف دراز در دامن چنگ میزنیم

ہوگا اگر توصیف و ثنا سے ہم کیوں خالی رہیں، آپ صورتِ تصویر بن کر دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان
کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں ؎

اے عقل پیش پرتوِ ذاتِ تو چوں سُہا | وے چشم بر کمالِ صفاتِ تو مبتلا
در حضرتِ جلالِ تو کس را مجال نیست | باشد گدائے کوئے تو ہم شاہ و ہم گدا
در بارگاہِ لطفِ تو جائے سوال نیست | ایں جا چہ احتیاج باظہارِ مدعا

وحدتِ وجود

آتشِ عشق چو افروخت ہمہ یکسانند | حسن چوں جلوہ کند والہ و فرزانہ یکیست

وحدتِ وجود کے پرستار کی نظر میں ہندو و ملیچھ، انسان و چیونٹی، بیگانہ و یگانہ، میخانہ و خرابات، مندر و مسجد، گرجا و گوردوارہ، دیر و حرم، دوزخ و بہشت، زنار و تسبیح اور صلیب و نشان سب برابر ہیں، اُس کے نزدیک ان کی امتیاز نا روا ہے، کیونکہ وہ اُس کا جلوہ ہر مقام پاتا ہے اور سب جگہ یکساں دیکھتا ہے، پھر وہ کسے بُرا کہے اور کسے اچھا سمجھے، اُسے تو سب یکساں نظر آتے ہیں، یہ مذہب حقیقی مذہب ہے، اور سب بزرگ ایسے ہی پانے کی کوشش کرتے ہیں،

یہ عقیدہ ہر قوم میں پایا جاتا ہے، مگر عامل شاذ ہی کوئی ہو، اگر ہوتے تو یہ فسادات نہ ہوتے، نہ گرجا [illegible]، نہ مندر منہدم ہوتے، نہ مسجدیں مسمار شدہ ہوتیں، نہ بھائی بھائی کو ذلیل سمجھتا، نہ قومیت کی تلوار دوسروں کے گلے اتارتی، یہ سبق بڑا پیارا سبق ہے، سب نے پڑھا، مگر سب نے بھلا دیا، صوفیانِ اسلام اس کے شیدائی ہیں، اور اس کے بیان میں بڑا ادا کیا ہے،

حکیم غزنوی اس قومی دل آزار تفریق کے مٹانے کے لئے لکھتے ہیں:—

لب دریا ہمہ کفر است دریا جملہ دینداری | ولیکن گوہرے یا در آبِ آں ایں باشد

خواجہ حافظ یہ تفریق اس شعر میں دور کرتے ہیں ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست | ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست
آنجا کہ کارِ صومعہ را جلوہ می دہند | ناقوسِ دیر راہب و نامِ صلیب ہست

مشہور ہادی بھی مسجد و مندر ایک ہی بتلاتے ہیں، مگر ذرا ڈر کر ؎

چراغِ بت کدہ و شمع خانقاہ یکے ست　　اگرچہ دیدہ دو آمد ولے نگاہ یکیست

امیر خسرو کا طرزِ بیان بھی ملاحظہ ہو:-

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست　　ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

عُرفی اس مسئلہ کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں ؎

حرم پویاں در دیر پویاں راے پرستند　　فقیہاں دفترے را می پرستند
اداں دعویٰ الشیخ و برہمن ماند　　کہ ہریک وادر سے راے پرستند
برافگن پردہ تامعلوم گردد　　کہ یاراں دیگرے راے پرستند

عُمر خیام بھی کہتا ہے، اگر وہ تو دن رات، موسمِ بہار، لبِ جُو، سبزہ زار، تین چار معشوق حوری نژاد اور جامِ شراب کے بغیر بات نہیں کرتا، جو کچھ کہتا ہے اُسی خیال میں کہتا ہے ؎

فصلِ گل و طرفِ جویبار ولبِ کشت　　با یک دو سہ تازہ صنمے حور سرشت
پیش آر قدح کہ بادہ نوشانِ صبوح　　آسودہ نہ مسجد اند و فارغ زکنشت

برہمن کا مسئلہ وحدت الوجود ؎　　بانیِ خانہ دے خانہ و بت خانہ یکیست
　　خانہ بسیار و لے صاحبِ ہر خانہ یکیست

برہمن نے وحدتِ وجود کے دریا پر اپنے گنجینۂ طبع سے موتی نچھاور کئے ہیں، وہ ہر دانہ دانہ یک دانہ ہے، یہ گوہر بے بہا اس کے دیوانِ یکتا کے ہر شعر میں موتیوں کی طرح جڑے ہیں، اگر صوفیانِ اسلام توحید کے عاشق ہیں، تو برہمن اُس کا دلدادہ، شیدا، مذہب برہمناں کے مسائل کی آخری منزل بھی یہی ہے، توحید پر اسلامی شعرا نے بہت کچھ لکھا، وحدتِ وجود کے خوش وضع پیکر بنائے، برہمن نے اپنے پیکرِ خیال کی امداد سے آسمان سے تارے توڑے، روزمرہ کی باتیں، دن رات کے جھگڑے، جگہ جگہ کے قضیئے، مذہبی تعرفے، اور کشت و خون اس کا خونِ جگر پی رہے تھے، اُس کے قلم نے وہ مینا کاری کی اور ایسا رنگ و روغن چڑھایا کہ وحدتِ وجود کا دیوتا سامنے نظر آیا، اور وہ سمجھایا کہ دوسرا نہیں سمجھا سکتا، ایسا نرم لکھا کہ سنگین دلوں پر نقش ہو گیا، ایسا سخت لکھا کہ سنگین دل موم بن گئے،

جو شعر تاج مضمون بنایا گیا ہے، اُس کے خوبیٔ بیان کی رفعت مندروں، مسجدوں اور گرجاؤں کے میناروں سے بھی زیادہ بلند ہے، اور ہونا بھی چاہئے تھی، شہزادہ دارا شکوہ اِن وحدت پرستوں کے عین مندر کے آگے یہ شعر پڑھتا ہوا قتل کیا گیا ؎

کفر و اسلام در رہش پویاں — وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں

یہ فتویٰ قتل اِس لئے صادر کیا گیا تھا کہ اُس نے کفر و اسلام برادرِ توام قرار دیئے تھے جو شرع سے بعید تھا، اِسی گناہ پر درویش دلریش شاہ سرمد حقیقت کیش، ملحد سمجھا جا کر دیندارانِ کے مُہر برداروں نے شہید کرایا، برہمن کا یہ شعر اُس کے لئے بھی قابلِ دار تھا، مگر اورنگ زیب کی خونی تلوار برہمن کی روحانی سیف کے آگے کند ہوگئی،

وہ وحدتِ وجود کے نشان ہر مکان میں پاتا ہے، جس سے شیخ و برہمن، عابد و سرمست وجد میں آتا ہے، اِس میکدۂ روحانی کے چند جام ہم بھی پلاتے ہیں، طبیعتیں پہلے ہی جام میں مسرور ہو جائیں گی ؎

گل یکے، خار یکے، شاخ یکے، تاک یکیست — نزدِ اربابِ خرد ہر خس و خاشاک یکیست

(ہندو / مسلمان)

دوسرا جام اِس سے بھی زیادہ سرور رکھتا ہے ؎

ایں ہمہ عالمِ فانیست و روزندہ یکیست — نقش بسیار ولے دیدۂ بینندہ یکیست

ہر صدف گوہر و بحر خرد سنے دارد — پیش اربابِ نظر گوہرِ تابندہ یکیست

(ہندو / مسلمان)

کافرم گر سرِ مو ہے بتفاوت گویم — رشتۂ زلفِ تو با رشتۂ زنار یکیست

تصوف کی یکرنگی

مردِ عارف بہ نظر براند کے بسیار نیست — کوتہ اندیشاں بکثیٔ بیش و کم پیچیدہ اند

مسلمان شاعروں نے شاعری کی مقراض سے اپنے مذہب کی خوب دھجیاں اُڑائی ہیں، اور صوفی اُن سب سے بڑھ کر ہیں، کیونکہ قابل سمجھدار مسلمانوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ مسائلِ تصوف قیدِ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

---

۱ - ویدکی اِس شرتی کا ترجمہ ہے، دُنیا فانی پرمیشر کو پہچان -

چونکہ اسلام میں فرقۂ صوفیہ اپنے صوفیانہ کلام و عقائد کی وجہ سے ایک نیک خیال فرقہ سمجھا جاتا ہے، اس لئے ہر زمانہ میں اہلِ تصوف کی قدر و منزلت ہوئی، مگر شاہانِ وقت ہمیشہ صوفیوں کے دشمنِ جان رہے۔ تصوّف کے باریک مسائل ایسے دل آویز ہیں کہ ہر شخص جب سنتا ہے، وجد میں آجاتا ہے، مگر اِن پر عمل کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اِس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہندوستان میں بجائے عمل و فعل سراسر زبانی جمع خرچ سے کھرپورا کیا جاتا ہے۔ اگر تصوف سے طبیعت رنگی جائے، تو انسانی معراجِ کمال کی انتہا ہو جائے۔ ہم اُن اہلِ تصوّف کا خاکہ اُڑانا نہیں چاہتے، کہ جن کے فعل سرتاسر کفر و ضلالت کے تھے، جس طرح سے مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور، کسی بزرگ نے کیا کہ حق حقیقت ادا فرمایا ہے، دُنیا کا چلن ٹھیک اسیطرح پر ہے۔

مگر ایک برہمن تھا کہ جو روزِ پیدائش سے تصوف کے عملی سبق پڑھ رہا تھا، اُس نے دنیوی فراغت کے بعد جو ملازمت سے استعفیٰ کی شکل میں نمودار ہوئی، آپ اپنی بنی بنائی ریاست اور سجا سجایا گھر چھوڑ کر کاشی جی میں قیام فرما کر سعادتِ ابدی حاصل کی، اور بقیہ عمر ریاضات و عبادات میں صرف کی۔

پس ایسے مرتاض شخص کی زندگی بالکل صوفیانہ قرار دی جاسکتی ہے۔ ایسا عالم باعمل جو کچھ لکھے گا یا کہے گا، وہ پتہ کی بات ہوگی، جس کا نشانہ ٹھیک دل پر بیٹھے گا۔ حسرت موہانی اقرار کرتے ہیں:-

"اِس انداز میں جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہے، اُس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں مطلق تمیز نہیں ہو سکتی"[۵]

اِن کا دیوان ایسے کلام سے مالامال ہے، ذرا ملاحظہ ہو:-

ترا بدیر و حرم شیخ و برہمن جویند
بجز تو کہ دریں پردہ ایں چہ اسرار است

عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند
ایں ہمہ قابلِ عفو اند چو بخشندہ تو کیست

---

[۵] حسرت موہانی اردوئے معلیٰ، یکم اگست ۱۹۰۳ء

اگر آئی بشہرِ عشق سامانے دگر باید زیحرنگی بیان کفر ایمانے دگر باید
مستِ عشقم کعبہ و بتخانہ را گم کردہ ام در دبیرِ مستی رہِ میخانہ را گم کردہ ام

عاشق آں است کہ زسر راز قدم نشناسد بندۂ عشقِ تو دیر و حرم نشناسد

حقایق و معارف

مرا از گنجِ گوہر مے کند ہر لحظہ مستغنی بدستِ خویش کلکِ گوہر افشانے کہ من دارم

چیستانِ ہستی کا معمہ حل کرنے کے بعد بھی روحانیت کے جال میں کوئی ہی پھنستا ہے، یہ ہر ایک کا حصہ نہیں، برہمن فرماتے ہیں ؂

ہر دلے را نہ ہوائے سرِ زلفش باشد مرغ بسیار و لے مرغِ گرفتار یکیست

قدیم مذہب برہمنہ کا آغاز اور انجام کمالِ روحانیت پر ختم ہو جاتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس مذہب کا ادبار ان باریک مسائل کی غلط تفہیم کا نتیجہ ہے، ہمارے خالص ہندی بھائی ہمیں یہ صداقت بیان کرنے کے لئے معاف فرمائینگے، کہ اگر ہم یہ اصلیت کے تلخ کلمات بیان کریں، کہ ہندی فلسفۂ مذہب کی سنگین چہار دیواری گھر ہی کے بھیدیوں نے ناسمجھی سے شکستہ کر دی، غیروں کے اعتراضات جو وزنی نہ تھے، جب اپنے ترازو نے عقل کے پیمانہ سے باہر دیکھے، صحیح سمجھ کر مذہبی مسائل کی تجدید و ترمیم کرنا شروع کر دی۔ ویدوں سے لگا کر بھاگوت کے آخری گرنتھ تک یہ آوازِ بلند یہی اعلان فرماتے ہیں کہ خدا ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، سب اُسی ایک آفتاب کی شعاؤں سے نور حاصل کر رہے ہیں، جس نے اُسے نہ پہچانا، وہ دنیاوی اشیائے منور کا شیدا نظر آیا، جس نے پہچانا اُن نورانی شعاعوں سے معراجِ روحانی حاصل کر لیا"۔ اس معنی میں برہمن کا کلام عالم بالا سے اُترا ہے، کوئی شعر ایسا نہیں پایا جاتا، کہ جس نے روحانیت کے نور سے فیض نہ پایا ہو، برہمن نے یہ فلسفہ فارسی میں بیان کیا، اور اس خوبی سے کہ دوسرا کر نہیں کر سکتا، اُس نے روحانیت کے وہ وہ راز و نکات اس خوبی بیان سے ظاہر کیے ہیں، کہ ہندی روحانیت کو چار چاند لگا دیئے، نہ کسی کے مذہب پر حملہ، نہ کسی کے عقیدہ پر اعتراض، جذبۂ روحانیت کے زور میں حقائق و معارف کے ایسے دریا بہائے کہ اُس رو میں سب توہماتِ باطلہ بہتے بہاتے پتھروں کی طرح ٹکراتے

نیست و نابود ہوگئے، برہمن اپنے کلام پر خود نازاں ہے، کیونکہ وُہ اُس کی قدر و قیمت جانتا ہے، کس زور سے کہتا ہے ؎

دارد بگوش اہلِ سخن راہِ برہمن　　نظمم گہر ز عقدِ ثریا گرفتہ است

پھر کہتے ہیں ؎

گر دند گردِ برہمن از شوقِ قدسیاں　　گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

معراجِ روحانیت کس طرح سے حاصل ہوتا ہے ؎

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق　　براہِ ترکِ تعلق باین مقام رسید

برہمن جانتا تھا کہ جو کچھ اُس نے پایا ہے، وُہ دریا کا ایک قطرہ بھی نہیں، جب ہی فرماتے ہیں ؎

از نسخۂ آسماں برہمن　　حرفے دو سہ انتخاب کردیم

وہ اِس فخر کا مالک ہو کر یہ امانت بڑی کڑی سمجھتا تھا کہ جو مادہ کو الوہیت سے وابستہ کر دیتی ہے، اپنے اندر خدا کی ذات کا ایک جز دیکھ کر اپنی شان نہیں بھولا، جب وُہ ایسے حقائق و معارف اپنی زبانِ قلم سے ادا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو ناز نہیں کرتا، بلکہ حقیقی مذہب کے مرتبہ راز کی تعظیم کرتا ہوا اپنی کم مائیگی ظاہر کر کے اپنا عز و وقار بڑھاتا ہے ؎

برہمن از ہر کس خوشنما است صاف دلی　　دلے کسے بصفائے برہمناں نرسد

گوشتِ انسان میں سوچنے کا مادہ نہیں، نہ ہڈیوں میں استدلال کی طاقت، مگر انساں عالمِ بالا کے حقائق سے واقف ہونے پر تمام دنیوی بُرائیاں کُھلا سمجھتا ہے، اور ہر ایک جاندار سے اُنس رکھتا ہے، اب برہمن کی زبان سے یہ راز سُنئے ؎

در جہاں باش و لیکن ز جہاں فارغ باش　　ہر کہ فارغ ز جہاں است جہانے با اوست

بود ز حلقۂ مستاں برون چو حلقۂ در　　بدور نرگسِ مستت تو ہر کہ ہشیار است

لعلِ لبش بمویۂ شیریں ادا کند　　آں نسخۂ شفا کہ مسیحا نوشتہ است

ہر طرف جلوہ و ہر لحظہ تماشائی است — میتواں دید اگر دیدۂ بینائی است

یک نفس غافل شدن از خویش آزادی بود — صد بلا در گرد پیش مردم ہشیار ہست

مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں — ہر کہ شد در گرد سود و زیانے با اوست

حکمت و اخلاق

حضرت شیخ سعدی، ملّا روم، خواجہ حافظ ایسے بزرگ ہیں کہ جن کے دامنِ کلام حکمت و اخلاق کے موتیوں سے بھرے پڑے ہیں، یہ انہی بزرگوں کے اخلاق و حکمت کا پرتو ہے کہ جو شعرائے اردو و فارسی کے کلام پر کہیں کہیں بھولے بھٹکے سے کچھ بوجھ پڑ رہا ہے، اگر یہ حکماء اخلاق گوہر آبدار سے ادب و اخلاق کے زیور نہ بناتے تو فارسی اور اردو کا گنجینہ قطعاً مفلس نظر آتا، انسانی طبائع مبتذل عامیانہ بازاری مذاق کی خوگر ہیں، ضربِ کامل کے بغیر سیدھا قدم نہیں رکھتیں، جب سانچہ مخرّبِ اخلاق ہو تو کون ضرب لگائے، جب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں، تو سفید پوش کہاں نظر آئے، حالیہ شاعری بے علموں کے پنجے میں پھنس گئی اور خیالاتِ فارسی محو ہو گئے

فارسی شعراء اس کوچہ سے بایں وجہ کم مانوس ہوئے، کہ ان کا زوال کے بعد فوراً خاتمہ ہو گیا اردو شعراء کی حالت نزع مریضِ تپِ دق کی طرح برسوں چارپائی سنبھالے پڑی رہی، ہذیان ہو گیا اور اس حالت میں جو منہ سے نکلا، وہ اخلاق و حکمت سے دور نکلا، ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ ان کا نام و کلام رجسٹرِ دہر میں لکھا گیا، وہ کون سے شبہات اور الزامات ہیں، کہ جو ان پر لگائے گئے اور جن سے ہمیں بچنا چاہئے، وہ فردِ قراردادِ جرم ہر سخن فہم اور سخندان کو ملاحظہ کرنا چاہئیں، تاکہ دامنِ حکمت و اخلاق بداخلاقیوں کے داغ سے داغدار نہ ہو،

برہمن کے علم ادب نے طفولیت سے ادب و اخلاق، حکمت و شرافت، اندرز و نصائح کے شیرِ مادر سے پرورش پائی ہے، اس کا ہر شعر نبات کی ایک ڈلی ہے، جو اس دودھ میں گھلی ہے، اور ہر گھونٹ مفرحِ دل و دماغ ہے، اس کی روح کثیف و غلیظ شے کی روادار نہیں، بھوکا مرنا پسند کرتی ہے، اور فاقہ کش ہے، اگر کچھ پیتی ہے، تو وہی دودھ کے گھونٹ، اسی پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے، وہ یہ خیال نہیں کرتی ہے کہ میرا کلام لاغر اندام ہو جائیگا، یا پبلک کا رجحان مجھ سے برگشتہ

ہو جائیگا، مگر اُس نے اپنی جودتِ طبع کے زور پر حکمت و اخلاق کے موتی اِس صفت کے ساتھ اپنے کلام کے زیور بنائے ہیں کہ شریف و ارذل صاحبِ ادب و بے ادب سب اُس کے خریدار ہیں جنہیں سُن کر مذاقِ سلیم وجد میں آجاتا ہے، بد مذاق سر دُھنتا رہ جاتا ہے، اِس کے کلام کی شہرت اور ہر دلعزیزی کا باعث اُس کے حکمت و اخلاق کا وُہ دلآویز فلسفہ ہے، کہ جسے سب مذاہب و ملل نے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، وُہ تاجِ مضمون ہم یہاں سجاتے ہیں ؎

ہر نوش کہ از غیر بود نیش نماید ہر نیش کہ از ذات تو آید ہمہ نوش است

حدیثِ عشق برہمن بسر نمے آید ہزار نسخہ نوشتند ہمچناں باقیست

در گریباں چاک ہا چوں غنچہ دارد اہلِ دل گر بلندت بلے نم خود کردہ شامی ترست

برہمن از ہمہ سو مے وزد نسیم شمال خوش آنکسے کہ نسیم شمال رہبر اوست

عشق باید کہ دل بپا ساند دل بے عشق شاخ بے ثمر است

چو مے گذرد عمر از اندیشہ چہ حاصل ایں فائدہ از گردشِ ایام گرفتیم

اندرز و نصائح

بتفاوت نگہ نہ بیند در دشمن و دوست برہمن ہر چہ بخاک آید و یکساں باشد

برہمن کی زندگی کا ہر عمل، اندرز و نصائح کے سبق دے رہا ہے کیونکہ اُس کا کوئی کلام اندرز و نصائح سے خالی نہیں، مگر پھر بھی یہاں چند نصیحتیں درج کی جاتی ہیں ؎

ہمیشہ عُذر بہانۂ عُذر خواہ طلب ادب ز دیدہ و انداز نگاہ طلب

بہ ہرزہ گردیٔ عالم کسے بجا نرسد بگوشۂ ز جہاں برہمن پناہ طلب

مشو دصاف اگر اشکِ ندامت ریزد ہر کہ بر آئینہ سینہ غبارے دارد

غمِ زمانہ چو عیش زمانہ مے گذرد دریں رباط کہن برہمن مشو غمناک

عبرت و بصیرت

بہ رنگِ من بچشمِ حقارت نظر مکن دارد شکستہ رنگیٔ من آبرو درست

جو طبائع اہلِ دنیا کے مکر و فریب، ظلم و تعدی، اور جَور و جبر کا جائز خواہ ناجائز شکار ہو جاتی ہیں، اُس وقت اُس گروہ میں ایک حالتِ اضطرار پیدا ہو جاتی ہے، جو نفس نیک نفس

ہیں، وہ اُس حالت سے عبرت و بصیرت کے سبق لیتے ہیں، جو طبائع بدنفسی کا شکار ہوتی ہیں، وہ اپنے شکار پر چلنے رچاتی ہیں، مبارکباد پہنچاتی ہیں، پہلی صف کا آستانہ بہشت میں ہوتا ہے، اور دوسری کا ٹھکانہ جہنم ہیں، پہلے خود نیک رہ کر دوسروں کو نیکی کی راہ پر ڈالتے ہیں، دوسرے خود غار میں گرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی چاہِ ضلالت میں گراتے ہیں،

برہمن نے اپنے کلام کا راستہ اپنے دیوان کے ذریعے بہشت بریں تک پہنچا دیا ہے، اور ایسا صاف کہ اُس پر ہر ایک کا چلنے کو جی چاہتا ہے، عقل دوربیں کے قندیل روشن ہیں، کہ رہبر کا کوئی قدم سنگِ راہ سے نہ ٹکرائے، برہمن کو اپنے سفرِ زندگی میں ہر طرح کے روشن و تاریک راستوں پر چلنا پڑا ہے، اگر ایک دن تمام دُنیا روشن راستے پر چلی، تو اُسی شام راہِ ظلمات پر گامزن ہوئی، اہلِ بصیرت کے لئے یہ شعر قندیلِ فلک سے زیادہ روشن ہیں

برہمن نے انہی پیمانوں کی امداد سے اپنے راستے کی داغ بیل ڈالی ہے، اُس کے اُدراک عقل ملاحظہ کے قابل ہیں ؎

راہ سخت و شیشۂ عمرِ گرامی نازک است — صحبتِ خار ادمیا تا کجا خواہد گذشت

غافل کہ کوشش ندارند رہرواں رُتہ — بہر طرف زجر بس گوشمال مے یابند

تنبیہ میرود قافلۂ عمرِ گرامی لبشتاب — راہبر درماندہ شود تا کہ خبردار شود

صبحِ محشر نگر از پردہ برآید بیدرون — ورنہ ایں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

مُصلحانِ ملک اصلاح کے سینکڑوں کے طریقے استعمال میں لاتے ہیں، اُن میں آخری درجہ "تنبیہ" کا ہے، اِس طریق علاج میں انسان کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ عمر دوڑی چلی جاتی ہے، نیک کام جلدی کرو، تاکہ موت سے پہلے ہم اپنا فرض انجام دے لیں، کیونکہ چھوٹے درجہ کے آدمیوں کے لئے اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اِس لئے برہمن نے اِس آخری اصلاح پر اپنا کمالِ سخن بڑی نزاکت سے دکھلایا ہے ؎

لفظ گر بسیار باشد برہمن در دل چہ سود — گر نباشد معنی او در اسیہ چوں وفراست

قدم دلیر منہ برہمن بوادیِ عشق ہزار قافلہ گم گشتہ در بیابانش
شرمت ز خویش باد کہ پیمانِ توبہ را صد بار بستہ و مکرر شکستہ

یک نکتہ بس است

بیا یک نکتہ از درسِ محبت خوان و فارغ شو کہ باشد نکتہ ہائے بیکران در نکتہ دانیہا
ہندیوں کے الہامی مقدس گرنتھوں میں اسرارِ وحدتِ وجود اور رازِ ربانی اس شرح و بسط سے سمجھائے گئے ہیں کہ کوئی دوسرا نہ سمجھا سکا، نہ سمجھا سکے۔ جب یہ گرنتھ اس ایک نکتہ کی بڑی بڑی ضخیم و حجیم جلدوں میں شرح لکھ چکے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ برہمن اپنشد مجموعہ تکمیلِ شرح میں اور لکھی جائیں، دُنیا بھر کیلئے یہ طرزِ انتہا کیا گیا، اور سب کے خاتمہ پر یہ لکھ دیا گیا کہ سمجھنے کیلئے ایک نکتہ کافی ہے، انسانی ذہن مختلف رجحانات رکھتے ہیں، یہ نکتہ وہی سمجھ سکتا ہے جو یہ سب پڑھے، پھر نہ اور پڑھنے کی ضرورت ہے، نہ سیکھنے کی، برہمن بھی تلقین کرتے ہیں ؎

حرفِ اوّل از برائے اصل فہمیدن بس است ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست
مرا ز زلفِ دلآویز تارِ مو کافیست تسبیح زلفِ یار رشتۂ جو کافیست
چشم گر بینا بود ہرگز نہ گردد در غلط مرد عارف از پئے یک نقش پائے تاست
سرِ باطن دگر و عالمِ ظاہر دگر است سخن از خانۂ لب بیا رنمی آید راست
اگر صد باب خوانم بر دلم یک باب بکشاید سے تعظیم اربابِ طلب بابے دگر باید
برہمن ناخوانده می دانند کہ طرزِ نامہ چیست مردِ دانا از پئے ادراکِ مضمون میرود

بے ثباتیِ دنیا

بر سر آبِ روان افگندہ طرحِ خانہ را اے برہمن ہر کہ دل در دہرِ بے بنیاد بست
جو ہستیاں معراجِ روحانی کی منزل میں مسکن گزیں ہو جاتی ہیں، اُن سے دُنیا خود بخود چھوٹ جاتی ہے، اس میں قیام کی آرزو جب پیدا ہوتی ہے کہ جب دُنیا حباب سا ہی نظر آتی ہو، دُنیا کی بے ثباتی کے مضمون سب نے لکھے مگر لکھنے والے دُنیا کے مالک بنے، یہ بے غرور اور نخوت ایک لحظ کیلئے بھی دُور نہ ہوئے، ہندی فلسفہ نے بے ثباتیِ دُنیا کا نقشہ برہمن کے دل پر ازل سے کھینچ رکھا تھا، عظیم انقلابِ سلطنت جو اپنی آنکھوں سے دیکھا، شاہجہانی عمارتوں کے نقشوں کی طرح اُسکے نقش اُنکے دل پر ابھرے اور اُنکا عکس بے ثباتیِ دُنیا کے خیالات کو ایسی رفعت پر لے گیا کہ جہاں تک کسی کے طائرِ خیال نے پرواز کی نہیں، وہ خود دنیا بے ثبات سمجھتے تھے اسی پر عمل کیا، پھر ایسے قلم سے بے ثباتیِ دُنیا کے خیالات ایسے کیوں نکلتے کہ سمجھنے والا تقاکا جامہ چاک کرکے فنا کا لباس پہنتا، آجکل مادی ترقیات کا طوفان اُٹھ رہا ہے، برہمن ان فنا ہونیوالی ہستیوں کو عالمِ بالا کا پیغام سنانا چاہتا ہے، اور ہم اُسکے حامل ہیں ؎

کاروان بگذشت و بانگ از درائے برنخاست عالمے گم گشت از جائے صدائے برنخاست

رود بجانبِ معمورۂ عدم روزے کسے دگر روز اگر در دو خراب نشست

ہمیشہ گرمیِ ہنگامۂ جہاں برخاست جہانیاں بہ فنا رفتہ و جہاں باقیست

دانا چو بکار امتحاں کرد عالم ہمہ نقشِ سیمیا یافت

دنیا تمام خوابِ پریشانیِ من است دیں روز و شب تصورِ حیرانیِ من است

زادِ راہِ آخرت

برہمن از عملِ نیک زادِ رہ باید بسوئے ملکِ عدم بار بستن آساں نیست

برہمن کرم کی تھیوری کا قائل ہے وہ کہتا ہے کہ جو کوئی جیسا کرم کریگا ویسا پھل پائیگا سزا و جزا سے معاف نہ کیا جائیگا انسان کو چاہئے کہ یہ خیال مضبوطی کیساتھ اپنے دل میں قائم رکھے دنیوی امور بے تکلف سرانجام دیتا چلا جائے نیکی کا انجام زادِ راہ سفرِ آخرت ہے لیکن وہ بار بار یہ کہتا ہے کہ دنیا میں رہ کر نیک کام کرنا بڑے مشکل ہیں واضح الفاظ میں سمجھاتا ہے ؎

بروزِ حشر تہی دست رفتن آساں نیست مگر بدست برم نامۂ سیاہ گناہ

رحمتِ حق

ز اشکِ بیکسی دریائے رحمت را بجوش آرم اگر در روزِ محشر در میاں آید حسابِ من

ہر ملک و ملت کے افراد کسی نہ کسی طرح رحمتِ حق سے امیدوار ہیں رہنا بھی چاہئے جو یاس و ناامیدی چھوڑ کر رحمتِ حق سے اپنا دامنِ امید وابستہ کرتا ہے رحمتِ حق جوش میں آتی ہے اور وہ کر جاتی ہے کہ جو صدیوں کی سمادھی اور برسوں کے مراقبے در چلے حاصل نہیں [illegible] برہمن کی رحمتِ حق کی کوششیں اور دعائیں ہمارے دیکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں چاہئے کہ ہم بھی ایسی ہی کوشش میں ہمیشہ مصروف رہیں

شعرائے فارسی و اردو کی خرابات نشینی اور مقدس و متبرک روحِ برہمن کے [illegible]

سے ظاہر نادانی بشور افگند داں را برہمن ہر دو انار راضی نامے دگر باید استعمالِ مسکرات خصوصاً شرابِ خانہ خراب کی گرمیِ بازار نے جو شعرائے متقدمین اور متاخرین کے کلام کا جزوِ اعظم ہے ہمیں بہت تقلید کیا کہ ہم بھی اپنے خمخانۂ وحدت میں برہمن کے کلام میں سے چند قطراتِ مقدس گرائیں تاکہ کثافتِ کلامِ شعرائے مذکورین کی تلخیِ خیال کا ذائقہ عنقریب لطیف میں تبدیل ہو جائے ہمارے شاعر آئندہ کیلئے ایسی تباہ کن مخربِ اخلاق خرابات نشینی سے توبہ کر لیں اور ایسے مفسرین و شارحین کو بھی کہ جو اس خرابات نشینی کو عبادت گذاری کا لباس پہنانے کی خاطر گناہِ بے لذت کے مرتکب ہوتے ہیں آئندہ کے لئے نجات مل جائے شرابی فدایانہ داری نے اپنے عمر زیاں کھایا ہے مولوی محمد علی اللہ ایبٹ آبادی نے اپنی کتاب کشف الستر الجوزی کے حمار کی فزی ان الفاظ میں بیان کئے

دنیا بیت الحزن ہے غمکدہ ہے رنج و الم کا گھر ہے اسکی خوشی میں بھی ہر شخص رنجیدہ ہو کے سوائے اسکے چارہ نہیں کہ جام مئے سے اسکی چارہ گری کیجائے کیونکہ وہ افسوس

شراب اندوہ رُبا ہے اور غم پاس آنے نہیں دیتی شراب کی مستی آمیری کی کھچڑی پکیلے جا بصر سلطنت کی پائی پاتا ہے اور غنچۂ دل کو سموم غم سے بچاتا ہے" واہ میر حسن صاحب!
میر حسن صاحب کا یہ حقیقی بیان شعرائے فارسی و اردو کی فدائے شرع کے عین مطابق ہے اور وجہ بھی آپ نے اپنے تجربہ سے خوب بیان کی ہے اب میں
بیت الطرن کے شعرائے فارسی و اردو کے جام شراب پینے اور غم کے دور کرنے کے عہد بعہد کے طریقے ملاحظہ فرمایئے اور ان کی رنگینی طبع دیکھئے

آنجا کہ در رحمت او بر ہمہ باز است (رحمت حق) با شیخ و برہمن[1] نہ خطابے نہ عتابے
(مسلمان — ہندو)

پیمانۂ خیال (متقدمین)

دقیقی شعرائے فارسی کے طبقۂ اول میں شمار کیا جاتا ہے کہ جو شاہان عجم کی تاریخ لکھنے پر کمربستہ ہوا، کمبخت غلام پر عاشق تھا، وہ غیرت والا تھا، خنجر مردانگی سے ۳۳۸ھ میں مالک کو مار ڈالا، آپ شراب کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

آں مرکب کہ کالبد از نور — لیکن اُو را رواں و جاں از نار
زاں ستارہ کہ مغربش دہن است — مشرق اُو را ہمیشہ بر رخسار

پھر آپ کا اس طرح سے دور چلتا ہے ؎

مے صافی بیار اے بت کہ صافیست — جہاں از ما تا آنکہ ماہیست
بیا تا مے خوریم و شاد باشیم — کہ ہنگام مے و ایام شادیست
گر آدمی بادہ گر نگ بخور — با نالۂ نائے و نغمۂ چنگ بخور
گر بنگ خوری چو سنگ نشینی برجا — (سعدی) یکبارہ چو بنگ می خوری سنگ بخور
بیا کہ تاک بیا ساقیا شراب خوریم (ر) — بزیر سایہ نشینیم و آفتاب خوریم
از بادہ چو لعل ناب شد گوہر ما (ملازم) — آید بفغاں ز دست ما ساغر ما
از بسکہ ہمی خوریم مے بر سر مے — ما در سر مے شدیم و مے در سر ما
اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد (حافظ) — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
بہائے بکنار جوئے مے باید بود (ر) — از غصہ کنارہ جوئے باید بود

[1] ۔ زاہد اکبر بیان کا ثبت جس رمز و کنایہ سے مرصع ہے اُسے اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہیں، ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں اُنکی خطائیں دیکھی جائینگی اور ہندوؤں پر عتاب ربی نازل ہوگا کہ غلط عقیدہ کے معتقد ہیں، وہ اپنے بیان میں اس عقیدہ کا مستہزا دیتے ہیں، مصنف نعت دفتر نے یہ مضمون اُڑا وا صحیح کر دیا ہے ؎ سخندان پارس مولوی محمد حسین آزاد،

ایں نزہت عمر ما چو گل دہ روز است　خنداں لب و تازہ رو نے مے باید بود
وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم (امام غزالی) عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

فردوسی فردوسی تھے، پھر شاہ کے نام پر کیوں جام نہ پیتے ۔

بیا دیکے جام رخشاں مے　کہ نوشم بیاد سپہدار کے

پھر دور اس طرح چلتا ہے ۔

بیاد شہنشاہ فرزند جام

پھر ایک جگہ لکھتا ہے[1] ۔

کنوں خورد باید مئے خوشگوار　کہ بوئے مے آید از جوئے بار
شراب در دلم و توبہ ہم کجاست قدح (امیر خسرو) کہ دل بشویم ازاں توبہ شراب آلود

حکیم انوری حکیم تھے، پھر کس طرح صبح ہی جام طلب نہ کرتے ۔

ساقیا بادۂ صبوح بیار　وانہ دام عمر فتوح بیار
یا ہیں کہ طوفان غم جہاں برفت　مئے کشمنزاد عمر نوح بیار

حکیم ثنائی شرابخوری کی ترکیب بتاتے ہیں ۔

بر دار از مقام مستی مے　سر بہاں جا بنہ کہ خوردی مے

حافظ اس خیال کے بادشاہ ہیں ۔

چوں نقشِ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ　تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر است

سراز اطاعت ساقی مپیچ تواں عہید　بدستِ او خطِ ساغر خطِ غلامی ماست
اکنوں کہ ز خوشدلی بجز نام نماند　امروز کہ در دستِ بجز جام نماند
دستِ طرب از ساغر مے باز مگیر　یک ہمدم پختہ جز دمِ جام نماند
بہ ایوان عفراں کسے بُردہ پے　کہ خشتِ لحد ساخت از لانے مے

[1] ایران میں شراب لازمۂ محفل تھی چنانچہ آزاد دہلوی فردوسی کے حال میں لکھتے ہیں شراب کا ذکر آگیا لازمۂ مجلس تھی وہ بھی پی لی

دہانت زنگ بند دریا نیست پاک (ظہوری) اگر نیست مسواک از چوب تاک
ازیں چوب با خود کلیدے ببر " کہ در گور بکشاید از خُلد در
جام یاقوت تو نوشش باد مدام (ہلالی) کہ بے چارۂ غم ہا کردی
پیمانہ بیار و بادہ کہ بعد ازیں " دوراں ز خاکِ ما و تو پیمانہ ساخت
بے کیمیائے مستی تبدیلِ غم محالست (نذیر نیشاپوری) یا مے حلال فرما یا غم حرام گرداں
قرب یک ماہ بمیخانہ اقامت کردم (سعید اشرف) اتفاقاً رمضان بود نمے دانستم
مے کشے کو زرہ و سال نہ دارد خبرے " نہ ہمیں روزہ کہ ماہِ رمضاں ہم خوردہ
ہنگامِ سحر کہ نرگس و لالہ شگفت (نظیری) در باغ سحری بہ نالہ و آہ بگفت
مے نوش کہ بے نشہ بسے گمراہی بود " برخیز کہ در خاک بسے خواہی خفت
صبر کردیم کہ در روزہ جہاں نیکو بود (تبریزی) رطل خوردیم کہ در عید چنیں نیکوتر
گُماں کرد انہ اگر آب مے سازد (اسلم) ستارہ مے شکند آفتاب مے سازد
میر صیدی فصلِ گل کا اعتبار ہی نہیں کرتے گل کو دام ایک ہی فصل میں اُڑا دینا چاہتے ہیں ؎
دریں فصلِ گل ہر چہ داری بدہ " مبادا کہ دیگر بہارے نیامد
گر کشد دل بجز ابا ست مرا معذور دار (غنی) سر فارغ دل بے غم لبِ خنداں آنجا است
اعجاز بادہ بیں کہ مسیحا بعد نیاز (اسلم) تعلیمِ قُم قُم از لبِ مینا گرفتہ است

نظامی گنجوی ہر داستان کے خاتمہ پر ساقی کو ساغر و مینا کے ساتھ لا کر خمار شکنی کرتے ہیں کہ تھکن اُتر جائے، اور دماغ تازہ ہو، معلوم ہوتا ہے کہ باستانی ایرانیوں میں شراب کا استعمال اسی طرح ہوتا تھا، اب جہاں ہے فقط شر انجاری ہے، ان کے سکندر نامہ[۵] میں صد ہا قطعے ہیں، ایک فصل بھی ایسی نہیں جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو، اور شرابِ ناب کی درخواست نہ کرتا ہو

یار من چوں چشم مست شراب آید بروں (جامی) زاہد صد سالہ از مسجد خراب آید بروں

۵ سخندانِ پارس صفحہ ۲۰۳ ۔ [illegible] ۔ مولوی ولی اللہ ۔

خمار نرگسِ جاناں خمار دین و دنیا است (لاعلم)، جیب اپنی اُچکے کہ تذکرہ داستہ امان را

معتقم باید شمردن ہم نشیں (نوری)، شیفتہ بندان درد آشام را

تاک را سیراب کن اے ابرِ نیسان در بہار (لاعلم)، قطرہ تا مے می‌تواند شد چرا گوہر شود

جلال اسیر صبح ہی شراب اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ اُن کے تاریک سینہ کا چراغ روشن کرنے

صبح شد ساقی بدہ جامِ مے دیرینہ را　　تا برافروزیم زین آتش چراغِ سینہ را

فصلِ گل تا از لبِ ساغر بگیرم کامِ دل　　از میانِ ہفتہ بیروں کش شبِ آدینہ را

ایک خرابات نشین کی محفل کا نظارہ دیکھیے ؂

فرصت اگر دست دہد مغتنم انگار　　ساقی و صراحی و مُغنی و سرود ے

دینداروں اور عقلوں کو گویا کسی نے نہ پایا تھا مگر ایک صاحب اپنی تہذیب کے ثبوت میں کامل

ہوش و حواس کے ساتھ اپنے بزرگ کو یہ تنبیہ بھی دیتے ہیں ؂

واعظ بمن گفت حرام است مے مخور　　گفتم کہ گوشِ ہوش بہر خر نمیدہم

حضرت مولانا حالی نے برہمن کی رباعیات کو عمر خیام کی رباعیات سے تشبیہ دے کر اپنے گندہ

مذاق کا ناقابلِ تردید ثبوت دیا ہے۔ میر ولی اللہ کہ جنھوں نے یہ رباعیات بڑے اہتمام اور خاص

شرح سے چھاپی ہیں لکھتے ہیں کہ:-

"یورپ والے عمر خیام کو شرابی فاسق اور فاجر خیال کرتے ہیں اور اپنے اس خیال کی تائید میں (مضامین

سے نتیجہ نکال کر) یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور اُن کے زمانہ کے بعد کے لوگ

بھی اُن کو اچھا نہ سمجھتے تھے ...... رباعیات بھی اکثر رندانہ ہیں"

ناچار تاویلات کا دلدادہ میر ولی اللہ صداقت سے الگ کر کے لکھتا ہے :-

"یورپ والے تو معذور ہیں کہ اُن کے سامنے عمر خیام اپنے اصلی رنگ میں کبھی پیش نہیں کیا گیا معلوم

نہیں کہ ہمارے زمانے کے ایک مشہور فاضل مسلمان مصنف نے حکیم صاحب کے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا

کہ وہ حسن شغف، حسن شوق، حسن بے خودی، حسن بے اختیاری، حسن جوش سے شراب کا نام لیتا ہے اس سے

صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت شراب پیتا تھا۔ افسوس ہے کہ وہ فلسفی اور حکیم تھا، صوفی نہ تھا، ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب، شرابِ معرفت بن جاتی "غضب ہو کہ معقول پسند مسلمانوں کو صلواتیں سنائی جاتی ہیں، ناقابلِ قبول تاویلات کا شیدائی، الزاماتِ مصدقہ کا منحرف، تحریصات و تحریکاتِ جدیدہ کا دیوانہ اُس کی تردید میں آگے لکھتا ہے:۔

"یک نشد دو شد، خیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا ..... وہ شغف اور وہ شوق جس کیساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے ہیں، اگر مے نوشی کی دلیل ہے تو رودکی کے زمانہ سے لے کر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گذرا کہ جس نے ایک شعر بھی موزون کیا ہو، اور شراب خوار نہ ہو۔"

دراصل یہ سچا بیان مولوی صاحب کے قلم سے خود بخود نکل گیا، ہم نہیں سمجھتے کہ اگر یہ لوگ واقعی شراب پیتے تھے تو کیا برائی کرتے تھے، یہ مذہبی لیڈر نہ تھے، نہ ولی تھے، عام دُنیا دار تھے، یہ سچا الزام دُور کرنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے، آجکل کی ہوا شبلی نعمانی نے بگاڑی، اور یہ سب اُس ہی تعلیم و تلقین کا نتیجہ ہے، واقعات مصدقہ دلیلوں سے رد کرنا خوب سکھایا، کیا کبھی اس طرح سے کوئی مذہب پاک ہو سکتا ہے؟ اور کسی مذہب کے افراد میں ایسی خرابی ہونے سے مذہب بدنام ہو سکتا ہے[1]

وہ زمانہ دُور نہیں جبکہ غالب کی شراب بھی حافظ کی شراب کی طرح شرابِ معرفت بنا دی جائیگی۔ عمر خیام کی شہرت تو اسی شراب خانہ خراب کی بدمستیوں اور فسق و فجور کی رندانہ آوارگیوں سے ہوئی، اُس کا میکدہ خمر بنت العنب شراب کی طرح شرابِ بدمستی سے پُر ہے کہ جو کسی بڑے سے بڑے منطقی کے دلائل سے شرابِ معرفت نہیں بن سکتا، اُس کے سرور کے ایسے دل شکن، مخربِ اخلاق و ادب، مذہبی توہین کے نظارے ہیں کہ بدنام سے بدنام ملحد و شرابی کی بھی ایسی حرکات نہ ہونگی، معلوم نہیں حکومت نے کیوں ضبط نہ کی جبکہ قرآن پاک کی تعلیم اسکے خلاف تھی، نہ حضرت عمر کی، ایسا بھی عمر خیام کے میکدہ کا پیمانہ، پیمانہ شراب سے کیا؟ اسکی ۱۲۰۰ رُباعیات ہیں جس سے ۵۰۰ سے زیادہ رُباعیات شراب خانہ خراب[2]

---

[1] حکیم صاحب (عمر خیام) کی رُباعیات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے جسمیں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں (مولوی ولی اللہ اکبرآبادی) کا مدار صرف لفظ ساقی پر رکھا جائے تو حکیم صاحب (عمر خیام) کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بن جاتے، مگر اس ساقی نامہ میں صرف ذہنی رباعیات درج کی گئی ہیں جنکی کسی اور باب میں گنجائش نہیں۔

[2] یورپ میں شراب کے مجلس کے عکس آتے ہیں، اُنمیں جو کا عادات پیتے جاتے ہیں وہ رُباعیات عمر خیام ہوتی ہیں، اس قبولیت کی محض وجہ یہ ہے کہ عمر خیام کا فلسفہ یورپین فلسفہ ہے۔

سے ملوث و مدہوش پائیں اور ایک سے ایک ایسی کہ جیسے شراب دو آتشہ۔ اِس کے ایک گھونٹ سے اگر اخلاق و تہذیب، مذہب و ملت ناچنے نہ لگیں تو ہمارا ذمہ، اُن کی بُو ہمارے دماغ میں پہنچی، اِس لئے اُن کا ذکر اِس فکر میں فراموش نہیں ہو سکتا، اور خصوصاً اِس لئے کہ وُہ عمر خیام کی دُلہن ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ وُہ اُس سے الگ نہیں ہو سکتی۔

جب شرابی، ناچ مجرا، غیبت و لغو، لہو و لعب اور شراب کے دَور میں بدمستوں کی محفل دیکھتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ غمِ دُنیا کوئی چیز نہیں، عمر خیام کا یہ دعویٰ باطل اُس کی زبان سے سُننے کے قابل ہے :-

رُباعی

در نائے قرابہ قلقلِ مے چہ خوش است آواز سماع و نالہ نے چہ خوش است

در پنجۂ دل فریب در سر مے ناب فارغ ز غمِ زمانہ ہے ہے چہ خوش است

شرابی کہ جو شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں شراب کے نشہ کی روش آئینِ دستور دیکھتا ہے، نہ تو قرآن کی آیت میں وُہ حظ پاتا ہے، نہ وید کے سوز میں کیونکہ وُہ اِس سے ہر وقت حظ اٹھاتا ہے، اور کلامِ الٰہی سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے۔ عمر خیام قرآن کریم کی کسطرح تعظیم کرتا ہے :-

رُباعی

قرآں کہ مہین کلام خوانند او را گہ گاہ نہ بر دوام خوانند او را

در خطِ پیالہ آیتے روشن است کاندر ہمہ جا مدام خوانند او را

عمر خیام اِس حکمِ شریعت سے واقف تھا کہ شراب حرام ہے، مگر اُسکی طبیعت نہ فقط شراب پر لٹو ہے، بلکہ وُہ تمام حرام چیزیں اچھی سمجھتا ہے، یعنی اُنہیں اُسکے فلسفہ نے حلال کر دیا، خوب دینداری ہے :-

رُباعی

مے گرچہ بشرع زشت نام است خوش است چوں در کفِ شاہدے غلام است خوش است

تلخ است و حرام است خوشم مے آید دیریست کہ ہر چہ حرام است خوش است

عمر خیام کی طبیعت شرابِ کہن کی تندی و تیزی سے مزا پاتے ہوئے تھی، شراب خوری

سکے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی، لوگ اُسے ایسی حالت میں دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بد مذہب ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا مذہب ہی شراب ہے۔ اس جدید مذہب کی شان دیکھئے رباعی

ساقی سخن کہنہ یار دیرین من است — بے دختر رز عیش نہ آئین من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست — من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

عمر خیام منطقی اعتراض کرتا ہے کہ قرآن مجید نے جب بہشت میں شراب پلانے کا وعدہ کیا ہے، تو اس دنیا میں شراب کیونکر حرام قرار دی جا سکتی ہے؟ وہ اپنی تاریخی واقفیت کے دعویٰ پر تعلیم دیتا ہے کہ لوگ اصلیت سے بے خبر ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ حمزہ نے عرب میں ایک شخص کے اونٹ کے پیٹ کو چاک ڈالا تھا، سزا کے طور پر ہمارے پیغمبر نے اس پر شراب حرام کر دی تھی۔ مسلمان و ایرانی خیام کی فلسفیانہ بحث، اسلامی پیغمبر کی پاک تعلیم کی کس طرح دھجیاں اڑاتی ہے۔ وہ قرآن شریف کے دیگر احکام سے آنکھیں بند کر کے دینداری کی کیسی غلط تعلیم دیتا ہے رباعی

ایزد بہ بہشت وعدہ با ما چہ کرد — پس در دو جہاں حرام مے را کے کرد
حمزہ بہ عرب اشترکی را پے کرد — پیغمبر ما حرام مے بر وے کرد

الغرض کو انہوں کی ایک گدلی، چرسی کو چرس کا ایک کش اور شرابی کو شراب کا ایک پیالہ دنیا کی دولت کے برابر ہے۔ عمر خیام بھی کہتا تھا کہ شراب کے ایک پیالے کی بھی وقعت ہے کیونکہ وہ بھی دنیا کی اور کسی چیز کو اس سے بہتر نہیں سمجھتا۔ عمر خیام کے ایک جام کی قیمت بھی اس کی زبان سے سننے کے قابل ہے۔ یہ ناجی دیندار خصوصیت سے ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی دینداری کی قیمت کا تخمینہ لگایا گیا ہے رباعی

یک جام شراب صد دل و دین ارزد — یک جرعہ مے مملکت چین ارزد
جز بادۂ تلخ نیست بادہ خوشتر — تلخے کہ ہزار جان شیریں ارزد

شاید مسلمانوں کے نزدیک وہ لوگ بھی جو شراب کے عادی ہیں، مسلمان نہیں سمجھے جا سکتے مگر عمر خیام یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ مگر دو (ایران میں اس صراحی کا نام لیا جاتا ہے) خدا بنانا ہے

اس لئے وہ شراب پلانے میں معاونت کرتا ہے، پس وہ گنہگاروں کے خدا کی تعریف کرتا ہے، گنہگاروں
کا خدا عمر خیام نے پہچانا، آپ بھی سمجھو کہ خدا کو کس طرح ملزم گردانا جاتا ہے۔ رباعی

چیزے کہ بقدرت سرِ مو دوست سازد   پیوستہ ہمہ کار عدو می سازد
گویند قرابہ گر مسلمان نبود   آں را تو شنا کہ کدو می سازد

عمر خیام کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لئے بغیر میں ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا، میری زبان
گنگ ہے، یعنی میں قطعاً ناکارہ ہوں، لہٰذا تو خوب شراب پیو، آپ محض شراب پینے پلانے ہی پر اکتفا
نہیں کرتے، بلکہ ہندوستان کے درباروں کی طرح اس کا لوازمہ رقص و سرود بھی قرار دیتے ہیں،
اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ نغمے کے بغیر اگر شراب جائز ہوتی تو صراحی کے منہ میں شراب قلقل کیوں
کرتی، ایرانی فلاسفر کی باریک بینی کے قربان جائیے، اسلامی پیغمبر کی تعلیم کی ایسی تفسیر شاید ہی کسی
اسلامی صحابی نے کی ہو، اسی تعلیم پر [illegible] غور کر۔ رباعی

مے برکفِ من نہ و بیاور قلقل   با نغمۂ عندلیب و صوتِ بلبل
بے نغمہ اگر روا بدے مے خوردن   مے در سرِ شیشہ ہا نہ کردے قلقل

عمر خیام نہ فقط شب و روز شراب پینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ دنیا داروں کو یہ بھی سکھاتا ہے
کہ وہ فریب سے کام لیں، خوب عیش و عشرت کریں، اور دل بھر کر شراب پئیں، لوگ عمر خیام کو شراب خوری
کی وجہ سے ہدایت کرتے تھے کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے، اگر وہ اپنی حالت دیکھ کر خود قبول کرتا ہے
کہ خدا اُسے توبہ کی توفیق نہیں دے گا، اگر دے بھی دے تو وہ نہ شراب خوری چھوڑے گا، نہ توبہ کرے گا،
یہ تکرار اور انکار تو بھی اُن کی زبان سے سننے کے قابل ہے، رباعی

دنیا چو فناست من بجز مے نکنم   جز یادِ نشاط و مے روشن نکنم
گویند خدات توبہ دہد   او خود بدہد دگر و لے من نکنم

عمر خیام اہلِ راز کے لئے شراب کا پینا گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ انہیں اس حلال خوری (شراب خوری)
کے لئے اپنی مذہبی واقفیت کے بھروسے پر کامل اطمینان دلاتا ہے، اور تمام ذمہ داری اپنے

سر لیتا ہے، اور بزور کہتا ہے، کہ اُن کے لئے شراب حرام نہیں، یہ فتویٰ حلال بھی سُنئے:-

رُباعی

دانی کہ چرا است توبہ ناکردنِ من ◦ زیرا کہ حرام نیست مے خوردنِ من
بر اہلِ مجاز است بتحقیق حرام ◦ مے خوردنِ اہلِ راز برگردنِ من

شراب خور، نئی و پُرانی شراب کی پروا نہیں کیا کرتے، بلکہ تلچھٹ بھی ہڑپ کر جاتے ہیں، اور اُس کے مزے کے مقابلے میں جنّت کے شرعی لُطف ہیچ سمجھتے ہیں، عُمر خیام ناصح کو جواب دیتا ہے، کہ خواہ میں مرنے کے بعد کہیں جاؤں، تو مجھے شراب پلا اور پھر تو جہاں جانا چاہتا ہے جا، یعنی تو اپنا غم کر، میرا فکر نہ کر، کیونکہ تو دوزخ میں جائیگا، اور میں بہشت میں رُباعی

مائیم خریدارِ مئے کہنہ و نو ◦ وانگاہ فروشندہ جنّت بدو جو
گفتی زپسِ مرگ کجا خواہی رفت ◦ مے پیش من آر و ہر کجا خواہی رو

ایرانی زمانۂ متوسط میں ہفت روزہ، پانزدہ روزہ اور بست روزہ جشن منایا کرتے تھے، اُن ایام میں عیاشی اور شرابخواری کے سوا کوئی دُوسرا کام نہ کرتے تھے، سب ایک جگہ جمع ہوتے تھے، شراب کے دَور چلتے تھے، اور ناچ مجرے ہوتے تھے، اور دُنیا کے سب ضروری کام ترک کر دیتے تھے، عُمر خیام کا دَورِ زندگی اُس دَور سے گُذر رہا تھا، وُہ ہفت روزہ جشن کا اشارہ کرتا ہے، مگر اُس کیساتھ ہی بہت تاکید کرتا ہے، کہ جشنِ ہفت روزہ مناؤ، خوب شرابیں پیو، مگر دیکھنا، جمعہ اور شنبہ کا دن نہ رہ جائے کہ وُہ مُبارک دن ہیں، یہ مبارک کام (شرابخوری) مبارک دنوں میں ضرور ہو، ہم حیران ہیں کہ یہ کُفر کے فتویٰ سے کیونکر محفوظ رہ گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فتوے بعض ہندوستان کے لئے جائز سمجھے گئے تھے رُباعی

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست ◦ ہاں تا نہ نہی روزِ آدینہ زدست
در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست ◦ جبّار پرست باش نہ روز پرست

مذہب اسلام میں شعبان، رمضان، جمعہ، ہفتہ، شبِ قدر، شبِ برات، روزہ، عید وغیرہ

ایام مُبارک سمجھے گئے ہیں اِن ایام میں نیک کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، مگر عُمر خیام یہ تعلیم دیتا ہے کہ وُہ عید کے دن شراب کے گھڑے بھر کر پئے گا، کیونکہ وُہ دُنیا میں شراب نوشی سے بہتر کوئی کام نہیں سمجھتا، عُمر خیام کی نگاہ میں نیکوکاران اور زاہدان گدھے ہیں، نماز اُن کی بانگ ہے، اور روزہ پوزبند، شراب خوری سے اُن کی نجات ہو جائے گی، جہاں نیکوکاروں کی یہ قدر و منزلت ظاہر کی گئی ہو پھر اُس طرف کون قدم رکھے گا رُباعی:-

عید آمد و کار ہا نکو خواہد کرد   خیام شراب در سبو خواہد کرد
افسار نماز و پوزبند روزہ   عید از سر این خران فرو خواہد کرد
(رُباعی)

عُمر خیام شراب کا جام ایک لمحہ کے لئے بھی ہاتھ سے الگ نہ ہونے کی ہدایت کرتا ہے، وُہ اہلِ دُنیا کو سمجھاتا ہے کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹے اور ہفتہ کے ساتوں دن شراب خوری کے لئے وقف کر دینا چاہئیں، شراب خوری ہی روح افزا ہے، ہر دم شراب خوری ہونی چاہئے، عُمر خیام کی تعلیم کا یہ گندہ سبق اہلِ عالم کی عام بیزاری کا باعث ہوا، مفسر اپنے ممدوحوں کی غلط اور غلیظ تعلیم سے نفرت نہیں کرتے بلکہ ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ جنہیں کلام سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، عُمر خیام تو صاف کہتا ہے اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے، رُباعی

اے بر ہمہ سروران عالم پیروز   دانی کہ چہ وقت مے بود روح افروز
یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار   پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ شب و روز

عُمر خیام کا آدمی بننے کا نسخہ یہ ہے کہ اگر یہ گدھے (پرہیزگار) عید کے دن سُرخ شراب پئیں گے اور نارنج رنگ بنائیں گے، تو حیوان سے انسان بن جائیں گے، اور یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ شراب محفل میں پینی چاہئے، اور دو تین بڑے بڑے پیالوں سے کم نہ پینی چاہئے:-

رُباعی

عید است بیا تا مے گلرنگ کشیم   با نغمہ عود و نالہ چنگ کشیم
با یار شکر روح دمے بنشینیم   رطلِ دو سہ بادہ گران سنگ کشیم

عمر خیام شراب نوشی کی آرزو میں مال و دولت، گھر بار رہن و بیع کرنے میں بدنامی نہیں سمجھتا، پگڑی بھی بیچنے کے لئے تیار ہے، کہ اگلی صبح شراب مل جائے، غرضیکہ وہ شراب کے لئے گھر کی ایک ایک اینٹ بھی بشرطیکہ وہ اُس کے پاس ہو فروخت کرنے کے لئے تیار ہے، خانہ بربادی کے یہ سامان دیکھئے اور اِس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیجئے رُباعی :-

در روئے زمیں اگر درا کِشت است — آں وجہ کہ است گر بہ نامے زِشت است

گویند ترا وجہ مے فردا ایست — ورنہ در دستار نہ گرم زشت است

عمر خیام جذبۂ شرابخوری میں مخمور ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری تعلیم و تلقین سے تمام دنیا شرابخور ہو جائیگی، اور اِس طرح سے سب آدمی احکامِ شریعتِ اسلام کے موافق بہشت میں نہیں بلکہ دوزخ میں داخل ہوں گے، اور بہشت کا کہ جس کی شریعت میں ترغیب دلائی گئی ہے، کوئی منہ بھی نہ دیکھے گا، یعنی وہ غیر آباد اور ویران پڑی رہے گی، کیا اچھی تعلیم ہے! اور کس لاجواب فلسفہ سے بہشت کا دروازہ بند کیا گیا ہے، رُباعی

مارا گویند دوزخی باشد مست — قولیست خلاف دل بدو نتواں بست

گر عاشق و مست دوزخی خواہد بود — فردا بینی بہشت ہمچو کفِ دست

اِس قسم کی تلقین عمر خیام کے بیسیوں اشعار میں دی گئی ہے، عیاشی اور شرابخوری اُس کی عادتِ ثانی ہو گئی تھی، اور ڈھٹائی یہ کہ اپنی ایسی حالت پر مطلق افسوس نہیں کرتا، توبہ سے تو پہلے ہی توبہ کر چکا ہے، بلکہ اُلٹا اعلیٰ اور قابلِ تعظیم پرہیزگار کو ٹھکراتا ہے، یہ آخری اخلاقی سبق بھی اُن سے سُن لیجئے رُباعی

مے خوردن و گرد تنگ خوباں گردیدن — بہتر ز ہزار زاہدی ورزیدن

گر مردم میخوارہ بہ دوزخ باشند — پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن

معشوق قریب ہے، بغلگیر ہو جائیں اور شراب خوب پئیں، نیک نامی کو بدنامی پر نثار کر دیں سمجھو

ملاحظہ - حقیقت یہ ہے کہ عمر خیام کی ایسی تعلیم سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہوگا کہ اُس کی زبان سے مسلمانوں کا عام ذہن ... صاحب دل ... کی تعریف و توصیف کے لئے وقف ہیں، مولوی ولی اللہ

کو ایک پیالہ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں، نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں، اور پھر پہلے پہل عمر خیام کہتا ہے کہ خواہ کچھ کرنا پڑے، مگر ضرور شراب پئیں، اور ضرور بدمعاشی کریں، یہ زندگی انسانی کا جوہر ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔

رباعی

در دامن یار بے وفا چنگ زنیم — مے باز خوریم و نام بر ننگ زنیم
سجادہ بیک پیالہ مے بفروشیم — ناموس بیکے و طلبیم و بر سنگ زنیم

عمر خیام رات ہی کو شراب نہ پیتا تھا، بلکہ تمام دن شراب پیتے پیتے بیہوش ہو کر دن رات شغل جاری رکھتا تھا، اُس سے سُنو

رباعی

پرزد سر گل از ابر نقاب است ہنوز — در طبع و دلم میل شراب است ہنوز
در خواب مرو چہ وقت خواب است ہنوز — جانا مے دہ کہ آفتاب است ہنوز

عمر خیام کی بہت سی رباعیات ایسی ہیں، جو کسی خاص موضوع پر نہیں لکھی گئیں، گویا اس کا قلم ایسا خود رفتہ ہوا ہے، کہ کوئی مضمون ہی قلمبند نہ کر سکا، ان میں سے ایک رباعی یہ ہے،

رباعی

من در رمضان روزہ اگر می خوردم — تا ظن نبری کہ بے خبر می خوردم
از محنت روزہ روز من چون شب بود — پنداشتہ بودم کہ سحر می خوردم

مولوی ولی اللہ شارح اس کے معنی لکھ کے مضمون کی بیہودگی پر نوٹ لکھتے ہیں کہ:-
"روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے، لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جائے، تو پھر "محنت روزہ" چہ معنی دارد"

پیمانۂ خیال متأخرین

آپ نے متقدمین شعرائے فارسی کا جام علم دل کھول کر پیا، خوب سرور ہو گیا ہوگا، اگر بوجہ کمی استعداد فارسی یہ دور آپ کی طبیعت کے موافق نہیں تو شعرائے متأخرین کے ہاتھ سے چند جام پیجئے، کہ یہ بھی پچھلے ساقیوں سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ بے استعدادی کے ساتھ خم کے خم لنڈھائے، اگر کوئی خوش اندیش ان کے کلام کو وحدت

کی طرف سے جاتا تھا، تو یہاں اب یہ خوف بھی نہیں، کھلی شراب فروخت ہو رہی ہے، اور سب بدمست ہیں، کیوں نہ ہو کہ اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو چکا، کہ جو اسے مذہباً حرام سمجھتے تھے، اب تو قانوناً حلال ہے، اور بازار کھلے ہیں، لائسنس ملے ہیں،

میرزا اسداللہ غالب ان سب پر غالب ہیں، کہ جو شراب پیے بغیر مشاہدۂ حق کے جلوہ کا خیال بھی نہ لا سکتے تھے ؎

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

بزرگانِ تسلیم کی شہادت ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں ؎

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں

غالب کی بلانوشی و ہوسِ جامِ شراب ملاحظہ ہو ؎

پیوں شراب اگر خُم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

غالب شراب پینے کے اوقات بتلاتے ہیں ؎

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

ایک صاحب شرابیوں پر تہمت اور توبہ پر اس طرح بلا نازل کرتے ہیں ؎

مے کشو مژدہ کہ گلشن کو گھٹائیں آئیں
تم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

ذوق زاہد کی تضحیک فرماتے ہوئے شرابی کی مردمی کا نقشہ کھینچتے ہیں ؎

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد، مرد، مردِ جواں مرد ہو گیا

سید اکبر حسین الہ آبادی اپنی ادائے خاص سے "شیخ صاحب" کو جامِ شراب پیش فرماتے ہیں ؎

اپنے ہاتھوں سے جو دو انہیں جامِ شراب
"شیخ صاحب" کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

اور سوا اس کے وہ اک شخص ہیں معقول پسند
غالباً جائز وہ ہیں یوں بھی انہیں اکراہ نہ ہو

سطر ۵ - زاہدا دیکھ وہ گلشن کو گھٹائیں آئیں
مشکل رندوں پہ ہوا توبہ پہ بلائیں آئیں

اقبال لاہوری "پاسبانِ عقل" کا خطاب دے کر اس طرح رغبت دلاتے ہیں ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل — لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

مے پی تو بھی تو بخشی ہو جائے گی "زاہد" (رند) — کم بخت قیامت ابھی آئی نہیں جب ساقی

پیرِ مغاں سے ہم کو ملی ہے شرابِ عشق (ضامن) — زاہد ہماری خاک کا پیمانہ بن گیا

نہ چھیڑو اس وقت مجھ کو واعظ نہیں ہے موقعہ گفتگو کا (آغا) — سوار جاتا ہے وہ شرابی ہیں حاضر اسکی رکاب میں لب

ایک شراب کا متوالا اسلامی شرع پر اس طرح پھبتیاں اڑاتا ہے ؎

واعظ نہ خود پیو نہ کسی کو پلا سکو — کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی

شرابِ حرام کا ایک دیوانہ بیت الحرام میں بیٹھ کر شراب پینے کا فلسفہ جواز بیان کرتا ہے ؎

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر — یا وہ جگہ بتا دے کہ جہاں پر خدا نہیں

ایک شرابی، دیندار زاہد کو دوزخ کی آگ میں ڈالتے ہیں کس قدر ناقص بیان ہے ؎

زاہد بچا رہا دیکھ کے دوزخ کی آگ کو — شاید کہ گرم بیچی ہے کوئی شراب کی

شرابِ حقیقت یا طہور کی حقیقت ایک شیخ واعظِ دین سے پوچھئے معاذ اللہ ؎

الٰہی تیرے ساغر میں نہ تیزی ہے نہ مستی ہے — چلائی ہے پلا دے ہم کو دنیا سے تو منگوا کر

ذکرِ الٰہی سے منہ کا مزہ تلخ ہو جاتا ہے، اور ورد و وظائف سے بدمزہ مگر شراب پینے سے منہ کا مزہ آجاتا ہے داغؔ

روز پیتا نہیں، پی لیتا ہوں گاہے گاہے — ذرہ کبھی خشک ہی سے منہ کا مزہ بدلنے کیلئے

مجلسِ وعظ تو تا دیر رہے گی قائم (قائم) — یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلا آتا ہوں

منہ بند یا دیکھئے عرض کہ ایں جوہر نایاب (غالب) بیٹھیں ایں قوم بے شعور اپھر بزم ہے

توبہ کی مٹی کس طرح پلید کی ہے، اگر یہی توبہ ہے تو اس سے ہزار بار توبہ ؎

میکشو رات کو پی صبح کو توبہ کر لی   رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ایک اسلامی شاعر کی پارسائی زدہ کی زیارت کیجئے کہ جس کی شراب نوشی کی تقدیس اور اسے تماشا ہی کہیں پڑھ کر ہنسئے

پیتا نہیں شراب کوئی بے وضو کئے   غالب نہیں ہے شرع کسی پارسا کی یہ

شعرا کی ان سیاہ کاریوں اور بدمستی کی ستمگاریوں سے دور رہنا چاہیئے اور چاہیئے تو یہ انہیں فہرست مسند سے ہی غائب کر دیں۔

ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

غالب آتش میں لا تو اسے مجھ تک (ذوق) بادۂ ناب میں ملا کے گلاب

حالی نشاط نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب (حالی) آئے ہو وقت صبح رہے رات بھر کہاں

دے پیر مغاں مجھ کو نہ بے ہوش سمجھنا (الخ) قطرہ بھی جب تک خم و ساغر میں رہیگا

میخانے میں رندوں سے چھپا کیا شیخ (ذکی) نشہ میں دامن تیز و پراٹ جاتا ہے

ساقیا پھر تو دیکھ کہ ہم وہ بدمست ہیں (داغ) کچھ مستی نگاہ بھی ملا دے شراب میں

ساقی بدست آتا ہے لے کے جام و سبو (شیدا) شعلہ اٹھ کے چھو کر محفل میں شراب آنکھوں

ساتھ بادہ شوقی وصل حسینا یاد آئیگا (ذکی) بے جنگ ... قدم اٹھایا نہ جائیگا

تم پلاتی اگر نہیں منظور (؟) آپ کیوں بار بار آتا ہے

بخشش پیر مغاں کشف مزا دیتی ہے (انیس) ساقی کوثر سے پلا دیتی ہے

ہم ہیں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش (؟) جب پیتے ہیں تو سایۂ ابر سیاہ میں

نشہ کی طلب میں کوئی نہیں دیکھتا (جلیل) دل بھی بیکدے سے چڑھے جاتے ہیں

... کبھی ہے ... سے کہ (؟) دل سے شیشہ کو لگا آنکھ سے پیمانہ کو

پھر ولی اللہ کہیں امیر آیا واقعی وسیع معلومات و واقفیت کے اعتبار پر اپنے ہو تو کہ خلاف صداقت کا بہ خوبی دفتر شرم محسوس نہیں کرسکتے۔

"مشرقی شاعری کا ہمیشہ سے شراب کی تعریف سے شغف رہا ہے، کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنے کلام کو بادۂ ناب سے رنگین نہ کیا ہو، ادبیاتِ مشرق اخلاق کے متعلق ہوں یا حسن و عشق کے متعلق، حقیقت و معرفت کی گفتگو ہو یا شریعت و طریقت کی، رندی ہو یا زہد، طبیعات ہوں یا الٰہیات کوئی ایسا مضمون نہیں، جس میں شراب کا ذکر نہ ہو، آپ اسے شرابِ محبت سمجھئے یا بادۂ معرفت (ایسی ایسی غلطیاں وبال بن کر صحیح مذاقِ شاعری کا ستیاناس کر دیا)، شراب کو سمجھیں یا حشو اخوار، اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی کتنا ہی متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اگر سخن سنج ہے تو بادہ پرستی کا اقرار کرے گا، حکیم صاحب کی رباعیات کی ایک کثیر تعداد ایسی ہی ہے جس میں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں فرماتے؟"

ایسے ایسے متعصبوں نے کارخانۂ دنیا ابتر کر دیا، جہاں ایسی ایسی تاویلیں و فلسفیانہ ہوں، وہاں اس اداۓ رنگین بیانی کا کون محرم و مخاطب ہو سکتا ہے؟

شراب خانۂ عمر خیام اور عشرت کدۂ برہمن

برہمن :- ہر کہ در صحن گلشن پریشاں دارد نظر
با نظر بہ جلوۂ آں شگفتہ دارد

ہم نے اس شراباتِ منطقی کے تقاضے پر برہمن کا میخانہ دیکھا اور خوب مطالعہ کیا، بلکہ سب چھان مارا، کہ آیا تو دیکھیں کہ لائق و مرتبہ و طرزِ بیان سے اپنا دامن پاک رکھتا ہے یا ناپاک کرتا ہے، آیا اُس نے سخن سنج ہوتے ہوئے اُسے منہ لگایا، یا توڑ ڈالا، اسی طرح پھر وہی الفاظ و کلمات جو ہم کو سخن سنجی اور "بادہ پرستی" کا کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے تو شراب ہوں یا بہ تعلق یا بادہ میکدۂ اخلاق و ادب، حقائق و معارف جیسے مضمون نہ ہو۔ شعر و سخن کا ان کا سردار میخانۂ برہمن ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، مگر یہاں ہم نے دو چار شعر اس کے فارسی اردو اور بالخصوص عمر خیام کے میخانہ سے چند جام پلا سکتے ہیں، اس یہاں تو نشر کی کہ عشرت کدۂ برہمن کے بھی چند جام پلائے جائیں، کیونکہ اُن کی شاعری کا تعلق اسی

تحمیر کے بغیر تمام ہو جانے گا' برہمن اپنا پیالہ پیش فرماتے ہیں ؎

سپد عکس پیر مغاں جام مے و نگوید ———— باادب باش کہ پیمانہ و پیمانے نیست

اس کا مطلب صریح ظاہر ہے' اور کوئی لازم نہیں آتا' اگر میر ولی اللہ یا دیگر شارحاں کی طرح اس کا مفہوم ادا کیا جانا ضروری سمجھا جائے' تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ جب انسان رازِ ربانی کے رازداں میں داخل ہو جائے' تو اس کو پہلے ہی دروازہ پر اپنے پیشرو کی طرح مدہوش نہ ہو جانا چاہیے' بلکہ ضبط و تحمل سے کام لینا چاہیے' کہ اس منزل کے لئے یہی حکم ہے' غرض برہمن کا پیر مغاں شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر کہتا ہے' کہ میرے پاس پیالہ نہ ہے' اور میرا تیرا عہد و پیمان بھی ہو چکا ہے' ادب سے رہو' اگر سرمستی یا بے ادبی کرے گا' یا اور مانگے گا تو پیمان شکنی کا مجرم ہوگا' جہاں برہمن کا پیر مغاں شراب نوشوں کے لئے ایسی سخت کڑی شرائط مقرر کرتا ہے' اور اس کی خلاف ورزی پر اسے مجرم ٹھہراتا ہے' وہاں ضروری ہے کہ عمر خیام کے شرائط بے نوشی بھی سنائے جائیں ؎

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست ———— ہاں تا نہ ہی تو روز آدینہ ز دست

پیا ہے کہ ہفتہ بھر متواتر شراب پیتے رہیے ———— خبردار جمعہ کا دن کہ جو مبارک ہے ہاتھ سے نہ جانے دینا

در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست ———— جبار پرست باش نہ روز پرست

ہمارے مذہب میں جمعہ اور شنبہ سب برابر ہیں ———— خدا پرست ہونا چاہیے روز پرستی فضول ہے

برہمن کا پیر مغاں تو شراب کا ایک گلاس دینے سے پہلے عہد و پیمان کا واسطہ دے کر مے نوش کی روح قبض کرنا چاہتا ہے مگر عمر خیام کا ساقی ہفتہ بھر متواتر شراب پلانے پر تیار ہے' اور روزِ مبارک (جمعہ) بھی نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ اسے روز پرستی سمجھتا ہے

برہمن کے یہ جام پے در پے پینے کو دل چاہتا ہے' ہم اس قدر پئیں گے کہ اس میکدہ کا ایک جام بھی باقی نہ چھوڑیں گے' اوّل اس کی قسم شراب ملاحظہ ہو ؎

ساقی جام محبت نشاء دیگر دارد ———— آنچہ مینو ایم نادر ساغر و پیمانہ نیست

اب برہمن کے یہ جام بھر بھر کے پیجئے ؎

برہمن حریفِ مے ارغواں نہ ایم (۱) باشد ہمیشہ خونِ جگر در سبوئے ما

بہ دورِ ہمت پیرِ مغاں طلب کہ مدام (۲) گواہِ حالِ دلِ او درِ کشادۂ اوست

ما خود غمِ خمار کشیدیم برہمن (۳) تا بادۂ طرب بسبوئے کہ آشناست

بجامِ ناب لب نیالائیم (۴) کہ مرا نشۂ مے دگر است

ہر کہ پیش از صبحدم با ساغر و صہبا نشست (۵) سرفرازِ روزگارِ خویش چوں مینا نشست

گرفتہ پیرِ مغاں جامِ مے بکف میگفت (۶) کہ ایں قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

مے بدہ ساقی کہ دل را شست و شوئے می باید (۷) در میانِ بزمِ رنداں آبروئے می باید

تو مردِ بادہ نہ ورنہ ہر چہ ساقی داد (۸) اگر بظرفِ تو گنجید کارِ ہوش کند

پیہم بجرعہ شود امتحانِ جسم و بیچی (۹) چو کار با فلک افتاد ہر چہ ہست بر آید

ز جامِ بادہ چرا ز خانہ یار ہست بر آید (۱۰) ز کعبہ شیخ و ز بتخانہ بت پرست بر آید

دماغِ سنتِ پیرِ مغاں نماند مرا (۱۱) ما بجز دستِ مستقیم ساقی جائے تکلیف نیست

کہ جامِ خونِ جگر لذتِ دگر دارد (۱۲) نشاطِ اہلِ محبت از شرابِ دیگر است

بہ آبِ توبہ جامِ آلائیشِ باطن نہ شد زائل (۱۳) کہ ایں کار بر فروغ از بادۂ گلرنگ می آید

بدہ ساقی مے گلگوں کہ رنگ از رو بگردانند (۱۴) دماغِ رفتہ را سوئے نشاط از بو بگرداند

دراں دیار کہ ہر صبح خوں کنند بجام (۱۵) بجلسِ شگفتہ تر از آفتاب می باید

ساختہ گرم مرا نشۂ صہبا امروز (۱۶) خندہ آورد مرا گریۂ مینا امروز

کارِ امروز بفردا مفگن جام بیار (۱۷) نتواں خورد غمِ وعدۂ فردا امروز

جام در گردش و ساقی بحریفاں سرخوش (۱۸) مجلسِ خوب تریں ہست مہیا امروز

ادب ز صحبتِ رندانِ پارسا آموز (۱۹) بگیر جرعۂ پیمانہ و بہ پیماں باش

مرا در بزمِ رنداں آبروئے مے تواں دادن (۲۰) بیکبار جرعۂ ازیں رنگ و بوئے میتواں دادن

مرا ساقی شرابِ زعفرانی میتواں دادن (۲۱) بہ یک جرعہ آبِ زندگانی میتواں دادن

برہمن بادۂ صافی دلاں خونِ جگر باشد (۲۲) بہ مے ہرگز نشد آلودہ دامانِ ایاغ من

مستِ عشقم کعبہ و بتخانہ را گم کردہ ام (۲۳) در سرِ مستی رہِ میخانہ را گم کردہ ام

ساغرِ وصلِ ہمت من لبریز است (۲۴) بہرِ تو جرعہ بدریوزۂ میخانہ زدم

از خونِ دیدہ بود شرابے کہ داشتم (۲۵) واز لختِ سینہ بود کبابے کہ داشتم

سرگراں داریم و مخموریم ساقی ہمتے (۲۶) گر نباشد جامِ مے خونِ جگر میخواستم

ز نیم جرعۂ میخانہ نشہ درکار است (۲۷) بیار مے کہ علاجِ دلِ ملول کنم

مادمے بے علتے نگذاریم حالِ خویش را (۲۸) ساغرِ مے گر نباشد بزم روحانی کنم

ساقی چو ظرفِ ساقی بدست بودہ (۲۹) مے ریختی بساغر و ساغر شکستہ

اے پیرِ مے فروش بما نیم جرعۂ (۳۰) ہاں قیمتے کہ بر لبِ کوثر نشستہ

اے آنکہ صبح با مے و ساغر نشستہ (۳۱) با ماہ و آفتاب برابر نشستہ

مرد آزماست بادۂ توحیدِ برہمن (۳۲) نا آزمودہ دست بیک جامِ مثنوی

فلسفہ

قدم دلیر منہ در سرائے سپنج بنیاد — کہ استقامتِ خس مشکل است در رہِ باد

یہ علم ہندیوں کی جان تھا، مگر اب سب بیجان ہیں، کیونکہ انجان رہ گئے، اور بجان کار چل بسے، برہمن کا فلسفہ غور کرنے کے قابل ہے:-

سرشتہ گنبدِ گردوں فرو نمے آید — کسے کہ از خس و خاشاکِ او بنا دست

حسابِ عمر بہ بند بے صواب گذشت — فغاں کہ عمر گراں مایہ بے حساب گذشت[1]

بنائے قصرِ ہوس از ثبات ممکن نیست — بجز اساسِ محبت کہ دیر پا داشتہ

مرد را در بحرِ دل غور رفتہ چوں گوہر است — ایں گہر با خویش دارد ہر کہ صاحب جوہر است

عشق باید کہ دل سپاسا ند — دل بے عشق شاخِ بے ثمر است

---

[1] اصلی دیوان میں مصرعہ یوں لکھا ہے "فغاں کہ عمر گرامی بایں حساب گذشت" سقراط کا قول ہے AN UNEXAMIND LIFE IS NOT WORTH LIVING. "وہ زندگی جو عمل کا حساب نہ رکھتی، زندہ رہنے کے قابل نہیں" برہمن کا فلسفہ اس فلسفے سے بڑھا ہوا ہے۔

[2] سقراط کا فلسفہ ہے کہ دنیا میں وہی شخص آفات سے محفوظ رہتا ہے کہ جس نے اپنی ضروریات محدود کر دیں، یہ شعر حضرت احمد ذی الذکر کی ہی مثال ہے۔

آنکس کہ سیر چشم تہیدستی دعا است اوّل در قبول بروئے اثر زند

رنگِ عاشقانہ

فارسی اور اردو شاعری میں اگر کسی کا کلام عشقِ مجازی (عاشقانہ) کے رنگ سے نہ رنگا گیا ہو، نہ تو وہ شاعر سمجھا جاتا ہے، نہ اُس کی شاعری قدر و قیمت پاتی ہے۔

اِس بدمذاقی کا عیاش شاعروں مغلوب الجذبہ نوجوانوں اور تماشبینوں نے اپنی شہوانی خواہشات لذات سے ایسا مخربِ اخلاق تباہ کن جلوہ دکھایا کہ آزاد گورنمنٹ کو بھی ایسے گندے لٹریچر کی اشاعت ممنوع قرار دینا پڑی، اگر دُنیا کی کسی زبان میں شاعری کا غلط استعمال کیا گیا ہے تو وہ فارسی و اردو ہے ملک کی بداخلاقی اور عام بدچلنی کا حقیقی و واحد سبب جذبات بہیمی کا بھڑکنا اور بھڑکانا ہے شاعری ایک ہندی تیغ تھی، جو فاسد و گندہ خیالات پر چلایا کر انسان کی روحانی طاقتوں کو جلا دیتی تھی، یہ حضرات اُسے اپنے ادب و اخلاق کی گلو تراشی کے کام میں لاتے، شارح و مفسرین کا دامن، جب عشق و عاشقی اور شراب و کباب کے کانٹوں میں اُلجھا تو انہیں کھینچ تان کر عشقِ مجازی میں لانے کی نالائق کوشش کی، گو اُن کا یہ کام اپنی حدود کے اندر بدتر تھا، مگر اِن حامیانِ فعل بدافعالان نے اگلی نسلوں کی شاعری کے لئے ایک پُرگناہ راستے کی داغ بیل ڈالدی، اِن نالائق جذبات کا بے جگری سے مقابلہ کرنے کی بجائے اُن کے حوصلے بڑھا دیئے، عشقِ حقیقی کا گلا گھونٹ دیا گیا، اور اب چاروں طرف عشقِ مجازی کا دَور دورہ ہے، کیونکہ کسی طرح کا کوئی متبرک سے متبرک کلام اِس بدعت سے پاک نہیں،

شاعری دراصل انسان کو اشرف المخلوقات بنانے کے لئے پیدا ہوئی تھی، معشوق خداوندِ حقیقی تھا، درد و وظائف لذتِ عشق تھے، اب جو پیشِ خاطر ہے، وہ ظاہر ہے، برہمن نے اِس عشق میں جس درد کے ساتھ محبت کے آنسو نثار کئے ہیں، اور وصل میں کامیاب ہوا ہے، وہ نظارہ دیکھنے کے لائق ہے، ذرا دلِ باختہ عاشق کی اپنے معشوق کے لئے بیقراریاں دیکھئے، مگر جو عشقِ مجازی کے دلدادہ ہیں، وہ تکلیف نہ فرمائیں ؎

در محبت بوس جام و سبو نتواں کرد

تا بود خونِ جگرے بگلو نتواں کرد

تا سرِ زلفِ او بدست آرد — دل پریشان تر از صبا شدہ است

عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگِ گل — چوں لالہ درد شناسِ محبت بداغ نیست

عاشقِ شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل میخورد — فصلِ گل بگذشت از بلبل نوائے برنخاست

بر دلِ مجروح ناخن زن کہ در بزمِ فراق — احتیاجِ سازِ چنگ و نالہ مضراب نیست

بدردِ عشق برہمن بساز و خوشدل باش — کہ از نہالِ محبت ہمیں ثمر پیدا است

بگرفتاریِ ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست — تارِ موئے ز سرِ زلفِ دل آویز بس است

چو دردِ عشق رسد خواہشِ دوا نکند — نظر بقاعدہ نسخہ شفا نکند

چاکِ گریباں

ہزار بار برہمن نمودمے "چاکش" — ولے نیامدم از ضعف تا گریباں دست

یہ مضمون فارسی و اردو شعرا کی دیوانگی کا نتیجہ ہے، کہ وہ معشوق کے ہجر میں بیزار ہو کر اپنا دامن چاک چاک کر ڈالتے ہیں، گو اس کے چاک کرنے کے بیسیوں طریقے اِن کی دیوانگی نے نکالے ہیں، مگر اِس پر بھی ابھی اُن کی دیوانگی کا مکمل نقشہ نہ کھنچ سکا،

میر الطاف حسین حالی نے اپنے مشہور مقدمہ میں اِن دیوانوں کے بیسیوں "چاکِ گریباں" کے مضمون دینے کے بعد لکھا ہے، کہ روزِ آغازِ شاعری سے

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے — دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

شعر سے بڑھ کر کسی شاعر نے "چاکِ گریباں" کا مضمون نہیں باندھا، اِس سے یہ نتیجہ نکلا کہ دنیائے شاعری میں ہزارہا شاعروں نے وقت ضائع کیا، مگر ایک مضمون پر ایک شعر بھی موزوں نہ لکھا گیا، حالی نے جو محض ایک شعر انتخاب کیا، وہ حالی کے مذاق کے موافقِ حال ہو گا، کیونکہ اِس میں جنوں کا دَور دکھلایا گیا ہے، اور یہی ناقص بیان ہے، جذبہ کا دَور نہیں ہوتا، اور وہ جنون کیا ہوا کہ جو ہر سال اٹھا، اور اِس سے شاعر کی حالتِ ہوش و حواس ظاہر ہوتی ہے، کہ جو ایسا ارادہ ظاہر کرتا ہے، برہمن اپنی محویت کا جو نقشہ کھینچتے ہیں، اُس سے اُن کے نہیں بلکہ دنیا بھر کے گریبان چاک ہوتے ہیں، صدر کا شعر مکرر پڑھیے، اور پھر آپ کی دیگر جدت طرازیاں، مگر اوّل حالی کے پسندیدہ شعر کا جواب

برہمن سے سنئے ؎

کسیکہ جامۂ جاں چاک دم تواں دارد	بہ نزدِ ہمتِ او چاک در گریبان چیست

بچاکِ پیرہن از آستین نیاید بروں دستم	کہ ترسم رازِ دل از چاکِ پیرہن شود پیدا

کردم خیالِ روئے تو سر در کشم بجیب	آید بروں ز چاکِ گریبانم آفتاب

زبسکہ دوختم و پارہ ساختم صد بار	ز چاکِ سینۂ من در دلِ رفوگر است

کو نگاہے کہ گذارد ز بچاکِ جگرم	ہر کہ دی روز مرا چاکِ گریبان میدوخت

بود بچاکِ جگر لذتے کہ نتواں گفت	تو از ہوس شدہ بر چاکِ یک گریباں شاد

مرا ہر لحظہ باید عشقِ چاکِ تازہ کردن	چو آہِ نو مرا ہر شب گریبانے دگر باید

بہ پیرہن بلیست کہ چوں چاک شود بتواں دوخت	سینہ چوں چاک شود باز رفوئے نتواں کرد

دستِ ہر کس ز پے شاخِ امید است بلند	قسمتِ ماست کہ بر چاکِ گریباں آمد

عشقِ مجازی کے عاشقوں کے چاکِ گریباں کے ہزار علاج ہیں، مگر برہمن کے "چاک" کا کوئی علاج نہیں ؎ ہزاراں بخیہ باشد کار گر چاکِ گریباں را ؎ بچاکِ سینۂ کہ راست می آید رفوئے کس

ہمیشہ چاکِ جگر مشقِ دستِ ہمتِ اوست	کسے کہ چاکِ ہوس نیست در گریبانش

کسے کہ از غمِ عشقِ تو سینہ دارد چاک	ز چاکہائے گریباں بگو چہ دارد باک

کہ دارد از بہارِ عشق سامانے کہ من دارم	شود گل داغ ازیں چاکِ گریبانے کہ من دارم

بگریباں نہ زنم دست کہ چوں غنچہ ز شوق	خونِ دل میخورم و پائے بدامن دارم

بجوشد ہمچو ابرِ نو بہاراں چشمِ گریانم	ز چاکِ دل گواہی میدہد چاکِ گریبانم

دست اگر داری برہمن جامۂ جاں چاک کن	ننگ دارد عشق از چاکِ گریباں داشتن

دستم دگر ز شوق نگنجد در آستیں	تا در ہوائے چاکِ گریباں بر آمدہ

زبسکہ چاکِ جگر لذتے دگر دارد	چو دست سوئے گریبان برم شود کوتاہ

اہلِ حقیقت ہی اپنا گریبان چاک کیا کرتے ہیں، اہلِ مجاز ادھر دھیان ہی نہیں کرتے ؎

سلہ۔ تنبیہ کا کیا اچھا انداز ہے، اور اصلاحی شان بھی ملاحظہ ہو۔

عاشق آنست کہ پوشیدہ بود رازِ دلش — ننگِ عشقست اگر چاک گریباں داری

واقعی اچھے آدمی ہی گریبان چاک کرتے ہیں، کہ جنھیں افشائے راز کا خوف نہیں ہوتا،

دورِ حاضرہ کی دلچسپی کے قابل

کفر بے رشتۂ زنار نمے آید راست
کارکن کار کہ گفتار نمے آید راست

یہ خوبی ہر شخص کے کلام میں پیدا نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ ہر طبقہ میں مقبول ہو، اور کلام کی خوبی بھی یہی ہے کہ اِس عجائب گاہِ کائنات کا ہر ذرّہ اِس گنگا جل سے اپنی پیاس بجھائے، شاہنامہ بلحاظ حجم، وعدہ خلافیٔ محمود کو جائز طور پر مشہور رہے، مگر ہر طبع کی تفریح کا سامان اُس میں موجود نہیں، دیوانِ حافظ اہلِ تصوف و اربابِ دنشاط کے طبقہ کی خوراک ہے، مثنوی ملا روم خاص طبیعتوں کے لئے شیر و شکر ہے، گلستاں و بوستاں کی نسبت بھی ایسا ہی قیاس کر لینا چاہئے کہ مکتب میں پڑھ لینے کے بعد اگر کسی نے دیکھے ہوں گے، کیا وہ کاتبان ہوں گی، یا صحیح یا وہی طفلانِ مکتب، ایسی ہی فارسی و اردو کے دیگر شاعروں کی کیفیت ہے،

دیگر شعرائے فارسی کے کلام میں یہ خصوصیت اس وجہ سے پیدا نہ ہو سکی کہ وہ محض اپنی ہی زبان اور کلام سے واقف تھے، اگر برہمن اگر ہندی تھا، تو وہ رشی بالمیک یا گوشائیں تلسی داس تھا، اگر ہندو تھا، تو وہ کلیم و ابوالفضل، عمر خیام، دفطرت، چونکہ آجکل فارسی و اردو شاعروں پر یہ صحیح اعتراض عام طور پر قائم کیا جاتا ہے، اُن کے کلام میں زلف و کاکل، عشق و محبت، گل و بلبل، شمع و پروانہ ہجر و وصال کے فضول خیالات کے سوا اور کچھ نہیں، اس لئے شاعری مفید نہیں ہو سکتی، واقعی اہلِ زمانہ کا یہ اعتراض ایسا وزنی اعتراض ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں، مگر اس اہلِ کمال نے اپنے مختصر کلام میں دورِ حاضرہ کے نوجوانوں کی دلچسپی کے ایسے سامان بہم پہنچائے کہ حضرت حسرتؔ ہالی تک چونک پڑے، چنانچہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

"نئے انگریزی مذاق یا اُنہیں کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ اس بنا پر عشق و محبت کو فضول خیال کرینگے اور کہیں گے کہ ہم تو مفید شاعری کے دلدادہ ہیں سو برہمن کے یہاں ایسے حضرات کے لئے بھی دلچسپی کے سامان موجود ہیں، رنگِ محبت

کے ساتھ فلسفۂ عمل کے امتزاج نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے"

سر از دریچۂ صبح اُمید کرد بروں — کسے کہ دامنِ شبہائے انتظار گرفت

در میکدۂ عشق باندازۂ خود باش — چوں مستیِ ایں جرعہ باندازۂ ہوش است

بیا ربادہ کہ وقت بہار مے گذرد — تو غافل از خودی و وقت کار مے گذرد

اہلِ دانش بر سرِ یک مدعا پیچیدہ اند — ہر کہ دانا تر بود از مدعا خواہد گذشت

انگریزی مذاق

در طریقِ عشق بے کوشش بمطلب کے رسد — ہر کہ ترکِ مدعا کرد مدعا دانستہ است

جو صاحب انگریزی مذاق سے مانوس ہیں، عشق و محبت کو فضول سمجھتے ہیں، اور مفید شاعری کے گرویدہ، کیونکہ دنیا آجکل مادیات کی رَو میں بہی چلی جا رہی ہے، اس لئے آجکل شاعری بھی اسی دریا میں غوطے کھا رہی ہے، برہمن کی شاعری مفید شاعری ہے، او رمنزل کے مسافر کے لئے کارآمد، چنانچہ چند شعر اس مذاق کے موافق انتخاب کئے جاتے ہیں ؎

در میکدۂ عشق باندازۂ خود باش — چوں مستیِ ایں جرعہ باندازۂ ہوش است

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد — چوں شکستہ دگر بار کجی آید راست

گرہ کشائیِ ایام در ستاں داری — مدار رشتۂ ہمت بعقدۂ تعویق

مذہبی رنگ

میانِ کیش برہمن وفا و یکرنگی ست — کہ قائمست برین کہنہ دودمانِ اخلاص

جیسے چند رشعرائے زبانِ فارسی گذرے ہیں، انہوں نے کم و بیش چند روزہ روزی و نوکری کی خاطر اپنا دھرم اور ایمان اُس پہ قربان کر دیا تھا، اور ہندیوں کی یہ عادت عام ہے، مگر جس طرح سے برہمن بنی نوع انسان میں اشرف سمجھا جاتا ہے، اُسی طرح ہمارا برہمن بھی ان ایمان فروشوں سے الگ کھڑا اپنے راگ گا رہا ہے، اور اپنے اچھے شعروں سے کہ ہندی و مسلمان وجد کرتے ہیں، کیونکہ اس نیک مرد نے مذہبی رنگ وہیں تک اپنے کلام میں چمکایا، جہاں تک کہ ہر ہندی کا ایمان اُسے اجازت دیتا ہے، وہ دل آزاری سے نفرت اور دلداری سے پیار کرتا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ دل سے سچے مسلمان کی قدر کرتا تھا، چونکہ اخلاق اور ادبیات سے بہرہ کامل رکھتا تھا" اس لئے اُن پہ

عامل بھی تھا فرماتے ہیں ؎

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن   رشتۂ زلفِ بتاں با رشتۂ زنّارِ ما
کیفیت احوالِ جہاں در نظرم بود   آں روز کہ بر آب نہادند بنا را

قدیم آرین دھرم اور خدائی تعلقات کس طرح مربوط کئے ہیں ؎

تا کند تاب دہِ صندلِ پیشانیِ خویش   برہمن خاکِ سرِ کوئے تو بر سر برداشت
بہ محبت اشک چناں برہمن ز دیدۂ تر   کہ آبِ تازہ بروئے برہمناں آورد
خواہم از سلسلۂ زلفِ بتاں تارے چند   کہ بہم تاب دہم رشتۂ زنّارے چند
دامنِ عصیاں بآبِ دیدہ شستم برہمن   لیک نقشِ سجدۂ بت بر جبیں دارم ہنوز

برہمن کا کلام مذہبی رنگ سے ایسا رنگا ہوا ہے کہ جیسی راماین، وہ اپنے عقاید و فرائض اپنی برتری و خوبی اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ کسی دوسرے پاسدار مذہب کو شاق نہیں گذرتا اگر مذاہب کے دعویدار اپنی اپنی تحریر و تقریر، اپنی اپنی کلک و زبان سے اسی رنگ میں رنگیں، امن پیدا ہو، فساد جاتا رہے، دینداری پھیلے،

برہمن نے اپنا کلام اس رنگ میں اس وقت رنگا جبکہ ایک ہی رنگ، رنگ لا رہا تھا چونکہ یہ رنگ بیان دلپذیر تھا اس لئے قابلِ تحریر تھا گو تحاکم میں جگہ جگہ اس کی زرافشانی کی گئی ہے مگر یہ چند دل نہایت تازہ آمد ہے جیسے اب بھی کچھ شبہ ہو غور سے کلام پڑھئے

فارسی شعر و شاعری کا توجہ

خیالات کے نقادیار جس نے گذشتہ ایک ہزار سال کے شعراء نے فارسی کا کلام محک امتحان پر رکھا کہنا پڑتا ہے کہ حقیقی شاعری کے لحاظ سے کسی کا کلام برہمن کے کلام سے مقابلہ نہیں کھا سکا، چونکہ فارسی مرچکی ہے، اسلئے آئندہ بھی امید نہیں بعض بیدل کہینگے کہ یہ تنقید طولانی ہے، مگر خدا شاہد ہے کہ یہ محاکمہ نہایت اختصار سے لکھا ہو اور حق یہ ہے کہ اگر برہمن کے کلام کے صنائع و بدائع اور نکات و رموزِ شاعری پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالی جاتی تو یہ تنقید کئی ضخیم جلدوں میں ختم ہوتی ارباب فن کا فرض ہے کہ وہ اس داغ بیل کو منڈھے چڑھائیں، اور ساتھ ہی ہم اُن قلوب کیلئے خدائی رحم کے طلبی ہیں کہ جو کلمات انصاف سے غم و غصہ کے شکار ہوں اب ہم آپکو آپ کا کلام سناتے ہیں،

(محاکمہ نگار خاکسار بہار)

سری گنیش آئے نمہ

کلیاتِ برہمن

دیوانِ برہمن

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار منشی رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی مدظلہ

ردیف الالف

۱

اے برتر از تصور و وہم و گمانِ ما — اے درمیانِ ما و برون از میانِ ما

آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق — شد جلوہ گاہِ صورتِ معنی نہانِ ما

جا کرد در میانِ رگ و ریشۂ مہرِ دوست — پُر درد شد مغزِ وفا استخوانِ ما

استادِ عشق حوصلہ فرمائے عاشقست — صد جا شکست تا لبِ آمد فغانِ ما

مانندِ غنچہ گرچہ خموشیم برہمن — لیکن پُر از نواست چو بلبل زبانِ ما

۲

اے عقل پیش پرتوِ ذاتِ تو چون سُہا — وے چشم بر کمالِ صفاتِ تو مبتلا

در سینہ گشت آتشِ مہرِ تو دل نشین — باشد غبارِ کوئے تو در دیدہ توتیا

ہر ذرہ در ہوائے تو دارد سرِ نیاز — ہر مرغ در خیالِ تو در نغمہ و نوا

افتادہ است دستِ نوالِ تو دستگیر — گم گشتہ است قایدِ لطفِ تو رہنما

در کنہِ ذات رہ نبرد عقل و ذہنِ ما — جز عجز چیست تحفۂ درگاہِ کبریا

در حضرتِ جلال تو کس را مجال نیست
باشد گدا بکوی تو هم شاه هم گدا

در بارگاهِ لطف تو جای سوال نیست
این جا چه احتیاج باظهارِ مدعا

گردن کشان که بادِ غرور زنند در دماغ
چون دانه اند در تهِ این کهنه آسیا

معدوم گردد این همه موجود برہمن
باشد ہمیشه بر سرِ ما سایهٔ خدا

۳

کنم ز ساده دلی بند دیدهٔ مژگان را
نشست خس نتوان بست راهِ طوفان را

جگر فشان شده ام باز جای آن دارد
که لاله زار کنم دامن و گریبان را

ہمیشه زلف ترا اضطراب در کار است
چگونه جمع کنم خاطرِ پریشان را

شبی خیال تو آمد بخواب و آسودیم
وگرنه هم بگشادیم چشمِ گریان را

برہمن از تو سخن بی دلیل میخواہم
که اعتبار نباشد دلیل بُرہان را

۴

ہر نفس بوی محبت آید از گفتارِ ما
میتوان فهمید از گفتارِ ما مقدارِ ما

در خمِ زلفش دلِ دیوانه وا پیچ و تاب
چون کشاید زلف بکشاید گره از کارِ ما

در خیالِ شمع روی او بشبهای فراق
صبح را در خواب آید دیدهٔ بیدارِ ما

گردن آزاده کی در پیشِ گردون خم شود
کم مبادا از سرِ ما سایهٔ دیوارِ ما

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن
رشتهٔ زلفِ بتان با رشتهٔ زنّارِ ما

۵

رسد براوجِ فلک آهِ سرکشیدهٔ ما
صلا بموج دهد اشکِ خون چکیدهٔ ما

ہمیشه آبِ گهر با گهر بود دمساز
نشد ز دیدهٔ ما دور آبِ دیدهٔ ما

بیادِ سنبلِ زلفِ بتان گرفت قرار
دگر بجا نرود طبعِ آرمیدهٔ ما

بیا ببر اثرِ امتحانِ عشق ببین
نشانِ راستی از قامتِ خمیدهٔ ما

سخن چو پست و بلند است برهمن چه عجب
که خام و پخته دهد نخل نورسیدهٔ ما

۶

بیهوده رود باد صبا بر اثر ما — ما گم شدگانیم که یابد خبر ما
باعتقاد همت صاحب نظرانیم — کونین بود مختصر اندر نظر ما
هر شب گهر افشان شود از گوشهٔ مژگان — بر دامن صد پارهٔ ما چشم تر ما
آرایش هنگامهٔ ایام جنون است — آن داغ که چون لاله بود در جگر ما

لاف از هنر خود لفضولی نتوان زد
جز بی هنری چیست برهمن هنر ما

۷ [illegible]

بگشا چو در صحن چمن بند قبا را — بوی دگر افزود دم باد صبا را
هر صبح اگر آینه رو سوی تو بینند — در دست نگیرند بتان آینها را
ارباب نظر بر اثر شاهد مقصود — در راه طلب دیده گذارند نه پا را
کیفیت احوال جهان در نظرم بود — آن روز که بر آب نهادند بنا را

بگذار که آسوده نشینیم برهمن
زنهار مرنجان دل شوریدهٔ ما را

۸

چه اختلاط بارباب عقل شیدا را — بطور ما بگذارید لحظه ما را
نظر بشاهد معنی بچشم دل دارم — حجاب عینک چشم است مرد بینا را
سخن اثر نکند در دلیکه بی اثر است — کسی بجلوه نیارد بنقش دیبا را
ترا ز آفت دم سردی جهان چه زیان — اگر با تش دل گرم کرده جا را

کسی بر آب روان برهمن نشد ایمن
اساس بر سر آب است قصر دنیا را

۹

بگلشن خبر نشد از نالهٔ آشیانهٔ ما — که نیست قابل گوش کسان ترانهٔ ما

عجب نباشد اگر با سمندر افتد کار — کہ ہست در چمن شعلہ آشیانۂ ما
بعشق حسن بود نسبتے کہ نتوان گفت — ہمیں حجاب بلا گشت در میانۂ ما
ز زلف و خال خیال نجات ممکن نیست — فتادہ بر سر راہست دام و دانۂ ما

چگونہ برہمن از عشق احتراز کند
کہ حسن جلوہ فروش است در زمانۂ ما

۱۰

آفتاب من چو روئے خود نمود آئینہ را — آب و تاب دیگر از تابش فزود آئینہ را
جز غبار خط کہ بر آئینۂ رویش نشست — ہمنفس کے میتواند بود دود آئینہ را
چشم دل با صورت معنی مقابل میکنم — در پس دیوار گر باشد چہ سود آئینہ را
روئے خود در آئینہ بیند نہ روئے آئینہ — پیش روئے او کجا باشد وجود آئینہ را

من سخن در پردہ میگفتم سحر با برہمن
آفتاب من مخاطب کردہ بود آئینہ را

۱۱

ہرگز کسے نکرد نگاہے بسوئے ما — کس گرم تر ز اشک نیاید بجستجوئے ما
با پیچ و تاب زلف تو داریم در خیال — صد جا زہم گسستہ بود گفتگوئے ما
ہر چند ابر گریہ کند بشگفد چمن — از فیض آب دیدہ بود آبروئے ما
موئے نیابد از سر موئے میان او — ہر چند پیچ و تاب خورد مو بموئے ما

ما برہمن حریف مئے ارغوان نہ ایم
باشد ہمیشہ خون جگر در سبوئے ما

۱۲

سر بر زند ز جیب خزان نوبہار ما — آخر شود شگفتہ گل انتظار ما
ہر چند شد شکستہ درستی گرفت دل — آخر شکست کار دل آمد بکار ما
بے اختیار کرد دل ما قرار عشق — دیگر بدست عشق بود اختیار ما
در دیدہ تا خیال گل روئے او گذشت — باشد ہمیشہ خون جگر در کنار ما

ما برہمن صحیفہ نویس محبتیم
بیکار نیست کلکِ محبّت نگارِ ما

۱۳

سہی قدے کہ چو آید بناز و استغنا — دہد نہالِ قدش یاد عالمِ بالا
تبسّمِ لبِ معشوق نیست کم ز جواب — چہ شد کہ غنچہ خموش است و بلبلاں گویا
کشیدہ سر بگریباں و پائے در دامن — چو طفلِ غنچہ خموشند مردمِ دانا
نخست بر دلِ آزادگاں رسید شکست — چو شانہ زد بسرِ زلف او نسیمِ صبا

بہر کہ در نگری ہمّت از تو میخواہد
مہندساں بحباب و برہمناں مدعا

۱۴

فروغِ دل ز فیضِ بادہ روشن شود پیدا — دماغِ رفتہ از بس گل و گلشن شود پیدا
بچاکِ پیراہن از آستیں ناید بروں دستم — کہ ترسم رازِ دل از چاکِ پیراہن شود پیدا
کجا پنہاں کنم ایں گریۂ طوفانِ خیز را — کہ گر در آستیں گم گردد از دامن شود پیدا
سرِ موئے ازاں موئے میانش لب چو تواں گفتن — بجائے ہر سرِ مو گر زبان بر تن شود پیدا

برہمن لب فرو بستم وگرنہ در سخن گوئی
ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

۱۵

نداز نسیم سرِ زلف راہ قافلہ را — بپائے دل ز خمِ زلف بست سلسلہ را
چہ قدر راہ شناسند رہروانِ طلب — اگر بدیدہ نہ پیمودہ اند مرحلہ را
سخن ز عشق مگو ورنہ اوّل از سرِ ہوش — بضبطِ رازِ محبت بیار حوصلہ را
تمام شکرم از احسانِ بے نہایت دوست — کجا گذار بود بر زبانِ من گلہ را

خیالِ سود و زیاں برہمن ز نادانیست
لبا ز با خود و کوتاہ کن معاملہ را

۱۶

ببوسم پائے آں رنگین نگارِ نازنینے را — کہ یکدم خشک نگذارد ز خوں یک آستینی را

محبت میکشد سوئے جنون در کوچهٔ عشقم — که سرگردان کند در لحظه عقلِ دور بینے را
لبِ لعلِ بتان اصلِ علاجِ دردِ ما باشد — مئے رنگین نشاط افزا بود طبعِ حزینے را
دلم در سینه آرامی نمی خواهد چه میخواهد — هلال ابرو بتے خورشید روئے مه جبینے را

برهمن در ردیفِ تازه مضمونِ تازه تر بستی
نهالِ تازه زیباتر نماید نو زمینے را

۱۷

در تنگنائے سینه مده راه کینه را — از نقشِ کینه ساده نگهدار سینه را
با ناکسانِ سنگدلان حسنِ اختلاط — باشد برئے سنگ زدن آبگینه را
افسانه چند بشنوی از اهلِ روزگار — از من شنو حکایتِ رازِ شبینه را
اوّل قدم ز خویش گذشتن بسندیست — اینجا ازین جهت نگذارند زینه را

اشعارِ آبدار برهمن چو گوهر است
پر کردم از جواهرِ معنی سفینه را

۱۸

جوانی بود فصلِ عیش و عهدِ کامرانیها — کجا آن فصل و کو آن عیش کی آن شادمانیها
دو چشم خون فشانی میکند و از لبِ لعلے — که هنگامِ تکلم میکند گوهر فشانیها
بیاد افسانهٔ عهدِ شباب از دل غبارِ غم — که دل را تازه سازد یادِ ایامِ جوانیها
بیا یک نکته از درسِ محبت خوان و فارغ شو — که باشد نکتهائی بیکران در نکته دانیها

حدیثِ عشق از گفتار دیگر است مستغنی
برهمن در محبت کفر باشد قصه خوانیها

ردیفِ بائے موحده

۱۹

یک نکتهٔ مطلعِ دیوانم آفتاب — یک پرتوے ز شمعِ شبستانم آفتاب
گر در خیالِ روئے تو سر در کشم بجیب — آید برون ز چاکِ گریبانم آفتاب

کردم شبے خیالِ تو در دیدہ میہماں — ریزد بجائے اشک بدامانم آفتاب
از بہرِ این دآں نکشم منتِ کسے — آبِ من آبِ دیدہ بس و نانم آفتاب

دارد خیال روئے تو در دیدہ برہمن
من ذرہ حقیرم و مہمانم آفتاب

عـ۲۰

ہمیشہ عذر بلبہا سئے عذر خواہ طلب — ادب ز دیدہ و اندازہ از نگاہ طلب
سراغ راہِ حقیقت ز مردِ عارف کن — چو پیئے برہ نبری آشنائی راہ طلب
گذارِ قافلۂ فیض در شبِ تار ست — فروغِ صبح طرب در شبِ سیاہ طلب
چو آفتاب جہاں گشتی و نگشتی سیر — فراغ اگر طلبی سایۂ کلاہ طلب
بہ ہرزہ گردئی عالم کسے بجا نرسد — بگوشۂ ز جہاں برہمن پناہ طلب

ردیف تا مثناۃ

عـ۲۱

بچشمِ ہمتِ من نثار رخسار یکیست — دریں چمن بخزاں نسبتِ بہار یکیست
دلم قرار ز داں زلفِ بیقرار گرفت — قرار گو نبود در دلم قرار یکیست
قدم نہادہ براہِ طلب ہزار انسد — ولی رسیدہ بمطلوب از ہزار یکیست
دلم زجا نرود از بلند و پستِ جہاں — کہ نزدِ اہلِ خرد وضعِ روزگار یکیست

باختلافِ مذہب برہمن کہ در رہِ عشق
یکے است قاعدۂ راہ و وصلِ کار یکیست

عـ۲۲

ہر کہ دارد ہوسِ عشق نشانے با اوست — چوں گلِ لالہ بدل داغ نہانے با اوست
در جہاں باش ولیکن ز جہاں فارغ باش — ہر کہ فارغ ز جہاں نیست جہانے با اوست
ہر چہ گویم بزبانِ نگہش میگویم — مردمِ چشم مرا نیز زبانے با اوست
مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں — ہر کہ شد در گرد سود زیانے با اوست

برہمن آنکہ دلِ ما بنگاہے میبرد

در تماشائے بتاں اوست کہ آئے با اوست

۲۳

خیال روئے تو رونق فزای حیرانیست ہوائے زلف تو سرمایۂ پریشانیست
در آں مقام کہ بد کردہ پشیماں شو علاج درد گنہ داروئے پشیمانیست
بزیر زنگ تعلق سیاہ نتواں داشت کہ دل چو آئینۂ آفتاب نورانیست
بعشق ہیچداں شو کہ غور ایں مطلب نہ در معاملہ فہمی و مدعا دانیست

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید
کہ ہر چہ روئے دہد آشنائے پیشانیست

۲۴

ہوائے فصل گل و موسم بہار انست گل نشاط بدامان مے گسار انست
نہ چشم سرخم و نہ رنگ زرد حیرانم کہ کار من ہمہ کار سیاہ کار انست
زنار زلف بآسودگاں مدہ بوئے کہ این وظیفۂ دلہائے بیقرار انست
بدرد شادم و از گریہ شکوہا دارم کہ اشک پردہ در حال راز دار انست

جنون عشق برہمن کشد بمستی کار
کہ عشق آفت احوال ہوشیار انست

۲۵

دارم دلے شکستہ و سلے سبو درست چاک آں جہاں چہ رو کہ نسازد رفو درست
صد جا شکست شیشہ و صد رہ فتادہ جام در بزم عشق کس نرساند سبو درست
تا زابروئے کشادہ گرہ بر جبیں زدی ہرگز نیایدم نفس اندر گلو درست
بر رنگ من بچشم حقارت نظر مکن دارد شکستہ رنگی من آبرو درست

تا شد شکستہ سر زلف تو برہمن
ہرگز نہ ہیچکس بکند گفتگو درست

۲۶

با رخ و زلف تو ام خوش سحر و شامے ہست بخیال تو خوش آغازے و انجامے ہست
زلف و خال تو اگر دام و گر دانہ بود دل من مرغ نو آموختہ دامے ہست

اضطراب دو جہاں را نہ شمارد بجوی
ہر کرا در شکن زلف تو آرامی ہست

آتشی کو کہ کند سوختۂ پختہ جگر
ایں کبابیست نمک سودہ و لخی ہست

برہمن مرغ دلی کو کہ گرفتار شود
ورنہ در ہر طرفی دانۂ مہر دلی ہست

۲۷

چو درد عشق رسد خواہش دوا کفر است
دریں معاملہ اظہار مدعا کفر است

ز خاک کوی بتاں میشود فروغ پذیر
علاج دیدۂ عاشق بہ توتیا کفر است

بگلشنی کہ چو سوسن خموش باید بود
ز عندلیب ہای پر از نوا کفر است

دریں طریق بجز چشم تر مکن تکلیف
کہ طی مرحلۂ دوستی بپا کفر است

براہ عشق قدم نہ برہمن از سر صدق
کہ رہروان رہ عشق را بپا کفر است

۲۸

راہ نتواند کسی مردم آزاد بست
ہیچکس نتواند آری رہ بروی باد بست

از ہجوم غم زلبہا تا سینہ دارم کارواں
تنگی جا بر دل تنگم رہ فریاد بست

کی گرفتار محبت میل آزادی کند
خاصہ آں صیدی کہ بر فتراک خود صیاد بست

زلف شکینش پریشاں کرد سنبل را بخاک
طرۂ او صد گرہ بر طرۂ شمشاد بست

بر سر آب رواں افگند طرح خانہ را
ای برہمن ہر کہ دل در دیر بے بنیاد بست

بے ثباتی

۲۹

دل میبرد ز دست بروی کہ آشناست
دیوانہ شد بسنبل موی کہ آشناست

در کام آرزو ندہد جز عمر مراد
بی مہری زمانہ بخوی کہ آشناست

در نوبہار مغز من آشفتہ تر شود
ایں بوی نوبہار ببوی کہ آشناست

ہر چند پا کشیدہ روم پیشتر رود
باز ایں دل شکستہ بکوی کہ آشناست

با خود غم خمار کشیدیم برہمن

تا باده طرب بسوی که آشناست

دل بر کسی که آشنا شده است | ۳۹ | که ز هر آشنا جدا شده است
با من از مدعا مگو که مرا | | مدعا ترک مدعا شده است
بر دلم پا منه که شیشهٔ دل | | بسکه شد صاف رونما شده است
تا سر زلف او بدست آرد | | دل پریشان‌تر از صبا شده است

برہمن بسکه خاک راهِ تو شد
در تهٔ پا چو نقش پا شده است

راست دیده که دارد برابر نیسان دست | ۴۱ | برد همیشه ز سر پنجهای طوفان دست
سرش ز حلقهٔ فتراکِ عشق بیرون باد | | گدای عشق بیالاید ار بسامان دست
حرام باد ترا امتحانِ لذتِ شوق | | اگر ز درد محبت بری بدرمان دست
ز شست و شوی بدل صاف کی شود باطن | | بآبِ توبه بشو بعد ازین ز عصیان دست

هزار بار برہمن نمود می چاکش
ولی نیایدم از ضعف تا گریبان دست

دلم بسنبل زلفِ تو تا قرار گرفت | ۴۲ | میانِ سلسلهٔ عشق اعتبار گرفت
خوش آنکسی که ز صحرای ملکِ ناکامی | | ز سیلِ حادثهٔ آرزو کنار گرفت
سر از دریچهٔ صبح امید کرد برون | | کسی که دامن شبهای انتظار گرفت
اگر ز دست رودم چیست اختیارِ مرا | | که عشق سر زد و از دستم اختیار گرفت

ز عشق نام میسر برہمن که نا سره
خوش آنکه بر محکِ امتحان عیار گرفت

متاعِ حسن ترا طرفه روز بازار است | ۴۳ | که کس نیافته عالمی خریدار است
بگلشنِ دلِ ما بگذرای تماشائی | | درین چمن گلِ خود روی داغ بسیار است

بود در حلقهٔ مستان بدل چو حلقهٔ در / بدور نرگس مست تو هر که هشیار است

نه دام دانم و نه سنبل و نه ریحان را / دلم بسلسلهٔ زلف او گرفتار است

ترا بدیر و حرم شیخ و برهمن جویند / بحیرتم که درین پرده این چه اسرار است

۳۴ع

آتشکدهٔ سینهٔ ما بر سر جوش ست / تا رشحه بر دیدهٔ ما شعله فروش ست

از هر سر مو احسنت نشنیده ست ندائے / عمریست که فراغ دل ما پنبه بگوش ست

در میکدهٔ عشق باندازهٔ خود باش / چون مستی این جرعه باندازهٔ هوش ست

هر نوش که از غیر بود نیش نماید / هر نیش که از دست تو آید همه نوش ست

از حال برهمن چه توان گفت که چو / باخون جگر ساخته چون غنچه خموش ست

۳۵ع

هر شش همین نه جا بدل ما گرفته است / در هر دلے چو درد دل ما جا گرفته است

کونین را بخلوت دل ره نمی دهد / آزاده که ترک تمنا گرفته است

آورده به بزم حریفان سر نیاز / با گردن بلند که مینا گرفته است

بی آفتاب روئے تو تسکین پذیر نیست / چشم ترم که خوب تماشا گرفته است

با خویش ساختیم برهمن که روزگار / با اهل درد ترک مدارا گرفته است

۳۶ع

مطلب اهل محبت گرمی بازار نیست / حرف بسیار ست اما رخصت گفتار نیست

تار زلف عنبرینش تار موئے برده ام / بر تن من هر سر مو کمتر از زنار نیست

گو نه اندیشان بروئے بیش و کم پیچیده اند / مرد عارف را نظر بر اندک و بسیار نیست

مستی چشمش کند هشیار مست نگاه / هیچکس در دور چشم مست او هشیار نیست

در خیال او برهمن باد شبهائے فراق

همنشین با نفس از دیدهٔ بیدار نسیت

غ ۳۷

چرخ هر جامه که بر قامتِ عریان میدوخت | گرد آن تازه طرازِ غمِ هجران میدوخت

طفلِ اشکم ز رهِ شوق ببازی همه شب | لختِ لختِ جگر پاره بمژگان میدوخت

حسرتِ تیرِ نگاهش نرود از یادم | که دلِ هر که شدی پاره به پیکان میدوخت

گو نگاهی کند امروز بچاکِ جگرم | هر که دی روز مرا چاکِ گریبان میدوخت

برهمن گشت فدای غلط اندازی او
که زدی تیرِ نگه بر دل و بر جان میدوخت

غ ۳۸

صبح است و ابر گوشهٔ سیرِ باغی غنیمت است | بوئی ز برگِ گل بدماغی غنیمت است

پروانه وار در طلبِ آتشِ وصال | افتادگی بپای چراغی غنیمت است

گو منزلِ مراد ز ما دور دست باد | در راهِ انتظار سراغی غنیمت است

چون روزگار در گروِ اختیار نیست | از فکرِ روزگار فراغی غنیمت است

با داغِ عشق ساز برهمن که چند گاه
الفت میانِ پنبه و داغی غنیمت است

غ ۳۹

دارم دلی که ترکِ تمنا گرفته است | دستِ نسیم دامنِ صحرا گرفته است

بینائی درست طلب کن که آفتاب | آفاق را بدیدهٔ بینا گرفته است

هرگز نمی فتد ز بر طفلِ اشکِ من | مانند موج دامنِ دریا گرفته است

بر قامتش نظر مکن و بر کنار باش | زین آتشی بلند که بالا گرفته است

دارد بگوشِ اهلِ سخن راه برهمن
نظمم گهر ز عقدِ ثریا گرفته است

غ ۴۰

دستم همیشه نسخهٔ سودا نوشته است | خطِ تباه چون خطِ ترسا نوشته است

سامانِ ابر اگر طلبی در میان کنم | چشمم ز نم صحیفهٔ دریا نوشته است

لعلِ لبش ببوسهٔ شیرین اداکند — آن نسخهٔ شفا که مسیحا نوشته است
باشند دلیلِ عجز بادراکِ مدعا — این دفترِ سیاه که دانا نوشته است

گردند گرد برهمن از شوق قدسیان
گویا سخن ز عالمِ بالا نوشته است

۲۴۱

حاصلِ ایامِ عمرِ ما پشیمانی بس است — عذرخواهِ جرمِ ما تقصیرِ نادانی بس است
جمع سازد گر دو دلِ آوارهٔ صحرای عشق — مایهٔ جمعیتِ عاشق پریشانی بس است
رازِ دل چون سوسنِ آزاده نتوان کرد فاش — همچو برگِ لاله در دل داغِ پنهانی بس است
طفلِ نوآموزِ اشکم را بشبهای فراق — بر بیاضِ چهره مشقِ گوهرافشانی بس است

برهمن اندیشهٔ ما رو بجای کی برد
غایتِ اندیشه این را حیرانی بس است

۲۴۲

گردِ دل گردم که یارِ همزبانی بوده است — با زبانِ بی‌زبانی همزبانی بوده است
ما زلیخا وار سرگردانِ مصرِ بیکسی — یوسفِ ما درمیانِ کاروانی بوده است
گردشِ شبهای ما چون زلفِ معشوقان دراز — داستانِ عاشقی خوش داستانی بوده است
درمیانِ خاک و خون افتاده بر راهش دلم — همچو مرغِ نیم بسمل نیم جانی بوده است

درمحبت حال می‌بارد ز قالِ برهمن
برهمن افسون‌گری جادو بیانی بوده است

۲۴۳

هر طرف جلوه و هر لحظه تماشای هست — میتوان دید اگر دیدهٔ بینای هست
گوشه‌ای نیست که بی زمزمهٔ عشق بود — هر طرف معرکهٔ شعر گرمای هست
سرو را گو که دگر جلوه به بستان نکند — که مرا در نظر آن قامتِ زیبای هست
بهرِ تسکینِ دل و دیدهٔ خونین جگران — زیرِ هر غمزهٔ خونریز نوا بیای هست

وصلِ او می‌طلبد برهمن از روی نیاز

آرزوئے غلط و خواہش بیجائے ہست

۴۴
مست عشق تو چرا از سر دستار نیافت — بے تو یک زمزمہ در خانہ و بازار نیافت
دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد — جائے محفوظ تر از سایۂ دیوار نیافت
نوبہار آمد و شد نغمہ سرا مرغ چمن — ہیچکس حالت این مرغ گرفتار نیافت
دل بے رفت پئے کام و بکامی نرسید — لعل لب یار بے لعل شکربار نیافت

برہمن زندہ دلاں شب بسحر مے آرند
ہیچکس ہیچ بجز دیدۂ بیدار نیافت

۴۵
عیش از نیو و شبیون ما کس نگرفتست — گل گر بنود گلخن ما کس نگرفتست
مانند نسیم از در و دیوار درآئیم — در راہ طلب دامن ما کس نگرفتست
افسردہ نبودیم شب از گریہ چراغے — اما خبر از روغن ما کس نگرفتست
فصل گل و ایام خزاں آمد و بگذشت — ہرگز خبر از گلشن ما کس نگرفتست

مائیم و سر سایۂ دیوار برہمن
گنج الم و مسکن ما کس نگرفتست

۴۶
کارواں بگذشت بانگے از درائے برنخاست — عالمے گم گشت و از جائے صدائے برنخاست
(با جبر)
چشم تا برہم زدی انجام شد آغاز عمر — طے شد ایں رہ آنچناں کآواز پائے برنخاست
عاشق شوریدہ خوں شد چوں غنچہ در دل ہجور — فصل گل بگذشت و از بلبل نوائے برنخاست
کشت زاہد ہرگوئی مزرع بیگانگیست — از زمین شور تخم آشنائے برنخاست

برہمن ہر سو بامیدے زدم گام مراد
در جہان تنگ از سوئے صلائے برنخاست

۴۷
بیا کہ در دل ما بے تو آرزو گرہ است — دل شکستہ چو زلف تو مو بمو گرہ است
کجاست محرم رازے کہ عقدہ بگشاید — کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است

زبسکه دوخته‌ام چشم به ساختم صد بار (دانا) — زچاک سینهٔ من درد دل رفوگره است
خبر ز تندی خوئی که یافت حیرانم — که گل شگفته شد و باده در سبو گره است (بست)

خیال زلف تو تا در دل برهمن ماند
بسینه تا بزبان راه گفتگو گره است

غ ۴۸

شبست و ساغر و ساقی و گشت مهتابست — بیار مے که هنوز آفتاب در خوابست
زبسکه موج محبت بچشم تر دارم — سفینهٔ فلک از گریه ام بگردابست
مرا الصبر تسلی دهند غمخواران — چگونه صبر پذیرد دلے که بیتابست
خزان بگرد گل داغ من نمیگردد — همیشه این چمن از فیض گریه شادابست

حدیث عشق برهمن بدل زند ناخن
چه جای نالهٔ چنگ و صدای مضرابست

غ ۴۹

من و دلبستگی روئے چو ماهے که تراست — من و آشفتگی زلف سیاهے که تراست
نیم بسمل شدگان بر سر ره منتظر اند — قطرهٔ آب از آن تیغ نگاهے که تراست
ای دل از سوز جگر مردن آسان نبود — ترسم از چرخ برین بگذرد آهے که تراست
مرد همت نه نشیند به ره شوق از پائے — طعنه بر کوه زند این پر کاهے که تراست

گر گناهے تو همین بیکسی و بیگنهی است
برهمن قابل عفو است گناهے که تراست

غ ۵۰

از رهِ بے اثر عشق خبر نتوان یافت — راه بسیار توان رفت و اثر نتوان یافت
چون زند جوش جگر جوش محبت در دل — محرم راز بجز دیدهٔ تر نتوان یافت
کوی عشق است که گم گشته جهانے در وے — گوهر دل چه توان کرد اگر نتوان یافت
کیمیائیست قناعت که چو آید بعمل — آنچه زیر خاک توان یافت ز زر نتوان یافت

برهمن تا نبود چاشنی لذت عشق

مژه از لخت دل و خون جگر نتوان یافت

۵۱

صنمی که لعل لبش شیوهٔ مسیحا داشت — هزار طرز سخن در سخن با ما داشت

اگرچه جانب بیگانه داشت گوشهٔ چشم — نگاه گوشهٔ ابرو بجانب ما داشت

فروغ شمع محبت نگر که شعلهٔ شوق — بجای هر سر مو بر تن زلیخا داشت

بضبط گریه بسی دوختم بهم مژگان — دلی که بند ز خاشاک پیش دریا داشت

نگاه لطف و کرم جانب برهمن بود
عتاب و ناز و ستم هرچه داشت با ما داشت

۵۲

عشقبازی میکنی این بازی طفلانه نیست — داستان عشق جانسوز ست این افسانه نیست

بزم بی شمع است ورنه با هزار ارباب شوق — بر تن من هر سر مو کمتر از پروانه نیست

مستی جام محبت نشئهٔ دیگر دهد — آنچه میخواهیم ما در ساغر و پیمانه نیست

خون دل در سینه خوردن رسم مجنون بود و بس — پاس آداب محبت کار هر دیوانه نیست

(اتحاد)

ای برهمن آشنا هستند از روز ازل
در حقیقت هیچکس از یکدگر بیگانه نیست

۵۳

رنگ رخ تو آب ده چهرهٔ گلست — زلف کج تو تاب ده شاخ سنبلست

جمعیتش بخواب پریشان نصیب باد — آشفته خاطری که گرفتار کاکلست

صوت حزین غبار غم از دل برون برد — ما را همیشه گوش بر آواز بلبلست

سرگشتهٔ نگاه تغافل پسند اوست — چشمی که آشنای ادای تغافلست

بی سبزه در چمن نتوان برد برهمن
هر سبزه در روزگار نمودار از آن گلست

۵۴

بباده هر که بشبهای ماهتاب نشست — کلاه کج زد و با ماه و آفتاب نشست

من از حجاب ادب غرق انفعال شدم — در آن شبی که بمن یار بی حجاب نشست

زگریہ باز نماند دمے چو ابرِ بہار
کہ نقشِ مردمِ چشمم میانِ آب نشست

رود بجانبِ معمورۂ عدم روشے
کسے و روز اگر دیدۂ خراب نشست

عاشقانہ حقیقی

ز آب و رنگِ جہاں چیست برہمن حاصل
بماند تشنہ لب آنکس کہ بر سراب نشست

غ ۵۵

تیغِ ہندی صنماں غمزۂ خونریز بس است
تیرِ مژگانِ جفا جو نگہِ تیز بس است

عاشقانہ

شوخیٔ حاجبِ شمشیرِ ستمگاری نیست
بتغافل نگہِ مصلحت آمیز بس است

عاشقانہ

بگرفتاریٔ ما سلسلہ در سلسلہ چیست
تارِ موئے ز سرِ زلفِ دلاویز بس است

گنجِ زر گر نبود ہمتِ ما باقی باد
دامنِ پر گہر و چشمِ گہر ریز بس است

برہمن سرو دریں باغ چہ ارزد کہ مرا
در نظر جلوۂ آں قامتِ نوخیز بس است

عاشقانہ غ ۵۶

ز دیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زباں باقیست
غمے کہ بود دریں سینہ ہمچناں باقیست

نادر الکلامی

ہمیشہ گرمیٔ ہنگامۂ جہاں بر جاست
جہانیاں بفنا رفتہ و جہاں باقیست

ہزار بار در آمد دلم بکورۂ عشق
وگر بسوزش اگر جائے امتحاں باقیست

جذبۂ دل

ہنوز بہار و خزاں خارِ عشق بلبل را
بیادگارِ محبت در آشیاں باقیست

حقائق و معارف

حدیثِ عشقِ برہمن بسر نمے آید
ہزار نسخہ نوشتند و بیش ازاں باقیست

غ ۵۷

مرا ز زلفِ دلآویز تارِ مو کافیست
تبسم ز لبِ یارِ تند خو کافیست

اگر ز دیدہ رود آبِ دیدہ منت دار
کہ آبِ چشمِ تو از بہرِ آبرو کافیست

بگلشن ار نگذارند بلبلاں سہل است
مرا ز دور تماشائے رنگ و بو کافیست

براہِ عشق قدم نہ کہ در طریقِ سلوک
بسوئے منزلِ مقصود جستجو کافیست

ز اعتقادِ برہمن اگر نشاں خواہند

بجبهه صندل و زنّار در گلو کافیست

۵۵

مارا ز فیض گریه بهاری بدامنست / وز آتش نهفته شراری بدامنست

از یادگار خون شهیدان ترا هنوز / نقشی بر آستین و نگاری بدامنست

هر قطره که بسر زند از دیده ترم / با صد فساد کیش قراری بدامنست

از دشت عشق میرسم اینک مرا هنوز / از راه امتحان دو سه خاری بدامنست

صید ضعیف را نکشد یاد برهمن / صیاد ما که تازه شکاری بدامنست

۵۹

چه آتشی ست که در دیده تر افتادست / که جای اشک بدامانم اخگر افتادست

نه جمع گشت دل من ز زلف او هرگز / که این دو نسخه ز شیرازه ابتر افتادست

شدم ز دست اگر میل امتحان داری / هنوز قطره دردی بساغر افتادست

ز پند ناصح اگر سرگران شوم چه عجب / که کار من بحریفان دیگر افتادست

برهمن از سر همت قدم براه بنه / که بار عشق عظیم است و بر سر افتادست

۶۰

بسکه طبعم شیوه مهر و وفا دانسته است / هر کجا بیگانه باشد آشنا دانسته است

در طریق عشق بی کوشش مطلب میرسد / هر که ترک مدعا را مدعا دانسته است

زیر گردشهای گردون هر که دارد آشیان / [illegible] دانه این آسیا دانسته است

هر که اسباب تعلق را فراهم میکند / راه در پیش است تدبیر خطا دانسته است

برهمن دارد سخن نازکتر از طبع بتان / این همه نازک ادائی از کجا دانسته است

۶۱

مرا طبیب عشقم ز درد از برای من کافیست / تبسم تو ز زهر دوای من کافیست

ز سرمه دیده عاشق فروغ نپذیرد / غبار کوی بتان توتیای من کافیست

درستیِ دو جهان در شکستگیِ دلست — همین شکسته‌دلی مدعای من کافیست

مرا چو تنگدلی با شگفتگی جمع است — چو غنچه پیرهن من قبای من کافیست

برهمن از همه بیگانه زندگانی کن
که پیرِ دیرِ مغان آشنای من کافیست

۶۲

رسید موسمِ گل فکرِ می‌پرستان چیست — من از صلاحِ گذشتم صلاحِ مستان چیست

گذشت عمر درین فکر من ندانستم — که جرمِ کفر کدام است صوابِ ایمان چیست

چو هر دو را نظری بر بهارِ رحمتِ او — بهم نزاعِ دلِ کافر و مسلمان چیست

کسی که جامهٔ جان پاک در توان دارد — به نزدِ همتِ او چاک در گریبان چیست

[illegible]

بیا و نرگسِ مستی چو این برهمن را
به سبزِ باغ چه کار است کشتِ بستان چیست

۶۳

تشنهٔ زخمِ تو آب از دمِ خنجر برداشت — نیم بسمل شد و از زخمِ تو مکرر برداشت

کشتهٔ تیغِ ترا تشنهٔ دیگر افزود — زخم بر زخم پئی لذتِ دیگر برداشت

هر که نوشش لبِ لعلِ تو بیادش آمد — گشت سیراب دل از چشمهٔ کوثر برداشت

ساقیِ بزمِ محبت به سبکدستیِ ناز — نقدِ هوش از دلِ ما برد و چو ساغر برداشت

تا کند تابشِ صندلِ پیشانیِ خویش
برهمن خاکِ سرِ کوی تو بر سر برداشت

(زهی)

۶۴

تابِ دل سیر در آن جلوهٔ روی که تراست — عقل برهم زنِ آن جنبشِ موی که تراست

هیچ پیوسته بود سنگِ حوادث در رو — عاقبت بشکند این کهنه سبوی که تراست

لذتِ چاکِ گریبان نتوان گفت بکس — دل بسی حوصله‌ها است رفوی که تراست

از دلِ ما که دهد یاد که در یادِ تو نیست — صد دل افتاده بهر گوشهٔ کوی که تراست

برهمن کیست که دیوانه چو مجنون نه شود

عالمے میرود از ہوشش ز بوئے کہ تراست

۶۵

ہر نفس اہلِ سخن را گرمیِ بازار ہست — گنجِ گوہر گر نباشد چشمِ گوہر بار ہست

صورتِ معنی بچشمِ عاقبت بیں دیدہ اند — شادیِ ما بر امیدِ وعدۂ دیدار ہست

حرفِ اول از برائے اصل فہمیدن بس است — ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست

(حکومتِ ابہام کا خاکہ)

داروئے راحت نصیبِ دردمنداں کردہ اند — مرد را درد از برائے امتحاں درکار ہست

درخیالِ تارِ زلفِ عنبر بیزش برہمن
بر تنِ من ہر سرِ مو رشتۂ زنار ہست

۶۶

رخِ تو رونقِ ہنگامۂ بہار شکست — خیالِ نشأۂ لعلِ لبت خمار شکست

چو سبزہ رو کہ رہِ افتادگانِ کثرت را — ہمیشہ کشتیِ امید بر کنار شکست

خیالِ روئے کسے جلوہ کرد چوں خورشید — غرورِ ظلمتِ شبہائے انتظار شکست (نازک خیالی)

شکستِ زلفِ تو در ہر شکن بہ پیچ و تاب — دلِ شکستۂ ما را ہزار بار شکست (برجستہ بندش)

بہم شکستِ دلِ خستۂ برہمن را
بامتحان چو سرِ زلفِ بیقرار شکست

۶۷

باید بیاضِ دیدہ بخونِ جگر نوشت — صد بار محو کرد و دگر بار از سر نوشت (نازک خیالی)

اکنوں چگونہ محو تواں کرد کانچہ بود — استادِ ما بتختۂ ما پیشتر نوشت

طفلِ دلم ز بہرِ تماشائے تو بہار — پیغامِ لختِ سینہ بمژگانِ تر نوشت

بر ہر چہ شد نوشتہ تواں بود شادماں — دیگر چہ اختیار چو نتواں ز سر نوشت

[illegible]

ما نو رسانِ ہیچمدانیم برہمن
ہر کس قلم گرفت ز ما خوبتر نوشت

(کسرِ نفسی)

۶۸

بر آتشِ غمِ تو دلم چوں کباب سوخت — وز اشکِ گرم مردمِ چشمم در آب سوخت (نازک خیالی)

بر روئے آفتاب کجا پردہ جا کند — تا چہرہ بر فروختہ صد نقاب سوخت

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق — چوں مو برشتۂ شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت (معاملہ فہمی)

آں آتشِ نہفتہ کہ در سینہ داشتم — چنداں بلند شد کہ دلِ آفتاب سوخت (نازک خیالی)

گفتی سخن بہ برہمن از لعلِ آتشیں
تا گفتہ یک حدیث زباں در جواب سوخت

۶۹

دل میرود ز دست ادائی خرام کیست — در باغِ حسن سرو بخوبی غلام کیست

چشمِ تو سرگراں گذرد از سرم بناز — ایں آہوئے رمیدہ ندانم کہ رام کیست

ہرگز بکامِ کس ندہد جرعۂ مراد — ایں دورِ روزگار ندانم بکام کیست

دارم خمارِ خونِ جگر جوشش میرند — نہ جرعۂ نشاط ندانم بجامِ کیست

(سلیقہ شناسی دنیا)

گفتی بتازگی غزلِ تازہ برہمن
ایں طرحِ تازہ طرز کدام و کلام کیست

۷۰

گر ترا از دہنِ تنگ نمکدانی ہست — لخت لختِ جگرِ سوختہ بریانی ہست

چاک کن جامۂ جاں تا کہ بیزید بجوئے — ہر کرا پارہ دریں شہر گریبانی ہست

میدہد پیرِ مغاں جامِ مے و میگوید — با ادب باش کہ پیمانہ و پیمانے ہست

قطرۂ اشک ز دل کوہِ غم آرد بیروں — چہ غم از کوہِ غمم دیدۂ گریانی ہست

(پیرِ مغانانہ)

حاصلِ گرمیٔ عشق است برہمن کہ ترا
دلِ آتش زدہ و سینۂ بریانی ہست
(اندازِ نصیحت)

۷۱

بدل خیالِ رخِ یار بستن آساں نیست — نظر بوعدۂ دیدار بستن آساں نیست

بدہ ز خونِ جگر خوں بہائی بلبل را — کہ گل بگوشۂ دستار بستن آساں نیست (عاشقانہ)

منم کہ با مژہا بستم اشکِ جگرریز — وگرنہ شعلہ بایں تار بستن آساں نیست (تازگیِ خیال)

بیا بپاکیٔ داماں و صفائی باطن — کمر بخدمتِ زنار بستن آساں نیست (مذہبی فخر)

برہمن از عملِ نیک زادِ رہ باید
(نصیحت)

بسوئے ملکِ عدم بار بستن آساں نیست

۴۲

ہر کجا صیدیست در دامِ محبت رام تست — ہر دلے کا سودگی خواہد مقامش دام تست

در دیارِ لطفِ عامت ہیچکس محروم نیست — ہر کہ می بینی نگاہِ جملہ از انعام تست

اے دلِ شوریدہ آساں گیر کارِ روزگار — کارِ تو ناپختہ از اندیشہائے خام تست

مردم آزاد از سود و زیاں آسودہ اند — حاصلِ عمرِ گرامی یک دمِ آرام تست

برہمن طبعی نتواں دست مطلوب یافت
از تو تا سر حدِ مطلب جنبشِ یک گام تست

۴۳

ہر کہ پیش از صبحدم با ساغر و صہبا نشست — بر فراز روزگارِ خویش چوں مینا نشست (تازگیِ خیال)

خلوت آں باشد کہ در کثرت بدست آید ترا — مرد دانا در میانِ عالمے تنہا نشست

ہر نوائے کز زبانِ مرغِ نو آموز خاست — ہمچو پیکانِ محبت در دلِ دانا نشست

عاقبت از منزلِ مقصود می یابد نشاں — ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست (اولوالعزمی)

لازم آمد بر سرِ ما خدمتِ شیخ برہمن
ہمچو کے گردد سر آں نقشے کہ در دلہا نشست (ملاہی)

۴۴

دل چو آں نرگسِ جادو ادائے رفتہ است — در پئے آں قد و چندیں بلا بسر رفتہ است

دل نمی بینم بجائے خود نمیدانم کجاست — اینقدر دانم کہ از جائے بجائے رفتہ است (سہلِ ممتنع)

چشم اگر بینا بود ہرگز نہ گردد در غلط — مرد عارف از پئے یک نقشِ پائے رفتہ است

یا صبا گر از دلِ گم گشتہ غیب ما مکن — در میانِ آشنائی ماجرائے رفتہ است (عاشقانہ)

ما برہمن ہر چہ پیدا کردہ ایم بد دانستہ ایم
عذر می خواہیم اگر از ما خطائے رفتہ است

۴۵

نوبہار آمد بصحنِ بوستاں خواہم نشست — ہمچو گل شاداب بر آبِ رواں خواہم نشست

ہمچنا از سرو و گل منفعی نمی خواہم شدن — بے تکلف بلبل آسا در میاں خواہم نشست (از دیوانِ رائے برام)

هر چه می‌بینم و میدانم ز خواب بیش نیست — فارغ از اندیشهٔ سود و زیان خواهم نشست
بر زمین خاکساری چهره . . . . . . — از غبار آرزو دامن کشان خواهم نشست

چون نسیم ناتوان خواهم قران برهمن
در میان حلقهٔ زلف بتان خواهم نشست

۷۶

کدام دل که زیان دیدهٔ تمنا نیست — کدام دیده که خون گشتهٔ تماشا نیست
ز گفت و گوی جهان لب ببند و فارغ باش — که کارِ ما و تو در حسلِ این معما نیست
خرد براهِ تو بسیار رفت و کار نساخت — که این معامله در خورِ هر دانا نیست
براهِ عشق بجائی نمی‌رسد هر گز — کسی که سوده ترا زنقش در تهِ پا نیست

عارفانه — خوبیِ بیان

ز اهلِ درد برهمن کسی نمی‌پرسد
گناهِ بیکسیِ ما ز جانبِ ما نیست

خاموشی

۷۷

صحبتِ جمع بهم چرخ کجا آورده است — کارِ ما با سرِ زلفِ تو خدا آورده است
نقشِ زلفِ تو بما خسته دلان گشت نشست — سرِ این رشته مگر بادِ صبا آورده است
جلوهٔ سرو قدش میبرد از دل آرام — قامتِ اوست که صد گونه بلا آورده است
آن کهن خرقه که در سلسلهٔ مجنون ماند — سر دارِ عشق تو بر قامتِ ما آورده است

برهمن حاصلِ تدبیر تو باشد معلوم
کرمِ اوست که تدبیرِ خطا آورده است

سرِ گردون برده ای سروِ آزادی ترا — راستی را حیله شاگردِ استادی ترا
از محبت دل شود معمور چون گردد خراب — ای دلِ شوریده ویران شو که آبادی ترا
در جگر کاوی بناخن کشته ای دل علم — لاف شیرین کاری خوش است که فرهادی ترا
در گریبان چاک ها چون غنچه دانند اهلِ هوش — گریه لذتهای غم خوکرده شادی ترا

عاشقانه — تازگیِ خیال — معاملهٔ نقلی — تازگیِ خیال

ای برهمن جلوه دارد هر طرف صید مراد

عزمِ صیدِ تازہ فرما کہ صیادی تراست

باخیالِ روی او در دیدہ جای خواب نیست | [illegible] | حاصلِ چشمم بغیر از قطرۂ خوناب نیست
بر دلِ مجروح ناخن زن کہ در بزمِ فراق | عاشقانہ | احتیاجِ سازِ چنگ و نالۂ مضراب نیست
ہر قدم خواہی سرِ دلہای مشتاقاں بیاں | | این متاعِ رائیگاں در شہرِ ما کمیاب نیست
درمیانِ ہر شکنجش بیدلاں افتادہ اند | ذومعنی | زلفِ خود را تاب کمتر دہ کہ ما را تاب نیست

راہِ عشق است و برہمن با مغیلاں ساختن
پہلوی ما آشنای بسترِ سنجاب نیست

من و سودای و خیالِ خط و خالے کہ تراست | عشق / خوبیِ ترکیب | من و دیوانگیِ حسن و جمالے کہ تراست
دل برد قامتِ زیبای تو اے سروِ رواں | | رونقِ گلشنِ عشق است نہالے کہ تراست
اے دل از دوست بجز دوست طلب نتواں کرد | | کفرِ محض است بجز دوست سوالے کہ تراست
گر شوی در پئے تدبیرِ صفائی باطن | | ہمچو آئینہ شود صاف سفالے کہ تراست

برہمن میشود آسان برضا و تسلیم
این ہمہ در رہِ تدبیر محالے کہ تراست
تسلیم و رضا

دلم شگفتہ ز بوئے دماغ پرور اوست | بہار | قرارِ من ہمہ از جلوۂ مکرر اوست
خوش آن کہ با تو نشینم بیک نفس بنشاط | | کہ ہر کہ با تو نشیند نشاط در بر اوست
پسر چو غنچہ شود تنگدل در بستان | زندہ دلی | کسے کہ ہمچو گلِ تازہ لب بساغر اوست
سرش بگنبدِ گردوں فرو نمے آید | فلسفہ | کسے کہ از خس و خاشاکِ راہ بستر اوست

برہمن از ہمہ سو میوزد نسیمِ شمال
خوش آن کسے کہ نسیمِ شمال رہبر اوست
فلسفہ

کجاست بادہ کہ عالم بیاد دادۂ اوست | تشبیہ | اساسِ آب بر آتش بنا نہادۂ اوست
مریدِ ہمتِ آن پیرِ خرقہ بردوشم | | کہ ہر کجاست سرے بر درِ فتادۂ اوست

بہم شگفتہ نشینند شاہدان چمن / کہ سایۂ بر ہمہ از سرو ایستادۂ اوست

بود ز ہمت پیر مغان طلب کہ مدام / گواہ حال دل او در گشادۂ اوست

نہ فکر شیخ و نہ تدبیر برہمن باید / کہ اصل مصلحت کار در ارادۂ اوست

٢٤٣ (فلسفہ)

حساب عمر بتدبیر ناصواب گذشت / فغان کہ نقد گرامی باین حساب گذشت

ز جلوۂ غلط روزگار دانستم / کہ پائے تشنہ لبی چند بر سراب گذشت

دمی ز خواب گران میتوان شدن بیدار / وگرنہ تا زدہ چشم آفتاب گذشت

ز دیر و زود چہ حاصل چو عمر در گذر است / فغان کہ دیر بدست آمد و شتاب گذشت (بے ثباتی دہر)

ز موج حادثہ بیرون نیافتیم کنار / بروی آب رواں عمر چوں حباب گذشت (تشبیہ کامل)

شبی خیال سر زلف او گذشت بدل / تمام عمر چو زلفش بہ پیچ و تاب گذشت (عاشقانہ)

برہمن این غزل تازہ را دگر حکمیست / مگر خیال لبش بر دل کباب گذشت (عاشقانہ)

٢٤٤

عمر گر لیست چوں باد صبا خواہد گذشت / از ہمہ بیگانہ تر این آشنا خواہد گذشت

ہیچکس از گردش گردوں نمی آید بروں / ہر یکی چوں دانہ زیر آسیا خواہد گذشت

راہ سخت و شیشۂ عمر گرامی نازک است / صحبت مینا و خارا تا کجا خواہد گذشت

اہل دانش بیسر یک مدعا پیچیدہ اند / ہر کہ دانا تر بود از مدعا خواہد گذشت

بوئی درد آشنائی زندہ میدارد مرا / ہر کہ با درد آشنا شد از دوا خواہد گذشت

دل اگر دانا ست بی منت مطلب میرسد / دیدہ گر بینا بود از توتیا خواہد گذشت

نسخۂ اعجاز بر گیر از لعل بتان / ورنہ حال ما ز قانون شفا خواہد گذشت

بر سر آزادگان مانند گل خواہد شگفت / خار صحرائی محبت چوں زپا خواہد گذشت

در میان برہمن چوں برگ گل خواہم شگفت / ہر کجا در جلوہ آں رنگین قبا خواہد گذشت

چوں ز خبرِ غنچہ حرفِ ترکِ گل خواہد شنید
در میانِ ما و بلبل ماجرا خواہد گذشت

اے برہمن در چمن پیش از سحر باید رسید
راہ بسیار است صبح از پیشِ ما خواہد گذشت
صبح خیزی

ع ۵۵

دنیا تمام خوابِ پریشانی منست
دیں روز و شب تصورِ حیرانی منست

دانا کند معالجۂ حالِ خویشتن
بیماریم ز علتِ نادانی منست

بر ہر زمیں کہ می نگرم سجدہ میکنم
خاکِ نیاز صندلِ پیشانی منست
ہمہ راست

طوطی شکر فروشِ دکانِ زبانِ منا
بلبل نمک چشِ شکر افشانی منست

در بوستانِ عشق برہمن فسانہ گوست
مطرب ترانہ سازِ غزل خوانی منست

ع ۵۶

پُر از حدیثِ گنہ نامۂ سیاہ منست
گنہ ز ہر کہ بود داخلِ گناہِ منست
خوبی بیان

ز ترکِ ہر دو جہاں میدہند دولتِ شاں
ہمیں دو پارۂ ترکی کہ در کلاہِ منست

بجنبشِ قدمے طے کنم بآسانی
بلند و پستِ جہاں را کہ پیشِ راہِ منست

اگر ز سینہ کشم آہ آسماں سوزد
نہفتہ آتشِ زیرِ سینہ زیرِ آہِ منست

برہمن از نظرم رازِ چرخ مخفی نیست
کہ ہرچہ ہست در آئینۂ نگاہ منست
اظہار کمالِ روحانیت

ع ۵۷

تا گردِ راہِ عشق بسیمائے ما نشست
در دیدہ خاکِ میکدہ چوں توتیا نشست

فارغ نشست دل ز تمناہائے روزگار
تا یک دو گام دور تر از مدعا نشست
فلسفہ

تیرے کرشمہ بر دلِ بیگانہ زد ولے
پیکاں تمام در جگرِ آشنا نشست

بوئے نیافت دل ز چمن ورنہ بارہا
بر دامنِ نسیم و بدوشِ صبا نشست
محرومی

نظارہ کن کہ بر سرِ کوئے تو برہمن
محتاجِ یک کرشمہ جادو ادا نشست

۸۸

کفر بی رشتهٔ زنار نمی آید راست — کار کن کار که گفتار نمی آید راست

سیر باطن دگر و عالم ظاهر دگر است — سخن خانه ببازار نمی آید راست

پند ناصح نکند در دل عاشق اثری — مست را صحبت هشیار نمی آید راست

منزل عشق دراز است سر از خواب برآر — کار بی دیدهٔ بیدار نمی آید راست

برهمن شیشهٔ دل سخت نزاکت دارد
چون شکستند دگر بار نمی آید راست

۸۹ (تصوف)

دنیا بچشم اهل نظر جز سراب نیست — آبادی زمانه بغیر از خراب نیست

هرگز شبم بمطلع صبحی نمی رسد — گویی بشهر تیره دلان آفتاب نیست

در فصل گل چه جوش زند لاله در چمن — افسرده آن دلی که بر آتش کباب نیست

ما را نظر بدیدهٔ لطف عمیم تست — از کرده گر حساب بخواهی جواب نیست

تا روز واپسین است برهمن امیدوار
گر سوی تو بدیر بیاید عتاب نیست

۹۰ سبحان الله

این چه شوریست که در کوچه و بازاری نیست — وین چه سریست که در اندک و بسیاری نیست

کافرم گر سر موئی ز تفاوت گویم — رشتهٔ زلف تو با رشتهٔ زناری نیست

لعل را با لب لعل تو چه نسبت باشد — لعل بسیار ولی لعل شکرباری نیست

هر دلی را نه هوای سر زلفش باشد — مرغ بسیار ولی مرغ گرفتاری نیست

برهمن وسعت ایام در تنها دارد
کارکن آمده بسیار ولی کاری نیست

۹۱ فلسفه و حقیقت اعمال

این همه عالم فانیست که در وی زنده یکیست — نقش بسیار شد و دیدهٔ بیننده یکیست

هر صدف گوهر و هر بحر خروشی دارد — پیش ارباب نظر گوهر تابنده یکیست

دو سه روزی بجهان جلوه کنان باید بود — نزد ارباب خرد رفته و آینده یکیست

عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیار اند
این ہمہ قابل عفو اند چو بخشندہ یکیست

ہر کہ آمد ز جہان گذران خواہد رفت
برہمن آنکہ بود باقی و پایندہ یکیست

۹۲

باقی خانۂ معمورہ و ویرانہ یکیست
خانہ بسیار ولے صاحب ہر خانہ یکیست

چوں سر از رشتۂ توحید بر آرند ہمہ
پیش ارباب نظر عاقل و دیوانہ یکیست

آتش عشق چو افروخت ہمہ یک رنگند
حسن چوں جلوہ کند والہ و فرزانہ یکیست

تو بصد رنگ بر آ شیوۂ ما سوختن است
شمع بسیار ولے مشرب پروانہ یکیست

برہمن گرچہ جہاں پر بود از افسانہ
لیک گوشے کہ بود قابل افسانہ یکیست

۹۳

شوریدہ خاطرے کہ دل از خویش وا گرفت
دست نسیم و دامن باد صبا گرفت

یک قطرہ در بساط سر انجام خود نداشت
سامان گریہ ابر ز دامان ما گرفت

یک ذرہ بہر دیدۂ خورشید کم نبود
چشم غبار کوئے تو چوں توتیا گرفت

چوں دانہ عاقبت خبر حال خود نیافت
ہر کس کہ خانہ در تہ این آسیا گرفت

چوں خاک سودہ بر سر او بو برہمن
پائے تو رفتہ رفتہ چو رنگ حنا گرفت

چلتی چکی دیکھ کبیرا روئے
دو پاٹن کے بیچ آ ثابت رہا نہ کو

۹۴

نگہ از دور بر آں روئے چو ماہے کافیست
بر رخ ماہ تو از دور نگاہے کافیست

در شب ہجر پریشانی حال مرا
طرز آشفتگی زلف سیاہے کافیست

خرمن ہوش و خرد بر سر ہم ریختہ اند
ز آتش عشق اگر سر زند آہے کافیست

در مقامے کہ سبکدوش توان رفت براہ
کوہ زر کو نبود یک پر کاہے کافیست

برہمن در بر ما تنگ بود اطلس چرخ
بر سر ہمت ما بار کلاہے کافی ست

۹۵

من عاشقم مرا بهوس احتیاج نیست — مرغ رمیده را بقفس احتیاج نیست

در راهِ عشق یک قدم از خویش پیش باش — شوریده را بصدائے جرس احتیاج نیست

هرگز نظر بجیفهٔ دنیا نمیکنم — شهباز را ببالِ مگس احتیاج نیست

در گوشهٔ خمول چو عنقا فتاده ام — دیگر مرا بصحبتِ کس احتیاج نیست

گر سوئے ما ندید برهمن ازو مرنج
گل را بآشنائیِ خس احتیاج نیست

۹۶

ما را بکارهائے جهان احتیاج نیست — آزاده را بسود و زیان احتیاج نیست

چشم هزار چشمه ز مژگان دهد برون — باغِ مرا بآبِ روان احتیاج نیست

رمزیست درمیانِ دل و ماجرائے عشق — تقریرِ شوق را بزبان احتیاج نیست

ما سبزهٔ فتاده براهِ محبتیم — ما را بنوبهار و خزان احتیاج نیست

تا جرعه کش شدیم برهمن ز جامِ عشق
ما را دگر بپیرِ مغان احتیاج نیست

مذہبی فخر

۹۷ عاشقانہ — تازگی خیال

سنبل شنیده ام که بآن کاکل آشناست — زانرو دلم بسلسلهٔ سنبل آشناست

از ناله گر دمے نشکید عجب مدار — شوریده بلبلے که بروئے گل آشناست

ما را خیالِ نشهٔ لعلِ لبش بس است — سوزد دماغ هر که ببوئے مل آشناست

از جزو تا بعالمِ کل یک نگه کند — آن چشم دوربین که بجزو و کل آشناست

در سینه جز هوائے وطن نیست برهمن
هرچند دل بزمزمهٔ کابل آشناست

۹۸

اوّل بنائے توبه گریبانِ ندامتست — وانگه نهادنِ قدمِ استقامتست

شد آفتاب جلوه فروزان و ما بخواب — هر روز ما نمونهٔ روزِ قیامتست

بارد همیشه سنگِ حوادث بروزگار — دانا نشسته بر سرِ راهِ سلامتست

کاری کہ ہیچکس نکند کرد اختیار | عاشق خمیدہ در تہ بار ملامت است

برقد برہمن ہمہ راست آمد درست
از خرقہ تا بجامہ ندانم چہ قامت است

ردیف ۹۹

ما را دماغ سیر گل و گشت باغ نیست | گو نشگفد بہار کہ ما را دماغ نیست
با عشق زود رس چہ کند عقل دور بیں | با آفتاب حاجت نور چراغ نیست
عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگ گل | چوں لالہ روشناس محبت بداغ نیست (عاشقانہ)
تا در شکنج خود بکشد سنبل خطش | ما را بدور نرگس مستش فراغ نیست (عاشقانہ)

آید بدام زلف تو بے تاب برہمن
ایں صید تست حاجت سیر و سراغ نیست

عشقا

جز محبت ہر چہ می بینیم حیرانی درست | آنچہ دانائش میگویند نادانی درست
وسعت معمورۂ عالم دو گامی بیش نیست | مایۂ آبادی و اسباب ویرانی درست
ایں جہاں فانی است تا مردم ہشیار را | عالم باقی ورای عالم فانی درست
توبہ باشد نافع از بہر علاج ہر گناہ | ہر گناہی را کہ می بینی پشیمانی درست
بیقراران محبت را بود دیگر قرار | مایۂ جمعیت عاشق پریشانی درست
صحبت صافی نہاداں با صفائی دیگر است | صیقل زنگ ہوائے نفس شیطانی درست

ما برہمن مشکلات روزگار آساں کنیم
ہر چہ مشکل تر بود آثار آسانی درست
(وصلہ)

عشقا

دل حاصل مدعای ما یافت | صد چیز بترک مدعا یافت
آتش بجگر زند محبت | آں را کہ بخویش آشنا یافت
دل در پئے ہر نسیم گردد | تا بوئے تو از دم صبا یافت
دانا چو نگاہ امتحاں کرد | عالم ہمہ نقش سیمیا یافت (بے ثباتی عالم)

آنکس کہ بداده گشت خورسند — کو وقت تو خوش کہ کیمیا یافت
از گریہ سفید بود چشم — از خاک در تو توتیا یافت

شد قاعده دان او برہمن
ایں رتبہ ندانم از کجا یافت
حقائق و معارف

۱۰۲

دوای درد دلم لعل آن پری زاد است — کہ خنده لب شیریں علاج فرہاد است
فغاں کہ گوش ندارند رہروان ورنہ — بصد زبان جرس بے زبان بفریاد است
بروں رمانہ و دام است ایں گرفتاری — ندانم ایں کہ دلم میبرد چہ صیاد است
بنائے قصر جہاں را ثبات ممکن نیست — بجز اساس محبت کہ دیر بنیاد است
فلسفہ

براه عشق دلالت مکن برہمن را
کہ پیرِ خویش در اطوار خویش استاد است
مذہبی

۱۰۳

ہمچو طفل غنچہ با خود گفتگوی ما بس است — سر بجیب پا بداماں جستجوی ما بس است
چشم کے بندیم برآبی کہ آب روبرو — آب چشم ما برائے آبروی ما بس است
کو بدوزد ناصح ما جامۂ صد چاک را — یادگار چاک ناکامی رفوئے ما بس است
ایکہ سرخوش میشوی از مئے بزم دیگراں — تلخی زان لعل شیریں در گلوی ما بس است
عاشقانہ

تار زلفش گر بدست ما نیاید برہمن
بستۂ موی میانش مو بموی ما بس است

۱۰۴

بسوز عشق زہر موی من شرر پیدا است — شب سیاه مرا جلوۂ سحر پیدا است
بہار چشم تماشائیان گلشن عشق — ز آب دیده و از پارۂ جگر پیدا است
چگونہ خاصیت عشق را نہاں دارم — مرا کہ خون دل و دیده تا کمر پیدا است
ہمیشہ موج محبت ز سینہ میجوشد — ز دامن گہر افشان و چشم تر پیدا است
درد دارا

بدرد عشق برہمن بساز خوشدل باش
عاشقانہ درد

که از نهال محبت همین ثمر پیدا است

۱۰۵ — ع — درد دارا

قرار دل ز نسیم بهار نتوان یافت / قرار جز شکن زلف یار نتوان یافت

فتاده ام به بیابان عشق و حیرانم / کجا روم که بجائی کنار نتوان یافت

زمانه گر شود از بادهٔ طرب لبریز / بسینه جرعهٔ آن سازگار نتوان یافت

بر آستان محبت گذار نتوان کرد / قدم ز دیده توان کرد بار نتوان یافت

چو شب بیاد رخش برهمن کند گریه
سحر بجز گهر آبدار نتوان یافت

۱۰۶ — ب — فلسفه

مرد را در بحر دل از نور خرد چون گوهر است / این گهر با خویش دارد هر که صاحب جوهر است

ما نجوئیم ساقی جای تکلیف تو نیست / تشنهٔ اهل محبت از شراب دیگر است

طائر اندیشه را بر اوج معنی راه نیست / عالم مقصود از اندیشهٔ ما برتر است

منصف خود بودن از آشوب دهر است کیمیا / مرد در مطلوب انصاف است تا کمتر است

هر چه اسباب زیان باشد بود سود همه / دور نبود گر مریضی را نظر بر شکر است

در محبت بوی خوش آید ز دلهای کباب / سینهٔ عاشق پر از آتش بسان مجمر است

خوش بود هر چیز پیش آید بد و نیک روزگار / گر رضای تو باستقبالش آید بهتر است

پشت همت کی کند گرم از شعاع آفتاب / مرد را گر جامه از قابلیت در بر است

(حاشیه: شکایات زمانه ... [illegible])

لفظ گر بسیار باشد برهمن در دل چه سود
گر نباشد معنی او را سینه چون دفتر است

اس غزل کے اشعار حسرت کو شمار کرنا چاہئیں۔

۱۰۷ — ع — از ادا ولی ... / فخریه

در شهر عشق شیوهٔ مهر و وفا کم است / بیگانه نیست فرقه ولی آشنا کم است

از هر طرف صدای جرس میرسد بگوش / اما کسی که گوش کند این صدا کم است

در مصر عشق رسم و رواج طبیب نیست / آنجا متاع درد فزون و دوا کم است

بر هر زبان برمز و ادا بگذرد سخن / اما میان اهل سخن این ادا کم است

ما صوفیانِ صاف نهادیم برهمن
نیرنگیِ زمانه در آئینِ ما کم است

غ ۱۱۸

دیدهٔ آن کسے که دیده ور است — همه شب بر سفیدهٔ سحر است
بے مئے ناب لب نیالایم — که مرا نشاء مئے دگر است
همچو آئینه سینهٔ دارم — زان مرا هر چه هست در نظر است
نقشِ معنی کجا تواند دید — دیدهٔ آن کسے که بے بصر است
هیچکس ره نمے تواند برد — طارمِ روزگار بسته در است
راستی نیست این که دارد سر — راست گویم که راستی دگر است
بسکه از دل خبر نمے یابم — گریه بیهوده و ناله بے اثر است
تابِ هجران کسے نمے آرد — مگر آنکس که آهنین جگر است
دل در حقیقت عشق پرورده — از ملامت همیشه بارور است
عشق باید که دل بیا ساید — دل بے عشق شاخ بے ثمر است
رهروان را هنوز سر در خواب — روز کوتاه و راهِ پُر خطر است
روئے پرواز نیست ورنه مرا — بر سرِ مو بجائے بال و پر است
ناله خواهم از آنکه نالهٔ زار — بطریقِ امید راهبر است
بگذران هر چه بگذرد خوب است — که جهان هر چه هست در گذر است

عارفانه — فلسفه — نصیحت

برهمن یک قدم نرفته برون
هر نفس مرغِ روح در سفر است

غ ۱۱۹

دل رفت ز من پیش بجائے نظرے داشت — باز از خویش برون شد ز مقامے خبرے داشت
آمد بکنارم سحر آن ماهِ شب افروز — گویا طلبِ نیم شبِ ما اثرے داشت
از موئے میانش نتوان یافت سرِ مو — حیرانم ازان رو که چه نازک کمرے داشت

یار آمد و بگذشت ندیدیم برهمن
این دیدهٔ غم‌دیده چگونه بصری داشت

غ ۱۱۰

نو بهار آمد چو بلبل با نوا باید نشست — هر کجا خواهد نشیند با صبا باید نشست
بار ها بوی ریا آمد ز نقش بوریا — بر زمین مانند نقش بوریا باید نشست
ای غبار کوی یار از چشم ما بیرون مرو — در میان چشم ما چون توتیا باید نشست
رفته رفته میرسد یک نقش پا روزی بجا — در محبت زیر پا چون نقش پا باید نشست

از غبار آرزو دامن برافشان برهمن
همچو سرو آزاد در جایی بجا باید نشست

ع ۱۱۱ (و در نسخه بود)

گل یکی خار یکی شاخ یکی تاک یکیست — نزد ارباب نظر خس و خاشاک یکیست
در خور قامت هر مرد بود جامه درست — لیکن آن جامه که دوزند پی چاک یکیست
این همه آتش عشق است که افروخته اند — گرد و باد یکی آب یکی خاک یکیست
گرچه خوبان جهان عربده جویند همه — (عاشقانه) — لیک شوخی که بود از همه بیباک یکیست
هر یکی را هوس عشق بدل میگذرد — دیده بسیار ولی دیدهٔ نمناک یکیست
عاشق آنست که معشوق بأو دارد میل — (عاشقانه) — صید بسیار ولی قابل فتراک یکیست

برهمن پست و بلند دو جهان یکسان است
از زمین تا بسر گنبد افلاک یکیست

ع ۱۱۲

نو بهار آمد نظر بر سبزه و صحرا خوش است — سیر گلشن با خیال آن گل رعنا خوش است
چون ز سرو قامتش برخاست حرفی در چمن — قمری از بالا فرود آمد که سر تا پا خوش است
یک شبی فرخنده بعد از سالها آید بروز — گر بروز آید شبی در صحبت ابا خوش است
میتواند بود ز آشوب حوادث بر کنار — کشتی امید ما بر ساحل دریا خوش است

برهمن امروز اگر حسن عمل داری بسیار

کشتۂ امروز بہر حاصل فردا خوش است

ردیف ثائے مثلثہ

مرا بسیر گلستاں بہار شد باعث
بہ بادہ توبہ نا استوار شد باعث

۱۱۳
خیالِ تند و رخ و عارض نگار مرا
بسیر سرو و گل و لالہ زار شد باعث

صنعت عکس
قرار در شکن زلف یار خواہم کرد
بایں قرار دلِ بیقرار شد باعث

چو شکِ دیدۂ آں سحر چون روان نشدم
مرا گریہ بے اختیار شد باعث

سوئے شدم بسوئے دیر بے اجازت پیر

مذہبی
مرا برہمن زنار وار شد باعث

ردیف جیم عربی

ہمیشہ مرد بود زیر آسماں محتاج
بشہر بند حوادث بایں و آں محتاج

۱۱۴
زتنگ چشمی خود ماندہ آدمی ہمہ عمر
بفکر بیہدہ در سود و در زیاں محتاج

حقیقت نگاری
ز قسمت ازلی سر نمے تواں پیچید
نصیب کرد ہما را باستخواں محتاج

بقدر حاجت خود ہر یکے طلبگار است
جہانیاں ہمہ باشند در جہاں محتاج

برہمن از گل روئے تو رنگ بو خواہد
بود بجلوۂ گل چشم باغباں محتاج

ردیف حائے حطی مہملہ

اے مست خواب کن در زمانت صبح
یک صبح کن بدیدۂ تر امتحان صبح

۱۱۵
دنیاداری
تا صبح راز کف بد عالم نمید ہم
باشد جہان فیض و گردد جہان صبح

ازبسکہ سینہ صاف شدم از فروغِ عشق
روشن شود ز دودِ دلم دودمانِ صبح
اوّل گذاشت مطلعِ خورشید درمیاں
گشتم چو با خیالِ رخت ہم زبانِ صبح

شبگیر پئے دراز تواں کرد برہمن
شاید تواں رسید پئے کاروانِ صبح (اوالعزمی)

ردیف خائے معجمہ

۱۱۶
بہر سنبلِ او دستِ امتحاں گستاخ
کہ چوں صبا نتواں بود با بتاں گستاخ
مرا ز غارتِ گلہائے روئے او چہ زیاں
کہ ہست در چمنِ خویش باغباں گستاخ
ندانم از چہ رہ آیم کہ با تو بنشینم
تو در حجابِ خود و من جہاں جہاں گستاخ
دلم نہ نسخۂ علم و عمل ادب آموخت
چہ باشد ار بودم اندکے زباں گستاخ

میانِ پردہ ہم حسن و عشق در کارند
تو شوخ چشم ہماں برہمن ہماں گستاخ

ردیف دالِ مہملہ

۱۱۷ (اوالعزمی)
بیار بادہ کہ وقتِ بہار میگذرد
تو غافل از خودی و وقتِ کار میگذرد
چو برق خرمنِ دلہا بخندہ مے سوزی
ز دور جلوہ کناں از کنار مے گذرد
شمارِ عمرِ گرانمایہ ہر نفس باید
کہ چشم تازہ از شمار مے گذرد
قرار در شکنِ زلفِ یار خواہم کرد
بایں قرار شبم بے قرار مے گذرد

مرا نظر بہ تہی دستی برہمن نیست
بدامنش گہر آبدار مے گذرد

۱۱۸
بتے کہ رنگِ رخش تابِ مہر و ماہ برد
دلِ شکستہ دلاں را بیک نگاہ برد

همیشه دست و گریبان آفتاب بود — اگر بسایهٔ زلفش کسے پناه برد
دران مقام که شرمندگی تهیدستی است — مگر بدست کسے نامهٔ سیاه برد
کلاه فقر بخورشید و ماه مے ساید — زمانه تاج سعادت ازین کلاه برد
برهمن آنکه خطا از صواب نشناسد — بتحفه بر در رحمت مگر گناه برد

ع ۱۱۹

جهان معلوم جائے فانی ار باشد همین باشد — درو فانی نشدن نادانی ار باشد همین باشد
بخورشید قیامت میرساند نسبت خود را — بعاشق فخر سرگردانی ار باشد همین باشد
ز آسانی قناعت کار را بر خویش آسان کن — که چون مشکل شود آسانی ار باشد همین باشد
چو آید نام او بر هر زبان در وجد می آیم — حدیث عشق او وجدانی ار باشد همین باشد
بایران مے برد افسانهٔ هندوستان بلبل — برهمن را شکر افشانی ار باشد همین باشد

ع ۱۲۰

بیا کز آمدنت چشم تر بیاساید — ز یک نگاه تغافل نظر بیاساید
مرا دلے ست پر از آتش محبت او — چو بیشتر بطپد بیشتر بیاساید
کسے که چاشنی لذت محبت یافت — بخون دیده و لخت جگر بیاساید
بجائے خواب خیال تر گشته در چشم — بایں روش دل عاشق مگر بیاساید
برهمن از همه سو سیل غم فرود آید — کسے چگونه درین ره گذر بیاساید

ع ۱۲۱

آفتاب من که از مے چهره گلگون میکند — از فروغ جلوه شوق تازه افزون میکند
از طریق عشق تا راه خرد فرسنگ هاست — کے تواند کرد دانا آنچه مجنون مے کند
پیش او رو بر زمین دارند ارباب نیاز — نازنین من نمیدانم چه افسون میکند
عشق مے آید که تا در سینه سازد جائے خویش — عقل و اندیش را از خانه بیرون میکند

در خیال قدِ موزون تو می گوید غزل
برہمن زین گونہ طبع خویش موزون میکند

	۱۲۲ عاشقانہ	
در محبت ہوسِ جام و سبو نتوان کرد		تا بود خونِ جگر مے بگلو نتوان کرد
پیرہن نیست کہ چون چاک شود بتوان دوخت		سینہ چون چاک شود باز رفو نتوان کرد
شو تبو بر اثرِ راہِ نظر باید داشت		از رہِ عشق خطا یکسرِ مو نتوان کرد
گلِ ہر باغ علاجِ سرِ سودائے نیست		بعد ازین غیرِ گلِ داغِ تو بو نتوان کرد

برہمن خوئے نکو دیدنِ آن روئے نکوست
ترکِ نظارۂ آن روئے نکو نتوان کرد

	۱۲۳	
چہ شد کہ صبح بصد جلوہ و خرام رسید		کہ چشم تازۂ صبح رفت و شام رسید
بدو شنبل ز زلفش نجات ممکن نیست		برون چگونہ رود مرغ چون بدام رسید
بصد گداز کنند امتحان بگو بہ عشق		بسوختند در آتش کسیکہ خام رسید
تو سر کشیدہ بخوابِ غرور غافل از آن		کہ آفتاب برون آمد و بپیام رسید

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق
براہِ ترکِ تعلق باین مقام رسید

	۱۲۴ دنیا داری مذہبی	
چو روز نامۂ عمرِ مرا حساب کنند		تمام لہو و ہمہ سہو انتخاب کنند
عجب شتاب روانند رہروانِ وجود		کہ در شتاب روی بر صبا شتاب کنند
کنند راہ روانِ طلب چنان شبگیر		کہ سیرِ ملکِ سحر پیش ز آفتاب کنند
تو گوش دار کہ اربابِ معنی از سرِ ہوش		سخن برون ز خط و خارج از کتاب کنند

دران دیار برہمن فتادہ ایم غریب
کہ چون دماغ رسد سینہ را کباب کنند

	۱۲۵	
بہارِ دردمندان با خزان ہمرنگ مے آید		قبائے عیش بر قدِ عزیزان تنگ مے آید

دلے چوں شیشہ داری احتراز از وادیِ ما کن — کہ در راہِ محبت پائے دل بر سنگ مے آید
بآبِ توبہ ام آلائشِ باطن نشد زایل — کہ این کار از فروغِ بادۂ گلرنگ مے آید
برائے امتحان سینہ ام ناخن مزن ناصح — کجا بیرون صدا زین سازِ بے آہنگ می آید

برہمن صیقلِ دانش طلب تا دل شود روشن
کہ تا دم میزنی آئینہ زیرِ زنگ مے آید

۱۲۶

اگر تو جور کنی مہرِ تو ز جاں نہ رود — کہ عشق از دلِ عاشق بامتحاں نرود
بحفظِ رازِ محبت نخست این شرط است — کہ ہر چہ در دل افتادہ بر زباں نرود
درین خیال چو مو گشتم و ز شوق ہنوز — خیالِ موئے میانِ تو از میاں نرود
بہ پیچ و تابِ خمِ زلف میکشد سرِ یار — کدام دل کہ پئے یارِ دلستاں نہ رود

برہمن از تو سخن گفتن و ز عشق قبول
نگاہِ تربیتِ عشق رائیگاں نہ رود

۱۲۷ خودداری

چو در عشق رسد خواہشِ دوا نکنند — نظر بقاعدۂ نسخۂ شفا نکنند
دعائے اہلِ محبت ز مدعاست بروں — دعا کنند ولے یاد مدعا نکنند
بناز قاعدۂ دلبراں ہمیں باشد — کہ مے برند دلِ ما ز یادِ ما نکنند
چو سرو مردمِ آزاد پای در دستی — بزیرِ دستِ فلک پشت را دوتا نکنند

خودداری

ز روئے صدق برہمن قدم براہ بنہ
کہ رہروانِ رہِ عاشقی ریا نکنند

۱۲۸ خوبیٔ بیان

بدل خیالِ تو راہِ قرار مے بندد — بروئے صبر درِ اختیار مے بندد
دلم ز آہِ جگر سوز و نالۂ جانکاہ — خبر ز بیائی شبِ انتظار مے بندد
فروغِ صبحِ سعادت بود نصیبِ کسے — کہ تارِ چشم بہ شبہائے تار مے بندد
ہمیشہ در صدفِ دیدہ قطرۂ اشکم — بروز و شب گہرِ آبدار مے بندد

نصیحت

برہمن از روشِ روزگار آگہ نیست
کسی کہ دل بغمِ روزگار مے نبدد

۱۲۹

چشمِ تو تیغِ غمزہ چو بر یکدگر زند — از دل بروں نرفتہ میانِ جگر زند
آتش زند بخانۂ مردم بیک نگاہ — تیغِ کرشمہ را بتغافل اگر زند
عاشق زکارِ خویش ندارد دمی فراغ — دستے کز آستین بدر آرد بسر زند
آنکس کہ سیرِ چشم تہی دستی دعاست — اوّل درِ قبول بروئے اثر زند

فلسفہ

ہر کس زند بحبلِ عمل دست و برہمن
در روزِ حشر دست بدامانِ تر زند

۱۳۰

دلم اسیرِ غمِ مدعا نمے گردد — بکام طلبی آشنا نمے گردد
ز تارِ زلفِ تو دل یافت بے میانجی پود — رہینِ منتِ بادِ صبا نمے گردد
فریبِ شاہدِ مقصود مے برد دل را — بایں بلا دلِ ما مبتلا نمے گردد
کسیکہ لذتِ دردِ تو یافتہ میداند — کہ دردِ عشق بگردد دوا نمیگردد

باوجِ عشق برہمن نمے رسد ہرگز
کسیکہ سودۂ تر از نقشِ پا نمیگردد

۱۳۱

جہانیان بغمِ ہرزہ از جہاں رفتند — ندیدہ سود بصد حسرتِ زیاں رفتند
زبانِ صحبتِ احباب انکو دریاب — وگرنہ تازہ دو چشم از میان رفتند
تو سر کشیدہ بخوابِ غرور غافل ازاں — کہ پیش راہِ دراز است و ہمرہاں رفتند
ندیدہ ہیچ کسے راہِ مردمِ عالم — بسانِ مردمِ چشم از نظر نہاں رفتند

نرفتگان خبر از برہمن چہ میپرسی
بزیرِ خاک ازیں کہنہ خاکداں رفتند

۱۳۲

شود چگونہ دلِ من اسیرِ بستاں شاد — کہ میشود دلِ عاشق بچشمِ گریاں شاد

ہمہ اہل محبت بغم گرفتار اند — ندیدہ ہیچ کسے طفل ایں دبستان شاد
بود بچاک جگر لذتے کہ نتواں گفت — تو از ہوس شدہ بر چاک یک گریبان شاد
دلم ز بوئے گل روئے اوست عطر پذیر — چو عندلیب نہ ای بہ بوئے گل از گلستاں شاد

مذہبی فخر

برہمن از بت من ہر چہ ہست مرغوبست
بود ز زلف و رخش کفر شاد ایماں شاد

ع ۱۳۳

عاشق آنست کہ ز سر را ز قدم نشناسد — بندۂ عشق شود دیر و حرم نشناسد
اے خوش آں را ز محبت کہ چو آید بہ بیاض — صفحۂ کاغذ او را ز قلم نشناسد
ذرۂ حسن عمل باید و پیمان درست — ہیچکس قاعدۂ راہ عدم نشناسد
تابع گردش ایام بود ہر بد و نیک — رہرو راہ خرد شادی و غم نشناسد

میرود دم بدم از دست رہی عمر عزیز
برہمن ہیچ کسے رتبۂ دم نشناسد

ع ۱۳۴

عاقبت پیوند ہائے عمر از جا بگسلد — رشتۂ تدبیر کارے خویش دانا بگسلد
بادہ باشد مومیائی از برائے ہر شکست — گر نباشد مے درو پیوند مینا بگسلد
دل بزنجیر سر زلف بتاں پیوند یافت — جائے آں دارد کہ ایں شوریدہ از پا بگسلد
خوشہ بندد گر بماہ روئے او ز انسان عرق — کز خجالت بر فلک عقد ثریا بگسلد

برہمن نظارہ کمتر کن بروئے آں پری
ترسم از ہمہ پردہائے چشم بینا بگسلد

ع ۱۳۵
عاشقانہ

رہروان زاد رہ و راحلہ انداختہ اند — خار در دامن ہر آبلہ انداختہ اند
قابل صید نۂ ورنہ بہ ہر سو کہ روی — دانہ و دام دریں مرحلہ انداختہ اند
عاشق خستہ مگر نکند قصد نگاہ — کہ در اول نظر از حوصلہ انداختہ اند
شکر در مشرب عشاق نخستین قدم است — خویشتن را ز مقام گلہ انداختہ اند

تعقیب اسلامی

برہمن مرحلہ با بخموشی سطے شد
این چہ شور یست کہ در قافلہ افتادہ اند

۱۳۶ فلسفہ تشبیہ کامل

قدم دلیر منہ در رہِ بے بنیاد
کہ استقامت حسن مشکل است درین راہ
غبار راہِ تعلق بگردِ شان نرسد
سبک چو باد نسیم اند مردم آزاد
قدم شکستہ ولب بستہ رہ بمنزل برد
کہ در طریق محبت چنین بود ارشاد
فلک کند کجی اہلِ روزگار درست
کہ جملہ طفل ضعیفند و آسمان استاد

صفائی سینہ طلب برہمن کہ در رہِ عشق
روند بر اثر رہروان صاف نہاد

۱۳۷

سرو قدِ تو چو در صحنِ گلستان آمد
چشم نرگس بتماشائے تو حیران آمد
خونِ دل جوش زد از سینہ وز تنگی جا
آنچہ در دیدہ نگنجید بدامان آمد
دست ہر کس ز پئے شاخ امید است بلند
قسمت ماست کہ بر چاک گریبان آمد
خوئے تو شعلۂ مشتاق حسن ہوش نہادیم
بسرو برگ چنین پیش تو نتوان آمد

برہمن مائدۂ چرخ بود زہر آلود
ہمہ در کام ہمان گیر کہ مہمان آمد

۱۳۸ بے ثباتی

فکر بیہودۂ غمہای جہان نتوان کرد
خویش را در گرہِ سود و زیان نتوان کرد
بحر دنیاست در و سیل حوادث بسیار
تکیہ بر رہگذر آب روان نتوان کرد
صورتِ حال گواہ دلِ غمگین کافیست
شرح این راز بتقریر زبان نتوان کرد
رازِ عشق است کہ در سینہ نہان باید داشت (اخفائے راز)
با کسے مصلحت راز نہان نتوان کرد

برہمن چشمِ رہِ تسلیم سپردن نتوان
سعی در پردۂ تقدیر توان نتوان کرد

۱۳۹

هر چند سر زلف تو در دست صبا شد / شیرازهٔ مجموعهٔ جمعیت ما شد
ابروی سرافراز تو در کشور خوبی / خم ناشده چون ماه نو انگشت نما شد
کامی نگذاریم که از خود نه برآییم / ما را خرد عاقبت اندیش بلا شد
تا سلسلهٔ زلف تو آمد بخیالم / دل در پی من بود ندانم بکجا شد

یک گام برون نآمدم از خویش برهمن
طی ره این مرحله بی جنبش پا شد

غ ۱۴۰ — تدبیر و تقدیر

کسی به بزم محبت چو برگ و ساز کند / مگر بر آتش دل سینه را گداز کند
بنازم آن سر زلف سیاه را که شبی / چو در خیال من آید شبم دراز کند
ادیب عشق چو آموزگار ما گردد / نخست شرط محبت بحفظ راز کند
تهی ز نقد مراد من همیشه باشد دست / کسی که دیده بروی امید باز کند

برهمن از ره صورت بمعنی آرد رو
نظر بدست در آئینهٔ مجاز کند

غ ۱۴۱ — تازگی خیال

دلم بکوی محبت جریده می آید / ز شهر بند تعلق رمیده می آید
به پیش خاک درش عذر رفته خواهد خواست / سری که پیشتر از پا دویده می آید
هوای سجدهٔ آن آستان خیال دارم / که قد چو ابروست کنم خمیده می آید
بهیچ رنگ مرا دل بباغ صحبت نیست / که دل گرفته و دامان کشیده می آید

بدیگری نتوان کرد برهمن تکلیف
که طی راه محبت ز دیده می آید

غ ۱۴۲ — خوبی بیان

کسی که دل بخم تار زلف او پیچید / درین خیال چو مو گشت و موبمو پیچید
ز بیم تند مزاجی و گرم خوئی کیست / که آه در جگر و ناله در گلو پیچید
بدست تفرقه افتاد سر و پا دل / کسیکه پای بدامان آرزو پیچید

خیالِ زلف کہ در سینہ بود حیرانم — کہ صد سخن بزبان گاہ گفتگو پیچید

ہزار عرض برہمن شنید و در لطف
نزد بگوشۂ ابرو گرہ نہ رو پیچید

۱۴۳

ز تلخیہائے شیرین آنچہ بر فرہاد مے آید — اگر آہستہ گویم سنگ در فریاد مے آید

مرا افتاد کاری با جفا کیشی ستمگاری — کہ گر زو داد خواہم بر سر بیداد مے آید

چگونہ از پئے تعظیم بر خیزم کہ از گریہ — مرا پا در گل است و او چو سرو آزاد مے آید

دل از زلفش برون افتاد و شد در حلقۂ چشمش — نہ آید کار از دامے کہ از صیاد مے آید

برہمن بشاگردی نظر دارم قبولم کن
نظر بر ہر کہ افتد یادم از استاد مے آید

۱۴۴

نقاب برزدہ و بیحجاب مے آید — تو گوئی از در صبح آفتاب مے آید

نگشت بصفحۂ ایام خطِ روے ہرگز — کہ ہرچہ آید از و انتخاب مے آید

چو بر فروختی از بادہ چہرہ دانستم — کہ کار آتش سوزان ز آب مے آید

مرا ز سنبلِ زلفت چہ نسبتے باشد — ہمین قدر کہ ز من پیچ و تاب مے آید

ز کردہائے برہمن ہمیں رسائے ناصح
کہ گر حساب کنی بے حساب مے آید

۱۴۵

تا گشتۂ جدا غمت از من جدا نشد — خوابم بچشم و چشم بخواب آشنا نشد

یک ترک بس بود پئے انجام صد امید — آزادہ آنکہ در گرو مدعا نشد

نازم بسیر چشمئ ہمت کہ چشم من — ہرگز بروئے شاہد امید وا نشد

ہرگز بخاکِ پائے نگارے نمے رسد — آن سر کہ خاکسار تر از نقش پا نشد

شد برہمن شکنجہ کش جور آسمان

ہرگز برون ز گردش این آسیا نشد

۱۴۶

حدیث عشق بیان بہ کتابیان نرسد
بدل ہمیشہ بود ثبت و بزبان نرسد

تمام مغز بجوش آید از حرارت شوق
اگر خدنگ تو روزے باستخوان نرسد

غلام ہمت آزادگان سپے قدم
کہ گرد راہِ تعلق بگردشان نرسد

شوم بخون جگر شادمان دم زخم
کہ اہل حوصلہ را کار تا فغان نرسد

برہمن از ہمہ کس خوش نماست صاف دلی
ولے کسے بصفائے برہمنان نرسد

۱۴۷

علاج دردِ دل بیقرار نتوان کرد
تسلیش بنسیم بہار نتوان کرد

بود شکستہ دلان را بہم مناسبتے
قرار جز بسر زلف یار نتوان کرد

بود بہر سر عشق کار بے پایان
تمام عمر نشود صرف کار نتوان کرد

بخاک راہِ تو جز آب دیدہ نتوان ریخت
نثار غیر دُر آبدار نتوان کرد

برہمن از رہِ عشق احتراز مے باید
فرار تا بود اختیار نتوان کرد

۱۴۸

بتان کہ کسوت تمکین و ناز مے پوشند
بناز چشم ز اہل نیاز مے پوشند

شب فراق غریبان بکنج تنہائی
چو شمع پیرہن جانگداز مے پوشند

مباش رنجہ ز عصیان کہ دامن تر را
بآب دیدہ چو شستند باز مے پوشند

چو غنچہ خون جگر مے خورند اہل نشاط
باین روش نہ ببین پردہ راز مے پوشند

زکم مرنج برہمن کہ در طریق رضا
شکست چشم دل از برگ و ساز می پوشند

۱۴۹

چہ برد آن کس کہ نزد دوست جان برد
چہ ارزد جان کہ پیش او توان برد

زلف و روئے او دل شد گرفتار
ولیکن غمزۂ او از میان برد

کمندِ زلف اچنین مدہ پیچ — دلِ عاشق بسوے بیستواں برد
سہی سروش چو برمن سایہ افگند — سرم را از زمین بر آسماں برد

نگوید کسے رازِ نہاں را
برہمن ہمراو در دل نہاں برد

۱۵۰

بجوانم دست عشق او گریباں گیر میگردد — بپائے دل خیالِ زلف او زنجیر میگردد
چو باشد کارہا در پردہ تقدیر چوں دانا — پئے آرایشِ دکانِ تدبیر میگردد
کند عہدِ جوانی نوبہارِ عمر را تازہ — بشاخِ خشک ماند آدمی چوں پیر میگردد
بلانوشاں حذر کمتر کنند از ہر چہ پیش آید — کہ خوں اندر مذاقِ تلخ کاماں شیر میگردد

بلند حوصلگی

برہمن با صفائے دل نگردد کام دل حاصل
دعا گر صدقِ باطن نیست بے تاثیر میگردد

صفائی قلب

۱۵۱

کساں کہ صورتِ معنی ز حال مے یابند — فروغِ آئینہ در سفال مے یابند
زباں خوش است ز اظہارِ مدعا بستن — دراں مقام کہ بیش از سوال مے یابند
بآبِ دیدہ بشستم ہزار بار و ہنوز — جبینِ ما عرقِ انفعال مے یابند
فغاں کہ گوش ندارند رہرواں ورنہ — ز ہر طرف ز جرس گوشمال مے یابند

چہ لاف حال زنی برہمن کہ اہلِ کمال
کمالِ حال کساں از کمال مے یابند

۱۵۲

کسیکہ خونِ جگر ہمچو غنچہ نوش کند — کشیدہ سر بگریباں زباں خموش کند
رہن بادہ تواں کرد خرقۂ سالوس — کہ با تو خوب کند آنچہ مے فروش کند
تو مرد بادہ نۂ ورنہ ہر چہ ساقی داد — اگر لطافتِ تو گنجید کارِ ہوش کند
نہ دیدہ ضبط تواند نمود نہ دامن — ستم کہ خونِ دل و آبِ دیدہ جوش کند

برہمن از سرِ اخلاص در رہِ تسلیم

همیشه تماشئه بندگی بدوش کنند

۵۳ — [illegible]

این عمرِ تیز رو بتمنّا تمام شد / در آرزوی حلِ معمّا تمام شد

عالم تمام گشت و نشد علمِ او تمام / حرفی نگفت و صحبتِ دانا تمام شد

بر ساحلِ امید ز لب تشنگی بسوخت / لب تر نکرد عاشق و دریا تمام شد

شاد آن کسی که نوبتِ خود را تمام کرد / زان پیشتر که بادهٔ مینا تمام شد

آن مستیِ که پیشِ نظر بود برهمن / زان یک ادای غمزه بایما تمام شد — *تازگی خیال*

۵۴

گلهٔ دارم ازین نازِ که با گلشن نمی‌سازد / چه سازم با کسی کو لحظهٔ با من نمی‌سازد

حرامش باد لافِ امتحانِ طرزِ یکرنگی / کسی کو بیگمان چون دست با دشمن نمی‌سازد

نگنجد در میانِ دیده طفلِ اشکِ من هرگز / چو نقشِ پا زمین افتاده با دامن نمی‌سازد

قرارِ عاشقِ مسکین بود در اضطرابِ دل / باین شوریده هرگز وادیِ ایمن نمی‌سازد — *عاشقانه*

برهمن هر که بوی یافت از مغزِ دلِ دانا / بسنگِ خاره سازد لیک با کودن نمی‌سازد — *جهالت*

۵۵ — *رعایت لفظی*

دلِ صاحبدلان آئینهٔ معنی نما باشد / دران آئینه پیدا صفحهٔ هر مدعا باشد

نشانِ رهروِ راهِ محبت کس نمی‌یابد / سرِ افتادگان در زیرِ پا چون نقشِ پا باشد

غبارِ کوی او بیهوده تا کی می‌برد هر سو / اگر آرد صبا در چشمِ عاشق توتیا باشد

بغفلت زیرِ گردشهای گردون آدمی گردد / بآئینه که غافل دانه زیرِ آسیا باشد

خیالِ غیرِ او در دل نگنجد برهمن را / شود بیگانه از خود هر که با او آشنا باشد — *مذهبی*

۵۶

پریشان کاکلش جمعیتِ دلهای ما باشد / پریشانی بهر جایی که باشد جای ما باشد

قدم زاندازه بیرون از پیِ مطلب کجا افتد / که دامانِ تحمّل آشنای پای ما باشد

جمال از پرده روشن تر نماید مرد عارف را
نظر امروز باید داشتن بر حال فردا را

غبارش توتیای دیدهٔ بینای ما باشد
غم امروز تخم مزرع فردای ما باشد

برهمن شعر بزم آرای ما باشد مشتهر زانسان
که هر جا در میان آید سخن غوغای ما باشد
فخریه

۱۵۱

سودازدهٔ عشق بسامان ننشیند
پوشیده بود صورت حال از نظر او
بر روی زمین باید از آن گوشه نشستن
تا سلسلهٔ زلف تو در دست صبا شد

خو کردهٔ در دِ تو بدرمان ننشیند
که مرد و سر بگریبان ننشیند
گر خاست نشست گرد بدامان ننشیند
هرگز دل آشفته بسامان ننشیند

زان گونه توان زیست برهمن که غباری
بر آینهٔ خاطر مهمان ننشیند
نصیحت

۱۵۲

مرا کباب کند چون بچشم آب دهد
مراست کار بشوخی که در شب هجران
تبسمش شکر افشان شود بجانب غیر
کجا دریغ کند نیم نان ز من چون هلال

دلم ز تاب برد چون ز زلف تاب دهد
خیال خویش بچشم بجای خواب دهد
ولی نمک بدل خسته و کباب دهد
کسی که قرص تمامی بآفتاب دهد

بروز حشر گر از برهمن سوال کنند
ز علم بی عمل خویشتن جواب دهد

۱۸۹
[illegible]

گر شاخ محبت ثمری داشته باشد
دل در بر من نیست ندانم بکجا رفت
سرمایهٔ ما نیست بغیر از رم تسلیم
طوفان بلا از در و دیوار بر آید

نخل دل من نیز بری داشته باشد (یا بن امید)
شاید که ز جایی خبری داشته باشد
کو راه محبت خطری داشته باشد
گر گریهٔ عاشق اثری داشته باشد (از تسلیم و رضا)

در معرکهٔ عشق در آید چو برهمن
بلندحوصلگی

هر کس که بمیدان جگرے داشته باشد

ز جام بادهٔ چو از خانهٔ یار مست بر آید — از کعبه شیخ وز بتخانه بت پرست بر آید

۱۶۲ ب
حقائق و معارف

بنیم جرعه شود امتحان هر بد و نیکی — چو کار با مهک افتاد هر چه هست بر آید

دلم فتاده در آن زلفِ پر شکن غلط — دو جا شکست خورد تا ز یک شکست بر آید

نثارِ راهِ تو کردم که پا بدیده گذاری — بزیر پائے تو افتم اگر ز دست بر آید

اگر گوار و گر ناگوار در کار است
برہمن آنچه ز خُم خانهٔ الست بر آید

چوں برخسار او نقاب افتاد — ابر بر روئے آفتاب افتاد

ع ۱۶۱

تا کشادند بر رخم درِ فیض — هر چه گفتیم مستجاب افتاد

شحنهٔ عشق چوں صلا در داد — عقل در معرضِ عتاب افتاد

کے بر آید بروں ازیں گرداب — دل دریں بحر چوں حباب افتاد

چوں ز انعامِ او ندا دادند — قلم از دفترِ حساب افتاد

حسن بے پرده آشکارا بود — از کجا درمیان حجاب افتاد

دلم از تاب رفت و شد بیتاب — چوں سرِ زلف او بتاب افتاد

از گلِ روئے او عرق بچکید — از دو چشمِ ترم گلاب افتاد

برہمن هر که در وجود آمد
نقشِ امیدِ او بر آب افتاد

مے بده ساقی که دل را شست و شوئے میدهد — درمیانِ بزمِ رندان آبروئے میدهد

۱۶۳ ے

بر درِ میخانه جا کردم که پیرِ مے فروش — هر کرا اینجا سر فرود آرد سبوئے میدهد

هر چه از اسبابِ جمعیت فراهم میکند — هر که شد وابستهٔ زلفش بموئے میدهد

عطرِ روح افزائے عشقست ایں بہین یا نہاں — گر میانِ پرده بگذارند بوئے میدهد

میکشد بر روئے گل فریاد بلبل در چمن
برہمن را رخصت بر گفتگوئے میدہد

بیا بیا کہ مرا بے تو غم بجان آورد	۱۶۳	بیا کہ بے تو نفس بر نمی تواں آورد
دلم چو خواست بجمعیت آشنا گردد	عاشقانہ	صبا حکایتِ زلفِ تو درمیاں آورد
اگر خموش نشینم بہ خویش معذورم		نمیتواں سخنِ عشق بر زباں آورد
ہزار جانِ گرامی دریغ نتواں داشت		چو عشق رشتۂ بدلہائے ناتواں آورد

بریخت اشک چناں برہمن ز دیدۂ تر
کہ آبِ تازہ بروئے برہمناں آورد

ہندو مذہب کی بحالی

مگر ز شیشہ ساقی آبِ آتشناک میریزد	۱۶۴	کہ میسوزد دلم گر جرعۂ بر خاک میریزد
سے دانم ز گوہر چہ جمعیت حاصل از نیسان را	نازکی خیال	کہ جوہر میشود گر قطرۂ نمناک میریزد
بہنگامِ تبسم لعلِ شیریں پر شکر بارش	خوبی بیان	نمک بر ریش زخم سینۂ صد چاک میریزد
ندارد ہیچ باک از تہمت آلودہ دامانے	دردِ دارا	کہ خونِ بیگناہاں بر زمیں بیباک میریزد

ز جوشِ کینۂ صافی منشو مانع برہمن را
کہ بر روئے غبار آلودہ آبِ پاک میریزد

پابداماں زدہ و سر بگریباں باید	۱۶۵ فلسفہ	فکرِ جمعیت دلہائے پریشاں باید
گو بیا دامنم از لختِ جگر بین گلریز		سیرِ گلگشت گل و سیرِ گلستاں باید
در بہارے کہ خزاں ہست و گریباں پاشد		لبِ خنداں چکند دیدۂ گریاں باید
دجمعیتِ دلِ طفلانِ مزاجے دارد		کہ ز لختِ جگرش زینتِ مژگاں باید

برہمن مرد بجز درد بجائے نرسد
لذتِ درد بہ از لذتِ درماں باید

غنیمت اگر دلم ہمنشیں تواند بود	۱۶۶	مرا وسیلۂ شادی ہمیں تواند بود

اگر بدامن او دست کس رسد بجال / کدام دست که در آستین تواند بود
چه آتشی که نخواهد زدن بخرمن دل / همیشه خوی تو گر این چنین تواند بود
حقایق و معارف
متاع عالم آسودگی بعالم نیست / مگر نهفته بزیر زمین تواند بود
حقایق و معارف

برهمن از اثر غمزه اش مکن باور
که تا سیه در جگر آهنین تواند بود

۱۶۷

کسی ز حال پریشان ما خبر دارد / که همچو باد صبا کار با سحر دارد
ودایع منت پیر مغان نماند مرا / که جام خون جگر لذت دگر دارد
درد دارا
بخون دیده و لخت جگر شوم خرسند / که شاخ و برگ محبت همین ثمر دارد
نظر بغیر اگر افگند ز بی بصریست / کسی که جلوه حسن تو در نظر دارد

بجای خواب برهمن بدیده خار نهد
که عجز نیم شبی حالت دگر دارد

درد دارا

۱۶۸

چو آفتاب رخت بی نقابی باید / ترا ز غیر نه از من حجابی باید
در آن دیار که هر صبح خون کنند بجام / جبین شگفته تر از آفتابی باید
ز فیض عشق مرا ذره محبت بس / ز دفتر سخن انتخابی باید
بر آتشین نفس خویش گرم دارم جا / که گفته دل عاشق کبابی باید

برهمن آنچه بچشم آید ملاحظه کن
که نقش قدرت نه فال کتابی باید

حقایق و معارف

۱۶۹

کند گر خنده زیر لب نهان صد غنچه خون گردد / ندانم کز نگاه آشکارا حال چون گردد
گذارد مرهمی بر ریش من ناصح نمیداند / که از دارشفای نافع درد مشتاقان فزون گردد
درین وادی هزاران عقل و اندیشه میباید / که باشد تا کسی شایسته بزم جنون گردد
نظر بر نقش پای رهروان راه میبینم / که شاید رفته رفته نقش پا پیشه رهنمون گردد
حقایق و معارف

شراب عشق در جوش است آمار می باید
برہمن کے حریف این مئے مرد آزمون گردد

۱۷۰

وفائے عہد تو از بوالہوس نمے آید — کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمے آید
ز صور صبح قیامت مگر شود بیدار — بگوش ہر کہ صدائے جرس نمے آید
ز مرغ روح گرامی خبر دریغ مدار — کہ چون رمیدہ شود در قفس نمے آید
نخست شرط ثبات طریق عشق این است — کہ پا چو پیش نہد باز پس نمے آید

برہ گذار تسلیم برہمن بسیار
ز رفتگان خبر از ہیچ کس نمے آید

۱۷۱ حقائق و معارف

خواہم از سلسلۂ زلف بتان تارے چند — کہ بہم تابم و ہم رشتۂ زنارے چند
زلف بکشا کہ بود در خم ہر رشتۂ آن — خط آزادی دلہائے گرفتارے چند
نرگس مست تو در بزم حریفان بنگاہ — دارد از بیخودی آوردہ ہشیارے چند
کرد از بحر خطر رشکسار عبور — بر سر راہ فرو ماندہ گرانبارے چند

برہمن باز دل ما بنگاہے بردند
دلبری لب شکری چند دل آزارے چند

۱۷۲

بدہ ساقی مئے گلگون کہ رنگ دیگر داند — دماغ رفتہ را سوئے نشاط از بو بگرداند
ہلال ابروئے دارم کہ از بیم نگاہ او — نگردد آسمان گر گوشۂ ابرو بگرداند
نظر بر نقش مطلب راست باید مرد عارف را — نہ بیند راست اگر آئینہ زانو بگرداند
بمژگان پیش راہ گریہ مے بندد از آن چشمم — کہ شاید باز آب رفتہ را در جو بگرداند

برہمن ہر سر مو رشتۂ زنار گرد آخر
نشاید رشتۂ زنار اگر یک مو بگرداند

حقائق و معارف

۱۷۳

چو سرو قد تو مست خرام خواہد شد — قیامتے کہ شنیدی قیام خواہد شد

(نصیحت)

بسکه بیهوده غافلم و عمر دراز / که این معامله روزی تمام خواهد شد

بجلوهٔ سحر و فیضِ شام غره مشو / که چشم تا زده صبح و شام خواهد شد

سرِ نیاز فرو کن بخاکساریِ عشق / همین قدر سببِ احترام خواهد شد

دران دیار که خوبان بجلوه برخیزند
بیک نگاهِ برهمن غلام خواهد شد

۱۷۴

هرچند یار در پیِ جور و جفا رود / عاشق همیشه در رهِ مهر و وفا رود

در جرعهٔ نخست که آید ز جامِ عشق / اول ز یادِ اهلِ خرد مدعا رود

چشمی که شد بخاکِ درِ دوست اشکریز / خاکش فشان اگر ز پیِ توتیا رود

چون سروِ قامتِ تو کند جلوه در چمن / سروی که پا بگل بود اول ز جا رود

از نیک و بد مرنج برهمن که در جهان
دانا کسی که در پیِ اهلِ صفا رود

۱۷۵

(حقائق)
اگر آئی بشهرِ عشق سامانی دگر باید / ز بیرنگی میانِ کفر و ایمانی دگر باید

(تشبیهِ کامل)
مرا هر لحظه باید مشقِ چاکِ تازه کردن / چو ماهِ نو مرا هر شب گریبانی دگر باید

(قناعت)
براهِ آرزو کامِ دلم هرگز نشد حاصل / ز اسبابِ قناعت خاطرِ آسانی دگر باید

که می داند علاجِ دردمندانِ محبت را / بدردِ عشق تدبیرِ دگر درمانی دگر باید

برهمن دامنِ آلوده ام شد قابلِ شستن
نه بهرِ شست و شوئیش چشمِ گریانی دگر باید

۱۷۶

به بیماریِ محبت ذره دردی دگر باید / چو آهِ گرم کم گردد دمِ سردی دگر باید

بآرایش توان صد چهرهٔ زرد ارغوان کردن / در آئینِ محبت چهرهٔ زردی دگر باید

ز صحرای محبت میرسی اما تماشا کو / بسیمای تو اندازهٔ طلب گردی دگر باید

کجا نسبت بود با اہل معنی اہل صورت را		پئے تحصیل معنی جوہر فردے دگر باید	

نباشد در طریق عشق رفتن کار ہر مردے
رہ مرد آزما را برہمن مردے دگر باید

بروئے اہل معنے قطرۂ آبے دگر باید	۱۷۷	بچشم آشنا نشأ خوابے دگر باید
بزلفش کے توانم داد نسبت جعد سنبل را		کہ اینجا پیچ دیگر باید و تابے دگر باید
بیک شب با تو نتواں گفت حال رنج ہجراں را		شب دیگر بود در کار و مہتابے دگر باید
اگر صد بار خواہم بر دلم یکبار بکشاید		پئے تعظیم ارباب طلب بابے دگر باید

مے ظاہر زنادانی بشورانگند نادان را
برہمن مرد دانا را مے نابے دگر باید

شراب برہمن

بروئے بیدلاں آرایش و رنگے دگر باید	۱۷۸ حقائق	بگوش اہل معنی صوت و آہنگے دگر باید
نمے گنجد ز وسعت در دو عالم یکدل عاشق	"	جہان تنگ را سیر دل تنگے دگر باید
کتاب معرفت از عالم دانش بود بیرون	"	پئے ادراک آں در سینہ فرہنگے دگر باید
بمجنوں کے تواں نسبت نمودن اہل دانش را	"	کہ ناموسے دگر می باید و ننگے دگر باید

برہمن راہ عشقت آں نگرد و طے بصد منزل
اگر فرسنگہا طے گشت فرسنگے دگر باید

حقائق

دل عاشق رمیدہ میباید	۱۷۹ دررد دارا	وز دو عالم کشیدہ مے باید
بار عالم بفگن از سر دوش	"	مرد دانا جریدہ میباید
شستم از گریہ و سفید نشد	"	دفتر دل دریدہ میباید
بو کہ افتد غبار داماںش	"	فرش ایں راہ دیدہ میباید

برہمن اضطراب لائق نیست
آدمی آرمیدہ مے باید

دررد دارا

عـ ۱۸۰

کوی عشق است این که پای عقل در خون میرود — راهبر اهل خرد تنگ است مجنون میرود

درمیان چار دیوار قفس مرغ نفس — حیرتی دارم که چون می آید و چون میرود

وسعت معمورهٔ عالم دو گامی بیش نیست — هرکه می آید درون نارفته بیرون میرود

حاصل عمر گرامی جمله خواب غفلت است — هرچه با افسانه می آید با فسون میرود

برهمن ناخوانده میداند که طرز ناصحیست
مرد دانا از پئ ادراک مضمون میرود

یک نکته بس

عـ ۱۸۱ — درد دارا

دل من داغ از آن لاله عذاری دارد — وز گل داغ درین باغ بهاری دارد

نرگس مست تو پیمانهٔ لبریز آورد — بهر آنکس که ز نه حسرت عمر خماری دارد

دل شوریدهٔ ما را نتوان باز آورد — که میان شکن زلف قراری دارد

شیشه و صاف اگر است که نیست تیره — هرکه چو آئینه سینه غباری دارد

برهمن راهوس با گل نبود چون بلبل
در شب هجر بستر و سر خاری دارد

درد دارا

عـ ۱۸۲

در دل من آرزوی صحبت دیرینه ماند — این گره در خاطر و این آرزو در سینه ماند

مرد عارف خوش بآزادی و استغنا گذشت — زاهد ما زیر بار خرقه پشمینه ماند

زنگ غم بر خاطر صافی دلان را کی رسد — در غلاف سینه دل محفوظ چون آئینه ماند

دشمنان را دوست میدارم چه یاد دوستان — آن قدر رشک محبت شد که دل از کینه ماند

برهمن هرگز کسی از حال ما آگه نشد
این گهر در کان نهان چون گنج در گنجینه ماند

عـ ۱۸۳

ز مستی چشم او غیر از فسون سازی نمیداند — نهال قامتش جز جلوه پردازی نمیداند

به نرگس چشم او با باغبان سنجید در گلشن — ولی نرگس به چشم شوخ طنازی نمیداند

ز آب دیده رای سینه روشن میتو میکردم — ولیکن طفل اشکم طرز غمازی نمیداند

دریں پیرانہ سر با نوجوانی صحبتے دارم　　کہ فکر مصلحت کیشاں بجز بازی نمیدانم

برہمن از لب ہندی نژاداں نکتہ می سنجد
زبان پارسی و ترکی و تازی نمیداند

۱۸۴

نفس ز سینۂ ما آتشیں بروں آید　　شرار از دل عاشق چنیں بروں آید
چو حلقہ حلقہ کند زلف عنبر افشاں را　　چہ فتنہا کہ ز کنج کمیں بروں آید
چنیں ز بادہ رخ آتشیں برافروزد　　کہ آہ از جگر آہنیں بروں آید
چسان بگو نہ گریۂ خونیں نہاں تواں کردن　　کہ ریزد از مژہ و از آستیں بروں آید

نگاہ لطف سوئے برہمن تواں کردن
کہ غم ز خاطر اندوہگیں بروں آید

۱۸۵

لب او نسخۂ اعجاز مسیحا باشد　　زلف او سلسلۂ گردن دلہا باشد
پا بداماں کشم و سر بگریباں آرم　　گر مرا ہر دو جہاں میل تماشا باشد
گذر انداخت مرا عشق بہ برزنے کہ درد　　ہمچو گل بشگفد از آبلۂ پا باشد
تا دریں بزم بصد دست نثار آرد پیش　　آسماں بگسلد از عقد ثریا باشد
پادشاہا ملکا دادگرا دیں دارا　　در جہاں باش جہاں دار جہاں تا باشد
شرف داغ غلامیٔ تو از سرے نرود　　ماہ چوں ماہی اگر در تہ دریا باشد

فیض مے بارد ازیں بزم برہمن کہ ز شوق
ز تبسم ہر سر مو ناطق و گویا باشد

۱۸۶

بیا کہ شوق باندازۂ کمال رسید　　شمار وعدۂ دیریں بماہ و سال رسید
نظر بہ بینش کم روزگار کے بندم　　مرا کہ حال بسر حد اعتدال رسید
جہاں بچشم حقیقت بخواب مے ماند　　بخواب رفت بسر تا کہ در خیال رسید
فروغ عشق دل تیرہ را منور ساخت　　صفائی آئینہ بر روئے این صقال رسید

بخواب تا نرود چشم رہروان سحر　　مگر صدائے جرس ہم بگوشمال رسید

چگونہ خاصیت عشق از نہاں دارم　　کہ این معاملہ از قال تا بحال رسید

شگفتہ تر ز گل تازہ ساخت غنچہ طبع　　ہر آن نسیم کہ از جانب شمال رسید

غبار معصیت از چہرہ میتوان شستن　　کہ اشک توبہ پئے عذر انفعال رسید

ز ہوش برد مرا برہمن وقت سحر　　بگوش نالہ مرغ شکستہ بال رسید

حسرت اشعار شمار کریں

۱۸۷

شعلۂ شوق تو چوں گرمی بازار شود　　اندک اندک بمیان آید و بسیار شود

صبح محشر مگر از پردہ برآید بیروں　　ورنہ زیں خواب گراں کیست کہ بیدار شود

میرود قافلۂ عمر گرامی بشتاب　　راہرو ماندہ شود تا کہ خبردار شود

فرق در ما و تو تا ما و تو ہستیم بس است　　آخر این پست و بلند ہمہ ہموار شود

برہمن زلف بتاں رست نگردد ہرگز　　گر ترا ہر سر مو رشتۂ زنار شود

جہالت کی مذمت

۱۸۸

بیا کہ بیتو دلم رنج بے حساب کشید　　بیا کہ کار دل از غم باضطراب کشید

چگونہ راز محبت نہاں توانم داشت　　کہ آہ سینۂ من سر بآفتاب کشید

کسی کہ از مدد گریہ خواست وصل ترا　　[illegible] بیہدہ خطّے بروئے آب کشید

تہی است نسخۂ عالم ز حرف مہر و وفا　　زمانہ جزو محبت ازیں کتاب کشید

خمار عاشق مسکیں ز بادۂ دگر است　　کہ خون دیدہ بجائے شراب ناب کشید

بداغ تشنہ لبی ماند بر کنارۂ یاس　　کسیکہ زورق امید بر سراب کشید

چگونہ خواب کند برہمن کہ در شب تار　　بجائے ہر مژہ خارے بروئے خواب کشید

۱۸۹

عقل را در رہ وے پائے بداماں باشد　　فکر را در طلبش سر بگریباں باشد

قوّتِ بازوئے ہمّت طلب اندر رہِ عشق — راہِ ہر مور نہ در بزمِ سلیمان باشد
نقشِ مقصود شود در نظرش جلوہ نما — ہر کرا آئینہ از چاکِ گریبان باشد
می‌خورد تیغ لبِ زخم و تبسم می‌خندد — خندہ بر دیدہ کہ از دردِ تو گریان باشد
فرق یک گام در اینجا و عدم پیدا نیست — طے این راہ بیک جنبشِ مژگان باشد
بیش و کم در نظرِ پست کند کوتہ بینی — ورنہ ہر چیز بانداز ز نقصان باشد
تفاوت منگر بیہدہ در دشمن و دوست — برہمن ہر چہ بخاک آمدہ یکسان باشد

تفرقہ مذہب ناجائز ہے

۱۹۱

مرا ہمیشہ بدل غیرتِ صبا باشد — کہ آشنا بسرِ زلفِ او چرا باشد
کند ز پردہ تماشائے کارنامۂ حسن — اگر کسی بحجابِ تو آشنا باشد
بچشم ہر کہ رسد نورِ دیگر افزاید — غبارِ کوئے تو ہمرنگِ توتیا باشد
تو در طریقِ محبت کج آمدی صد بار — وگرنہ راستیٔ راہ رہنما باشد
بجرمِ رفتہ اگر عذر خواستی سہل است — بعذرِ رفتہ خطا گر کنی خطا باشد
نہ جنسِ علم بدست آمد نہ نقدِ عمل — اثر کجا بہ تہی دستیٔ دعا باشد
برہمن ار نہ کند یاد مدعا چہ عجب — کہ مدعا ہمہ در ترکِ مدعا باشد

۱۹۲

وگر ز عمرِ گرامی حساب خواہم کرد — ز ارتکابِ خطا اجتناب خواہم کرد
ز بس کہ مشقِ گنہ می‌کنم سر آسا ہم — کہ رفتہ رفتہ ز جزوئے کتاب خواہم کرد
مرا محاسبۂ حالِ خویش در نظر است — وگر ز خویش بخود احتساب خواہم کرد
چہ شد کہ عمرِ گرامی بہ دیر و زود گذشت — اگر تو بہ در آیم شتاب خواہم کرد
بجز سرشکِ طلب سدِّ راہ نگشاید — بگریۂ سحری فتحِ باب خواہم کرد
گرفتہ پیرِ مغان جامِ مے بکیفیت — کہ اینقدر ز جہان انتخاب خواہم کرد

[illegible] دیدار

بسینه آتش دیرینه تازه می‌سازد
وگرنه یاد ز عهد شباب خواهم کرد

وگر بوادی دوری زمانه افتادم
فغان ز تشنه لبی بر سراب خواهم کرد

ز بی‌ثباتی قصر زمانه دانستم
که نقش بیهده بر روی آب خواهم کرد

چه فتنه‌ها که نه آید بدیدهٔ بیدار
وگر به بستر آرام خواب خواهم کرد

مرا حجاب سحر و آفتاب را چه حجاب
تو بی حجاب درآ من حجاب خواهم کرد

ز گرمی نگه آفتاب دانستم
که آب دیده چو در خوشاب خواهم کرد

صلای عیش باهل نشاط خواهم داد
سیخی که سینهٔ خود را کباب خواهم کرد

برهمن از گناهان من زمین پسند
بگریه بر در رحمت جواب خواهم کرد

ع۱۹۲

تا ز کویش صبا نمی‌آید
دل عاشق بجا نمی‌آید

ناشناسای حال خود گشتیم
کار دیگر ز ما نمی‌آید

آید از خاک کوی دوست بچشم
آنچه از توتیا نمی‌آید

گر بمعشوقه مرا در سم
یا دم از مدعا نمی‌آید

دیده در راه عشق باید شود
طی این ره ز پا نمی‌آید

ای خطاپوش ما ز ما بگذر
که ز ما جز خطا نمی‌آید

از برهمن مخواه کار دگر
که ازو جز دعا نمی‌آید

ع۱۹۳

کسی ز بیکسی ما بحال ما نرسد
کسی بحال غریبان بینوا نرسد

مراست دست طلب پست دامن تو بلند
ز کوتهی‌ست که دستم بمدعا نرسد

جبین شوق براه تو سوده می‌آیم
که طی بمرحلهٔ عاشقی بپا نرسد

غبار کوی تو کحل الجواهر بصر است
علاج دیدهٔ عاشق بتوتیا نرسد

بود چہ حالِ دلِ خستۂ برہمن را[۱]
ز کارخانۂ لطفِ تو گر دوا نرسد

۱۹۴

لعلِ[۲] شیرینش کہ با ما تلخ کارے مانمود
نقشِ دنیا در نظر سرِ خواب است لیک
با نسیمِ صبح گاہے خندۂ گل مے کند
من گوارا ساختم شیریں ترا ز جانِ عزیز

شد نمک ریز ادائے شکریں با ما نمود
کے بہ بیناداں مے نماید آنچہ بر دانا نمود
در سحر گہ آنچہ با ما گریۂ مینا نمود
آنچہ با من تلخئے آں لعلِ شکر خا نمود

مے تواند گوہرِ مقصود دادن برہمن
دیدۂ ما آنکہ بہرِ مصلحت، دریا نمود

۱۹۵

دیدہ را جز برُخِ خوبِ تو وا نتواں کرد
پئے تعظیم قدو ناز تو اے سرو دِلا
دلِ آشفتہ دلاں در خمِ زلفش خوش شد
پائے ہر کس کہ بود منتِ او بر سرِ ماست

چشم یک چشم زدن از تو جدا نتواں کرد
چہ تواں کرد اگر پشتِ دوتا نتواں کرد
بعد ازیں ہمرہے بادِ صبا نتواں کرد
خویش را گر بتواں کم ز گیا نتواں کرد

برہمن ہر چہ خدا خواست بہ کامش آمد شد
نسبتِ ہر چہ بود غیرِ خدا نتواں کرد

حقائق و معارف

---

[۱] نواب سعد اللہ خان کی ایک رقعہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔ "غزلے کہ بحکمِ شوقِ صحبتِ عالی، باوجود اینکہ دماغِ سخن نداشت، بدیہہ گفتہ فرستادہ امید کہ باصلاحِ حضارِ مجلسِ سامی درآید" بہار

[۲] حضرت عبد الرحیم صاحب بسمل کراچی یہ غزل ملاحظہ فرماتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس غزل کی نسبت برہمن استدعا فرماتے ہیں:۔ "غزلیکہ بتازگی طرح شدہ بود، مرقوم قلمِ شکستہ رقم گشت"۔۔۔۔۔۔ "بمطالعۂ اربابِ سخن درآوردہ استدعائے اصلاح نمائید"

ردیف ذال معجمه

۱۹۶

صبا میار از آں یار در نظر کاغذ ‌ ‌ که بی رخش جگرم میزند شرر کاغذ
کدام لب شکری دست کرد حیرانم ‌ ‌ که تازه مشت نمک ریخت بر جگر کاغذ
شب فراق بود عاشق ستمکش را ‌ ‌ ز خون دیده سیاهی ز چشم تر کاغذ
شرار در جگرم زد چنانچه کرد کباب ‌ ‌ بحیرتم که چه پیچیده بود در کاغذ
ز گریه چشم برهمن سیاه گشت و سفید ‌ ‌ که داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

۱۹۷

چگونه از تو شود خاطرم شکیب پذیر ‌ ‌ که دست عشق تو شد در دلم گریبانگیر
صبا ز سنبل زلف تو بهره‌ور نبرد ‌ ‌ که کرد معجز حسن تو باد را زنجیر
کرا مجال سخن پیش روی دست نگر ‌ ‌ ز حال خود به زبان نگه کنم تقریر
ز جیب صبح چو خورشید سر بر آرم ‌ ‌ اگر به یاد سر زلف او کنم شبگیر
اثر سنگ کند برهمن در دل او ‌ ‌ خموش کرد مرا نالهای بی تاثیر

[illegible]

۱۹۸

نهی بدام هوس گشته همچو مرغ اسیر ‌ ‌ بفکر خام فرو مانده در تسلسل و کشیر
کجا بعالم تقدیر بی توانی برد ‌ ‌ که مانده به غلط در شکنجه تدبیر
فلک ز کیسه عمر تو نقد برد و هنوز ‌ ‌ (۴) ‌ ‌ چو طفل ناز کنی در کنار عالم پیر
ز سر برهنه نشین ادب کلاه غرور ‌ ‌ (۳) ‌ ‌ دل شکسته بدست آر و دست خسته بگیر
باهل جرم چو فرموده که عذر کنند ‌ ‌ ز روی لطف و کرم عذر برهمن بپذیر

۱۹۹

شبی دارم بزلف او گرفتار ‌ ‌ که دارد با گرفتاری سر و کار

بغفلت مردِ نادان در فریب است
ز ناہمواریِ دنیا گذر کن
نمک بر زخم دل ریشان که بستی
دلِ آزادگان کے رفتے از دست
شگفتن غنچہائے بلبلان دہ
ہمے بندی نظر بر خرمنِ گل تو
با زاری سرمو رسے منہ پائے
زمانے گوش کن بر قولِ سعدی
بدست آوردنِ دنیا ہنر نیست

[illegible]
(سعدی)

بدنیا دل نہ بندد مردِ ہوشیار
کہ آسان بگذراند مردِ ہموار
نبودی لعلِ خوبان گر شکربار
نبودی اگر آن طرّہ طرار
پس آنکہ سیر کن در صحنِ گلزار
کہ گل در دیدۂ بینا بود خار
کسے را یکسرِ موئے نیازار
چہ سعدی بلبلِ فرخندہ منقار
یکے را گر توانی دل بدست آر

برہمن ہر کہ دارد دست در کار
دلش باید کہ باشد سوئے دلدار

۲۶۷
عجز و نیاز

ز روئے عجز بنہ بر زمین جبینِ نیاز
کہ ما شکستہ دلانیم و او شکستہ نواز
چو اشک پردہ درِ حال راز دار انست
بروئے او نتوان کرد و دیدہ محرمِ راز
فروغ سینہ ز تاریک خاطر آن مطلب
کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز
خوش آن گروہ کہ خم کردہ قامتِ دل را
بسوئے قبلۂ آن روی میکنند نماز

برہمن از سرِ زلفِ تو بُرد یکسرِ موئے
بس است یکسرِ موئے تو بہرِ عمرِ دراز

حقائق و معارف

۲۰۱

دیدہ ام شد خشک و طوفان در کمین دارم ہنوز
موج دریا در شکنجِ آستین دارم ہنوز
میرسد نزدیک تر ہر دم نشانِ روزگار
من ز خامیہا امیدِ دوربین دارم ہنوز
از ندامت دود آہ من گذشت از آسمان
در خجالت روئے عصیان بر زمین دارم ہنوز
بیگناہ است آنکہ بر امیدِ رحمت کرد جرم
جرم ہم از حد رفت چشمِ آفرین دارم ہنوز

دامنِ عصیان بآبِ دیده شستم برہمن
لیک نقشِ سجدهٔ بُت بر جبین دارم ہنوز

۲۰۲ گرمیِ شوق

بگذشت عمر گرمِ تمنا نفس ہنوز — دیں مرغ پرشکسته طپاں در قفس ہنوز
دل مے برد بمحملِ لیلیٰ کشاں کشاں — در گوشش نارسیده صدائے جرس ہنوز
آمد بہار رفته چمن تازگی گرفت — بر شاخ مانده میوهٔ ما نیم رس ہنوز
عشق آتشِ بلند برافروخت است ما — نہاں کنیم شعله بدامانِ خس ہنوز

گشتیم سر برہمن از تیره باطنی
از لذتِ گناه نه کردیم بس ہنوز

۲۰۳

خودداری
آبے که آبرو ببرد در گلو مریز — آب از دو دیده ریز ولے آبرو مریز
〃
چوں غنچه عیش کن بگریباں فگنده سر — در عمرِ یک دو روزه چو گل رنگ بو مریز
صبر
گر خونِ دیده جوش زند ضبطِ گریه کن — ہرگز ز دیده قطرهٔ اشکے فرو مریز
〃
از ہر که بشنوی سخنِ تلخ گوش کن — بیہوده آبروز پئے گفت گو مریز

در شربتے که زہرِ غمش نیست برہمن
ہرگز بسوئے لب مبر و در گلو مریز

۲۰۴

ساخت سرگرم مرا نشّهٔ صہبا امروز — خنده آورد مرا گریهٔ مینا امروز
کارِ امروز بفردا مفگن جام بیا — نتواں خورد غمِ وعدهٔ فردا امروز
جام در گردش و ساقی بحریفاں سرجوش — مجلسِ خوب تریں است مہیا امروز
نوبہار است جنوں جوش زناں می آید — ہمعناں آمده دیوانه و دانا امروز

برہمن نظمِ تو از عالمِ بالا آید
گہر افشاند بر و عقدِ ثریا امروز

۲۰۵

خبر ندارم از آں یارِ مہرباں امروز — گذشت وعدہ ولی چیست در میاں امروز
صلا دہید بمرغانِ ریزہ خوارِ سخن — کہ ہست طوطیِ سخنم شکر فشاں امروز
ز آفتابِ حوادث کسے نیاساید — کہ چیست سایہ سرے زیرِ آسماں امروز
سخن ز عالمِ بالا مگر فرود آمد — کہ آمد ایں غزلِ تازہ بر زباں امروز

گذشت نوبتِ مجنوں ز کارخانۂ عشق
برہمن است دریں کہنہ دودماں امروز

ردیفِ سینِ مہملہ

۲۰۶

نگارِ من ز استغنائے نبیند سوئے کس — کہ روئے خویش در آئینہ می‌بیند نہ روئے کس
سرِ موئے ندارد باک آں ماہِ ہلال ابرو — اگر در آتشِ غیرت بسوزد موبموئے کس
ہزاراں غنچہ باشد کارگر چاکِ گریباں را — بچاکِ سینہ کمتر راست می آید رفوئے کس
جہاں دریائے پر جوش است تا کے تا کنارِ آں — ہمہ لب تشنگاں میرند گرد گلوئے کس
مبادا گوشۂ میخانہ با تہ جرعہ خو کن تو — سلامت کم رود زیں کوچہ تا بیروں سبوئے کس
غبارِ دامنِ آلودہ را چشمِ ترے باید — بغیر از چشمِ تر بیہودہ باشد شست و شوئے کس

برہمن سینہ جوش آورد و طوفان خیز شد چشمم
چہ خوش باشد کہ آبِ رفتہ باز آید بجوئے کس

ردیفِ شینِ معجمہ

۲۰۷

چو غنچہ در رہِ تسلیم پا بداماں باش — چو گل بخونِ جگر غرقہ در گریباں باش
علاجِ زنگِ گناہ صیقلِ پشیمانیست — ز کردہائے خطا بعد ازیں پشیماں باش
ادب ز صحبتِ رندانِ پارسا آموز — بگیر جرعہ ز پیمانہ و بہ پیماں باش

بیادِ زلف و رخِ آن نگار در شبِ تار — چو ابر گریہ کن و ہمچو برق خنداں باش

خیالِ زلفِ بتاں برہمن مدہ در دل
وگرنہ ہمچو نسیمِ صبا پریشاں باش

ع ۲۰۸

شرمندہ ام بسے ز درون سیاہ خویش — درحیرتم چنانکہ ندانم گناہِ خویش
جز قامتِ بلند تو ام دستگاہ نیست — افتادہ ام بگیر مرا در پناہِ خویش
آن بلبلِ شکستہ زبانم کہ در چمن — آسودہ ام بہ سبزۂ پشتِ گیاہِ خویش
تا ماہ اقتباس کند نور را ز مہر — من مہرِ ذرہ ام نہ نمایم ز ماہِ خویش

تا برہمن ز خاک نشیناں او شدم
بر فرقِ آفتاب نہایم کلاہِ خویش

ع ۲۰۹

شدم بہ بحرِ محبت غریقِ طوفانش — کہ جز بساحلِ غم نیست حد و پایانش
فلک بساط فرو چید و اہلِ عالم را — گرسنہ چشمِ امید کرد مہمانش
ہمیشہ چاکِ جگر مشقِ دستِ ہمتِ اوست — کسے کہ چاک ہوس نیست در گریبانش
دلم چگونہ ازین سیل جاں تواند برد — کہ موجِ چشمۂ عشق است در زنخدانش

قدم دلیر منہ برہمن بوادیِ عشق
ہزار قافلہ گم گشتہ در بیابانش

ردیفِ صادِ مہملہ

ع ۲۱۰

بود ہمیشہ مرا با بتاں نہاں اخلاص — نہاں خوش است ز آلایشِ زباں اخلاص
مرا درون و بروں صاف شد بیکرنگی — میانِ سینہ بود مہر تا بجاں اخلاص
تو خواہ مہر کن و خواہ قہر کن نرود — بروں ز سینۂ عاشق بامتحاں اخلاص
قدم بنہ بہ رہِ عشق و مخلصِ او شو — کہ ہست قاعدۂ راہِ عاشقاں اخلاص

میانِ کیشِ برہمن وفا و یکرنگی است
کہ قائمیست دریں کہنہ دودمانِ اخلاص

سنائن دہرم کی تسبیح

ردیفِ ضادِ معجمہ

غزل ۲۱۱ — عمرِ گرامی پرداز خیال

نداد رسید بگوشم ز مبدءِ فیاض — کہ نقدِ عمر ز کف میرود، مکن اغماض
وجودِ مردمِ دانا بود ہمیشہ بہار — چو غنچہ تنگ مباش اندریں شگفتہ ریاض
ز بسکہ تا سحر از غم گریستم بفراق — ز شوقِ گریہ مرا رنگِ دیدہ گشت بیاض
بروئے دوست مرا اختیار تابی نیست — خطا کند چو نصیحت کرم کند اعراض

برہمن از غرضِ خویش دارد استغنا
خوش آں کسے کہ بروں آمد از غمِ اغراض

ردیفِ طاء مہملہ

غزل ۲۱۲

چہ بستہ دلِ آزادہ را بکہنہ رباط — کہ زادِ حسنِ عمل میرسد براہِ صراط
زمانہ بہرِ تو دیباۓ عمر مے پیچد — تو ہر گرمۓ ہنگامہ گسترید بساط
ہنوز بہار نگردد شگفتہ غنچۂ دل — بفصلِ گل چو چمن بشگفد مرا چہ نشاط
زمانہ در خورِ قدِ جہانیاں دوزد — طرازِ کسوتِ عمرِ عزیز چوں خیاط

کسے بروں نرود برہمن ز گردشِ چرخ
نمودم ایں سخن از دورِ چرخ استنباط

ردیفِ ظاء معجمہ

غزل ۲۱۳

چند بیہودہ کند در بر ما جاہ و عظ — فرقِ بسیار بود از برِ ما تا واعظ

باز محتاج بوعظ دگران خواہد بود
پنبہ در گوش من انداز کہ در بزم نشاط
راہِ دیوانگی از عالمِ دیگر باشد

گر نشیند بسر موعظہ با ما واعظ
بادہ ہم صحبتِ من گشتہ و مینا واعظ
ہست در بزمِ جنوں بیہدہ گویا واعظ

برہمن پند کسی در دلِ ما جا نکند
چہ کند با دلِ آمادۂ سودا واعظ

ردیف عین مہملہ

۲۱۴

ہر نفس پروانہ بال افشاں شود بر نورِ شمع
دود مانِ آتش افروزاں بسے رونق گرفت
در خیالِ آفتاب سوے او مغز سرم
از فروغِ شعلہ چشم عندلیب آگاہ نیست

موسیٰ عشق است آں سر بزیر نداز جلوۂ شمع
قابلیت کرد تا پروانہ را منظورِ شمع
ذرہ ذرہ تا سحر میریخت چوں کافورِ شمع
ثبت بر بال و پرِ پروانہ شد منشورِ شمع

اے برہمن چہرہ را در سوختن افروختند
میتواں آموختن از خاطرِ رنجورِ شمع

ردیف غین معجمہ

۲۱۵

زبسکہ لخت جگر آمدم برون زِ دماغ
میں بکو ہی خویش و پا فراتر نہ
کند مرا ز نسیمِ بہار مستغنی
بسوئے گل شدم از دست گر مرا خواہند

مرست دیدۂ تر گلشن و گریباں باغ
کہ بالِ ہمتِ پروانہ مے رسد بچراغ
اگر شمیمِ سرِ زلف او رسد بدماغ
میانِ برگِ گلِ تازہ ام کنند سراغ

اسیر ماند دلِ برہمن کہ ممکن نیست
بدورِ حسنِ تو زاں خطِ سبز خط فراغ

ردیف ف

۲۱۶

بگردِ عارضِ او تا سیاہ خطِ زدہ صف — فتادہ کارِ دلِ ناتوانِ ما دو طرف

متاعِ عقل بدکانِ عشق نایاب است — کہ ہست مایۂ دانا بشہرِ عشق تلف

مراست مہرِ تو در دل چو مشک در نافہ — مرا خیالِ تو در سینہ چون گہر بصدف

تو تیرِ غمزہ بزن ہر قدر کہ بتوانے — کہ ہست سینۂ صافی دلان بجائے ہدف

برہمن آنکہ غم از سینۂ حزین نہ برد — بہانگ چنگ بگویم کہ نیست جز نے و دف

خوبی بیان

ردیفِ قاف

۲۱۷

[illegible] اس غزل کے اشعار [illegible]

توئی کہ ساقیِ وحدت نہ کوثرِ تحقیق — نخست دادہ بدستِ تو ساغرِ تحقیق

بہ بحرِ معرفتِ ایزدی دلت غواص — ز قعرِ فکر برآوردہ گوہرِ تحقیق

محققان ز تو تحقیقِ حق کنند مدام — کہ ہست ذاتِ شریفِ تو مصدرِ تحقیق

دلے تو سرورقِ جزوِ آفرینشِ حق — قضا کشیدہ برآں صفحہ مسطرِ تحقیق

بکلکِ فیضِ نگارندہائے نقشِ کمال — رقم بنامِ تو کردند دفترِ تحقیق

ظہورِ خود است جمالِ حقیقتِ ازلی — ترا ز فیضِ ازل کردہ مظہرِ تحقیق

عرض بجوہرِ ذاتِ تو عینِ جوہر شد — ز عرضِ حالِ تو پنداشت جوہرِ تحقیق

تو جسم کردہ بر آئینۂ حقیقت بار — لفافۂ زبرت نیست تا درِ تحقیق

جہالتا تیرہ برآمد ز ظلمتِ آں گاہ — چو مہرِ فکرِ تو سر زد ز بامِ تحقیق

بر آسمانِ حقیقت ترا عروج سزد — کہ ہست ذاتِ شریفِ تو محورِ تحقیق

زروئے لطف دلِ تیرۂ برہمن را

فروغ رائے تو آورد بر سر تحقیق

عـ۲۱۸

تمام عمر مرا صرف شد بفکر عمیق — ولے ز اصل سخن نکتہ نشد تحقیق
مکش بصفحۂ ایام خط بطلان را — کہ حکم عقل بود از برائے این تفریق
گرہ گشائیٔ ایام در بنان داری — مدار رشتۂ ہمت بعقدۂ تعویق
قبول عذر گناہ از کسے توان کردن — کہ بر رقیمۂ تقصیر خود کند تصدیق

سخن چو طوطیٔ شکر زبان تواں گفتن

یکے نشست خط خواہش از صحیفۂ دل — بسے نوشت برہمن شکستہ و تعلیق

دگر نہ ہست بسے در نوازیاں چو تنیق بانگمہ خر

ردیف کاف (عربی)

عـ۲۱۹

کسے کہ از غم عشق تو سینہ دارد چاک — ز چاکہائے گریباں بکوچہ دارد باک
بگرد دامن شان گرد امتحان نرسد — کہ صیت گوشہ نشینان گذشت از افلاک
بروں ز فہم و خیالست صورت معنی — خیال ناقص دانا کجا کند ادراک
دریں سرائے سپنجی غبار راہ مشو — اگرچہ آب رواں میروی برو بر خاک

حقائق و معارف

بغم زمانہ چو عیش زمانہ مے گذرد — دریں رباط کہن برہمن مشو غمناک

بے ثباتی دہر

ردیف کاف (فارسی)

عـ۲۲۰

از غم ہجراں دلم در سینہ مے آید بتنگ — بر امید وعدہ و دیرینہ مے آید بتنگ
پیش تاب زلف و روئے او کرا باشد قرار — شانہ در ہم میشود آئینہ مے آید بتنگ
سینہ بیکینہ چوں آئینہ دارم ہر زماں — گر رسد در سینہ جبال کینہ مے آید بتنگ

تقدیر و تدبیر

صفائی باطن

در لباس ظاہری باشد برہمن صبح لباس

مرد را از خرقہ پشمینہ مے آید ننگ

ردیف لام

۲۲۱

بود بگرد تو گردیدن خیال محال
کہ ہست ذات تو فارغ ز فہم و عقل و خیال

کجاست طائر اندیشہ را مجال نخست
کہ در ہوائے سر بام او گشاید بال

مرا چو آئینہ شد سینہ در تصور دوست
ز عشق فیض دگر یافت این شکستہ سفال

مجال تنگ شود چون بعرصہ تو رسد
بعرصہ تو نہادن قدم کراست مجال

بجور و تر حشر برہمن حساب پیش آرند
بآب دیدہ بشویم نامہ اعمال

۲۲۲

بشے بلطف خداوند ایزد متعال
علاج درد گنہ توبہ شد پس از چل سال

کمال و نقص چو یک جا شود یکے گردد
بنقص غیر نہ پیچید عارفان کمال

چو تو بہ راہ نما شد بواقفئے خاصم
ازین سبب من و توفیق و استقامت حال

غبار راہ طلب چون بدیدہ ام بہ نشست
ز روئے آئینہ دل زدود زنگ ملال

دو دیدہ تر کند و آبلہ بدیدہ پیش آرد
بروز حشر گر از برہمن کنند سوال

ردیف میم

۲۲۳

در سلسلہ زلف تو آرام گرفتیم
رستیم چو آرام دریں دام گرفتیم

خوبی بیان

بیداری ما دست نہد در کمر صبح
ما دامن صبحی ز سر شام گرفتیم

نزاکت بیان

در راہ محبت چو نہادیم قدم را
گام دو سہ از باد صبا دام گرفتیم

فلسفہ

چون میگذرد عمر ز اندیشہ چہ حاصل
این فائدہ از گردش ایام گرفتیم

حقائق و معارف

تا پائے نہادیم **برہمن** برہِ عشق
کونین باندازۂ یک گام گرفتیم

۲۲۴

چو لالہ داغِ غمِ عشق بر جبیں دارم — چو گل ز لختِ جگر خوں در آستیں دارم
گہے بعشوہ سیادے گہے بغمزہ دہد — چہ فتنہا کہ ز چشمِ تو در کمیں دارم
ترا اگر دلِ سنگیں بود مرا چہ زیاں — کہ من مقابلِ آں جانِ آہنیں دارم
ز اضطرابِ نفس بیخودم لبِ سینہ مگر — بدل خیالِ سرِ زلفِ عنبریں دارم

مرا برشتۂ زنّار اُلفتے خاص است
کہ یادگارِ من از **برہمن** ہمیں دارم

۲۲۵

بجوشد ہمچو ابرِ نوبہاراں چشمِ گریانم — ز چاکِ دل گواہی میدہد چاکِ گریبانم
غبارِ معصیت آئینۂ دل تیرہ میدارد — مگر اشکِ ندامت صاف سازد زنگِ عصیانم
مریضِ جرم را ناصح علاج از توبہ فرماید — چو من بیمارِ نادانی شدم اینست درمانم
بشوئید دامنِ آلودہ را اشکِ پشیمانی — بنادانستہ بد کردم چو دانستم پشیمانم

برہمن ابرِ رحمت دامنِ آلودہ میخواہد
بیارا اے ابرِ رحمت بر سرم کآلودہ دامانم

۲۲۶ (تشبیہ کامل)

در غمِ تازہ ایں چرخ دوتا کہنہ شدیم — کینۂ چرخ نشد کہنہ و ما کہنہ شدیم
روزِ دیوانِ جزا تا چہ کند اہلِ حساب — ماخود از کشمکشِ خوف و رجا کہنہ شدیم
سبزۂ خاک نشینیم کہ در راہِ نیاز — بر امیدِ نفسِ بادِ صبا کہنہ شدیم
نرسیدیم بشہرے و نہ دیدیم رواج — وہ چہ جستیم دریں مرحلہ ہا کہنہ شدیم

برہمن تازہ کند ابرِ بہاراں روئے
گرچہ ماندگیا و رتہ پا کہنہ شدیم

۲۲۷

مخمورِ مسکن دیدہ کہ از خواب نخفتم — باز لف مدہ تا سبب کہ از تاب نخفتیم

در چاہِ زنخدانِ تو موجیست دل افروز — مشکل کہ من از شوق بگرداب نیفتم

آں سبزۂ خشکم کہ سموم و ہوا آتش — بر روئے زمین افتم و سیراب نیفتم

مقصودِ دل از سیرِ دو عالم نتواں یافت — من در پئے ایں مطلبِ نایاب نیفتم

اے برہمن از بہرِ شگفتن چو گلِ تو

چوں غنچہ ہمہ وقت بجو کاسب نیفتم

۲۲۸

عالمِ صورت بمعنی آشنا فہمیدہ ایم	حقائق	کے بفہمے کس درآید آنچہ ما فہمیدہ ایم
در حقیقت نیست چوں بیگانگی در روزگار	تعصب بیجا	ما بجو د بیگانگان را آشنا فہمیدہ ایم
در میانِ جامۂ دیبا کجا آید بدست	قناعت	آں فراغتہا کہ در دلقِ گدا فہمیدہ ایم
آسیائے چرخ میگردد بگرد روز و شب	بے ثباتی دہر	خویشتن را دانۂ ایں آسیا فہمیدہ ایم

مدعائے ہر یکے در حاصلِ ہر مدعاست — خوبی بیان

ما برہمن ترکِ آں مدعا فہمیدہ ایم

۲۲۹ — تسلیم و رضا

ز من مباش برنج کہ متحمل جفائے توام	براہِ عشق کمر بستۂ رضائے توام
جدا نمیشوم از خاکِ آستانۂ تو	زیر پائے تو مانند نقشِ پائے توام
بجز رضائے تو دم بر نمیتواں آورد	بہر کجا کہ روم تابعِ رضائے توام
چہ نسبت است مرا با تو در سخندانی	ہمیں قدر کہ ادا فہمِ نکتہائے توام

برہمن از سرِ کوئے تو کے رود بیروں

تو آفتابی و من ذرہ در ہوائے توام

۲۳۰ — تجنیس خطی

تو دادہ ای خطِ آزادی بپائے سرو و سوسن ہم	گرفتی خطِ عہدہ بندگی از قمری و من ہم
ترا صد بار منت بر نگاہِ لالہ و ریحاں	مرا چوں غنچہ کامے شد گریباں چاک دامن ہم
مدامے باغباں از سیرِ گلشن منع نے بر من	کہ عمرِ میتواں آسماں بسر بردن بگلخن ہم

مرا از خندۂ گل گریۂ بلبل بیاد آمد
کہ باشد در جہاں پیوستہ با عیش شیون ہم

تو ہر جا و سے ہر کس بجائے خویش میجوید
ترا در کعبہ جوید شیخ و در خانہ برہمن ہم

تکرار بہی بجاہے

۲۳۱ غزل یاس و امید

کہ دارد از بہار عشق سامانے کہ من دارم
شود گل داغ از بیں چاک گریبانے کہ من دارم

مرا از گنج گوہر مے کند ہر لحظہ مستغنے
بدست جوشش کلک گوہر افشانی کہ من دارم

طریق ناامیدی در کمیں امید ہا دارد
برآرد سر ز منزل راہ آسانے کہ من دارم

غبار آرزو برگرد دامانم کجا گردد
دو عالم چوں غبار افشاندہ دامانے کہ من دارم

برہمن در دکان نکتہ سنجاں کی بہا دارد
متاع رائیگان و جنس ارزانی کہ من دارم

۲۳۲

باز شام زلف مشکبش سحر مے خواستم
قصۂ شبہائے ہجراں مختصر میخواستم

از دیار یار مے آئی نسیم زلف کو
از تو اے باد بہاری اینقدر میخواستم

سرگراں داریم و مخموریم ساقی ہمتے
گر نباشد جام مے خون جگر میخواستم

سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل ما بود و بس
گر ز اسباب تعلق خشک و تر میخواستم

سد راہ ما برہمن طرز مجنوں میشود
ورنہ ما طور دگر مے خواستم

۲۳۳

روزگاریست کہ در کوئے تو مسکن دارم
بخیال تو دل و دیدہ چو گلشن دارم

ہوائے سر زلف تو دلم در بند است
مرغ آزادم و در دام نشیمن دارم

در بہارم ز خزاں پیش تو چہ حیر آید
بلبل زارم و ہنگامۂ شیون دارم

بگریباں ز کم دست کہ چوں غنچۂ شوق
خون دل میخورم و پائے بدامن دارم

ہر یکے در پئے گم گشتۂ خود میگردد
من نظر بر اثر راہ برہمن دارم

۲۳۴ — شاہجہان کی قید

هرچند بسنگِ خارا سازم — با سنگدلان چه چاره سازم
هر نقش که سر زند درست است — بیهوده چه استخاره سازم
آفاتِ روزگار بسیار شد — وقت است که با کناره سازم
این نسخهٔ دل که باطل افتاد — آن به که بدست پاره سازم

یک بار به برهمن نظر کن
تا با دو جهان دو باره سازم

یادِ دارا

۲۳۵ — دردِ دارا

ما درد دلِ خویش نهفتیم و نگفتیم — شب تا سحر از درد نخفتیم و نگفتیم
در رشتهٔ مژگان همه شب دانهٔ اشکی — از غیر نهان داشته سُفتیم و نگفتیم
در راهِ محبت بخیالِ قدمی او — صد مرحله را با مژه رفتیم و نگفتیم
آن حرف که از رازِ محبت خبری داشت — از غیر نهفتیم و نگفتیم و نگفتیم

در سینهٔ خود راز غمِ عشق برهمن
چون غنچه بصد پرده نهفتیم و نگفتیم

یادِ دارا

۲۳۶ — دردِ دارا 〃

در انتظارِ نوش تو با نیش ساختیم — در کنجِ بیکسی بغمِ خویش ساختیم
در اختلاط نیست دورنگی بکیشِ ما — یکسان بهر توانگر و درویش ساختیم
کونین مختصر بود آنجا که دانش است — در عالمِ رضا بکم و بیش ساختیم
یک قطره خون برون نچکید از درونِ ما — مانندِ طفلِ غنچه بصد ریش ساختیم

ما سازگارِ عشق بتانیم برهمن
باکس نساختیم و باین کیش ساختیم

دردِ دارا

۲۳۷ — دردِ دارا

در دیده‌ام نظر جانبِ روئی دارم — مو بمو شوقِ رخِ سلسلهٔ موئی دارم
چاک در سینهٔ عاشق بود آسایشِ دل — کافرم گر هوسِ تارِ رفوئی دارم 〃
نشوم بهیده ممنونِ تو ای بادِ شمال — که هوا در سرِ زلفِ غالیه بوئی دارم 〃 (دارا)

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدہ رود | دردِ دارا | باز گوئے گذرے بر سر کوئے دارم

برہمن خشک نگردد چمنِ خاطرِ من
کہ من از دیدۂ تر آب بجوئے دارم
دردِ دارا

ع ۲۳۸ — دردِ دارا

از خونِ دیدہ بود شرابے کہ داشتیم | وز لختِ سینہ بود کبابے کہ داشتیم
شد عجزِ ما وسیلۂ عذرِ گناہِ ما | شستیم ز آبِ دیدہ حجابے کہ داشتیم
تا بر فروغِ صورتِ معنے نظر فتاد | از پیشِ دیدہ رفت حجابے کہ داشتیم
تا با خیالِ روئے تو گردید آشنا | فارغ نشست دیدہ ز خوابے کہ داشتیم

دارد بسیا در روئے تو آباد برہمن
ویران دلِ شکستہ خرابے کہ داشتیم
دردِ دارا

ع ۲۳۹ — دردِ دارا

حل شد ز فیضِ عشق محالے کہ داشتیم | حاصلے دگر فزود سجالے کہ داشتیم
ہموار ساختیم باندازۂ حساب | با خویشتن جواب و سوالے کہ داشتیم
سربستہ ماند رازِ نہاں درمیانِ دل | یکساں گذشت نقص و کمالے کہ داشتیم
ز آب و تابِ عشق چو آئینہ صاف شد | آن کہنہ و شکستہ سفالے کہ داشتیم

عہدِ شباب میرود از دستِ برہمن
آید مگر بخواب خیالے کہ داشتیم
دارا کے بعد عروج کا زوال

ع ۲۴۰ — دردِ دارا

یاد آں روزے کہ روزے روزگارے داشتیم | سرو قدے بر کنارے جویبارے داشتیم
اختیارِ کارِ ما در عہدۂ گردوں نبود | ہرچہ میکردیم با خود اختیارے داشتیم
دردِ دل را راحتی از غمگساران میرسد | غم نبود از غم چو یارے غمگسارے داشتیم
ہر یکے در صحنِ گلشن بہرِ گلے دارد نظر | ما نظر بر جلوۂ آں گلعذارے داشتیم

دیدہ جوش آورد از اشک بسیار برہمن
شست و شو دادیم اگر بر دل غبارے داشتیم

	۲۴۱	
ہرگز از خانہ پئے کسب تمنا نروم	یاد دارا	سیر عالم کنم و یک قدم از جا نہ روم
صحبت اہل جنوں تشنہ ندیگر دارد	یاد دارا	باد مجنوں کنم و از پئے دانا نہ روم
دُرِ ناسفتہ بمژگان من ارزانی باد	"	از پئے گنج گہر طلب دریا نہ روم
ساغرے حوصلہ ہمت من لبریز است	"	بہر یک جرعہ بدر یوزۂ مینا نہ روم

برہمن یوسف من در دل من جا دارد
من ببازار طلب ہمچو زلیخا نروم
یاد دارا

	۲۴۲	
مست عشقم خانہ و ویرانہ را گم کردہ ام	یاد دارا	وز سر مستی رہ میخانہ را گم کردہ ام
ہر کجا شمع ایست سوزاں شعلہ بر من میزند	یاد دارا	در بغل گو ہی پر پروانہ را گم کردہ ام
گر بکاوی سینہ ام حرفے نمے آید برون	"	از زبان تا دل رہ افسانہ را گم کردہ ام
دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام زیر دست	"	بیقرارم گوہر یک دانہ را گم کردہ ام

ہاں برہمن ہمتے ہمراہی من کن کہ من
در خم زلفش دل دیوانہ را گم کردہ ام
درد دارا

	۲۴۳	
دور از تو ہمچو نقش بدیوار ماندہ ایم	یاد دارا	در پیچ و تاب عشق گرفتار ماندہ ایم
او ہر طرف کہ مینگری جلوہ میکند	"	ما منتظر بوعدۂ دیدار ماندہ ایم
گر پشت خم کنیم تواضع ز بار دست	"	در زیر بار عشق گرانبار ماندہ ایم
جمعیت حواس طلب کن نہ گنج فقر	"	ما در میان تفرقہ بسیار ماندہ ایم

ہر تار موئے ما شدہ زنار برہمن
ما در میان چو رشتۂ زنار ماندہ ایم
یاد دارا

	۲۴۴	
ما عیش خود ز جور فلک کم نمے کنیم	نوٹ دارا	بیہودہ پشت ہمت خود خم نمے کنیم
آن خشک سبزہ ایم کہ در موسم بہار	یاد دارا	یاد نسیم و خواہش شبنم نمے کنیم
چوں طفل غنچہ خون جگر مے خوریم و بس	"	لب تر ز آب کوثر و زمزم نمے کنیم

از خود گذشتن است نخستین دریں طریق | یادِ دارا | خود را براہِ عشق تو محرم نمی کنیم

ما برہمن نظر بگلِ تازه بسته ایم
بیہوده سیرِ گلشنِ عالم نمی کنیم

۲۴۵ — مراۃ النظیر

ہمیشه عذر زلبہائے عذر خواه کنیم | بلذتِ کرمش رغبتِ گناه کنیم
صفائے حسنِ عمل نیست در جریدۂ ما | مگر بمشقِ گناه نامه سیاه کنیم
جدا ازاں رخِ چوں ماه در شبِ ہجراں | ستاره را بشماریم و یادِ ماه کنیم
طریقِ عشق دراز است و ما تہی دستیم | مگر زخونِ دل و دیده زادِ راه کنیم

مقام بر سرِ کویش برہمن از سرِ شوق
تمام عمر بامیدِ یک نگاه کنیم

۲۴۶

فغاں که عمر بسر رفت ما نه فہمیدیم | زِ ہست بود جہاں مدعا نه فہمیدیم
براں براهِ محبت شدیم کام گذار | که خار را ز گل و پا ز سر نه فہمیدیم
چو دانه ہر که دروں شد بروں نمی آید | دنیا | غرض زگردشِ ایں آسیا نفہمیدیم
بجز ایں قدر که کند مائلِ پریشانی | تازگی خیال | ز زلف نسبتِ بادِ صبا نفہمیدیم

صفائی سینه طلب برہمن که در رهِ عشق
بصد زباں اثرے در دہن نفہمیدیم

۲۴۷

ما خود برنگ و بوئے رخِ گل گرفته ایم | پروانه ایم شیوهٔ بلبل گرفته ایم
از پیچ و تابِ زلفِ کسے صید بیاد | زانرو ہمیشه دامنِ سنبل گرفته ایم
از جا نمی رود دلِ آسوده خاطراں | ایں ملک را بتیغِ تحمل گرفته ایم
باراں در انتظارِ لطف نشسته اند | ما کامِ دل ز فیضِ تنزل گرفته ایم

بسیار مانده اند گرانبار برہمن
ما زادِ راهِ خویش توکل گرفته ایم

۲۴۸ (بحرِ مضارع مثمن اخرب مکفوف محذوف)

باشمعِ روئے دوست چو پروانہ ساختیم
چوں شمع سوختیم نہ افسانہ ساختیم

باصد زباں زبانِ خموشی نکو بود
با پیچ تابِ زلفِ تو چوں شانہ ساختیم

آباد باد ملکِ مروت کہ با خویش
در گنجِ غم چو گنج بویرانہ ساختیم

با ما نساخت قاعدۂ عقلِ دوربیں
فارغ شدیم بادلِ دیوانہ ساختیم

تا آشنا شدیم **برہمن** بخویشتن
با آشنائیِ دلِ بیگانہ ساختیم

۲۴۹ (عکس و تبدیل) (یاد داریا)

روزگارے ست کہ مشتاق بروئے توام
ما گرفتارے ہوائے یکسرِ موئے توام

موبموئے من گرفتارست چوں در شانہ تو
آہواں صیدِ تو و من صیدِ آہوئے توام

آہوئے چشمِ تو چشمِ آہواں را خیرہ کرد
چوں ہلالِ در خیالِ طاقِ ابروئے توام

از خیالت نیست خالی چار سوئے روزگار
من بہر جائے کہ باشم روئے دل سوئے توام

برہمن دیگر ز حالِ خویشتن آگاہ نیست
رفتہ ام از دست پا افتادہ در کوئے توام

۲۵۰ (عن) ۲

علاجِ تیرگیِ طبعِ بوالفضول کنم
ہر آنچہ مرشدِ کامل دہد قبول کنم

شب است یادِ سرِ زلفِ او کہ یاد دراز
کہ روزگار چرا باد عرضِ طول کنم

زنیم جشن بہ مُخانہ نشاء در کاست
بیا ساقی کہ علاجِ دلِ ملول کنم

سماعِ اہلِ محبت ز عالمِ دگر است
ہزار وجد باآہنگ یک اصول کنم

برہمن از اثرے صحبتِ خدا اطلبان
چہ عیش ہا کہ نہ در گوشۂ خمول کنم

کاشی جی کا قیام

۲۵۱ (بحر)

نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز افتم
گر برآرند ز آتش بدم و باز افتم

عشرت آں بود کہ در رتبہ نادانی بود
خواہم از رتبۂ انجام بآغاز افتم

گاہ در حلقۂ آں زلفِ دوتا دست زنم
گاہ در پائے بتِ دلبرِ طناز افتم

کس نہ دانست کہ میل نظرش جانب کیست | تا کجا در پے آن چشم فسوں ساز شدیم

معراج براہمن

برہمن پند کسے جا نکند در دل من
خود بشوم ناصح در گوش خود آواز گفتیم

۲۵۲ یا د دارا

نہ میل گلشن و نہ خواہش چمن دارم | کہ دارد این دل شوریدہ کہ من دارم
در اختلاط تفاوت نئے تو انم کرد | کہ با خیال تو خلوت در انجمن دارم
مرا بحال خط و خیال سودا نیست | کہ من معاملہ با زلف پرشکن دارم
سخن ہمیشہ من ہمزبان من بسخن | سخن بمن بسخن و من با دسخن دارم

بتار رشتۂ زنار کردہ ام پیوند
نظر بقاعدۂ کیش برہمن دارم

۲۵۳

نہ صاحب زرنے اہل دولت و جاہم | کمال عزت من اینکہ بندۂ شاہم
مرید بندۂ منت پذیر احسانم | غلام معتقد و مخلص ہوا خواہم
چو سرو گرچہ بآزادی آیدم مشہور | ولے فتادہ بپائے چو سبزۂ راہم
مراست دست طلب بسینۂ من تو بلند | بدامنت نرسد دست من کہ کوتاہم

دارائے وفا

اگر زمانہ دگرگوں شود زجا نہ روم
برہمن از روش روزگار آگاہم

۲۵۴ خودداری

ما ریزہ چین زخوان کساں چوں مگس نہ ایم | منت پذیر مایدۂ ہیچکس نہ ایم
ما چوں سمندریم بسوزیم و بشگفتیم | موقوف یک شرارۂ آتش چو خس نہ ایم
ما را نگاہ بر اثر راہ رواں بس است | محتاج گوشمال صدائے جرس نہ ایم
بر ما خدنگ غمزہ گر میزنی بجاست | ما عاشق توایم ز اہل ہوس نہ ایم

خودداری

ما مرغ سدرہ ایم برہمن در بر طریق
در بند آب و دانہ دام قفس نہ ایم

۲۵۵

حاصلِ عمر از جهان نقدِ گناه آورده‌ایم
نامهٔ اعمالِ سر تا پا سیاه آورده‌ایم

باورت گر نیست حالِ ما ز بهرِ امتحان
دیدهٔ غم دیدهٔ گریان گواه آورده‌ایم

جرعه‌ای در جامِ احسان کن که ماتم‌دیدگان
بر درِ میخانهٔ ساقی پناه آورده‌ایم

هرگز از ما طاقتِ نظارهٔ دیگر مخواه
صد جگر خون شد که تابِ یک نگاه آورده‌ایم

در رهِ خواهش مگر دزدی سجاده گم شد
ما که پای توسنِ همت به راه آوردیم

در میانِ سینه آتش در شبهای فراق
یاد آن خندی که ما بر روی ماه آوردیم

آبِ آتش زیر اشکِ مژگان در گرفت
شعلهٔ کوی میانِ مشتِ کاه آورده‌ایم

از دیارِ عشق می‌آییم حالِ ما خوش است
تحفهٔ اهلِ محبت درد و آه آورده‌ایم

ما **برهمن** جبهٔ طاعت ز بهرِ افتخار
بر درِ شاهنشهِ گیتی پناه آورده‌ایم

۲۵۶

از لباسِ زمانه عریان نیستیم
همچو خورشید و ماهِ تابان نیستیم

بسکه طبعِ شگفته داریم
لاجرم همچو گل پریشان نیستیم

بخموشی چو غنچه ساخته‌ایم
سر بجیبیم و پا بدامان نیستیم

هر شب از موجِ گریهٔ خونین
غرقِ دریا و وقفِ طوفان نیستیم

یادگارِ بهارِ ناکامی
قطرهٔ خون به دوشِ مژگان نیستیم

بر جبین روشن است داغِ گناه
بندهٔ روشناسِ عصیان نیستیم

شبِ هجران بغم بسر بردیم
طرفه سنگین‌دل و گران‌جانیم

برهمن تا رسیده بر سرِ کار
همه بر عمرِ خویش نادانیم

۲۵۷

عاشقم غنچه صفت پای بدامان دارم
همچو گل تازه‌ام و حالِ پریشان دارم

گر ندانی که مرا با تو چه رمز است چه باک
که من این راز ز خود دارم و پنهان دارم

سوز نیست

غم بہمائی من آمدہ و حیرانم
مرغ دل نکے برد از دام ہوائے تو بروں
شمۂ لطف تو خاصیت دیگر دارد
تا ز بزم تو جدا یکدو سہ و نئے بضرور
ہمچو آن بلبل شوریدہ ام از گلشن دور
سر شوریدہ دل آزردہ دماغ افسردہ
راز دل تا نکند اشک ز چشم بیروں
پنجۂ قدرت من در گرد دامن نشست

دو سہ لخت جگر دارم و مہماں دارم
خویش را بستہ بیک رشتۂ احساں دارم
لطف کن لطف کہ امید فراواں دارم
نہ ہوائے گل و نئے شوق گلستاں دارم
کہ دل سوختہ و دیدہ گریاں دارم
من ز اسباب جہاں ایں سر و ساماں دارم
دو سہ خار ز مژہ بر دیدہ نگہباں دارم
ور نہ چوں گل ہوس چاک گریباں دارم

برہمن در غم او کم نتواں بود ز شمع
شعلہ در دامنم اما لب خنداں دارم

۲۵۸ عہد جہاں ۱۰۶۱

در خیال دیدہ را چوں ابر نیسانی کنم
ما ئے بے عیش نگذاریم حال خویش را
خوش بود چوں غنچہ با جمعیت دل ساختن
کار مشکل میشود در آرزوئے مدعا
بے ندامت ہر چہ میخواہی نمے آید بدست
خون دل آغشتہ با لخت جگر آید بروں

از گریباں تا بداماں گوہر افشانی کنم
ساغر مے گر نباشد بزم رو ہانی کنم
چند چوں زلف بتاں مشق پریشانی کنم
ما بہ ترک مدعا خویش آسانی کنم
بعد ازیں سر در گریباں نئے پشیمانی کنم
در دمے چند جمع آریم مہمانی کنم

برہمن دانائی از حد سے بری انصاف کن
ساعتے بنشیں کہ تا ہم یاد نادانی کنم
تا ہم با تو نادانی کنم

۲۵۹ فلسفہ

ما توبہ ز ناصواب کردیم
از مشق گنہ سیاہ شد دل
نادانی ما گناہ ما بود

بر رفتہ بسے عتاب کردیم
ما سینۂ خود کباب کردیم
در دفتر خود حساب کردیم

دیر آمده ایم گرچه در کار برکار — وز دیر بسے شتاب کردیم
بیداری ما نساخت کارے — آسوده شدیم خواب کردیم
گرمی نفس نبود باقی — ما دیده به چون حباب کردیم

از نسخهٔ آسمان برهمن
حرفے دو سه انتخاب کردیم

۲۶۰ [illegible]

شبے یاد رخت بخواب کردیم — نظارهٔ آفتاب کردیم
عشق آمده آتشے برافروخت — ما سینهٔ خود کباب کردیم
زلف سیهش بما بر آشفت — چون یاد ز مشکناب کردیم
آن نکته که خال نام دارد — از روئے تو انتخاب کردیم
از زلف تو دل نگشت آزاد — هر چند که اضطراب کردیم

دارد خبر از جنون برهمن
هر نغمه که با رباب کردیم

۲۶۱

این دل شوریده را روزے بصحرا میبریم — آخر این برگشته را با خویش تنها میبریم
قطرهٔ اشکم که ما داریم کافی کے بود — دامن آلودهٔ خود را بدریا میبریم
ما دو دل یکجا متاع رائگان داریم بس — در دکان عشق آن را هم بسودا میبریم
گرچه نادانیم اما نسخهٔ اعمال را — بهر اصلاح خطا ها پیش دانا میبریم
چون غبار راه بیقدریم در عالم ولیک — زنگ از آئینهٔ تاریک دلها میبریم
از نگاه سیر معشوقان کسے هرگز نیافت — لذت خاص که ما از رو فردا میبریم

از سخن پیداست قدر سے هر سخن رس برهمن
رشتهٔ نظم مسلسل تا ثریا میبریم

۲۶۲

روئے او شب بخواب میدیدیم — تا سحر آفتاب میدیدیم
فقد عمرے که دیرے آید — در گذشتن شتاب میدیدیم

آتش عشق برفروخته اند / خویشتن را کباب میدیدیم

حاصل گریه‌ها نسیم شبه / تا سحر فتح باب میدیدیم

کس نمی‌دید از خراش جگر / آنچه من از شراب میدیدیم

کس نباید بدیده بیدار / آنچه من شب بخواب میدیدیم

آنچه آمد بصفحه ایجاد / همه را انتخاب میدیدیم

عالمی در حجاب مانده کز او / من خود بی حجاب میدیدیم

دیده ام هرچه از مژه میریخت / همه در خوشاب میدیدیم

گل رویش چو یاد میکردیم / اشک خود را گلاب میدیدیم

[illegible]

برهمن در شمار عمر عزیز / اکثر [illegible] بی حساب میدیدیم

کتب خانہ آذر

دیوانِ برہمن

گو وہ دیوان جو حضرت آذر کے قبضے میں ہے قلمی جناب برہمن ہے مگر اس میں بھی غلطیاں ہیں، مثلاً غزل نمبری (۶۰) دیوان مذکور میں ایک دفعہ بہ نمبر ۶۱ اور دوسری دفعہ بہ نمبر ۶۷ درج ہے اور ایسا ہی اور چند غزلیں، ہر دیوان میں یکساں غزلیات نہیں، مگر بحیثیت مجموعی حضرت آذر کے دیوان کی غزلیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے

عدد ۲۶۲

[illegible]

نقاب از رخ چو بردارد نگه‌گاه آفتاب من / نظر زیبا لبش بنشین گردد حجاب من

سر زلفش که خو پیوسته دارد با پریشانی / پریشان تر شود تا بیش سازد اضطراب من

هر اول شد کباب دل شکر بار آمد گردد / نمک ریز لبش تبسم ها شیرین بر کباب من

ز راه عقل بیرون می شتابم در پی مطلب / هر اول از قرب منزل دور می دارد شتاب من

دو عالم از کتابِ قدرتِ او یک ورق باشد — سیاق الاعداد — بود زان یک ورق یک نکتہ عشق انتخابِ من
زہے شکّ سبکیی دریائے رحمت آنچو گِرم — اگر در روزِ محشر در میان آید حسابِ من

برہمن تا بصبحِ محشر از ہم چشم نکشایم
اگر آید شبے آن آفتابِ من بخوابِ من

٢٦٥

مرا در بزمِ رندان آبروئے میتوان دادن — بیک تہ جرعہ از ہم رنگ و بوی میتوان دادن
بہر کس گرچہ نتوان داد آسان جانِ شیرین را — بیاد ہے گلعذارے تندخوئے میتوان دادن
پریشان کاکل و مست ادا ہائے پریشان نہ — کہ صد دل در شکنج تار موئے میتوان دادن
بغفلت صبح شد ساقی بمخموران جھکا دہ — کہ بیرون میخانہ گر دو بازہ عوے میتوان دادن

برہمن وصلِ گل چون پا دید بلبل در فغان آمد
مرا ہم رخصتے بر گفتگوئے میتوان دادن

٢٦٦

گر از تو جفا رفت نمی باید گلہ از من — آئینِ جفا از تو خوش وحوصلہ از من
ما را بسرِ راہ روان گام نہادیم — گامے دو سہ گر پیش بود تا فلہ از من
بوسے ز سرِ زلفِ تو خواہم بجنون داد — تا تازہ شود رسم دریں سلسلہ از من
در راہِ طلب پائے من در ریگِ بیابان — از گرمیِ روی بہ نشیں بود آبلہ از من

از تو غزلے تازہ دریں قافیہ گفتن
وز لعلِ لبِ دوست برہمن صلہ از من

٢٦٧

چند باید بر خمِ زلفِ پریشان دیدن — صورتِ کفر در آئینہ ایمان دیدن
چشمِ آلودہ بنظارۂ غیر است ہنوز — رُوئے مقصود باین باصرہ نتوان دیدن
در خیالِ سرِ زلفِ تو شبہائے دراز — چیست جمعیتِ دل خوابِ پریشان دیدن
صورتِ معنی اگر در نظرت پیدا نیست — باید از آئینہ چاک گریبان دیدن

ساختہ چون مژہ بر چشم برہمن نشیں — خیال آفرینی

ای که داری ہوس موجہ طوفان دلہا

۲۶۸ ع

نہ تنہا غمزہ اش بر سینهٔ فرزانه زد ناخن
اشارتہای ابرویش بدل دیوانہ زد ناخن

نمیدانم اثر از بوی زلف کیست در شانه
که در مغز سرم امروز بوی شانه زد ناخن

زند بر سینه نشتر غمزه اش چون چہره افروزد
چو آن شمعی که روشن گشت بر پروانه زد ناخن

چه میگوید انم عندلیب بوستان کامشب
بحرف آشنا در سینهٔ بیگانه زد ناخن

برہمن قصهٔ عشق از خسر دبیکار لیلیا زد
میان سینه ام بلبل بدین افسانه زد ناخن

۲۶۹ ع نصیحت

آزادی از شکنجهٔ عالم ہوس مکن
ای مرغ پرشکسته فغان در قفس مکن

شاید ہمین نفس نفس واپسین بود
غفلت نه احتیاط نفس یک نفس مکن

در منزلی که راه بیابان نمیرسد
از خویش پیش باش و نظر باز پس مکن

زان پیشتر که صبح برآید روانه شو
اینجا به اعتماد صدای جرس مکن

در شاہراه عشق مزن لاف برہمن
پرواز عندلیب ببال مگس مکن

۲۷۰ ع

غبار کوی او شد عطر سای دماغ من
برای امتحان زین باد روشن شد چراغ من

بروی ہیچ مرہم چشم زخمم وانشد ہرگز
سر مرہم ندارد ہیچ داغ لاله داغ من

نظر بر روی گل دارم ولی در کنج غم باشد
میان آشیان خار چون بلبل فراغ من

من آن مرغم که دارم آشیان در دامن صحرا
کند باد صبا بیہوده در بستان سراغ من

برہمن بادهٔ صافی ز لال خون جگر باشد
نه ہرگز گشت آلوده دامان ایاغ من

۲۷۱ ع

صفای صورت معنی چو آمد در خیال من
صفاها در شکار آیینهٔ صافی سفال من

ہزاران عقده در کار از فساد نفس بستم
امید سوی تو بردم دست و آسان شد محال من

ز رنگِ سیالہ گوں باغِ محبت تازہ میدارم
کہ آب از چشمۂ خونِ جگر گیرد نہالِ من

بجز معصیت خاموش اگر باشم روا باشد
کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعالِ من

برہمن امتحانِ حال باید مردِ عارف را
بقالِ من نظر نتوان ۔ کردن بحالِ من

ع۲۷۲

خدنگِ غمزۂ صید افگن ابرو کمانِ من
چو طبعِ من بجوش آورد مغزِ استخوانِ من

ز صد رہ می در آید تا برد از رہ دلِ عاشق
نگارِ بے حیا کے شوخِ بت نامہربانِ من

میانِ او ز مو باریک و من باریک تر از مو
نگنجد یک سرِ مو چوں میانش در میانِ من

دہانِ تنگ او چوں غنچہ دارد برگِ گل پنہاں
بہنگامِ تبسم راست خواہد شد گمانِ من

برہمن از سخن پیداست مقدارِ سخندانان
گواہِ حالِ من کافیست طبعِ نکتہ دانِ من

ع۲۷۳

بود بر زلفِ دو رخت دیدہ آشنا کردن
دلِ شکستہ گرفتارِ صد بلا کردن

بمدعا نرسد ہر کہ مدعا طلب است
چہ مدعاست بہ از ترکِ مدعا کردن

ہوائے گلشنِ وصلِ تو چوں صبا دارید
چو طفلِ غنچہ توان چاکِ صد قبا کردن

دلیلِ صافیٔ آئینۂ ضمیر بود
غبارِ کوئے تو در دیدہ توتیا کردن

بدردِ عشق برہمن بساز و خوشدل باش
کہ ننگِ عشق بود خواہشِ دوا کردن

ع۲۷۴

اگر مردِ رہے گوشہ بزانو شدہ منشیں
وز کارِ جہاں نگذرد دیگر شدہ منشیں

ہر سو کہ روی سنگِ تعلق برہ آید
رو از ہمہ کس در کش دیگر شدہ منشیں

از صحبتِ اربابِ جہاں گوشہ گزیں شو
وانگہ بسرِ دیدۂ [illegible] شدہ منشیں

شاید کہ بیابی اثرے گوشہ میانش
دم در کش و باریکتر از مو شدہ منشیں

خواہی کہ کنی از روشِ عمر تماشا

یک لحظہ برہمن بسر جوش شدہ بنشین

۲۷۵

مرا ساقی شرابِ زعفرانی میتوان دادن — بہ یک تہ جرعہ آبِ زندگانی میتوان دادن

چو از کس نیست حاصل در جہاں پیوستہ کامِ دل — دو روزے داد عیش و کامرانی میتوان دادن

بگرداں جام ساقی بر دلِ احباب مست شد — بہ دورِ چرخ جام دوستکانی میتوان دادن

بکیدم گر ہوائے نفس بیروں بگذرد روزے — بشارتہائے عمرِ جاودانی میتوان دادن

جوانی میرود از دست پیش از موسمِ پیری
برہمن دادِ ایامِ جوانی میتوان دادن

۲۷۶

نہ تنہا غمزۂ اش در دیدۂ مینا زند ناخن — با بروباره من بر ماہِ نو صد جا زند ناخن

صفیرِ عندلیب از جا برد اہلِ محبت را — کہ حرفے گفتن نادانی دبر دانا زند ناخن

دلم چوں شیشہ نازک گشت گر دستش کنی رنجہ — صدا خیزد کسے گر بر لبِ مینا زند ناخن

بروے بسترِ آرام بگذار و جہان پہلو — میانِ چشمِ عاشق صورتِ دیبا زند ناخن

برہمن گرد گردشہائے چشمِ مست او گردد
کہ بر غیرے نگاہ انداز و بر ما زند ناخن

۲۷۷

خوش بود چوں سرو پا در زیرِ داماں داشتن — غنچہ آسا بود دل سر در گریباں داشتن

در خیالِ ماہ روئے او شبہائے فراق — ہمچو ابرِ تیرہ باید چشم گریاں داشتن

لختِ دل بسیار مے آورد بر مژگاں ہجوم — عشق اگر تجویز میکردی ز ساماں داشتن

سہت در بزمِ محبت شرطِ اول درمیاں — سوختن با خویش و لب چوں برق خنداں داشتن

دست اگر داری برہمن جامۂ جاں چاک کن
ننگ دارد عشق از چاکِ گریباں داشتن

۲۷۸

غبارِ کوئے تو کحلِ بصر تواں کردن — علاجِ تیرگیِ چشمِ تر تواں کردن

بمنزلے کہ عبورِ خیال ممکن نیست — نشانِ پائے ترا راہبر تواں کردن

تمام گریہ شود قطرہ قطرہ ریزش کن	حقائق	مگر چنیں مہ لبِ او اثر تواں کردن
تو سخت بیخبری از تہالِ خاطرِ خویش		چہ کارہا کہ بخونِ جگر تواں کردن
شکست نفس درستی دہد در آخر کار		تمام کردی اگر ایں قدر تواں کردن
بروں نرفتہ ہنوز از دریچۂ انکار		بشاہراہِ یقین چوں گذر تواں کردن
تمام عمر باُمیدِ وعدہ باشم شاد		گر اعتماد بروزِ دگر تواں کردن
قدم چسگونہ گذارد کسے دریں وادی		کہ طے مرحلہ بر نیشتر تواں کردن

براہِ عشق برہمن نتیجہ خامیست
تفادتے اگر از پا و سر تواں کردن

آمد چو آفتابِ سحر در کنارِ من	۲۷۹	آخر نتیجہ داد شبِ انتظارِ من
عمریست کز طریقۂ مجنوں اثر نماند		ایں رسم کہنہ تازہ شود در دیارِ من
ہر مرغِ دل کہ رفت ازاں حلقہ برنگشت		دامِ بلا بود شکنِ زلفِ یارِ من
باسختیٔ زمانہ چو نرمی گرفت دل		آساں گذشت روزِ من و روزگارِ من

ہرگز دمی نہ گریہ نیاسود برہمن
آبِ رواںست گریۂ بے اختیارِ من

بہار آمد نظر بر سبزہ و گل میتواں کردن	۲۸۰ غزل در زمانِ ضعف و ناتوانی گفتہ	برگلشن آشیاں مانند بلبل میتواں کردن
دو روزے دادِ عیش و کامرانی میتواں دادن		ز فکرِ دُوربیں روزے تغافل میتواں کردن
ہمیں حسنِ عمل زادِ طریقِ سالکاں باشد		فراغتہا بہ اسبابِ توکل مے تواں کردن
نظر بہ اصلِ مطلب ساست باید مردِ عارف را		ز ہر جزوے نظر بر رشتۂ کل مے تواں کردن

زنا ہمواریٔ دنیا گذر کردن بود اولٰے
برہمن ہر چہ پیش آید تحمل مے تواں کردن

بہار آمد سخن از جام و صہبا مے تواں گفتن	۲۸۱	سخن گر نشنود ساقی بہ مینا مے تواں گفتن

شکایت ها ز عقل ذوفنون پیش جنون دارم — ز نادان هر چه پیش آید به دانا میتوان گفتن
تو ساحل کجا از شورش دریا خبر داری — به غواص سخن از قعر دریا مے‌توان گفتن
به هر دل تنگ نتوان گفت غمهائے محبت را — اگر درد دل بگنجد به صحرا مے‌توان گفتن
برهمن هوش باید گوش هرگز بر نمے تابد — حدیث عشق جانسوز است با ما میتوان گفتن

ردیف هائے هوز

۲۸۲

تنها همین نه جا بدل ما گرفته — در هر دلے چو درد دل ما جا گرفته
دست الم بدامن عیشت کجا رسد — تا دست جام گردن مینا گرفته
ایمن مشو ز سیل حوادث روزگار — اے آنکه خانه بر لب دریا گرفته
با قدسیان پیام دل زار ما بگوئے — اے ناله راه عالم بالا گرفته
آزادگان هوس نگزینند برهمن — آسوده که ترک تمنا گرفته

۳۵۳ خیال آفرینی

در سلسلهٔ زلف تو سنبل نبرد راه — گرد گل رخسار تو بلبل نبرد راه
پائے دل من در خم زلف تو شکست است — زان گونه که از زلف بکاکل نبرد راه
در راه طلب هر که قدم پیش گذارد — جز همرهی اهل توکل نبرد راه
هان دم مکن از باد صبا یکدو سه گامے — در کوئے طلب فکر و تامل نبرد راه
در هر قدمے چشم به ره دار برهمن — در بادیهٔ عشق تغافل نبرد راه

۲۸۴

ز حال من که چو تو بے رحمت داری خبر یانه — دل من سوخت آیا در دلت باشد اثر یانه
اگر چشم ترم گوهر فشاں گردد عجب نبود — که نیساں در صدف از قطره میبندد گهر یانه
بیاد زلف او با خویشتن افسانه میگویم — که خواهد شد شبے این قصهٔ من مختصر یانه

دلِ صاحبدلاں پرورده خونِ جگر باشد — بہم آغشتہ لختِ دل و خونِ جگر یا نہ

برہمن گر نہ کامِ دل بدست آید تغافل کن
نہالِ نا امیدی نیز مے بخشد ثمر یا نہ

ع ۲۸۵

گردِ گلت چو سنبل و ریحاں بر آمده — طومار ہائے خوابِ پریشاں بر آمده
دارم دلِ شکستہ کہ در راهِ انتظار — خوں گشتہ وز دامنِ مژگاں بر آمده
دریائے خوں ز ہر مژه مے آورد بردن — چشمم کہ چشمہ ایست ز طوفاں بر آمده
دستم وگر ز شوق نگنجد در آستیں — تا در ہوائے چاکِ گریباں بر آمده

حیرانم از تلونِ احوالِ برہمن
دانا نموده وہم بر ناداں بر آمده

ع ۲۸۶

رسید دلبرم از دور با رخ چوں ماه — چو ماه بر سرِ خود کج نہاده طرفِ کلاه
ازیں کہ چاکِ جگر لذتِ دگر دارد — چو دست سوئے گریبان برم شود کوتاه
بروزِ حشر تہی دست رفتن آساں نیست — مگر بدست برم نامۂ سیاه گناه
درست کرد ہمہ کس دلیل و برہاں را — ولے ز سرِ حقیقت کسے نشد آگاه

قدم کشیده گذشتند پختگانِ طریق
ز فکرِ خامِ برہمن ہنوز مانده براه

ع ۲۸۷

باز ایں کلاه گوشہ کہ بر سر شکستہ — دلہائے بیدلاں ہمہ از بر شکستہ
ساقی چہ طرفہ ساقی بدست بوده — مے ریختی لبِ ساغر و ساغر شکستہ
تاواں اگر ز لعل دہے در حساب نیست — تو دل شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ
شرمت ز خویش باد کہ پیمانِ توبہ را — صد بار بستہ و دگر بار شکستہ

سیراب باد گلشنِ ہمت کہ برہمن
لب تشنہ جام بر لبِ کوثر شکستہ

ع ۲۸۸

آسته آنکه صبح با مے و ساغر نشسته — با ماه و آفتاب برابر نشسته

آسے پیر مے فروش تما نیز جرعه — ہاں قسمتے که بر لب کوثر نشسته

چندیں نوا بگوش تو ہرگز اثر نکرد — صد گوش بر ترانهٔ دیگر نشسته

جوہر چو نیست صحبت نیکاں ترا چه سود — چوں سنگ ہم ترازوے گوہر نشسته

با خویشتن بساز برہمن بکنج فقر
با اہل روزگار مکرر نشسته

ع ۲۸۹

دیدم صنمے ماه رخے لب شکرینے — کافر بچهٔ عشوه فروشے نمکینے

ہوشے و قرارے و شکیبے ز دلم برد — آں ماه ہلال ابروے خورشید جبینے

اینجا نبود کشمکش سبحه و زنار — عشقے و گذشتن ز سر مذہب و دینے

حسن عمل از تیره دلیہا نتواں یافت — باید دل صافی و صفائی و یقینے

جز برہمنے خوش سخنے تازه ادائے
طبع که کند سیر دریں تازه زمینے

ع ۲۹۰

بچشم اہل خرد مرد از ہنر خالی — بود چو شاخ خزاں دیده از ثمر خالی

ز بس که خون جگر ریختم ز گوشهٔ چشم — شد آستیں پر و داماں پر و جگر خالی

ز سینه زنگ برد گریه که صاف آید — مدار از گہر اشک چشم تر خالی

ز سینه ام شرر آتشیں بروں آید — که نیست آتش سوزنده از شرر خالی

بسوز نیم شبے ساز برہمن به نیاز
که آه خسته دلاں نیست از اثر خالی

ع ۲۹۱

گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی — سخن نماند و لب از گفتگو نشد خالی

ہزار دسته گل از گلشن جہاں بردند — ہنوز ایں چمن از رنگ و بو نشد خالی

ہمیشه گرمی میخانهٔ جہاں باقیست — ہزار جام شکست و سبو نشد خالی

با نہایت نرسد گرچہ راہ وادی عشق   خوش آنکہ یک نفس از جستجو نشد خالی

پر از خیالِ تو شد مو بمو برہمن را
دل از خیالِ رخت نیم مو نشد خالی

۲۹۲

سینہ از مہر تو ام نیست ز سرِ مو خالی   تنگ عشقست سرِ مو ز غمم تو خالی

نہ ہمیں در شکنِ زلف تو دلہا جمع شد   نیست نوکِ مژہ و گوشۂ ابرو خالی

مرد را روئے خوش و خوئے نکوئے باید   گل چہ ارزد بچمن چوں بود از بو خالی

گرچہ آغاز رہِ عشق ندارد پایان   ناتوانے نتوان شد بتک و پو خالی

برہمن با دو سخن ہمچو گل و بوئے کلیم
در حقیقت ز سخن نیست سخنگو خالی

۲۹۳

دنیا چہ بود کہنہ سرائے و خرابے   خوابے و خیالے و حجابے و سرابے

چوں آب رواں میگذرد عمرِ گرامی   وین ہستئ موہوم نیرزد بحبابے

بر دیدۂ من عینکِ خورشید حجابست   پیداست میانِ من و آں ماہ حجابے

معشوقِ من از غیرتِ من از سرِ حیرت   چوں صورتِ دیبا بہ سوالے و جوابے

آنجا کہ درِ رحمتِ او بر ہمہ بازست
با شیخ و برہمن نہ خطائے نہ عتابے

۲۹۴

مباد ہمچو تو نامہرباں نگار کسے   کہ نیست بر دلِ تو دستِ اختیار کسے

خزاں قریب تماشائیانِ عشق بس است   مرا چہ کار بسر سبزئ بہار کسے

بروئے بحرِ دلم موجِ حسرتے گذشت   کجا بخاطرِ من بگذرد غبار کسے

قرار اگر طلبی اے دل رمیدہ بگیر   قرار در شکنِ زلفِ بیقرار کسے

تمام عمر توان بود برہمن مخمور
مے نگاہش اگر بشکند خمار کسے

۲۹۵

عاشق مشو که شهرهٔ ایّام میشوی
بدنام خاص و عام بایں نام میشوی

ای زلف یار بهر گرفتاری دلم
از خال دانه می‌نهی و دام میشوی

جانها فدائے دلبری و شوخی تو باد
دل میبری ز دست و آرام میشوی

هر لحظه توبه می کنی و میکنی گناه
صد بار پخته میشوی و خام میشوی

فرزیه

مرد آزماست بادهٔ توحید برهمن
نا آزموده مست بیک جام میشوی

۲۹۶

دران مقام که خواهی حسیر دیده بنشینی
نخست ذوقِ دانش و ریده بنشینی

بتنها نرسد گرچه راه وادی عشق
ز نارسی است اگر نارسیده بنشینی

ترا ز گردشِ گردون هرزه گرد چه باک
اگر بکشورِ دل آرمیده بنشینی

گمان مبر که ز دل تا بدیده ره باشد
ز دل برون نروی گر بدیده بنشینی

برهمن ار هوسِ گنجِ بیکسی داری
ز من دو حرفِ قناعت شنیده بنشینی

۲۹۷

ایکه در دل هوسِ خطِ جوانان داری
فکر بسیار بسودائے پریشان داری

عاشق آنست که پوشیده بود رازِ دلش
ننگِ عشق است اگر چاکِ گریبان داری

دیدهٔ عشق بیک قطرهٔ آبے نخرند
گر همه عمر ز غم دیدهٔ گریان داری

برهمن در دیدار یوزه کند جمع تجلیش
بامیدے و خیالے که تو درماں داری

۲۹۸

نه بے لبِ تو نمک ریز در شکر باری
شکنجِ زلفِ تو اندازهٔ گرفتاری

چو بوئے عنبرِ زلفِ تو در مشام آمد
دلم رسیده شد از نافهائے تاتاری

هزار جانِ گرامی بنیم جو نخرند
بیا بمعرکهٔ عشق اگر دلے داری

کسی چگونه دل از غمزه ات تواند برد
که گشته چشمِ تو خوکرده مردم آزاری

چگونہ خواب تواند نمود در دل شب
کنوں کہ یافت ترا برہمن بہ بیداری

ہزار شکر کہ امروز نہ کلک دیوانی　　گہر فشاں شدہ در دستِ آصفِ ثانی
وزیر اعظم و دستورِ عہد جعفر خاں　　کہ مشکلاتِ جہاں حل کند بہ آسانی
سحر ز مطلع دولت بکام محتاجاں　　چو آفتاب برابر کشاد پیشانی
ہمیشہ بحر کفِ او گہر فشاں گردد　　کہ ہست دست و دلش ہمچو ابر نیسانی

ز مدحتِ تو برہمن سخن چگونہ کند
کہ خطِ عجز کشد انوری و خاقانی

مقدمے کی غلطی کا ازالہ

مقدمہ کلیات ہذا کے صفحہ ۱۰ پر لکھا گیا تھا کہ دیوان منسوب بہ حضرت آذر کی چند غزلیات کسی ابجد خوان نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے مگر ان غزلیات کے نمبر دیئے جانے سے رہ گئے تھے، اب صراحت کی جاتی ہے کہ وہ غزلیات از نمبر ۲۰۳ تا ۲۰۶ و ۲۲۷ تا ۲۳۰ و ۲۴۸ تا ۲۷۰ ہیں، اس لئے ان کی صحت پر کلی اعتبار نہیں،

ایسا ہی رباعیات از نمبر ۳ تا ۲۶ ہیں، اس لئے ان کی صحت کا بھی کلی اعتبار نہیں،

تہار سنامی

خانے کہ بلند قدر و عالیشان است　　سرچشمۂ فیض و منبع احسان است
مجموعۂ دانش و کمالاتِ جہاں　　امروز دریں زمانہ جعفر خان است

گوشِ نو آشنائے آواز شود
ہر لحظہ ز ہر طرف صدائے دگر است

کلیاتِ برہمن

معروف

گلزارِ بہارِ بزمِ نظم

یعنی

افصح الفصحا، ابلغ البلغا، بلبلِ ہندوستان، ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندر بھان برہمن

میر منشی شہزادہ داراشکوہ و وقائع نویس حضور دیوانِ اعظم اورنگ زیب کی نادر بے نظیر

رباعیات

و

دیگر متفرق کلام

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہادر سنامی
ایم، اے، ایس، بی، ایم، پی، ایچ، ایس

رباعیات

(۱)

ماراچو بجالِ خود شناسا کردی
از خار گل و ز قطره دریا کردی
از عهدهٔ شکر تو برون چون آئیم
ما میدانیم آنچه با ما کردی

۲

مارمز شناس عالم ایجادیم
ویرانست جهان و ما در و آبادیم
امروز درین قفس فرود آمده ایم
فردا که قفس شکسته شد آزادیم

۳

ما ذوقِ مے شبانه را میدانیم
افسانهٔ عاشقانه را میدانیم
بے جنبش دست و پا برقص آرد دل
ما شورشِ این ترانه را میدانیم

۴

ما پست و بلند روزگاراں دیدیم
با فصل خزان نوبهاراں دیدیم
در راهِ طلب دو اسپه می باید تاخت
ما تاختن شاهسواراں دیدیم

۵

ما از پئے عیش در جہاں آمده ایم
از بہر نشاط جاوداں آمده ایم
ما را ز حساب خطِ آزادی بس
فارغ ز غمِ سود و زیاں آمده ایم

۶

ما را ز مے شبانه مستی دگر است
وارستگی ز قید هستی دگر است
ما برهمنیم لیک در مذهب ما
حق دیگر و شغلِ بت پرستی دگر است

آں ہیچم و بانہ ہیچ کسم کارے نہ (۷) دل بستہ بجز گوشۂ دیوارے نہ
بازار پُر از متاعِ دانش ہر سو امّا اثر از گرمیِ بازارے نہ

من کیستم از راہِ دراز آمدہ ام (۸) در عینِ حقیقت مجاز آمدہ ام
از میکدۂ عشق درین دیرِ کہن صد بار برون رفتہ و باز آمدہ ام

ما گنج ز عالمِ بقا یافتہ ایم (۹) از فیضِ ازل نشو و نما یافتہ ایم
گویند جز ایں جہاں جہانِ دگر است ما از دو جہاں ہمیں ترا یافتہ ایم

ما شیفتۂ نرگسِ جادوئے توایم (۱۰) آشفتۂ زلفِ عنبریں بوئے توایم
چوں ماہ رخے تو سجدہ فرما گردد خم گشتہ تر از ہلالِ ابروئے توایم

ما سنبل و زلف را یکے دانستیم (۱۱) ز یکتائے دو تا یکے دانستیم
مسلمان ہندو
مارا چو بخویش آشنا ساختہ اند بیگانہ و آشنا یکے دانستیم

تا بوئے تحیّر و بدنامی غم آمد (۱۲) از ہر دو جہاں خطِ فراغم آمد
ہر جا کہ ز عشق تند بادے برخاست پروانہ شد و سوئے چراغم آمد

اے آنکہ بدیدۂ آشنا مے آئی (۱۳) دل بردہ ز دست دلربا مے آئی
جائے نگذاشتم کہ نے من باشی با اینہمہ عشوہ از کجا مے آئی

دل در خمِ زلفِ یار بستیم و خموشیم (۱۴) در گوشۂ عافیت نشستیم و خموشیم
ہر چیز کہ بود رنج روحانی بود پیمانۂ آرزو شکستیم و خموشیم

تا کے بغلط راہِ ہوس پیمودن (۱۵) وین مرحلہ را بہرِ نفس پیمودن
چوں مرغِ شکستہ پر براری ہمہ عمر در ہر قدمے راہِ قفس پیمودن

تا چند ز جورِ فلک آزردہ شوی (۱۶) و ز گردشِ روزگار افسردہ شوی
چوں غنچہ بجمعیتِ خود راضی باش زاں پیش کہ گل شوی و پژمردہ شوی

دل مائلِ خوبرویاں شدہ است (۱۷) آشفتۂ تارِ سنبلِ نکویاں شدہ است
از سر مو دگرے آرد یاد تا وا لِ موئے مشک مویاں شدہ است

در عشق ز مغز و پوست مے باید رفت (۱۸) آنجا کہ نہ رنگ و بوست مے باید رفت
تا دوست ببوئے دوست مے باید رفت سر رشتہ بدستِ دوست مے باید رفت

خواہم کہ ز مژگاں ہمہ شب خونریزم (۱۹) در دامنِ خویش اشکِ گلگوں ریزم
از خونِ جگر دو دیدہ ام پر شدہ است معذورم اگر دو قطرہ بیروں ریزم

اربابِ جہاں نقشِ پر آب اند ہمہ (۲۰) بے مغز تر از سرِ حباب اند ہمہ
لب تشنہ در پئے سراب اند ہمہ بر آتشِ آرزو کباب اند ہمہ

ارباب جہاں نمود بے بود همه (۲۱) در بند زیان و در پئے سود همه
تاریک کنان خانۂ روشن عقل با سینۂ آتشین پُر از دود همه

آنانکه ز عشق رنگ و بوئے دارند (۲۲) در گلشن عیش آبروئے دارند
چوں غنچه بصد زبان خموش اند و لے در پرده بگوش گفتگوئے دارند

دل در خم زلف یار خواہم بستن (۲۳) بر خود در اختیار خواہم بستن
شاید قدم نهد خیالش در خواب در دیدۂ خود نگار خواہم بستن

یاد دل دردناک خواہم کردن (۲۴) پیراہن صبر چاک خواہم کردن
آلودگی که در میاں آمده است با آب دو دیده پاک خواہم کردن

آنانکه بگفت گو زبانے دارند (۲۵) مانند جرس بہرزه فغانے دارند
جز بر در خانۂ فلک نکشائیند آہنا که ز راهِ کاروانے دارند

ہرگز نخوریم در جہاں ہیچ غمے (۲۶) باشد که بطور خویش باشیم دمے
چوں بیش و کمے زمانه فانی باشد دانا نکند نگاه بر بیش و کمے

در خلوتِ دل راه بهر کس ندہند (۲۷) ره بر در ایں شعله بهر خس ندہند
خوباں دلِ عشاق امانت ببرند امّا چو طلب کنند واپس ندہند

اسباب نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ (۲۸) چوں در گذر است زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنج معانی ہمہ ہیچ ور ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

امروز کہ تازہ درمیاں آمدۂ (۲۹) تا در نگری ز دل بجاں آمدۂ
از بار دگر چہ حاصلست خواہد بود گیرم کہ دوبارہ در جہاں آمدۂ

شب با سر زلف دوست پیماں بستم (۳۰) ہر تار بر شتہ دل و جاں بستم
تا خندۂ صبح درمیاں خواہد بود آں عہدۂ کہ با دیدۂ گریاں بستم

ایں کار جہاں کہ در شمار آمدہ است (۳۱) تا در نگری صلاح کار آمدہ است
بر کردۂ تقدیر سخن نتواں کرد ہر چیز کہ ہست سازگار آمدہ است

از عمر گذشتہ یاد نتواں کردن (۳۲) خود را بفسانہ شاد نتواں کردن
عمرے کہ بدست تست از دست مدہ (دیوان) کم نتواں اگر زیادہ نتواں کردن
(آؤزہ)

در ہر چہ نظر کنی صفائی دگر است (۳۳) ہر جا کہ روی بر تو جائے دگر است
گر گوش تو آشنائے آواز شود ہر لحظہ ز ہر طرف صدائے دگر است

سرمایۂ عمر جاودانی عشق است (۳۴) اسباب نشاط و کامرانی عشق است
سرچشمۂ آب زندگانی عشق است عنوان صحیفۂ معانی عشق است

آنسے خواجہ نہ نام سے نشاں خواہد ماند (۳۵) حرفے دو سہ بر زباں خواہد ماند
ہر چیز کہ ہست از میاں خواہد رفت (خطاب بہ) جز نام خدا کہ در میاں خواہد ماند

اورنگزیب

شاہنشاہی کہ در جہاں شاہی از وست (۳۶) با دولت و تخت ملک آگاہی از وست
او خاصہ چو آفتابِ عالمگیر است در خیل و حشم ز ماہ و ماہی از وست

(در عہد دولت بادشاہ عالمگیر آفاق ستاں)

کلامِ دیگر

(جنابِ برہمن کا جسقدر اور کلامِ نظم اُنکی دیگر تصانیف میں دیکھا گیا وہ حسب ذیل ہے)

شاہا عالم مطیع فرمانِ تو باد (۳۷) لبریز ادائے شکر احسانِ تو باد
چوں ذاتِ تو خلق را نگہباں باشد ہر جا باشی خدا نگہبانِ تو باد

شیخ قطب کو لکھی

ز سرمہ دیدہ عاشق کجا شود روشن (۳۸) بیا کہ آمدنت چشم ما شود روشن
غبار کوئے تو کحل الجواہر بصر است کہ چشم تیرہ، باین توتیا شود روشن

اسلام خان ثانی کو لکھی

من آں مرغم کہ بر گلہا پریدم (۳۹) ہوائے گرم و تر بستاں ندیدم
چو سبزہ لب بہ شیر برف شستم چو گل بر چشم ہائے تر دمیدم

کو آں شبِ خلوت کہ غنودیم بہم (۴۰) وآں راز کہ گفتیم و شنودیم بہم
آیا بود آنکہ باز باشیم شبے یکبار دگر چنانکہ بودیم بہم

شعلۂ شوق تو چوں گرمی بازار شود (۴۱) اندک اندک بمیاں آید و بسیار شود
صُبحِ محشر مگر از پردہ بر آید بیروں ورنہ زیں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

از ماہ گرفتہ تا بماہی دیدم (۴۲) ہر چیز کہ خواستم کماہی دیدم
عمرے سے دلِ من در طلبِ درویشاں بود درویشی در لباسِ شاہی دیدم

سخن چو سخن آرمیدہ میگویم (۴۳) ھر سخنِ سخنے آرمیدہ میگویم
سخنوراں سخنِ ماشنیدہ میگویم من از کمال ادب کم نہ دیدہ میگویم

میانِ قالب و جاں دگر نخواہم رفت (۴۴) ازیں مکاں بمکانِ دگر نخواہم رفت
ہمیں جہاں است کہ دارد جہان جہاں معنی ازیں جہاں بجہانے دگر نخواہم رفت

بائید داغ ہائے نمک سود زیستن (۴۵) بودن تمام آتش و بے دود زیستن
آنکس کہ درفتاد بدریار دردِ عشق صد بار کرد محنت و بے سود زیستن

بچشمِ ہمتِ من وسعتِ جہاں تنگ است (۴۶) کجا روم کہ زمیں تنگ آسماں تنگ است
ہزار فکرِ تامّل و گردشِ افلاک کند فغاں بہ فلک زیر آسماں تنگ است

شب با سرِ زلفِ دوست پیماں بستم (۴۷) ہر بار برشتۂ دل و جاں بستم
تا خندۂ صبح در میاں خواہد بود آں عہد کہ با دیدۂ گریاں بستم

از عمر سے گذشت یا دنتواں کردن (۴۸) خود نہ شاد نتواں کردن
عمرے نست از دست مدہ کم نتواں گر زیاد نتواں کردن

تو شرف یافت ایامِ شرف (۴۹) خورشید رُخ از ماہِ شرف
طنطنہ دولتِ تو ورنہ مُلک و شش جہت چار طرف

شہر مُبارک شاہجہاں (۵۰) شاہنشہِ آفاق خُدیوگیہاں
خورشید چو در دریچۂ بیروں آمد صد بلند شُد گردوں

اے دبدبۂ فوجِ تو مُلک و مَلک (۵۱) وَے طنطنۂ اوج تو در کوسِ فلک
مانند سبزہ تو بر دوشِ سماک آمد تو بر فرقِ سمک

بہ بارگاہ از راہِ دید آمدہ ام (۵۲) تُرا ز ہر دو جہاں برگزیدہ آمدہ ام
و حالِ ما نظرِ عنایت دریغ مدار ہر از اہلِ محبت شنیدہ آمدہ ام

علامۂ روزگار دانائے جہاں (۵۳) سر دفتر اربابِ کمالاتِ جہاں
دستور وزیر اعظم ہندوستاں عنوانِ صحیفۂ خرد افضل خاں

دوش بگفت بمن پیر مغاں از سر لطف (۵۴) ورنہ آں مست خراب است کہ ہشیار شود
لبکِ خندہ نمک ریز جراحت گردد آں لبِ لعل کہ در خندہ شکر بار شود

مثنوی

اگر واگذارند در گوشہ ام   زلختِ جگر بس بود توشہ ام
در آں گوشہ عیشِ نہانی کنم   نہاں از ہمہ زندگانی کنم
بگیرم دگر نامِ دنیائے دوں
بہ لختِ جگر سازم و جامِ خوں

فرد

چوں غنچہ خونِ جگر میخورند اہلِ نشاط (۱) بایں روش ز پسِ پردہ رازمے پوشند

فراد

اے خوش آں راز محبت کہ چو آید بہ بیاض (۲) صفحۂ کاغذ و آوازِ قلم نشناسد

مصراع

ہرکس کہ بہ کیمیا رسد زر گردد

مصراع ذیل رائے ترسکھ داس کو لکھا:۔ تو ئی امروز کہ نامے ونشانے داری

فراد

بر آستانِ توام در جہاں پناہے نیست (۳) فراد سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست
مرا تغافلِ او بہ نماید از تلطفش (۴) کہ آں بہ ہرکس و ایں خاص از برائے من است

مصرعہ۔ خاشاک نیز بر دلِ دریا گذر کند

شعر

تا گشتہ ام جدا غمت از من جدا نہ شد (۶) خوابم بہ چشم و چشم بہ خواب آشنا نہ شد

بیت

شیخ و برہمن ہر دو نظر (۶) در نظر لیک ہمہ بے خبر

فراد

روشن ضمیر را چہ غم از اختلاط خلق (۷) دریا بہ مشت خاک مکدر نمی شود

فراد

جواناں قدر پیری را چہ دانند (۸) بدانند آنچہ باید تا بجا آرند

فراد

پس از عمرے بہ سوئے پیر رو می خواہم آئید (۹) کہ بر رویش نگاہِ اولیں از چشم من باشد

شعر

کسے کہ روئے تو بیند نظر تمام کند (۱۰) مقیم کوئے تو گرد و سفر تمام کند

متفرقات

بعشق و حسن بود نسبتے کہ نتواں گفت (۱۱) ہمیں حجاب بلا گشت درمیانۂ ما

برادرم از خاطر برگیرم از تو دل (۱۲) ایں مہر بر کہ افگنم آں دل کجا برم

آخر از صفائے حبابے برآوریم (۱۳) بیہودہ نیست قاعدہ جست و جوئے ما

کجا است محرم رازے کہ عقدہ بکشاید کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گیر است

بشوقِ قافلہ گم کردہ و سحرے گفت (۱۵) در انتظار غنودیم و کارواں بگذشت

درد دلِ من آرزوئے صحبت دیرینہ ماند (۱۶) ایں گرہ در خاطر و ایں آرزو دیرینہ ماند

با تو بودن مشکل و دور از تو بودن مشکل است (۱۷) با تو نتواں بودن و دور از تو نتواں زیستن

چہ از حرف پریشانِ جہاں میگوئی (۱۸) ایں حدیث است کہ ناگفتہ مکرر گیرند

غزل نمبرہ کے سب دیوانوں میں ۵ اشعار پائے گئے، مگر رائے سری رام صاحب دہلوی کے دیوان میں حسب ذیل شعر اور درج تھا، "بہار شامی"

بدستِ ہمتِ ما نسخہ ز آزادیست (۱۹) نہی ز نقشِ تعلق بود جریدۂ ما

از زلفِ تو دل بگذشت آزاد (۲۰) ہر چند کہ اضطراب کردیم

دیدہ چوں بر رخِ زیبائے بتاں باز کنیم (غزل نمبر ۳) جائے آنست کہ بر دیدۂ خود ناز کنیم

ہر طرف بے جہتے نیست صدائے جرسے
خوشتر آنست کہ با گوشش آواز کنیم

شاہبازانِ طلب راہ بجائے بردند
ما بایں قسمت پرِ سے چند، چہ پرواز کنیم

سخت مشکل کہ بہم دست دہد محرمِ راز
بنشینیم و دلِ سوختہ دمساز کنیم

برہمن مصلحتِ کار چو لازم باشد
آنچہ انجام براں گردد و آغاز کنیم

غزل نمبر ۳۰۱

آتش بود نهفته به تیغِ نگاهِ تو — خورشید زیر سایهٔ چترِ سیاهِ تو
زاهد بروں نگوشه که رندانِ پارسا — خوش کرده اند ترک ز ترکِ کلاهِ تو
همت اگر طلب کنی از خود کناره گیر — بر خویشتن گرفته گناه، ایں گناهِ تو
هاں دل شکسته مکن رازِ خود عیاں — کافی بود دو دیده گریاں گواهِ تو

بر آسماں، نگاه مبیند از برہمن
ترسم که نگذرد ز فلک تیرِ آهِ تو

غزل نمبر ۳۰۲

اے بُتِ عشوه گرے شوخ که در گلشنِ ناز — قدِ نوخیز تر از سروِ خراماں داری
بد ماغے که ز بوئے گلِ ریحاں رنجد — خنده بر روئے گل و بوئے گلستاں داری

تیغ در دستی و مجنونِ شہادت داری
تیر در شستی و شرمندهٔ احساں داری

تصاویر مستند

چونکہ کلیاتِ برہمن کی طباعت و اشاعت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی، اسلئے خلاف اُمید کامیابی ہوئی، چنانچہ قابلِ فخر کامیابی تصاویر کا بہم پہنچانا تھا،

تصویر نمبر ۱- سرِ ورق پر جو بلاک کی تصویر ہے وہ اُس دستی تصویر کا بلاک ہے کہ جو ریاست جے پور کے پوتھی خانہ میں محفوظ ہے اِس تاریخی تصویر کی تشریح کیلئے ملاحظہ ہو کلیات صفحہ ۱۳۲ و ۱۱۴

تصویر نمبر ۲- یہ برہمن کے اصل خط نستعلیق آمیز شکستہ رقیمہ تحفۃ الفصحیٰ صفحہ ۱۲ کا عکس ہے جو پروفیسر سراج الدین صاحب آذر لاہور کے کتبخانہ میں موجود ہے

خاکسار بہار سنامی

چہ حاجت است بہ تشریح تمام سخن
سخن زہر کہ بہ مختصر توان کردن

کلیات برہمن

معروف بہ

گلزار بہار نظم

یعنی

افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبل ہندوستان ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندربھان برہمن

میر منشی شہزادہ دارا شکوہ وقائع نویس حضور دیوان اعظم اورنگ زیب کے نادر و بے نظیر

قصائد

مرتبہ

فضیلت مآب کمال انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی

ایم اے ایس بی ۔ ایم پی ایچ ایس

قصائد در شان شاہجہان

چو بر مدیح شہنشاہ شد تمام سخن
سخن نہ ہر کہ بود مختصر تواں کردن

شعرائے شرقی اپنے ممدوح کی شان میں جب کوئی قصیدہ لکھتے ہیں، یا توصیف و ثنا کا کوئی موقعہ پاتے ہیں، تو زمین و آسمان کے وہ وہ قلابے ملاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، قصیدے کی پیشانی کی عبارت شاہانِ شاہنشاہیت سے دست و گریباں ہوتی ہے اور ایسی کہ پڑھنے والا شاعر کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ یا تو یہ دین و ایمان فروش ہے، یا میراثی، بڑے بڑے متقی و عابد فاضل و کامل، اس میدان میں صداقت کے گھوڑے سے ایسے گرے ہیں، کہ صدیاں گذر جانے پر بھی خاکِ راہ اڑتی نظر آتی ہے، احتیاجِ تمثیل نہیں، جس کا دل چاہے کسی شاعر کا قصیدہ اٹھا کر دیکھ لے، وہی ٹھوکر، وہی گرنا، وہی گرد، وہی خاک،

یہ الزام جائز بھی ہے اور ناجائز بھی کیونکہ حقِ نمک خواری، رواجِ ملکی کا سہارا لیکر بد دیانتی کے گڑھے میں اگر نہیں گرتا، تو قصائد کی شکوہ خاک میں ملجاتی ہے، مگر قابلِ تعظیم ہے وہ شخصیت کہ جو شاہجہان اور اورنگزیب کی سلطنت کا رکن رکین اور ہندوستان کا دیدار ہوتا ہوا بھی جب قصیدہ لکھتا ہے تو وہ لکھتا ہے کہ اس سلطنت کے نیست و نابود ہو جانے کے بعد بھی ہم اسے متملق یا خوشامدی نہیں کہہ سکتے اسکے ہاتھ میں ایک ایسی میزانِ ایمانداری ہے کہ ہر لفظ کے بار پر بال برابر بھی فرق آنے نہیں دیتی،

خاکسار بہار نے بھی اپنی ایمانداری کے زبردست دعوے رکھتے ہوئے بہت سے قصیدے لکھے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف قائم نہ رہ سکا،

ان کے تمام کلام کی پڑتال سے محض ۴ قصیدے ملتے ہیں، ایک قصیدہ ۵ اشعار کا جعفر خان کی مدح میں ہے اور ۳ قصائد شاہجہان کی شان میں لکھے ہیں، قصائد فارسی کی مرصع سازی میں انوری، ظہیر، ظہوری، نذیری، فیضی اور عرفی نے بڑی صنعت کیساتھ نگینے جڑے ہیں، لیکن وہ سب ایسے ہیں کہ انہیں صداقت سے کوئی واسطہ نہیں، تذکرہ صاحب نے

جس مینا کاری کیا تھا اپنے طبع کے جواہر خانہ سے یہ بیش بہا مرصّع سازی کی ہے اُن کی موزونی، چمک، دمک، شاہجہاں کے تختِ طاؤس کو بھی شرماتی ہے، واقعات کے گوہر اُن کی بحرِ فضیلت سے ایسے نکلے کہ شاہجہاں کی سلطنت کی رفعت و بزرگی کا چاند چڑھ گیا آجکل قصیدہ اور حقیقت نگاری متضاد مضامین ہیں، لیکن رائےصاحب کے قلمِ حقیقت نگار نے شوکتِ الفاظ کیسا تھ ایسا ارتباط اتحاد کا نظارہ دکھایا کہ ہمیں دنیا کے اور کسی زبان کے قصیدہ میں نظر نہیں آتا اور آنا بھی نہ چاہیے تھا کیونکہ قصیدہ گوئی مدح سرائی اور دعا گوئی سے شروع ہو کر بیجا خوشامد اور ناروا مدحت پر ختم ہو گئی، شعرا کا کام میراثیوں نے سنبھالا، پھر اُن سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ضروری تھا "قصیدہ گوئی کا نام دعا گوئی رکھ چھوڑا تھا" اگر قصیدہ گو دعا گوئی پر بس کرتا بہتر تھا، مگر وہاں تو چار چار ورق کے قصیدوں میں دعا گوئی کا ایک ایسا شعر ملتا ہے کہ جو بہر آنا ممکن الحصول آرزو پہ ختم ہوتا ہے قصیدے کلام کے متفرق حصوں میں چھپے ہیں اور ایسے پردے میں ہیں کہ جن پر ہر ایک کی نظر نہیں پڑ سکتی اگر یہ قصائد شاہجہاں کی شان کی بجائے اورنگزیب کی حکومت کے متعلق ہوتے تو ہمیں انکی پروا نہ تھی مگر یہ ہیں اُس عالیجاہ شاہ کی شان میں کہ جنکی برہمن نے تعریف کی ہے اور اسی خیال سے ہم بھی انکی شہرت قائم کرنا چاہتے ہیں اسلئے ہم انہیں وہاں سے اٹھا کر دربار برہمن میں لاکر کلیات میں نشست دیتے ہیں، اور محض اسلئے کہ یہ بھی دیکھنے قابل ہیں

قصیدہ

چراغِ بزمِ شہنشاہ شد چناں روشن (۱) کہ شد زپرتوِ آں چشمِ آسماں روشن

بدورِ عدلِ شہنشاہ بادشاہِ جہاں کہ شمعِ دولتِ اُو باد جاوداں روشن

زمیں کہ کارِ جہاں جشنِ اتفاق گرفت بنورِ ماہ شود دیدۂ کتاں روشن

چراغِ دولتِ شاہِ زمانہ روشن باد کز دستِ چشمِ چراغِ جہانیاں روشن

جہاں خدیو جہاندار بادشاہِ جہان کہ شد جہاں زفروغش جہاں جہاں روشن

فگندہ نیّرِ تابش بہ ہر کراں پرتو نمودہ کوکبِ عدلش کراں کراں روشن

بمہر و ماہ شدہ شمعِ زخاکِ درش کہ بود ہر دو زرشکِ چشمِ این و آں روشن

۱؎ نظم میں حضور کی دعا گوئی کرتا ہوں (ذوق آبحیات)

قصیدہ

شرف امروز فیض آباد در ہندستان دارد (۲) ز خوبی ہر چہ در اندیشہ گنجد بیش از آن دارد

ز صبح او صفائی سینہ حاصل میکند دانا ز شام او شفق صد حرف رنگین بر زبان دارد

ہوائش دلکشا روح بخش و جانفزا باشد فضائے صاف تر از سینۂ صاحبدلان دارد

عمارتش مصفیٰ و منزہ چوں دل پاکاں ز رفعت ہر مکانش سر با وج آسمان دارد

ہوائے باغ و بستانش بیفزاید نشاط دل کہ ہر سو سبزہ زار و ہر طرف آب روان دارد

صفائی آب دریا دیدہ دل میکند روشن ز صافی یک بیک از فلک خود عیان دارد

گہر بر کف گرفتہ ہر نفس مستانہ مے آید مگر شوق نثار پادشاہ بحر و کان دارد

شہنشاہے کہ خنگ عزم او ہر سو کند جولاں سعادت در رکاب بخت و دولت ہمعنان دارد

ز شوکت از سلیمان و سکندر تاج بستاند بعدل و داد صد ترجیح بر نوشیران دارد

جہاں امروز اگر بر خویش نازد جائے آن دارد کہ شاہنشاہ ملک آرائے چون شاہ جہان دارد

فلاطون از سبق خوانان ارسطو حکمت و عقلش دار الحکمت بہ بنید در کمالش ہر کہ میل امتحان دارد

زدست بندہا غیر از دعا دیگر چہ می آید
برہمن روز و شب ورد دعائش بر زبان دارد

قصیدہ

سخن ز وصف شہنشاہ سر توان کردن (۳) براہ او چو قلم باز سر توان کردن

بروز بزم سخایش محیط عالم را بالطف جیب فلک پر گہر توان کردن

در آن مقام کہ اکسیر لطف فرماید ز فیض یک نظرش خاک زر توان کردن

چو بر مدیح شہنشاہ شد تمام سخن سخن ز ہر کہ بود مختصر توان کردن

ز روئے لطف کہ داری دریغ نتوان داشت
بسوئے برہمن از یک نظر توان کردن

باقی

کلامِ اُردُو

تبرکاتِ برہمن

اِس کلیات کی تکمیل اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ ہم تبرکات برہمن سے اِسے مکمل نہ کریں۔ ذرا سے رایاں کا دیگر کلامِ نظم جو متفرق منضامین پر رنگ بیزی کر رہا ہے، بطور تبرک و تفول درج کیا جاتا ہے، نقاد ملاحظہ فرمائینگے کہ اسکے آیاں کی قادر الکلامی جس گلشن سے گذر جاتی ہے، اُسے معطر کر جاتی ہے اور یہی قادر الکلام کی تعریف ہے۔

خدا نے کس شہر اندر ہمیں کو لائے ڈالا ہے　　نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے

خوباں کی باغمیں رونق ہووے تو کسطرح یارا　　نہ دونا ہے نہ مروا ہے نہ سوسن ہے نہ لالہ ہے

پیا کے ناؤں کی سمرن کیا چاہوں کروں کس سیں　　نہ تسبی ہے نہ سمرن ہے نہ کنٹھی ہے نہ مالا ہے

پیا کے ناؤں عاشق کوں قتل با عجب دیکھے ہو　　نہ برچھی ہے نہ کرچھی ہے نہ خنجر ہے نہ بھالا ہے

(نام — تسبیح — برچھی: حاشیہ)

([illegible])

برہمن واسطے اشنان کے پھرتا ہے بگیا سین (باغیچہ)

نہ گنگا ہے نہ جمنا ہے نہ ندی ہے نہ نالہ ہے

”

ادیٹر

[illegible]

کلیاتِ برہمن

معروف بہ

گلزارِ بہارِ بزمِ نظم

[illegible]

یعنی

افصح الفصحا، ابلغ البلغا، بلبلِ ہندوستان، ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندربھان برہمن

میر منشی شہزادہ دارا شکوہ و وقائع نویس حضور دیوانِ اعظم اورنگزیب کی مشہور نادر زمانہ

مثنوی ہفت بحر

مترجمہ

فضیلت مآب، کمالات انتساب، جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی

ایم اے، ایس پی ——— ایم پی، ایچ ایس

کہ جنہوں نے مثنوی کو اس کا اصل نسخہ جلوہ گاہ دربار کپورتھلہ سے حاصل کرکے یہ گلزار سجایا

هو

خداوندا دلی ده محرم راز
که بر رویش در معنی بود باز

بمعنی صورتم را آشنا کن
دلم را چشم معنی بین عطا کن

چه شد گر حسن صورت دلپسند است
فریب جلوهٔ معنی بلند است

چو چشم دل بمعنی باز گردد
فریب صورت از در باز گردد

جهان معنی از صورت برون است
بمعنی چشم معنی رهنمون است

بمعنی آنچنانم کن هم آغوش
که گردد جلوهٔ صورت فراموش

بمعنی هر که دارد دیده را باز
بصورت کی تواند بود دمساز

بعالم نقش بی معنی است بسیار
مرا با صورت معنی بود کار

برهمن را بمعنی آشنا کن
بجز در راهش ده واز خود جدا کن

در نیاز و ستایش حضرت بی نیاز گوید

خدای جرم بخش بی نیازی
خداوندی کریمی کارسازی

زبان قاصر بتقریر صفاتش
برون ز اندازهٔ ادراک ذاتش

خرد از سیر راهش باز مانده
زبان افتاده وز پرواز مانده

هوایش عقل را دیوانه سازد
فزایش شمع را پروانه سازد

قیاس آنجاست مرغ پر بریده
که غیر از کنج دیواری ندیده

کسے کز عقل دور اندیش باشد | ز عقل بیش حیران بیش باشد

بدانشہائے او رہ کے برد کس
کہ دانشہائے او او داند و بس

در بیان جوش و خروش دل گوید

کیم من خانہ زادے خانۂ عشق | برہمن زادۂ بتخانۂ عشق
دلے دارم بسے بیگانہ از خویش | براہ عشق از من صد قدم پیش
ز سر تا پا پرستارے محبت | بگردن بستۂ زنّارے محبت
ز دست پیچ و تاب عشق بیتاب | سراپا آتش و از شرم چون آب
ز یکرنگی ہم آغوش محبت | سراپا ہوش بے ہوش محبت
تہی دست از متاع کامرانی | دل آمادہ از گنج معانی
چو باشد گنج معنے در دلِ من | دو عالم سہل باشد حاصلِ من
ہنر باید چراغ خانۂ دل | ز معنی گنج درِ ویرانۂ دل
خداوندا دلے دارم ہمہ ریش | کہ مرہم را نخواہد محرمِ خویش
تہی دست دلے در اوّلِ کار | متاعِ آشنائی را خریدار
دلِ من ذرّۂ آن آفتاب ست | کہ گردش عالمے در پیچ و تاب ست
دماغ آشفتہ و عشقم چو سنبل | پریشاں خاطرے پیوستہ چون گل
ز خونِ دل برآنم ہر زباں چو کلکے | کہ نقّاشی کنم بر صفحۂ روئے
چہ خواہد رنگ خونیں روی زردم | گل افشاں از بہارِ دیدہ گردم
جراحت خانۂ اندیشۂ من | محبت محرم در ریشۂ من

دل من طفل نادان محبت — سبق خوانے دبستان محبت

سرم سودائی بازار عشق است — دلم دل بستهٔ زنار عشق است

نه آه گرم آتش مے فشانم — بآب دیدهٔ تر مے نشانم

گهی از آب و گه از آتشم شاد — خرد کارم بآب و آتش افتاد

نهانی آتشی دارم بسینه — بآئینے که مے در آبگینه

مرا ناخن بدل تا کار فرماست — دلم را از خروش آسودگیهاست

ز گریه هر نفس افتم بگرداب — چراغ دیده روشن سازم از آب

چنانم مانده در طوفان دیده — که خس باشد بطوفانے رسیده

نه در مغز سرم بوئی محبت — نه خاکی بر سر از کوی محبت

نه سوزان و نه جوشان و نه خامم — ز بس خامی نمی دانم کدامم

چو چشمم خونفشانی کرد آغاز — مرا از غنچهٔ دل شد گره باز

متاعے از جگر دارم فراوان — که آئین بسته ام در شهر مژگان

بود لخت جگر زیب کنارم — تو گوئی باغبان این بهارم

ز مژگان در گهر ریزی چنانم — تو پنداری محیط بیکرانم

سخن بس بر زبان ناگفته دارم — گلم در دست و مغز آشفته دارم

نفس از سینه ام بیرون نیاید — که سرتاپایش اندر خون نیاید

هوای صاف شد فصل نوبهار است — ولیکن چاره‌ی چشم عاشق اشکبار است

نشسته هر یکے در کنج باغے — رسانیده ز جام مے دماغے

من اندر کنج تنهائی بصد سوز — ندانم رنگ شب تا کو به روز

مرا شد چهره از غم سبز و زرد — بر آرم آه گرمے با دم سرد

دلم تا زخم غم را تازه آراست — صبوری از برم آهسته برخاست

بدریای محبت چون فتادم
بوقت اندیشهٔ ساحل ز یادم

من و غواصی این بحر نایاب
بدست آرم دری سی و دو من آب

زهی سامان طوفان چشم زارم
چو خواهی امتحان اشکی ببارم

زهی همسایهٔ آتش دل من
بروی آب و آتش منزل من

تنور سینه‌ام آتش فروش است
سرشک دیده‌ام طوفان خروش است

بناخن می‌شگافم سینهٔ ریش
که تا محرم شوم در خانهٔ خویش

چنان در سینه دارم آتش تیز
اگر گویم زبان گردد شرر ریز

چو مرغ آتشین دارم نفس را
که می‌سوزم درو با هم قفس را

مرا رمزیست پنهان با خیالش
کزان در پرده می‌بینم جمالش

من آن با خویشتن خلوت نشینم
که آئینه ببینم هر چه بینم

ازان رو بار غم بر دل ندارم
که با غم همچو شادی سازگارم

غم و شادی بود چون جلد اندوست
خوش است آن کان رهای خاطر اوست

شبی بودم به تنهائی هم آغوش
بکامی کرده هستی را فراموش

شبی آمد پس از سالی بدستم
که از اندیشهٔ عمری برستم

در صفت تازیانهٔ آگاهی گوید

دلا تا کی شبت زین سان شود روز
برآمد آفتاب عالم افروز

نسیم صبح باید گرد در کار
که گردد چشم خواب آلوده بیدار

ترا چشم خرد تا در نقاب است
نه بینی فی المثل گر آفتاب است

بر عاشق جهان باشد سرابی
بود معمورهٔ عالم خرابی

ترا لب تشنه در هر سراب است
تو معموری طلب عالم خراب است

ز علم بی عمل چندان که کاهی
بیفزا در عمل گر مرد راهی

بقای مطلق ار خواهی فنا شو
اگر خواهی بقا از خود جدا شو

مبین در غیر غیر از وی مبین هیچ
که غیر از وی همه هیچ است در هیچ

چو سرو از لاف آزادی زند کس
کشد پائی طلب در دامن دل بس

چو غنچه راز دل باید نهفتن
بخون خوردن چو گل باید شگفتن

اگر چون لاله بر دل داغ داری
میان خانهٔ خود باغ داری

بگل افشان بهار کامرانی
بگردان دور جام دوستگانی

تماشا هست در هر کوی بازار
ولی باید تماشا را خریدار

دلت را گر فروغ آشنائی است
بچشمت از حقیقت روشنائی است

خرد را پیشکار راه خود کن
سخن ها با دل آگاه خود کن

چو آگه نیستی از آخر کار
ز آخر ها ز اوّل شو خبردار

ترا در سر غرور تو از آن است
تو بی مغزی غرور تو از آن است

گر دهی سر پر از مغز خرد کن
بدانش امتحان نیک و بد کن

دلت آمادهٔ چندین گناه است
چه حاصل گر زبانت عذر خواه است

چه دل در کار خود باشد گرفتار
ندارد در میان عذر زبان کار

ز یک رنگی زبان با دل یکی کن
عمل بیش و حکایت اندکی کن

چه خوش باشد بروی عقل و تدبیر
سمند نفس را گشتن عنان گیر

که چون در تیه خواهد کرد جولان
عنان گیری بصد تدبیر نتوان

بهوش در تیه چون تخمی فشاند
نهال آرزو در دل نشاند

ز دل بیرون کن این تخم ہوس را
مبین دانہ ہمین قیدِ قفس را

بکش سر در گریبانِ خموشی
شناسا تو بعالم غیب پوشی

کسے کز عیبِ خود گردد خبردار (خوب)
کجا دارد بعیبِ دیگران کار

چون دامانت پُر از آلودگیہاست (واہ)
ترا لافِ صفائی نکتہ بیجاست

بدوز از دیدنِ عیبِ دو دیدن
خوش آن دیدن کہ غیر او ندیدن

نقاب از پیشگاہِ دیدہ کن دور
کہ یابد دیدہ ات از ہر کران نور

دلت از زنگِ عصیان گر سیاہ است
پشیمانی علاجِ ہر گناہ است

تماشائے بگلزارِ وفا شو
بآدابِ حقیقت آشنا شو

ترا آئینۂ دل گر بدست است
چہ شد گر ظاہرت صورت پرست است

بہر کارے کہ کردی شغل بسیار
قصورے در حسابِ عمر بشمار

بہ بلبل تا قیدِ قفس چیست
نہ اگر بوالہوس چندی ہوا چیست

ہوس را مرغ دست آموز کردن
شبِ شادی بغفلت روز کردن

نظر بر کوہی بسیار بستن
خیالے یک خطا صد بار بستن

کسے کو گرد حالِ خویش گردد
خبردارِ مآلِ خویش گردد

در صفتِ طراوتِ گلشنِ جوانی و مبتدای ایام نادانی گوید

جوانی جلوہ دارد دل افروز
کہ ہر صبحش بود چون عید نوروز

جوانی فصلِ عیشِ کامرانیست
نشاط افزاست دل فصلِ جوانیست

جوانا قدر یکدیگر بدانید
بدانید آنچہ باید تا جوانید

ببانغ عمر اگر باشد جوانی
بهار آرد نهال کامرانی

چه کار آید کسی کو پیر گردد
که شاخ خشک آتش گیر گردد

سخن بر لب ز حیرت باز ماند
نفس در سینه از آواز ماند

دریغا صرف شد نقد جوانی
به تلخی رفت شیرین زندگانی

بکار راست آنکه باید عاقبت کار
جوانی رفت ناگشتم خبردار

چو کم شد آب از جو دست شستم
چو نقد از کیسه بیرون رفت جستم

چو طاقت طاق شد هشیار گشتم
چو وقت از دست شد بیدار گشتم

ولیکن تا دمی از عمر باقیست
می هوش آفرین در دست ساقیست

مرا ساقیست پیری خرقه بر دوش
که ریزد ساغر هوش از ره گوش

من ار پیرم هنوزم دل جوان است
زبانم طوطی شکر فشان است

چه شد گر پیر باشد مرد هشیار
دلش باشد جوان در عرصه کار

هنوزم نشه در سر باده در جام
هنوزم عشق صید و دانه در دام

سخن را رنگ و بوی تازه از من
کتاب عشق را شیرازه از من

بساط غفلت از هم در نوردم
شبم تا دم بیاد هر که گردم

بگیرم نامه اعمال در پیش
بخوانم ماجرای قصه خویش

در صفت رهنوردی کمیت قلم بعرصه سخن گوید

قلم نقاش نقش روزگار است
قلم جادو ادای سحر کار است

قلم را گر نباشد بند پا
چو مرغ از هم بگردون کند جا

بیا ای کلک مشک افشان نگارم
که جز تو محرم دیگر ندارم

که با جادو ادای آشنائی
توان سحر آفرینیها دوادائی

سخن را از تو باشد جسم و جانی
ز تو باقی بود هر داستانی

سخن مرغیست صیادش تو باشی
فریب طبع آزادش تو باشی

صبا را کس ندارد بند بر پا
تو داری از سخن صد رشته بر جا

فزاید طبع گرد از تو گلشن
سواد دیده باشد از تو روشن

بر دلها راز تا داری نهانی
تو محرم در میان دوستگانی

نگار تازه بر کش بر حریری
بر آن بسته بر دلها نفیری

بر آواز محبت نقش برکار
که بر دلهای مشتاقان کند کار

در کیفیت انشای سخن گوید

بجوش آمد گر طبع رسانم
اگر با چشمهٔ فیض آشنایم

سخن اندک اگر بسیار گویم
حکایت از زبان یار گویم

سخن گویم سخن بی‌پا بهارست
چه بستان کم گل و بسیار خارست (۱۵)

سخن پر بود آنکه خموش است
دهل خالی بود زان پرخروش است

خموشانی که در جلباب هوشند
زبان در کام چون غنچه خموشند

سخن لبریز معنی بر زبانم
بجوش آورده مغز استخوانم

سر تیغ زبانم تند و تیز است
سمند طبع شوخ و گرم خیز است

در و بام سخن میدان من است
بمیدان سخن جولان من است

سخن چون راز داری چون نمی یافت
تو گوئی گنج خود را مخزنی یافت

سخن بسیار دارم در خزانہ
ولیکن رخصتِ گفتن مرا نہ

کسے در خلوتِ دل آشنا نیست
کہ آنجا جز سخن در مدعا نیست

نہ از رنگ و نہ نیرنگ و نشان بود
صفاتِ حق چو ذاتِ حق نہان بود

چو گفت و گوئے خواہش در میان شد
سخن چون بر زبان آمد عیان شد

نبودے گر سخن گفتن زبان را
کہ دادے از صفاتِ حق نشان را

سخن خواہم کہ باشد بر زبانم
چہ شد گر نیست گوہر در میانم

در صفتِ آرائشِ بتانِ سخن گوید

بخواب آمد مرا آن یارِ گلگون
کزان کز دیدہ ام بیرون و درون

ہوائے آن دو زلفِ عنبری بوے
کشد دل را بقیدِ پیچشِ ہر سو

چو پیچید زلفِ او پیچید دلِ من
کہ مشکل تر بود ہر مشکلے من

صبا چون زلفِ او را شانہ سازد
دلِ شوریدہ را دیوانہ سازد

دلم زان پیچ و تابِ زلف و کاکل
کند مشق پریشانی چو سنبل

خطِ سبزش کند روشن نظر را
لبِ لعلش کند شیرین شکر را

کنم کحلِ بصیرت خاکِ پایش
برون از دیدہ نتوان کرد جایش

نقاب از چہرۂ خود چون کند دور
شود دیوانۂ او دیدۂ حور

شکنجِ طرۂ مشکین غزالان
فریبِ جلوہ ہائے نونہالان

بُرد از جا دلِ افتادگان را
بقید آرد سرِ آزادگان را

چه دامست آن کمندِ عنبر افشان — که اوّل رشته بند و برگِ جان
بر رویش بهارِ کامرانی — خطِ رویش نگارِ شادمانی
چو بگشاید شکنجِ کاکلے را — بهر موئے توان دادن دلے را
لبش کانِ شکر آیا شکر ریز — خیالِ شربتِ او مستی انگیز
گُلش در گلبنِ خوئے دمیده — ملاحت از جبینِ او چکیده
چو بر لب مهرِ خاموشی نهادی — تبسّم بر لبش بیخود فتادی
فرو میریخت هنگامِ تکلّم — شکر در خنده و گل در تبسّم
نهالِ تازه بستانِ آن پریزاد — خیالِ یاد و دلهائے برد از یاد
نهالِ غمزهٔ آن ناوک انداز — برد دلها و استغنا و هم ناز
زبوئے گل دماغِ آن پریرو — بنفرت بیشتر چینے بر ابرو
عذارے نازکِ او برگے از گل — بر رویش چشمِ من چون چشمِ بلبل
برافشانم اگر اشکے ز دیده — برند از دامنِ من گل کشیده

اگر در دیده ضبطِ گریه خواهم
چکد خونِ محبّت از نگاهم

در صفت طلسم ساز بلب آوازهٔ عشق گوید

چو مستی آورد عشقِ زبردست — نخستین توبه فرما را کند مست
الا اے مستِ جامِ بادهٔ عشق — براهِ عشق کار افتاده عشق
شرابِ عشق مرد افگن ازان است — که دردے آب و رنگِ امتحان است
جنونِ عشق در پیشم گذر کرد — مرا مجنون ز فیضِ یک نظر کرد

ز فیض عشق گشتم جمله تن گوش
چو سوسن ده زبان و همه خاموش

جنون رونق فزای کار عشق است
هوائش گرمی بازار عشق است

خرد مزدور ارباب جنون است
خرد حمال اسباب جنون است

جهان گر سبز خواهد سر بسر گشت
نخواهد هیچ عاشق کشت سرگشت

جنون را پیشه کار کار خود کن
محبت شحنهٔ بازار خود کن

ز عشق آنانکه قرب وصل خواهند
ز راه عاشقی گم گشته راهند

تو نقش ما سوا از سینه کن دور
که بر صافی تجلا میکند نور

تو از تخم هوس کن سینه را پاک
که بینی عالمی دیگر درین خاک

چو بنهادی براه عشق گامی
میان ره نه صیادی نه دامی

چو خس باید بروی آب رفتن
چو باد از روی صحرا پاک رفتن

هزاران فتنه در آغاز کار است
ولیکن مرد همت برقرار است

نمی باید جهان در راه فتادن
که در هر گام باید ایستادن

برون نه یک قدم از خویشتن پای
که پای در مکان عافیت جای

خوشا آن پرهیزگاران نظرباز
بفکر عافیت بین محرم راز

جهان بر جلوه اینها چشم بسته
فلک در گردش اینها شکسته

خموشان پر از جوش محبت
سراپا هوش و بیهوش محبت

ترا در دیده اول نور باید
که در چشم تو آن صورت نماید

من و سیر گل باغ محبت
فراغ سینه با داغ محبت

شرابی کز محبت بوی دارد
هزاران رنگ یکرنگی فزاید

محبت چون شرار سر برفروزد
نه تنها خام اول پخته سوزد

نهانی شعله این آتش تیز
کند دامان مژگان را شرر ریز

به بندد لخت دل بر دوش مژگان
شود خون ریزه مژگان تا بدامان

عجب سازیست ساز آشنائی
که با او نیست تار بیوفائی

برون آمد نوای تازه‌ترین ساز
دهد بیرون از آن چه ناخن آواز

در صفت گوهر فشانی صحایف مدح و ثنای ذات ملکی ملکات اعلیحضرت گوید

زبان هر که گویا در دهان است
ثناخوان شهنشاه جهان است

فلک هر صبح سازد از بر خویش
نثار خاک راهش گوهر خویش

شهنشاهی جهاندار و جوان بخت
که خورشیدش بود تاج آسمان تخت

بهر جا سرکشان در روزگارند
زمین آسا براهش خاکسارند

پی آرام دلهای شکسته
ستم را دست و بازو بشکسته

برافراشت چترش سایه گستر
که باشد در شکوه از چرخ برتر

هما در سایه آن چتر والا
کند سرمایه دولت مهیا

فلک طاقیست در کاشانه او
چراغ آسمان پروانه او

براق همتش آن تیزگام است
که جولانگاه عرشش روم و شام است

شمار لشکرش افزون از حساب است
که او در ملک‌گیری آفتاب است

فلک از بارگاهش خیمه دار است
ز ملکش گنبد گردون حصار است

ضمیرش مظهر انوار الهی
شناسای سپیدی و سیاهی

بکثرت گرچه دارد با جهان کار
ولے باشد بخلوت با جهان وار

دلش آئینهٔ صاف معانی
درو پیدا همه راز نهانی

چنان ماند برو راز نهفته
که مے یابد بسے حرفے نگفته

گل افشانی کند گاہے تبسم
گهر ریزی کند وقت تکلم

نسیم خلق او عنبر شمیم است
نسیم روح پرور زان نسیم است

بعلم اندازهٔ عالم کند راست
که در علم و در هر کار رشد است

دلش دریائے بے پایان پر جوش
بماهی تا بماهش حلقه در گوش

بدورش هر که بینی کامیاب است
بنائے ظلم در عهدش خراب است

بود آفاق ایمن در پناهش
سر نخوت فروشان خاک راهش

جهان شاهنشہے گردون سریرے
چو خورشید فلک آفاق گیرے

غبار راه او کحل بصرها
فروغ رائے او نور نظرها

بهر سوئے که راند موکب خاص
باستقبالش آید فتح رقاص

سنانش آبدار و آتش افروز
عدو را آب تیغ او گلو سوز

ملک از بس که میگردد بکامش
همائے مدعا افتد بدامش

زبان در وصف او گوهر فشان است
خرد در راه او کوتاه زبان است

چو افشاند کف گوهر فشان را
تهی سازد دل دریا و کان را

چو بنشیند باورنگ فلک سائے
بود چون مهر تابان عالم آرائے

چو اورنگ از فلک یکپایه برتر
فروزنده درو گوهر چو اختر

ز رفعت کرسیش همسایهٔ چرخ
شکوه پایه اش همپایهٔ چرخ

کجا آید بچرخے سایهٔ آن
چراغ کشورش ایران و توران

فلک خم گشته زیر پایهٔ او
بود خورشید زیر سایهٔ او

سراپایش ز گوهرهای نایاب است — تو گوئی نور چشم آفتاب است
ثباتِ پایۀ او پایدار است — همانا دورِ گردون را مدار است
نه چندان لعل گوهر شد در و صرف — که گنجد در سر هر نقطه و هر حرف
چو گردد توسنِ او جلوه فرمای — بروی توسنِ گردون زند پای
غبارش کحل چشم آفتاب است — فلک از جنبش او در شتاب است
ز گردون بگذرد بی جنبش پا — نسیم آسا رود بر روی دریا
سمندِ بادپای برق رفتار — سبک خیزد سبک سیر و گرانبار
نگنجد وصف او در حرفِ تحریر — نشاید نام او در قیدِ تقریر
نوا سازانِ بزم شاهِ عالم — برآرند از دست دل او ز دل غم
زنند از انگونه مطرب زخمه در تار — که در جنبش در آید نقش دیوار
هوای دلنشین د تارِ طنبور — ز دلهای حزین غمها برد دور
بگو مطرب که تا دورِ زمان است — شهنشاهِ جهان شاهِ جهان است
مبارکباد بر وی جاودانه — هزاران فتح نو در هر ترانه
چو وصف شاه افزون از بیان است — بیانِ آن نه یارای زبان است
بنازم بر عماراتِ شهنشاه — گز د تا چرخ باشد یک قدم راه
ز رفعت از فلک بگذشته شانش — مه و خورشید خشتِ آستانش
طلای ناب شد چندان در و خرج — که نتوان کرد در لوح فلک درج
ز رنگینی پُر از نقش و نگار است — ز صافی سنگ او آئینه دار است
چه سان گویم سخن از گوهر و سنگ — که از آئینۀ دلها برد زنگ
فضای نام او والا نشیمن — بود بر اوجِ گردون سایه افگن
بود جیبش برفعت سر کشیده — نظیرش دیدۀ گردون ندیده

چو آرایش شهنشاهِ جهانش / نهد فردوس سر بر آستانش

ز آب آئینه دارد هر طرف پیش / که تا پیوسته دارد جلوهٔ خویش

چو فردوس برینش هر مکانی / بود در هر مکانی بوستانی

خیابانش چنان عشرت سرشت است / که گوئی کوچهٔ راهِ بهشت است

ز گل هر سو صبا دارد ره آورد / بهر گامی مقامی میتوان کرد

درون گلشن ز گلها دسته دسته / صبا در هر طرف گلدسته بسته

برعنائی و زیبائی چنانست / که گوئی شاهدِ ملکِ جهانست

هوایش دلکش و دلنشین است / طراوت خانه زاد این زمین است

درین گلشن هوا زین گونه سیراب / که تا دم میزنی آتش شود آب

بهارش نشه بخش هوشیاران / خزانش آفت پرهیزگاران

ز زلفِ یار ماند شاخ سنبل / بجائی پریشان کرد کاکل

شگفته هر طرف گلهای لاله / گرفته بر کف از غیرت پیاله

ریاحین با شقایق دوش بر دوش / ستاده هر یکی با هم هم آغوش

هزاران رنگ هر سو گل شگفته / ز شادی تا سحر بلبل نخفته

صبا تا برد دلِ بلبل نهد داغ / برافروزد چراغ لاله در باغ

زبان کوته شود در وصف سوسن / که این معنی نمی‌آید بگفتن

بیادم آبِ رنگِ بوستان را / صلائی بیش دادم دوستان را

زبان در وصف گل بیتاب گردد / سخن تا بر لب آید آب گردد

لبالب غنچه پر گل شد دهانم / سخن رنگین همی آید از بیانم

مرا بوی گل از جا آنچنان برد / که بر دوشش نسیمی میتوان برد

همه پیچیده در سر شور بلبل / علاجش گر نگردد نکهت گل

دماغ از بوی گل گردد جهان مست — که بر هر گل توان صد ره شد از دست

ز خاکش بوی عنبر میتوان یافت — ز خوشش آب کوثر میتوان یافت

گلشن سرائی زآب زانسان — که پنهان دید در وی راز پنهان

در و راز فلک یکیک عیان است — تو گوئی عینک چشم جهان است

صدای آب پیچد نغمه سنگ — صدای آهسته از دلها برد زنگ

ز نهرش چون توان گفتن سخن را — که آبی میدهد روی چمن را

چنان زین نهر شد فواره در جوش — که کرد اول سرو پا را فراموش

اگر شد نهر این گلشن گهرریز — که شد فواره اش آبی گهرریز

بگیرد چشمه خورشید از و آب — ز آبش مزرعه چرخ است سیراب

لب از وی بر زبان لولوی لالا — نثار راه شاهنشاه والا

نهان در سینه دارد آن نقد در — که گر بیرون کند دریا شود پر

بود سیراب از و پیوسته گلشن — سرش بر آسمان و پا بدامن

عمارت بود با گردون برابر — چراغان بود در رخشنده اختر

چو بازار چراغ شاه شد گرم — چراغ ماه شد در پردهٔ شرم

ز عکس این چراغان جهانتاب — کشید صد هزاران نقش بر آب

ز حفظ عدل شاه عالم آرا — میان آب و آتش میکند جا

دل او آنچنان روشن چراغست — که هر سر از فروغ او فراغست

چراغش بسکه دارد نور جاوید — بود پروانهٔ این بزم خورشید

بگردش قلعهٔ سنگین چنانست — که از رفعت نظیر آسمانست

فلک بر کنگرش اختر فشانده — از و تا آسمان یک زینه مانده

بگرد او فلک در پیچ و تابست — به پیش جاه او نزول آفتابست

زطاقِ او درواقِ چرخ نزدیک
بہ تزدیاد فرازِ کوہ باریک

بود ہمسایۂ خورشید انور
بود ہمسایۂ سدِ سکندر

کنون فیض دگر بخشم زبان را
ز شہر شاہ گویم داستان را

چہ شہرے آنکہ مصر از وی نشانے
ہرات از کوچۂ او داستانے

بمعموری و آبادی چنان است
کہ در ہر کوچہ اش صد اصفہان است

سخن کوتہ شود در طول بازار
بعرض اندر زبان ماند بگفتار

نشستہ ہر طرف گوہر فروشے
برآوردہ ز دریا ہا خروشے

فتادہ ہر طرف صد لعل رخشان
بود در ہر دکان کانِ بدخشان

متاعِ ہند در دکان و بازار
فتادہ ہر طرف چندین شتر بار

بہر دکان متاعِ چیدہ چندان
کہ باشد در تماشا دیدہ خندان

برآمد از برائے امتحانے
متاعِ ہفت کشور داستانے

ز اہلِ روم و شام و چین و ماچین
متاعِ خویشتن را دادہ آئین

عراقی و خراسانی ز حد بیش
نہادہ پیش خود سرمایۂ خویش

فرنگی از فرنگستان رسیدہ
نوادر از بنادر پیش چیدہ

چو شاہ از ملک خود آگاہ باشد
ز مشرق تا بمغرب راہ باشد

خدایا تا کہ دور روزگار است
فلک را دور گردون را مدار است

شہنشاہِ جہان شاہِ جہان باد
بدولت کام بخش و کامران باد

ہو الرحمن

اے تو از اندازۂ دانش فزون
وے ز تو پر گشتہ درون و برون

عقل بادراک تو دانا شدہ
چشم بدیدار تو بینا شدہ

هر طرف طنطنهٔ ساز تست — هر دو جهان گوش بر آواز تست
ای بمیان همه و بر کران — زمزمهٔ نام تو بر هر زبان
شیخ و برهمن بتو دارد نظر — در نظرے لیک همه بے خبر
هیچ سر از سرّ تو بیگانه نیست — از تو جدا عاقل و دیوانه نیست

بحر گهر موج زند هر طرف
خشک لب افتاده بساحل صدف

در کیفیت نشاط شب مهتاب و جلوهٔ صبح گوید

بود شبے صاف چو روئے بتان — صاف تر از سینهٔ صاحبدلان
ساده شد از نقش نگینی فلک — صاف شد از غصهٔ حسینی فلک
ماه که هم ساقی و هم جام بود — دست دگر پیاله بلب بام بود
من بچنین شب بچراغ خرد — هم بخرد کرده سراغ خرد
پیر خرد شد ادب آموز من — جلوه ده مایهٔ شب افروز من
ملک من از فیض گهر بار شد — اندک من مایهٔ بسیار شد
شب همه شب با دل مے فروز — گرم سخن بوده بهم تا بروز
من بسخن گرم سخن پروری — کرده بهم طبع هنر یاوری
من بسخن داشته هنگامه گرم — من بسخن گشته بیک جامه گرم
رمزشناسان که درین پرده اند — رمزشناسی بسخن کرده اند
غیر سخن نیست درون و برون — نکته ز خون جگر آید برون
چیست سخن گوهر ناسفته — نکتهٔ ناگفته به از گفته

گر به سخن فکر فراوان بری — گوهر نایاب بدست آوری

چون به سخن دست و گریبان شدم — تا بدر صبح خرامان شدم

صبح چو از چهره کشادم نقاب — دست زدم در کمر آفتاب

ماؤ سحر صاف چو آئینه ایم — هر دو بهم محرم دیرینه ایم

من که سحرگه بدماغ آمدم — پیشتر از صبح بباغ آمدم

نغمه سرا بلبل دستان سرا — زد بجگر زخم تو از هر نوا

مرغ چمن بر سر هر نخل گل — نغمه فزو خوانده ز هر فرد گل

تر شده از فیض هوا صحن باغ — تازه شد از باد بهاران دماغ

سبز شود بر دل پروانه داغ — شعله سر سبز بریزد چراغ

مغز تر و نور نظر سبز شد — خون دل و لخت جگر تیز شد

دست هوا طرفه طراوت گریست — آتش اگر سبز شود دور نیست

دسته گل گشته زبان در دهن
سبز شده بر لب گویا سخن

در انتباه نفس اماره گوید

چشم تو مخمور ز جام شراب — بر دل افتاده ز غفلت نقاب

عمر تو در خواب سحر میرود — روز بهر روز بهتر میرود

این همه آرایش هنگامه چیست — لاف تو بر خرقه و عمامه چیست

بر سر آبست بنائے جهان — خانه بنا زند بر آب روان

تا بزر و مال فرو مانده — دانه بدام هوس افشانده

هر نظر تیز بدان دانه کرد
در شکن دام هوس خانه کرد

دانه فرو ریخته راه تست
دانه شناس این دل آگاه تست

دانه این دام بدندان مخا
تا نشوی دانهٔ این آسیا

پای طلب گرم هوس کردهٔ
تیز روی ها چو نفس کردهٔ

گام باندازهٔ خود میگذار
هر دم اول دم آخر شمار

ای که نهٔ سنگ گرانی مکن
بادیهٔ بیهوده رانی مکن

هرچه کنی از پی نفع ضرر
عیب تو آنست که دانی هنر

بر سر هر گل که تماشا کنی
دشمنی بلبل شیدا کنی

غنچه درین باغ خموش آمده
لاله بصد داغ بجوش آمده

وای بفکر دل نادان تو
حیف برین فکر پریشان تو

آئینه از چاک گریبان بس است
لخت جگر زینت دامان بس است

چشم جهان بین خدا بین شود
کار تو بسیار بآئین بود

کثرت دانش همه در وحدت تست
وحدت دانش همه در کثرت تست

پرده چو از چشم برانداختند
محرم خلوتگه حق ساختند

دامنت آلودهٔ آلایش است
یاد تو بیهوده در آسایش است

دست بدامان ارادت بزن
خیز در صبح سعادت بزن

برگ ره پیش و پس خود بساز
هان نفسی با نفس خود بساز

ای شده بد مست شراب هوس
داشته بر چشم نقاب هوس

چند شوی مست مئے ناگوار
جرعه کشی بادهٔ ناسازگار

چند کنی دود هوس در دماغ
تیره باین دود چه سازی چراغ

سر و رهی پای بدامان بکش
غنچه صفت سر بگریبان بکش

راه روانند بشبهای تار / تا بدر صبح کشایند بار

هر که شب لذت این راه یافت / با خضر از فیض سحرگاه یافت

قطع تعلق کن و آزاد شو / مشق تجرد کن و استاد شو

یک سخن از درس محبت بخوان / بند کن آنگاه چو غنچه زبان

سوخته جانی که محبت درست / همچو گل تازه پر از رنگ و بوست

ای زده بر سر ز هوس کج کلاه / سوده کلاه گوشه بخورشید و ماه

جامه و عمامه بیاراسته / بر هم افزوده ز دل کاسته

چشمهٔ دل منبع فیض خداست / زنده دل آنکس که بدل آشناست

با دل خود محرم دیرینه باش / راست بهم صاف چو آئینه باش

حیف بود دوستی تن بدل / چهرهٔ خورشید نهفتن بگل

برگ گل باغ دو لخت جگر / آب دو برگ گلی چشم تر

سوز ترا گر نمک شوق نیست / کام ترا چاشنی ذوق نیست

اهل هوس را جرس بی صداست / قافله سالار محبت خداست

شمع ترا روغن تدبیر نیست / نور تو جز شعلهٔ تزویر نیست

طبع تو سرخوش ز شراب غرور / عقل تو صد قافله از راه دور

گر تو ز خود کرده پشیمان شوی / دم بخود و سر بگریبان شوی

طبع تو لبریز معانی شود / محرم اسرار نهانی شود

آئینه حال تو زانو بس است / طوطی طبع تو سخن گو بس است

در نظر همت ارباب کار / کار جهان هیچ ندارد مدار

از تو بود تا بدهیم کام / کام بکن دام و بوحدت خرام

مغز نداری چو کدوی تهی / از سر بی مغز چه خواهی بهی

شمع خرد تا نهی پیش رُخے
راهِ حقیقت بتکلف مجوے

هستیٔ ذاتِ تو حجاب تو بس
پردهٔ افکار نقابِ تو بس

شمع دل از آتش گل برفروز
هرچه بود غیر محبت بسوز

اهلِ محبت چو گلِ تازه اند
نسخهٔ دل را همه شیرازه اند

چند چو ماه چهره بیاراستن
چهرهٔ برآراستن و کاستن

گوشِ تو بر نغمهٔ تزویر چند
پائے خرد بستهٔ زنجیر چند

علمِ تو تا چند بود بے عمل
عمر تو کوتاه و بطولِ امل

هست دریں باغ خزان و بهار
جلوه گرِ آئینهٔ نظرِ هوشیار

چشمِ تو بر خار و گر بر گل است
هرچه تو بینی همه جز و کل است

اینهمه یک قطره ز دریائے اوست
یک ورقِ کهنه ز اجزائے اوست

سره تواں اندریں راه فرس
تا نشود واقفِ ره هیچکس

راه روتاں که دریں راه شدند
از پس و از پیش نه آگاه شدند

سر ز سراپردهٔ وحدت برار
سایهٔ خود نیز ز خود دور دار

بے اثر است ایں رهٔ دور از حساب
تو سرِ خود از سرِ ایں ره بتاب

به که اثر یابی ازیں راه دور
ظلمتِ ایں راه شود بر تو نور

خیز و بانداز خود کاری بکن
هرچه کنی با دل هوشیاری بکن

راهبر ملکِ قناعت شدن
به ز گرفتار بطاعت شدن

حرفِ گنه از ورقِ دل تراش
صاف تر از چهرهٔ آئینه باش

خواست حق بهرِ تو بیخواست ست
محمده در خواهشِ ناراست ست

تو بجز از قطرهٔ خونی نهٔ
غیر نشانی و نمونی نهٔ

لاف تو بر پائے گلینت ز چیست
چین تغافل بجبینت ز چیست

کج رویت کوته و تنها رچه — لافِ تو بر اندک و بسیار چه

راستی آموز و خطا بین مشو — کج رود کج باز چون فرزین مشو

قافلهٔ عزم تو تا در پس است — راستی کوه تو رهبر بس است

چشم گشا راه سفر را ببین — قافلهٔ شام و سحر را ببین

زادِ ره از لختِ جگر تازه کن — هر چه توان کرد باندازه کن

گر قدمے پیش نهی پس مخواه — همرهیِ مردم ناکس مخواه

زادِ رهِ عشق به از درد نیست — غیر دل گرم و دم سرد نیست

چند نشینی بغمِ روزگار — غم نتوان خورد و بردمے بیار

گردِ غم از صفحهٔ خاطر بشو — عیشِ دو عالم ز غمِ دل مجو

خاک شود هر که بعالم در است — گرمیِ ما از پئے خاکستر است

راست کسے جز قدمِ دل نرفت — هر که غلط رفت بمنزل نرفت

گر بگریبانِ دل آئی در دل — راه نیابی که بپیائی بر دل

تا بسری اهلِ هوس جائے تست — بادِ هوس مرحله پیمائے تست

صاف ترا ز چشمهٔ دل چشمه نیست — منبعِ خورشید و دل تو یکیست

چند بجود و لافِ تجرّد زدن — چند بزنجیرِ تعلّق شدن

خار که در راه توکّل بود — در نظرِ اهلِ نظر گل بود

خار و گل اندر نظرِ رهروان — میدهد از گلشنِ تخیّل نشان

آب رخِ مرد توکّل گزین — بس بود از قطرهٔ خونِ جبین

چون سخن از باغِ توکّل کنم — دامنِ اندیشه پر از گل کنم

مرد چو در راه توکّل شود — خارِ مغیلان بر هش گل شود

هر که درین مرحله رهرو بود — خونِ جگر زادِ رهِ او بود

زهر و شکر در جگر او یکی — خار و گل اندر نظر او یکی

عارف از آئینهٔ صاف درد دل — شد تماشائی دو عالم بر دل

کثرت و وحدت بسر او یکی — شادی و غم در نظر او یکی

مستی عرفان الهی در او — خاک ره دو عالم شاهی در او

دست نینداخته بر خوان دهر — یکشب نا آسوده مهمان دهر

راحت عالم نفسی بیش نیست — ملک دو عالم نفسی بیش نیست

هر چه دری دائره آورده اند — تا نفسی راست کهی کرده اند

بادهٔ سرشار بهر جام نیست — مغز سخن در سر هر خام نیست

باد جگر کاوی شبها گذار — ز اول شب تا بسحر بیقرار

خون دل و لخت جگر زاد من — مرحلهٔ غم — دل ناشاد من

شمع صفت چهره برافروختن — چهره برافروختن و سوختن

سوختن از آتش دل تا سحر — ساختن از عیش با لخت جگر

خون خورم و سر بگریبان کشم — غنچه صفت پای بدامان کشم

شعله بود داغی این لاله زار — داغ بود سوختهٔ این بهار

خاک خورد سبزه درین بوستان — گل بود از لخت جگر باغبان

از غم هر صبح بکنج چمن — غنچه بخون تا به بناگوش کفن

سبزه و سنبل همه را زد بخاک — لاله و گل شد همه تن جامه چاک

پیک دم صبح نسیم سحر — از که از عمر رساند خبر

غافلی از عمر که چون میرود
هر نفس آغشته بخون میرود

هو الرحیم

هر یکی را سوی او باشد نیاز / در رکوع و در سجود و در نماز
ذرّهٔ خالی ز مهر دوست نیست / در جهان یک مغز او بی پوست نیست
هر که بینی مظهر لطف خداست / گر همه بیگانه باشد آشناست
آشنا هستند با هم هر که هست / عاقل و دیوانه و هشیار و مست
عالم هر سو فدای ناز دوست / هر طرف صد گوش بر آواز دوست
دل فدای ناز آن طنّاز کن / طاقت دل بر سر یک ناز کن
تو ندانی راه کج تا راه راست / ورنه ره روشن تر از آیینها ست
این جهان بگذشت جای بیش نیست / نفسِ او نفس از دعای بیش نیست
تو دران افتاده بی پا و سری / همچو بی مهره در ششدری
محمل عمر است روز و شب روان / تو بغفلت مانده شد کاروان
چشم عبرت بین کشا در روزگار / تا ترا گل گل نماید خار خار
خار و گل را بهر کار آورده اند / در حساب اندر شمار آورده اند
خاک باشد زر بچشم عارفان / خاک را از زر شمارند ابلهان
ای برادر مست بیباید شدن / در طلب از دست بیباید شدن
ای برادر جمله از خاکیم ما / یک گریبان است صد چاکیم ما
هست مردان را نشان مردمی / آدمی را مردمی کرد آدمی
چند هر دم نفس را سرکش کنی / خویشتن را طعمهٔ آتش کنی
هر چه بینی در جهانِ بی بقا / چشم تا بر هم زنی گردد فنا
عمر اگر بسیار و گر کوته بود / هر که بندد دل درو ابله بود
اهلِ دنیا را بزرگی گشت نغز / پوست بگذارند تا یابند مغز

گردِ رنگ و بوئے دنیا خوش ہمہ | ہمچو خاشاک اند در آتش ہمہ

ترک کن ایں جیفۂ مردار را | بہتر از گفتار کن کردار را

مرگ بر تو جہلِ نادانی بس است | قاتلِ تو نفسِ شیطانی بس است

اے برادر دفترِ حکمت بشو | ہر چہ میگوئی ز نادانی بگو

دردمنداں را نشانے دیگر است | بے زباناں را زبانے دیگر است

اے کہ داری زیبِ ظاہر را شعار | زینتِ ظاہر نمے آید بکار

تا نگیرد دل بجائے آشنا | کے شوی از نفسِ شیطانی جدا

نفس چوں آتش میانِ خرمن است | نفسِ پنہاں شعلۂ زیرِ دامن است

اے برادر اے گرامی اے عزیز | میتواں کردن بحالِ خود تمیز

تا نگردی آشنائے حالِ خویش | کے شوی آگاہ بر اعمالِ خویش

بندۂ حسنِ عمل باید شدن | ور نہ پیشِ خود خجل باید شدن

مردِ دانا پیشِ خود شرمندہ است | ہست در شرمندگی تا زندہ است

کارہائے ایں جہان و آں جہاں | سفلہ مثل باشد چو مشتِ استخواں

گر بدست آری بدل خواہد خلید | ور نہ اندازی بپا خواہد رسید

اے برادر ما و تو ہم خانہ ایم | تا نگاہے میکنی افسانہ ایم

بر سرِ ہم خانگی بیگانگی
وائے با بیگانگی ہم خانگی



هو المستعان

ای بسوی تو نیاز همه کس / وی بروی تو نماز همه کس
از تو آگه نه حقیقت نه مجاز / وز تو واقف نه نماز و نه نیاز
همه کس روی بسویت دارد / آرزوی سر کویت دارد
کوی تو قبلهٔ حاجات همه / منزل وجد و مناجات همه
دام عشق است که گستردهٔ تست / هر کجا زنده ولی مردهٔ تست
رهروانند درین عالم و بس / که نیابد اثری زانها کس
همه در راهِ خدا می‌پویند / سخن از وحدتِ حق میگویند
دامن از لوثِ جهان نابوده / پا نه در راهِ هوا فرسوده
هیچکس خالی ازین عالم نیست / نیست محروم اگر محرم نیست
از تو کوشش کشش از جانب دوست / گرچه کوشش همه از جانبِ اوست
مشک عشق است که پنهان نشود / راه پنهان بگریبان نشود
خام آنکس که زند دم ز هوس / پخته آنکس که شود بیخود و بس
پختگانند که خونین جگرانند / پختگان دگر و خامان دگرانند
مرد باید که سبکبار بود / که گرانبار گرفتار بود
به که تمکین و وقار اندیشی / از هوس گنج و کنار اندیشی
محرمِ حق ز حق اندیشه و بس / بگسلد از همه جا و همه کس
چند در مرحلهٔ آسودن / باید این راه بسر پیمودن
سر درین راه قدم باید کرد / تیزگامی چو قلم باید کرد
صبح شد صبح سر از خواب برآر / کشتیِ عمر ز گرداب برآر
در رهِ عشق ز بوی خالی / سر بود همچو کدوی خالی

عشق گلگونهٔ رخسار دل است
باعث گرمیِ بازار دل است

عشق در دل چو بود شعله فروش
بر زند خونِ جگر در دل جوش

یارب از فضل خودم شادان کن
دلِ ویرانِ من آبادان کن

هو الغنی

ای ز اندازهٔ خرد افزون
وی ز شیرازهٔ سخن بیرون

عقل در کنه ذات تو حیران
در صفات تو فهم سرگردان

نه بفهم آید آنچه می‌باید
نه ز عقل آید آنچه می‌شاید

عقل هرچند دوربین باشد
در رهت چشم بر زمین باشد

عقل هرچند در رهت تازد
نارسیده سپر بیندازد

آنکه فارغ بود ز کون و مکان
کی در آید صفات او بزبان

برهمن را بجود شناسا کن
چشم بینش ببخش و بینا کن

در اظهار کیفیت روزگار گوید

چیست دانی جهان پر شر و شور
خانهٔ تنگ و تیره چون دل مور

تا بغم خانهٔ جهان باشی
بغم و غصه میهمان باشی

غم تو در عمل فزودنِ تو
عمر صد سپهر گشته بر درِ تو

گر مس خویش کیمیا داری
در نظر نعمت مدعا داری

گر بخواهی دلِ جهان افروز
کورهٔ امتحان بیار و بسوز

تا در آتش گداخته نشوی / سرهٔ وصاف ساخته نشوی

چند آلوده بر جهان بودن / بر خود از بار خود گران بودن

ای بغفلت سپرده سر رشته / پرده بر روی دل فرو هشته

در نظر ریزهٔ خذف تا چند / وی دُرِ ناب در صدف تا چند

در جهان دیدهٔ تماشائی / چند بندی و چند بکشائی

نظری کن بجلوهٔ معبود / گذری کن بمنزل مقصود

شب دیجور و صبح نوروزی / زوست در روزنامهات روزی

عمر در فکر سود و سودا رفت / همچو دی صد هزار فردا رفت

چه فرو ماندهٔ بخواب گران / میرود عمر همچو آب روان

مایهٔ فقر و سایهٔ دیوار / بهتر از صد هزار باغ و بهار

سینه باید بنور عرفان پاک / گر حقیرست ظاهر تو چه باک

صورت ار زشت باشد و گر خوب / معنی از آدمی بود مطلوب

مهر باید به سینه جلوه فروز / دشمن خود را حسن بدان دلسوز

پرتو چون نور حق ظهور کند / باز در دیدهٔ تو نور کند

چه بایں پرده‌های تو بر تو / ماندهٔ در حساب خویش گرو

علم باید شود حجاب وجود / که بجز علم کس گره نکشود

مرد مشغول به تعلم و عمل / کز کمالات می‌شود اکمل

در نظرهای خاص اهل نظر / زر بود خاک و خاک باشد زر

در نظرهای خاص اهل کمال / یک جوی علم به ز خرمن مال

علم علم خدائی آمد و بس / بخدا آشنائی آمد و بس

به شناسائی حق بیچون / نبود غیر علم راهنمون

علم گر با تو با عمل گردد — مشکلات تو جملہ حل گردد

نیک داند کسے کہ عقل درست — کز ہمہ نیکوئی خرد نیکوست

اے برادر دریں سرائے خراب — نقش ما و تو چیست نقشِ حباب

در دلِ ہر کہ روشنائی ہاست — ہر نفس گرمِ آشنائی ہاست

خویشتن را بگیر خیرہ مکن — دل بدود دماغ تیرہ مکن

دشمنِ تست نفسِ سرکشِ تو — در کمینگاہ کردہ کاہشِ تو

نفس خرسند ہر چہ خواہشِ تست — خواہشِ تست آنچہ کاہشِ تست

چرخ را جامہ ایست نیلی رنگ — چیست تا پُر شیشہ آستین سنگ

قربِ حق خواہی اے برادر من — سنگ بر شیشۂ تعلق زن

بر تنت جامۂ سفید چہ سود — کہ دلت از گنہ گشتہ کبود

تا تو آموزگار خود نشوی — قابلِ روزگار خود نشوی

غنچہ شو تا دلت کشادہ شود — بر سرت تاجِ زر نہادہ شود

چہ زنی لاف کار در ہر کار — چند بے مایہ گرمئی بازار

غنچہ خاموش با ہزار زبان — تو بایں یک زبان بصد دستان

جوہری مرد کے شناسد کس — مرد را مرد مے شناسد بس

مرد باید کہ چشم باز کند — سیرِ دلہائے اہلِ راز کند

گر نداری ز فہم و عقل شعار — تو ہمانی کہ نقش بر دیوار

تو بکردی و باز بشکستی — تو گر مردۂ نہ بدمستی

چند وار قید آب و گل بودن — از خود و کارِ خود خجل بودن

اے دلت آفتابِ نورانی — چہ فرو ماندۂ بحیرانی

دل بسبالان آرزو بستن — طوق پندار در گلو بستن

خطاب برہمن با آفتاب

ای جهان گرد و سبک رفتار | وی ز مهر تو گرم بازار
جنبش روزگار دانهٔ تست | دانه در خوشه چشم بر رهٔ تست
چون سحر بر سپهر بشتابی | روی ناشسته لعلها یابی
باغ در سایهٔ تو پرورده | سایهٔ تو نگارها کرده
گل ز دست تو چاک در سینه | لاله را از تو داغ دیرینه
ای تو در ابتدای فصل بهار | تازگی بخش گلشن روزگار
کان لعل است در خزینهٔ تو | می رنگین در آبگینهٔ تو
تو بهر آستان که می‌آیی | زنگ ظلمت ز خانه بزدایی
تو بر آتش نهاده زرّین طشت | یار گرد تو کی تواند گشت

در گلوی سحر برهمن وار
تو دهی تاب رشتهٔ زنّار

خطاب دیگر

تو که مغز نژند بجوش آری | دل افسرده در خروش آری
تو بخنگ فلک سوار شوی | سایه افگن بهر دیار شوی
بر در و بام سایه اندازی | تو بهر خانه محرم رازی
ای تو سر دفتر جمال و جلال | روزن خانه از تو مالامال
چرخ در دامن تو سرگردان | ماه در پیش جاهش تو نهان
از فروغ تو شمع گردد داغ | چه کند پیش آفتاب چراغ

شمع ہر چند سر برافرازد | پیش تو سر بخاک اندازد
شب روانان که راه پیمایند | بر درت رخت بار خویش بگشایند
تو دہی رونق و رواج ہمہ | از تو حاصل شود خراج ہمہ
دست ہر کس بجیب دامن تست | ہندوے خاص تو برہمن تست
بر رخ گلرخان عرق از تو | بر فراز فلک شفق از تو
مہ کہ بر فرق کج نہاد کلاه | بر درِ جاہِ تو ندارد راه

با تو در گردش ہست ملک و ملک
از تو در جنبش ہست چرخ و فلک

در ستائش ذات قدسی صفات خدیو جہان خلیفۂ زمان شاہجہان بادشاه گوید

یار طبعم چو کار فرما شد | ہر چہ میخواستم مہیا شد
تازه بستم نگارِ جادو کار | ہمہ آراستہ بنقش و نگار
از سخن ہائے روشن و مرغوب | درج در گشت صفحۂ مرغوب
چون قلم را اجازتے دادم | بتماشا بگوشہ استادم
کلکِ من از سرِ شیرین کار | کرد دلہائے خفتہ را بیدار
خاطرم موج خیز دریائیست | آسمان سیر و چرخ پیمائیست
چون زبانم گہرفشان گردد | مدح سنجِ خدایگان گردد
بادشاهِ زمانہ شاہجہان | حکم او ہر طرف چو آب روان
عدل او در رواجِ دولت داد | ملکِ او از عدالتش آباد

روزگارش بشادی آمودہ — عالمے در زمانش آسودہ
دل و دستش بگاہ جود و سخا — مایۂ بخشد بدامن دریا
بادشاہے کہ در جہاں داری — شب و روزش رود بہشیاری
ذاتِ اُو سایۂ خدا باشد — سایہ از ذات کے جدا باشد
دست اُو ابر را دہد مایہ — چترِ اُو راست چرخ در سایہ
روشنی بخش چہرۂ خورشید — عشرت افزائے مجلسِ ناہید
بزم او خلد را دہد تزئین — رزم اُو فتح را دہد آئین
ہر کجا رو نہد ظفر یابد — ہر چہ در عزم پیشتر یابد
آنکہ شیرِ فلک شکار کند — شیر در پیش اُو چہ کار کند
شیر گردوں بزیر راں دارد — شیر در پیش اُو چہ جاں دارد

شیر ہر چند بر فلک نازد
پیشِ اُو سر بخاک اندازد

یا حفیظ تعالیٰ شانہٗ

خدایا مرا محرمِ راز کن — درِ فیض بر روئے من باز کن
بفضلِ خودم کن ثناسائے خویش — بدہ بینشِ ساز بینائے خویش
دلم کوہِ طور است تو گنجِ طور — تجلّی توان کرد بر کوہِ طور
چو شد صاف آئینۂ سینہ ام — فتد عکس معنے در آئینہ ام
غبارے کہ دارد ز راہت فشاں — بود سرمۂ چشمِ صاحبدلاں
بیکتائی تو نگنجد دوئی — توئی و توئی و توئی و توئی
چو من سینۂ خویش را کافتم — بگامِ نخستیں ترا یافتم

کنوں دامن از من توانے نماند ترا دیدم از من نشانے نماند
ندانم کہ دیگر چہ خوانم ترا توئی در من و من ندانم ترا
چو من خویش را در تو گم ساختم چنیں بردم و آنچناں باختم
شود محو در حضرت پاک تو
برہمن کند سجدہ خاک تو

در بے ثباتیِ اساسِ ناپائدار روزگار گوید

جہاں دام گاہیست پروانہ نیفتد درو مرد فرزانہ
نظر تیز بر دانہ کردن خطاست کہ ایں دانہ آں دام را رہنماست
اگر وا گذارند در گوشہ ام ز لخت جگر بس بود توشہ ام
باں توشہ عیش نہانی کنم نہاں از ہمہ زندگانی کنم
نگیرم دگر نام دنیائے دوں بلخت جگر سازم و جام خوں
گہر بر گہر زاں فرو چیدہ ام کہ دریائے لبریز شد دیدہ ام
نگنجد چو دریا بہ مژگان من رود سیل خونیں ز دامان من
فلک آسیائیست دنداں شکن نہ دنداں شکن بلکہ سنداں شکن
شب و روز با گردش زود و دیر بگردد چو دولاب بالا و زیر
چو بے ما و تو بگذرد روزگار دمے زندگانی غنیمت شمار
خوشا آں روزگارے کہ با دوستاں چو بلبل کنی سیر در بوستاں
بگوئیم کہ آں روزگاراں گذشت جوانی چو ابر بہاراں گذشت
شدی پیر در دامن روزگار کنی ناز چوں کودکِ شیرخوار

نہ آگہ کہ زہر است در شکرش — نہ واقف کہ خون است در ساغرش

ازاں رو لب جام خنداں بود — کہ لبریز از خون مستاں بود

دلے دارم آوارہ بر مہر دوست — کہ از شادمانی نگنجد بہ پوست

چو در ملک معنی کشایم دکاں — کہ اہل سخن راکنم میہماں

ز خون جگر پیش آرم شراب — ز لخت جگر تازہ سازم کباب

دماغ مرا تازگی در سر است — مرا نشاء از بادۂ دیگر است

بدہ ساقی آں جام مرد آزما — کہ لختے کند دور مارا ز ما

کند یکزماں بیخود از خویشتن
بروں آرد از خطرۂ ما و من

ہو الفرد

اے محرم دیدہ ہائے نمناک — مرہم نہ بزخم سینۂ چاک

دانائی زبان بے زباناں — سرمایۂ حال ناتواناں

ہنگامۂ شوق تازہ از تو — چہرۂ حسن غازہ از تو

از جلوۂ ماہ تا بماہی — بر وحدت تو دہد گواہی

چوں حکم تو بر ہمہ روان است — ہر نقش کہ بستہ ہمان است

از ذات تو برہمن چہ گوید
چوں نیست سخن سخن چہ گوید



در مشاہدۂ جلوۂ صبح و ادراکِ کیفیتِ نسیم بہار گوید

دریاب کہ فصلِ نوبہار است — بنگر کہ نسیم در چہ کار است

چون صبح دمید خواب تا چند — مخمور دل بخواب تا چند

برخیز کہ صبح جلوہ فرماست — برخیز کہ آفتاب برخاست

با صبح ز خویش میتوان رفت — گامِ دو سہ پیش میتوان رفت

صحرا ہمہ سبزہ و باغ شاداب — دریاب نسیمِ صبح دریاب

ایں سرو چہ در دماغ دارد — آرائشِ روئے باغ دارد

از نکہتِ کیست نکہتِ گل — در طرۂ کیست تابِ سنبل

ایں آب صفا کہ در روانیست — ہمسایۂ آبِ زندگانیست

در غنچہ نہفتہ دفترِ راز — بلبل ز ادائے آن خوش آواز

گلہائے چمن بجلوہ ریزی — کردہ ز بنفشہ مشک بیزی

صد صفحہ نہاں بہ برگِ گل بین — در ہر سرِ جزو نقشِ گل بین

لب مستِ شرابِ زعفرانی — زیں خندہ بنال ناتوانی

از عیش اگرچہ خندہ زاید — از گریہ گرہِ دل کشاید

اے غافل ازیں سرائے فانی — فارغ بہ نشاطِ جاودانی

بر عمر چہ اعتبار باشد — با باد چہ اختیار باشد

امروز کہ اختیار داری — غافل منشیں کہ کار داری

ایں قبہ کہ چرخ نام دارد — یک گردش و صد خرام دارد

بر صد نسق است کارِ گردوں — سررشتہ کسے برآورد چوں

دامانِ فلک کہ زرنگار است — چو در نگری سیاہ کار است

چوں مرد ز عقل گردد آگاہ — از عقل بہ عقل میبرد راہ

آنجا کہ زعقل کار بندد — در دفتر آسماں پسندد

آں نسخہ کہ از خرد نویسد — اندازۂ نیک و بد نویسد

از نیک و بد است عقل آگاہ — با عقل تواں فتاد در راہ

راہے کہ عقل پے سپر شد — ہنگام دگر بہ از دگر شد

دل از رہِ چشم عقل بیناست — دل قطرۂ عقل خوں دریاست

عقل است چو محرم الٰہی — از عقل بخواہ ہر چہ خواہی

بر عیب کسے مکن نظر تیز — از آتشِ عیب خود بپرہیز

ہر کس کہ بعیب خود نہ بیند — گنجینۂ عیب خود نہ بیند

بے عیب اگرچہ آدمی نیست — گر فاش کنی ز مردمی نیست

آں دیدہ بروں ز سر نیفتد

بر عیب کسے اگر نیفتد

در بیانِ مراتب عشق گوید

دُر دانہ بے بہائے عشق است — عالم ہمہ رونمائے عشق است

بے عشق کہ آتشِ جگر سوز — بے عشق کہ جوہری دل افروز

گردے کہ ز کوئے عشق خیزد — بر چہرۂ مہر و ماہ ریزد

ایں جملہ کہ کارگاہِ دنیاست — عشق است درو کہ کار فرماست

چوں آتشِ عشق بر فروزد — نا پختہ و پختہ ہر دو سوزد

آید چو نسیم عشق در باغ — چوں لالہ تواں نشست در باغ

تا گردشِ روز روزگار است | ہنگامۂ عشق برقرار است
تا سوزشِ حسن در جہان است | افسانۂ عشق درمیان است

چوں حسن ز پردہ گشت بیروں
دیوانۂ عشق گشت مجنوں



نوٹ :- اصل غلطیوں سے پُر ہے، نقل ہذا بھی خالی نہیں

بہار سنامی



سفینہ بہر دو سکھ گل فریاد بلبل در حمیت (برہمن) برہمن را رخصت بر گفتگو ئے

گلدستۂ بہارِ فصاحت

معروف بہ

تحفۃ الفصحا

مولفۂ افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبلِ ہندوستاں، ہندوئے فارسی داں

رائے رایان منشی پنڈت چندر بھان المتخلص بہ برہمن میر منشی

شہزادہ دارا شکوہ، تحقیق پژوہ، دیوان شاہجہان وقائع نویس حضور

دیوان اعظم اورنگ زیب آفاق ستان

جس میں

یک صد و پنجاہ سالہ ۱۵۰ انتہائی عروج زبانِ فارسی کے فضلائے ایران، توران، کابل اور ہندوستان کا تذکرہ بمعہ نمونہ کلام درج ہے

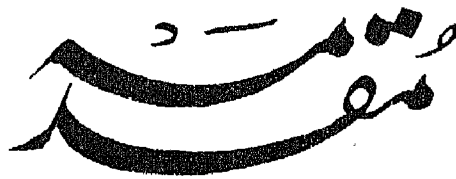
جسے

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار ستامی

ایم اے، ایس بی - ایم پی، ایچ ایس، نے مصنف ممدوح کے

کتب خانہ کے اصلی قلمی نسخہ سے صحت کرکے مرتب کیا

شری گنیش آئے نمہ



بیادِ سنبلِ زلفِ تتاں گرفت قرار ❦ وگرنہ جانہ زود طبع آرمیدہ ما

چار مینارِ فضیلتِ برہمن

آفاتِ ارضی وسماوی کے مقابلہ کے لئے جبکہ سو برس کا زمانہ بھی کوئی سنگین یا فولادی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں تین سو برس کا عرصہ تو ایک بڑی بات ہے۔ بہ خود فراموشی دنیا بدوں کا تو ذکر کیا۔ ملک کے رہنماؤں، سرگروہوں، بہادروں، فاتحوں اور مٹ جانے نامی ذوالاقتدار تاجداروں تک کے نام و نشان مٹا دیتی ہے لیکن اس کے علی الرغم دنیا میں اگر کوئی طاقت زمانہ ستم شعار کے ظلم و زوال سے بچنے کا کمال رکھتی ہے تو وہ کمالِ علم ہے، لاکھوں برس گذر گئے۔ راماین کی تصنیف کی وجہ سے رشی بالمیک جی زندہ ہیں، اور جب تک دنیا قائم رہے گی۔ اور دنیا دار مرکر گمنام ہوتے رہیں گے، رشی موصوف کی عمر بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی طرح عالمانِ اسلام میں سعدی۔ حافظ، ملا روم، نظیری، شمس تبریز، روپ پرستیاں صدیاں گذر جانے پر ہمارے سامنے ہیں جو اپنا دل آویز تقریر کرتی نظر آتی ہیں لیکن اُن کے وقت کے بادشاہوں کے نام کا نشان نہیں ملتا۔ نہ خود اُن کے دنیوی نام کی بقا ہے۔

اسی لازوال کمال اور پرشان عمل کی وجہ سے افصح الفصحا ابلغ البلغا ہندوئے فارسی داں گرائے رایاں منشی چندربھان برہمن کی تصویر تیغ و تیر کا بر خط و خال

گزشتہ تین سو[۳۰۰] برس سے علمی حقیقی دنیا کے آئینۂ خیال کی رونق ہے۔ اور زمانہ جوں جوں ناقابل
یادگارِ دنیا گراں ہستیوں کو خاک میں ملاتا چلا جائیگا برہمن کا نام وکام تا قیامِ نظامِ فلکی افق
آسمان پر آفتابِ عالمتاب بنکر روز افزوں نور افگن ہوتا رہیگا۔ سعدی کی شہرت کی بہار
گلستان پر، حافظ کی تعمیری حفاظت اس کے دیوان پر اور ملا روم کی ثباتِ شہرت مثنوی پر
ایک دو تین ہو جاتی ہے۔ گویا تینوں اپنے اپنے ایک ایک حلقہ میں محدود ہیں لیکن برہمن کی
منازلِ علمی کے سر بفلک اور مکمل چار مینار ہیں کہ جو بلحاظ بلندی و رفعت مضبوطی و پائیداری
صنعتگری و رفعتِ قیامت کا مقابلہ کرنے والے ہیں اور لطف یہ کہ ایک دوسرے سے قطع وضع میں
بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ کہ جو دنیا بھر کی کسی علمی تعمیر میں ایک بھی پایا نہیں جاتا۔

مینارِ اوّل | معارف و حقائق کے مواحد جدتِ نزاکتِ خیال کے موجد صنائع و بدائع کلام
کے واضع، اندرز و نصائح کے ناصح، اصلیت و حقیقت کے شیدا، آہ اور واہ کے شہدا، ادراک
مضمون کے مدرک، رمز و ادا کے گاہک، عشقِ حقیقی کے عاشق، فسقِ مجازی کے فاسق، اختصار
و اعجاز کے معجز، قومی اتحاد و رواداری کے معزز، اپنی اپنی دنیا میں دیوانِ برہمن لعل ہیں لیے
ان کے نام وکام کا خوشدلی کے ساتھ ہمیشہ اعلان کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

مینارِ دوم | ہر چہار اطراف کی دنیا، اور ہر قسم کی مخلوق ان کے چار چمن کے پھول دنیا بھر
کے چمنستانِ ادب سے بہتر پائے گی، انہیں ہی نمائش میں لا کر سجائے گی۔ اور دیگر گلدستے اپنی اپنی
الماریوں اور میزوں سے گرا کر انہی کے پھولوں سے دماغِ عالم و عالمیان معطر کرے گی۔

مینارِ سوم | تاریخ و وقائع کے استاذ حقیقت نگاری کے نقاد ظفر ائے شاہجہاں کو
برہمن کا طرۂ امتیاز و شہرت بنانے میں ہر جگہ سعی موفور کرتے دیکھے جائیں گے۔

مینارِ چہارم | برہمن ہرگز کسے از حالِ ما آگاہ نہ شد۔ این گہر در کان نہاں چوں گنج در گنجینہ ماند
فصحائے و بلغائے دہر تحفۃ الفصحا کو دنیا بھر کی ادبی الماریوں میں سب سے اونچی
جگہ دیں گے کیونکہ فارسی زبان کے فصحا کا کوئی کلام اس کے مقابل تو کیا نظیر دیئے جانے کے
لئے بھی ملکِ سخن کے خزانۂ عامرہ میں موجود نہیں۔

دورانِ تیاری کلیاتِ برہمن (حصۂ نظم) برہمن کی جملہ تصانیف کا پتہ لگا۔ اور رائے بہادر پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم کے تجسسِ عالمانہ نے برہمن کا کتبخانہ مولوی سراج الدین صاحب آذر۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل لاہور کے گھر مل گیا۔ انہیں سے یہ مشہور روزگار نسخہ تحفۃ الفصحا بھی برہمن کا قلمی نکل آیا۔

کلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاخیر تحفۃ الفصحا کی اشاعت کا باعث ہوئی

میرود قافلۂ عمرِ گرامی بشتاب۔ راہرو ماندہ شود تا کہ خبردار شود

کلیاتِ برہمن حصۂ نظم کی آمد و ترتیب نے مشورہ دیا تھا کہ اس نالائق دنیا کی بہتری و بھلائی کیلئے کلیات نثر بھی تیار کیجائے۔ مگر ریاستی وعدے اور امیدیں کیطرح حصۂ نظم ہی کی کتابت و طباعت میں سال گذر گئے۔ یا یہ سمجھا جائے کہ میرے گذرنے کے دن قریب آگئے۔ عقل نے کہا کہ جب کلیات حصۂ نظم کی اشاعت میں اسقدر تاخیر ہو گئی۔ تو خدا معلوم حصۂ نثر کی تیاری کا موقعہ آئے یا نہ آئے۔ چونکہ علمِ تاریخ سرچشمۂ علوم ہے اس نسبت سے تحفۃ الفصحا سب سے فائق تر نظر آیا۔ یہ جوہر بے بہا بڑی آسانی کیساتھ حضرت آذر صاحب کی کان سے نکال لایا۔ دیکھا کہ خطِ شکستہ کے آدم نے خطِ نستعلیق آمیز شکستہ میں اس طرز و ترتیب سے لکھا کہ ایک صفحہ دوسرے صفحہ سے زیادہ موزوں ہے۔ تحریر نثر میں ایسی جدت بھی برہمن ہی کا حصہ ہے۔ کتابت کیلئے کاتب کے حوالے کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ تم خطِ نستعلیق میں لکھو مگر طرز و ترتیب سطور بلا اصل کی پیروی کرو۔ اُنہوں نے معذوری ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ جسقدر ہو سکے کوشش کرو۔ چونکہ وہ نسخہ گوہرِ شاہوار کیطرح ہر طرح بے نقص تھا۔ اس لئے صحت کے ساتھ کتابت ہو گئی۔ جہاں جہاں خالی جگہ چھوڑی گئی ہے وہ گردشِ زمانہ کا کرم ہے، اگر کہیں سے دوسرا نسخہ مل گیا، مکمل ہو جائے گا۔

برہمن کی مخصوص اختصار بیانی اور مطلب و مدعا نویسی

بیت: لفظ گر بیاں شد برہمن در دل جو سو گر نہ با معنی در اسپ یاد قرا

زبان اظہارِ خیال کا ایک ذریعہ ہے اور خیال ایک خاص مطلب ہے کہ جو قلم کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے قابل وہی سمجھا جاتا ہے کہ جو اپنا مطلب سادگی سے ادا کرے۔ جو صنائع و بدائع کی الجھنوں میں پھنسا، وہ حقیقت و اصلیت سے دور جا گرا۔ فیضی، ابو الفضل اور دیگر مشہور اہلِ علم ان ہی الجھنوں کیلئے بدنام ہیں۔ بقول

آزاد دہلوی اُن کی تحریر کے دو ورق میں ایک بات بھی مطلب کی نہیں مگر برہمن مطلب نویسی کی قلمرو کا بادشاہ تھا۔ اس کی تصانیف موجود ہیں دیکھ لو ایک لفظ بھی بیکار نہیں۔ مراۃ الخیال کا مصنف شیر خاں لودی جو اپنی بدبختی و تعصب سے ہندیوں کا جانی دشمن تھا، برہمن کی اس قابلیت سے مسحور و مجبور ہو کر لکھتا ہے:-

"در نظم و نثرش پسند خاطر شہزادہ (دارا شکوہ) اُفتاد۔ از تصنیفاتش نسخۂ چہار چمن به مطلب نویسی و سادگیٔ عبارت وے گواہی مبید ہد"

شاہجہاں اور اورنگزیب کے زمانہ کے مشہور فاضل ناصر علی سرہندی سلمہ نازک خیال برہمن کی معنی آفرینی سے حیران و ششدر رہے۔ فاضل سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ:-

"میاں ناصر علی می فرمود در کار طبع این جوان (برہمن) حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد۔ برہمن بسیار مقبول فکر سخن میکرد۔ روزے پیش نواب سعد اللہ خاں این بیت از زادہ ہائے طبع خود برخواندہ،

رسید از سخن گوئی سخن برد   برہمن زادہ از ہر دو برہمن

نواب خندہ کرد۔ دریں اثنا میر محمد علی ماہر سید فرمود کہ بشنوید برہمن زادہ از دو برہمن چہ میگوید۔ برہمن گفت برہمن از ہندوان شیر بود دو می چندر بھان میکرد۔ گویا دو برادر بودند در کشمیر روزے بشاہ ما ہر گفتند۔ بہ بندہا ہر دو نام و تخلص طالب کلیم را چہ قسم کردہ ایم طالب جہ یا کلیم گویا۔ دیوان ہائے ضخیم و مثنوی ہائے رنگین دارد۔ در شتم ملا طغرائی بسیار مضامین تازہ نگاشتہ، ملا منیر لاہوری این فقرہ انتخاب نمودہ: از خواجہ سبحان کہ با خواجہ سنبل نسبتے بہ زلفی تنستے نگفت۔"

درحقیقت برہمن کی بہ نظر مطلب نگاری و استعارہ نویسی ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور بڑے غور کی محتاج ہے۔

حیرت انگیز کثرت مطالعہ سوال یہ ہے کہ ایسا جامع اور عربی کے اشعار کا لا جواب تحفہ جناب برہمن اپنی بیحد مصروفیات وزارت اور گوناگوں مشاغل زندگی کے باوجود کس طرح پیش کر سکے۔ اور انہیں دور اکبری سے لگا کر شاہجہانی عہد تک ڈیڑھ سو برس کے ایران توران کابل اور ہندوستان وغیرہ ولایتوں کے لاکھوں شعراء کے ہزاروں دیوانوں سینکڑوں مثنویوں اور دیگر علمی و ادبی تصانیف کی نقادی کا کیونکر موقعہ مل گیا؟

اس کا جواب آطہری کی ملاقات کے ذکر میں جناب برہمن خود دیتے ہیں۔ غور کیجیے:-

"برہمن عقیدت کیش جویائے ارباب سخن است۔ در سرہند بملاقات او رسیدہ صحبت رنگین داشت"

ایسی ہی اطلاع ملک الشعراء ملا محمد جان قدسی کی صحبت کے حالات میں دیتے ہیں:-

"در وقتے کہ از ایران بدار السلطنت لاہور آمدہ، درکاروان سرائے نزول نمودہ بود، ایں برہمن فارسی داں کہ خواہانِ صحبتِ ایں طائفہ است، بمکانش رسیدہ۔" الخ

جو انسان جس شئے کا جویا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام فرصت اسی شئے کے حصول میں صرف کیا کرتا ہے۔ برہمن عالم تھا اور فطرتاً علم دوست، ہر ذکر اور ہر فکر میں علم و عمل کے حاصل کرنے کے لئے غلطاں و پیچاں رہتا تھا، واقعی آجکل کے بیکاروں کے نزدیک اُن کی عالمگیر واقفیت باعث تحیر ہے۔ ۱۲ ورق پر ۴۰ شعراء کا تذکرہ کلام کی تنقید اور نمونۂ کلام لکھ دینا ایک بات ہے حسرت موہانی اس تذکرہ کی مختصر نویسی دیکھ کر ضرور نادم ہونگے، کہ جنہوں نے آپ کا دیوان دیکھ کر غزلیات کے انتخاب کر لینے کا سراسر غلط الزام لگایا تھا۔

انتخابِ شعراء | ما برہمن نظر بگلِ تازہ بستہ ایم　بیہودہ سیرِ گلشنِ عالم نمی کنیم

برہمن نے اس عرصۂ ڈیڑھ سو سال کے شعراء کا کلام جیسا کہ حق ہے، دیکھا، اور یہ ظاہر ہے کہ مغلیہ حکومت کے اس پُرشان علمی عہد میں بچہ بچہ شاعری کا دعویٰ کر رہا تھا لیکن اسکی حقیقت بین نگاہ نے تحفۃ الفصحا کیلئے محض ۴۰ شعراء انتخاب کئے۔ یہ زمانہ فارسی کے عروج کی انتہائی منزل تھی، اس لئے یہ دنیا بھر کے وہ شعراء ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بجائے خود ہر ایک فلکِ ادب کا آفتاب تھا۔ اور دو کے سوا یہ سب مسلمان تھے۔ آج وہ کون ہندو اور مسلمان ہے، جو ایسی رواداری و مساوات کا روادار ہو، خدمتِ ملک اسی صفت کا نام ہے۔ اور یہی حب الوطنی ہے۔

سلیقۂ انتخابِ اشعار | مرا بحال خط و خالِ سودا نیست کہ من　معاملہ بازلفِ پُرشکن دارم (برہمن)

دورِ حاضرہ میں شعراء کے کلام کا انتخاب کبھی تو کوئی صرف اس غرض کیلئے کرتا ہے کہ گو شاعر فنِ شعر کا ماہر نہیں ہے لیکن علم و فضل یا کسی اور حیثیت سے اسے خاص امتیاز حاصل ہے، اور کبھی اس مدعا سے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ اس کے افکار معلوم ہو سکیں، ان ہر دو طریقۂ انتخاب کے علاوہ کبھی اس کے فنِ ادب کی مہارت کا اظہار مدِ نظر ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے اظہارِ بیان اور طرزِ ادا کا خیال مرکوزِ خاطر، مگر ہمارے خیال میں سب سے بڑی بات اقسام شعر میں شاعر کی قدرت اور دستگاہ دکھانی ایک تذکرہ نویس کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ برہمن نے حقِ تنقید جیسا تھا نبھایا ہے...

مرقع بسبیل اعجاز اپنی لاجواب فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ انشاپردازی کے رنگ میں پیش کیا ہے
دنیائے ادب فارسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہر زبان کے زباندانوں کے جسقدر تذکرے پائے
جاتے ہیں وہ عام اور ہمہ گیر ہیں۔ ان کے مصنفوں نے غالباً ہر مشہور و گمنام عام و خاص
بلکہ عوام الناس میں بھی کچھ تمیز نہ رکھی اور زیادہ تر تذکرے تو ایسے ہیں جو عامیانہ درجہ تک پہنچ گئے ہیں
ایسے انتخاب میں جس احتیاط کی ضرورت تھی وہ آبحیات کے فاضل مصنف سے مخفی نہ رہ
سکی مگر آپ نے اپنے بے مثل سلیقۂ واقعہ نگاری سے شعرائے ایران کے کلام کا ایسا انتخاب کیا ہے
کہ ڈیڑھ سو برس کی فصاحت و بلاغت میں جان ڈالدی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ زبان فارسی کی اس سے
بڑھکر کسی نے خدمت نہیں کی۔ امتحان کی عمیق نگاہی، بصیر نقادی اور کامل بصری برہمن ہی
کا حصہ ہیں۔ آپ کی طبع نقاد نے زبان فارسی کے بہترین کلام کا عطر نکال لیا ہے اور ٹھیک اسی
طرح سے جیسا کہ ملا روم نے اپنی مثنوی میں قرآن شریف کا عطر

من ز قرآں مغز را برداشتم استخواں پیش سگاں انداختم

نالائق ہندوستانیوں کی قابل رحم حالت | چودہ دور نظر بر بہار زر اوہام ... دل کا فرو مسلماں جمعیت

(برہمن)
تقریباً ایک صدی گزشتہ سے ہندوستان میں چھاپہ کا رواج ہے مگر ہمارے بدبخت اہل وطن ہندی مسلمان
ہر روز ہزاروں ورق ایک دوسرے کی عیب چینی اور دشنام دہی میں سیاہ کرتے ہیں اور اپنی تمام قابلیت
اسی میں خرچ کرتے ہیں۔ کاش یہ ملکی خدمت کرتے لاکھوں ابنائے وطن صاحبان فن کی دماغ سوزی سے
فائدہ اٹھاتے اور انکے تجربات چھاپتے جنکا ایسا نایاب ذخیرہ روز بروز دنیا سے نابود ہو رہا ہے

اعتذار | خاکسار بہار کا ارادہ تھا کہ اوّل ان ہم شعرا کا مختصر تذکرہ لکھتا اور پھر انکی کل تصانیف کی اشاعت کرتا
دیتا لیکن یہ طریقہ مروجہ مسود ہو گیا کہ جسقدر لکھا ہوا تھا اُسی حالت میں چھپا دیا کیونکہ اپنی غلطیوں کیلئے بیکار رونا اہل ملک سے
معافی کا خواستگار ہوں۔ عیب مکن گیر اگر اہل خطا بسیار اند ایں ہمہ قابل عفو اند چو بخشندہ یکیست
اے درخشاں بزرگوں کی مستور روحو تم اپنے بزرگوں کے کلام پر حسن قبول کی روشنی ڈالو تاکہ
گم گشتگان وادی سخن کو صحیح اور پاک راستہ پر چلنے کی توفیق ہو

سنام محلہ نشیبان تاریخ یکم اساڑھ سمت ۱۹۸۵ بکرمی مقید نگار سراپا گنہگار خاکسار بہار سنامی

در کیفیت ارباب سخن و اهل طبع که در ایران و توران

و هندوستان میدان سخنگوئی سخندانی بلند آوازه در ... نمایان شده اند

بطریق اجمال شمه از حال عزیزان صاحب سخن زمزمه پیرای سوانح خامه شکرف نگار گردد

از شعرای ایران **ملا شفائی** بود که دیوان غزل و مثنوی و شعر دارد ... و جابجا ... سرگروه ... میرزا فصیح

قبل ... قرن سر حلقه شعرای ایران ... اندیشه ... پسندیده ...

از وست: ساده لوحی بین شفائی که بدل آواره ... زیست ... یا پیشتا به پسند

... خط شکسته و زیست ... از جوانان بلند طبع صاحب سخن

دیوان غزل دارد و مثالش مشهوره روزگار است **میرزا ملک مشرقی** از جوانان بلند طبع صاحب سخن

وصیحی زلف معشوقم که بی موجب پریشانم ... **نادم گیلانی** صاحب

... که از گردیده ... ایم ... پریشان میشوم **میرزا جلال** وا

من آن چو برگهای غنچه در یک خلوتیم ... تا ... عشق از و عاد است

... گرگشته ... ز تراعشق ... در سنبل ... سوی ... من زگوش گلنه

است ... ... وقت رنگ گلول سوای من ...

مومن متولی مشهد مقدس، صاحب طبع بلند است ... از استادان و ادبی سخن بود

میر حیدر معمائی از استادان ...

برهم آئینه یا بال از شوخی تنگ کرد ... ز پریشانی دل ... انکه یلدم ...

کاشی صاحب طبع بود این بیت از اوست: شاد باشم ز پریشانی دل

دلهای پریشان دار

تہدیۂ مقدس

اگر کوئی چیز کسی کے پیش کیجائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں کی حیثیت جانچ لیجائے

چنانچہ

مقدس انکشافاتِ برہمن کا پیشکش کسی مقدس ہستی کے حضور ہونا چاہیئے تھا، اِس پاک فرض کی ادائیگی کے لئے اطرافِ عالم پر نظر ماری، مگر افسوس کہ ایسی کوئی ہستی نظر نہ آئی، دراصل یہ انکشافات سراپا نور ہی نور ہیں،

اسلئے

بارگاہِ الٰہی سے بڑھ کر اور کوئی بارگاہ اِس پیشکش کی اہل نہیں ہو سکتی۔
پس نہایت عجز و انکسار کے ساتھ انکشافاتِ برہمن کا ہدیہ جنابِ باری میں پیش کیا جاتا ہے کہ اب اُن کا اصلی مقام وہی ہے

گذرانیدہ خاکسار بہار سنامی